

عبدی افغانی
مفتی
مفتی غفر

ذوالجلال واکرامین ایام فتنه و جہلم تاسع کایاں غلامی
المسیحی

محبوب الزمین تذکرہ سحر اوس

جلد اول

از ایف فاضل میر غلام حبیب سرخ محقق مولوی ۱۲۰۷ قمری
محمد عبد الجبار خان صاحب مہر فی کمال و رشیدی حیدر آباد

صدر مدرسہ بنی فارسی مدرسہ اوس

تقریباً ۱۲۰۷ قمری
مکتبہ سحر اوس

اعلان

فہرست کتب مطبوعہ و غیر مطبوعہ مولوی محمد عبدالحجرا خان

محبوب الوطن تذکرہ سلاطین و کن حصہ اول - در بیان سلاطین ہند - ۷۵۷

محبوب الوطن تذکرہ شعرائے دکن حصہ اول (۶۱۲) صفحہ - ۷۵۷

محبوب الوطن تذکرہ شعرائے دکن حصہ دوم (۶۳۶) صفحہ - ۷۵۷

محبوب ملی المنن تذکرہ اولیائے دکن - قریب نصف جلد شدہ

محبوب انجمن تذکرہ امرا و وزراء دکن -

محبوب نو و کہن تذکرہ آثار دکن -

محبوب الوطن تذکرہ سلاطین و کن حصہ دوم در بیان طوائف ملوک دکن

محبوب الوطن تذکرہ سلاطین و کن حصہ سوم در بیان سرکار عالی نظام خداداد ملکہ

المشتہق صدر الاسلام خان و لکھ مولف

فہرست حصہ اول محبوب الزمن تذکرہ شعرا و کفن

نمبر	صفحہ	اسماء شعرا	نمبر	صفحہ	اسماء شعرا
۱	۲	تہذیب و لغت	۱۳	۱۹۶	انسان - شیخ غلام مصطفیٰ
		حروف الف			مراد آبادی -
۲	۳	آصفی - عالیجناب	۱۴	۲۰۱	انصاف - علی نقی خان
		میرزا ابین فتح جنگ نظام الملک	۱۵	۲۰۳	ایما - میر بخش عاشق علیخان
		صفیاء اولیٰ فی ریاست و کفن	۱۶	۲۰۵	افتخار - سید عبدالوہاب
		صاحبنا اللہ عن اشروالفتن			دولت آبادی
۳	۹۴	آصف ثانی - علی محمد قدرت	۱۷	۲۰۹	انور - نور الدین خان
		نواب محبوب علی خاں بہادر حرم			کرنامکی -
۴	۱۵۸	آفری - اسفرینی	۱۸	۲۱۱	ارسلان - مولانا قاسم
۵	۱۶۶	الغنی - مولانا یزدی			مشہدی
۶	۱۷۴	اسیر - مولانا کمانچہ گزلاری	۱۹	۲۱۲	امداد - شیخ غلام حسین
۷	۱۷۷	اوحادی - شیخ - العین بن محمد			برہانپوری -
۸	۱۷۸	ادالی - میر مومن یزدی	۲۰	۲۱۵	اقدس - میر رضی شوستری
۹	۱۷۹	اختری - مرزا اختر	۲۱	۲۱۸	امیر - سید امیر حیدر بلگرامی
۱۰	۱۸۰	ایجاد - مرزا علی نقی خان			نزیل اورنگ آباد
۱۱	۱۹۲	افصح - میر محمد علی	۲۲	۲۲۰	ارشاد - میر غلام علی
۱۳	۱۹۵	امین - امین الدین علی			اورنگ آبادی -

نسلہ صفحہ	اساتے شعرا	نسلہ صفحہ	اساتے شعرا
۲۳	۲۲۴ امید - قزلباش خان	۲۵	۲۴۷ آفاق - محمد عیسیٰ خان
۲۴	۲۲۷ امیر - امیر احمد مینائی		دہلوی -
۲۵	۲۳۱ انبیا ز - میر حسن برسی	۳۶	۲۴۸ ایمان - شہید محمد خان
	کرناٹکی -		حیدر آبادی
۲۶	۲۳۲ آثم - سید ابراہیم حیدر آبادی	۳۷	۲۵۰ افسر - میراقر علی خان
۲۷	۲۳۵ اشک - سید جمال الدین	۳۸	۲۵۱ اختر - مولوی لطیف احمد ضا
	لکھنوی	۳۹	۲۵۲ آزاد - میر غلام علی الحسینی
۲۸	= افسر - سید احمد حیدر آبادی		البلگرامی -
۲۹	۲۳۶ الفت - محمد جمال الدین	۴۰	۳۰۲ آگاہ - مولوی محمد اقر
	مدرا سی		ناعطی مدراسی
۳۰	۲۳۷ احسان - میر عباس علی خان	۴۱	= امین - محمد امین
	حیدر آبادی		
۳۱	۲۳۹ آزاد - ابوالحسین لکھنوی		حرف باد موحده
۳۲	= ایما - میر حسن علی خان	۴۲	۳۰۳ بدیع - ملا بدیع
	اورنگ آبادی	۴۳	= بسمل - میر محمد یوسف خان
۳۳	۲۴۰ ادیب - مولوی محمد سیف الحق	۴۴	۳۰۴ بنیش - سید مرتضی مدراسی
	دہلوی -	۴۵	۳۰۶ بہار - سید علی مدراسی
۳۴	۲۴۲ اعزاز - سزاوین محمد گکابی	۴۶	۲۰۷ بلنچ - محمد غفر الدین فتحپوری

نمبر	صفحہ	اسماء شعرا	نمبر	صفحہ	اسماء شعرا
۴۷	۳۰۸	بیان - خواجہ احسن بشیر دہلوی	۵۶	۳۲۲	تابع - خلیفہ اسد مسعودی نزیل برہانپوری
۴۸	۳۰۹	بندہ - میر محمد اویز گنگ آبادی	۵۷	"	تسلیم - محمد قلی برہانپوری
۴۹	۳۱۰	بیان - آقا محمد علی اصفہانی	۵۸	۳۲۲	تجلی - شاہ تجلی علی حیدر آبادی
۵۰	۳۱۱	بیجان - لالہ حکیم بخش اس اورنگ آبادی			حرف تاء مثلثہ
۵۱	۳۱۲	باقی - راجہ گرو داری پشاد حیدر آبادی	۵۹	۳۲۷	بقا - محمد حسن بید خان بدایونی
		حرف بائے فارسی			حرف الجیم
۵۲	۳۱۵	پروانہ - شاہ ضیاء الدین برہانپوری	۶۰	۳۳۸	جانی - سیراجانی ترخانی
۵۳	۳۱۹	پناہ - محمد پناہ اورنگ آبادی	۶۱	۳۳۹	جرات - میر محمد ہاشم
۵۴	۳۲۰	پنجمی - نجم الدین بلگرامی نزیل حیدر آباد	۶۲	۳۳۲	جوا - محمد فاضل مہرندی
		حرف تاء فوقانی	۶۳	۳۳۲	جولان - میر حسن علی خان حیدر آبادی
۵۵	۳۲۱	تجلی - محمد حسین کاشی	۶۴	۳۳۵	جرات - سید رضوی خان
			۶۵	۳۳۶	جلیل - مولوی حافظ جلیل حسن صاحب مدرسہ

نشا	صفحہ	اسماء شعرا	نشا	صفحہ	اسماء شعرا
۶۶	۳۴۵	جعفر - مرزا جعفر بیگ	۷۷	۳۷۵	حیا - کاشی مرزا حیاتی
		قرنوبی -	۷۸	۳۷۷	حافظ - خواجہ حافظ
					شمس الدین شیرازی
		حرف حار حطی			حرف الخاء
۶۷	۳۵۰	حشمت مجتسم علیخان	۷۹	۳۸۶	خلیل - مرزا خلیل خان
۶۸	۳۵۱	حقیر - مہاشنگہ اورنگ آبادی	۸۰	۳۸۸	لاہوری -
۶۹	۳۵۱	حامد - محمد خان الخاطب	۸۱	۳۹۰	خواجگی - خواجہ بابا خان بخاری
۷۰	۳۵۲	بحا د علیخان دولت آبادی			خوبن - شیخ غلام حسین
۷۱	۳۵۲	حفیظ - شیخ حفیظ دہلوی			برائینوری
		حنا - مہدی حسین خان	۸۲	۳۹۲	خواجہ - خواجہ ایوب
		لکھنوی -			الخطاطب بہ جمیل بیگان
۷۲	۳۵۵	حمید - محمد کاظم صاحب			اورنگ آبادی
		کنواری	۸۳	۳۹۴	خاکی - حیدر بیگ
۷۳	۳۵۶	حشمت - جمیعت علی			بدخشانہ الاصل
		حیدر آبادی	۸۴	۳۹۵	خلیل - اصالت خان
۷۴	۳۵۷	حسب - محمد حیدر آبادی			حیدر آبادی
۷۵		حسن - امیر دہلوی	۸۵	۳۹۶	خان - محمدی خان وکنی
۷۶	۳۶۷	حاکم - حاکم بیگ خان پوری			

نسلہ صفحہ	اسماء شعرا	نسلہ صفحہ	اسماء شعرا
۸۶	۳۹۶	۹۸	۴۳۴
		۹۹	۴۳۵
۸۷	۳۹۷		
۸۸	۳۹۸		
۸۹	۳۹۹		
۹۰	۴۰۰		
۹۱	۴۰۱		
۹۲	۴۰۲		
۹۳	۴۰۳		
۹۴	۴۰۴		
۹۵	۴۰۵		
۹۶	۴۰۶		
۹۷	۴۰۷		
۹۸	۴۰۸		
۹۹	۴۰۹		
۱۰۰	۴۱۰		
۱۰۱	۴۱۱		
۱۰۲	۴۱۲		
۱۰۳	۴۱۳		
۱۰۴	۴۱۴		
۱۰۵	۴۱۵		
۱۰۶	۴۱۶		
۱۰۷	۴۱۷		
۱۰۸	۴۱۸		
۱۰۹	۴۱۹		
۱۱۰	۴۲۰		
۱۱۱	۴۲۱		
۱۱۲	۴۲۲		
۱۱۳	۴۲۳		
۱۱۴	۴۲۴		
۱۱۵	۴۲۵		
۱۱۶	۴۲۶		
۱۱۷	۴۲۷		
۱۱۸	۴۲۸		
۱۱۹	۴۲۹		
۱۲۰	۴۳۰		
۱۲۱	۴۳۱		
۱۲۲	۴۳۲		
۱۲۳	۴۳۳		
۱۲۴	۴۳۴		
۱۲۵	۴۳۵		
۱۲۶	۴۳۶		
۱۲۷	۴۳۷		
۱۲۸	۴۳۸		
۱۲۹	۴۳۹		
۱۳۰	۴۴۰		
۱۳۱	۴۴۱		
۱۳۲	۴۴۲		
۱۳۳	۴۴۳		
۱۳۴	۴۴۴		
۱۳۵	۴۴۵		
۱۳۶	۴۴۶		
۱۳۷	۴۴۷		
۱۳۸	۴۴۸		
۱۳۹	۴۴۹		
۱۴۰	۴۵۰		
۱۴۱	۴۵۱		
۱۴۲	۴۵۲		
۱۴۳	۴۵۳		
۱۴۴	۴۵۴		
۱۴۵	۴۵۵		
۱۴۶	۴۵۶		
۱۴۷	۴۵۷		
۱۴۸	۴۵۸		
۱۴۹	۴۵۹		
۱۵۰	۴۶۰		
۱۵۱	۴۶۱		
۱۵۲	۴۶۲		
۱۵۳	۴۶۳		
۱۵۴	۴۶۴		
۱۵۵	۴۶۵		
۱۵۶	۴۶۶		
۱۵۷	۴۶۷		
۱۵۸	۴۶۸		
۱۵۹	۴۶۹		
۱۶۰	۴۷۰		
۱۶۱	۴۷۱		
۱۶۲	۴۷۲		
۱۶۳	۴۷۳		
۱۶۴	۴۷۴		
۱۶۵	۴۷۵		
۱۶۶	۴۷۶		
۱۶۷	۴۷۷		
۱۶۸	۴۷۸		
۱۶۹	۴۷۹		
۱۷۰	۴۸۰		
۱۷۱	۴۸۱		
۱۷۲	۴۸۲		
۱۷۳	۴۸۳		
۱۷۴	۴۸۴		
۱۷۵	۴۸۵		
۱۷۶	۴۸۶		
۱۷۷	۴۸۷		
۱۷۸	۴۸۸		
۱۷۹	۴۸۹		
۱۸۰	۴۹۰		
۱۸۱	۴۹۱		
۱۸۲	۴۹۲		
۱۸۳	۴۹۳		
۱۸۴	۴۹۴		
۱۸۵	۴۹۵		
۱۸۶	۴۹۶		
۱۸۷	۴۹۷		
۱۸۸	۴۹۸		
۱۸۹	۴۹۹		
۱۹۰	۵۰۰		
۱۹۱	۵۰۱		
۱۹۲	۵۰۲		
۱۹۳	۵۰۳		
۱۹۴	۵۰۴		
۱۹۵	۵۰۵		
۱۹۶	۵۰۶		
۱۹۷	۵۰۷		
۱۹۸	۵۰۸		
۱۹۹	۵۰۹		
۲۰۰	۵۱۰		
۲۰۱	۵۱۱		
۲۰۲	۵۱۲		
۲۰۳	۵۱۳		
۲۰۴	۵۱۴		
۲۰۵	۵۱۵		
۲۰۶	۵۱۶		
۲۰۷	۵۱۷		
۲۰۸	۵۱۸		
۲۰۹	۵۱۹		
۲۱۰	۵۲۰		
۲۱۱	۵۲۱		
۲۱۲	۵۲۲		
۲۱۳	۵۲۳		
۲۱۴	۵۲۴		
۲۱۵	۵۲۵		
۲۱۶	۵۲۶		
۲۱۷	۵۲۷		
۲۱۸	۵۲۸		
۲۱۹	۵۲۹		
۲۲۰	۵۳۰		
۲۲۱	۵۳۱		
۲۲۲	۵۳۲		
۲۲۳	۵۳۳		
۲۲۴	۵۳۴		
۲۲۵	۵۳۵		
۲۲۶	۵۳۶		
۲۲۷	۵۳۷		
۲۲۸	۵۳۸		
۲۲۹	۵۳۹		
۲۳۰	۵۴۰		
۲۳۱	۵۴۱		
۲۳۲	۵۴۲		
۲۳۳	۵۴۳		
۲۳۴	۵۴۴		
۲۳۵	۵۴۵		
۲۳۶	۵۴۶		
۲۳۷	۵۴۷		
۲۳۸	۵۴۸		
۲۳۹	۵۴۹		
۲۴۰	۵۵۰		
۲۴۱	۵۵۱		
۲۴۲	۵۵۲		
۲۴۳	۵۵۳		
۲۴۴	۵۵۴		
۲۴۵	۵۵۵		
۲۴۶	۵۵۶		
۲۴۷	۵۵۷		
۲۴۸	۵۵۸		
۲۴۹	۵۵۹		
۲۵۰	۵۶۰		
۲۵۱	۵۶۱		
۲۵۲	۵۶۲		
۲۵۳	۵۶۳		
۲۵۴	۵۶۴		
۲۵۵	۵۶۵		
۲۵۶	۵۶۶		
۲۵۷	۵۶۷		
۲۵۸	۵۶۸		
۲۵۹	۵۶۹		
۲۶۰	۵۷۰		
۲۶۱	۵۷۱		
۲۶۲	۵۷۲		
۲۶۳	۵۷۳		
۲۶۴	۵۷۴		
۲۶۵	۵۷۵		
۲۶۶	۵۷۶		
۲۶۷	۵۷۷		
۲۶۸	۵۷۸		
۲۶۹	۵۷۹		
۲۷۰	۵۸۰		
۲۷۱	۵۸۱		
۲۷۲	۵۸۲		
۲۷۳	۵۸۳		
۲۷۴	۵۸۴		
۲۷۵	۵۸۵		
۲۷۶	۵۸۶		
۲۷۷	۵۸۷		
۲۷۸	۵۸۸		
۲۷۹	۵۸۹		
۲۸۰	۵۹۰		
۲۸۱	۵۹۱		
۲۸۲	۵۹۲		
۲۸۳	۵۹۳		
۲۸۴	۵۹۴		
۲۸۵	۵۹۵		
۲۸۶	۵۹۶		
۲۸۷	۵۹۷		
۲۸۸	۵۹۸		
۲۸۹	۵۹۹		
۲۹۰	۶۰۰		
۲۹۱	۶۰۱		
۲۹۲	۶۰۲		
۲۹۳	۶۰۳		
۲۹۴	۶۰۴		
۲۹۵	۶۰۵		
۲۹۶	۶۰۶		
۲۹۷	۶۰۷		
۲۹۸	۶۰۸		
۲۹۹	۶۰۹		
۳۰۰	۶۱۰		
۳۰۱	۶۱۱		
۳۰۲	۶۱۲		
۳۰۳	۶۱۳		
۳۰۴	۶۱۴		
۳۰۵	۶۱۵		
۳۰۶	۶۱۶		
۳۰۷	۶۱۷		
۳۰۸	۶۱۸		
۳۰۹	۶۱۹		
۳۱۰	۶۲۰		
۳۱۱	۶۲۱		
۳۱۲	۶۲۲		
۳۱۳	۶۲۳		
۳۱۴	۶۲۴		
۳۱۵	۶۲۵		
۳۱۶	۶۲۶		
۳۱۷	۶۲۷		
۳۱۸	۶۲۸		
۳۱۹	۶۲۹		
۳۲۰	۶۳۰		
۳۲۱	۶۳۱		
۳۲۲	۶۳۲		
۳۲۳	۶۳۳		
۳۲۴	۶۳۴		
۳۲۵	۶۳۵		
۳۲۶	۶۳۶		
۳۲۷	۶۳۷		
۳۲۸	۶۳۸		
۳۲۹	۶۳۹		
۳۳۰	۶۴۰		
۳۳۱	۶۴۱		
۳۳۲	۶۴۲		
۳۳۳	۶۴۳		
۳۳۴	۶۴۴		
۳۳۵	۶۴۵		
۳۳۶	۶۴۶		
۳۳۷	۶۴۷		
۳۳۸	۶۴۸		
۳۳۹	۶۴۹		
۳۴۰	۶۵۰		
۳۴۱	۶۵۱		
۳۴۲	۶۵۲		
۳۴۳	۶۵۳		
۳۴۴	۶۵۴		
۳۴۵	۶۵۵		
۳۴۶	۶۵۶		
۳۴۷	۶۵۷		
۳۴۸	۶۵۸		
۳۴۹	۶۵۹		
۳۵۰	۶۶۰		
۳۵۱	۶۶۱		
۳۵۲	۶۶۲		
۳۵۳	۶۶۳		
۳۵۴	۶۶۴		
۳۵۵	۶۶۵		
۳۵۶	۶۶۶		
۳۵۷	۶۶۷		
۳۵۸	۶۶۸		
۳۵۹	۶۶۹		
۳۶۰	۶۷۰		
۳۶۱	۶۷۱		
۳۶۲	۶۷۲		
۳۶۳	۶۷۳		
۳۶۴	۶۷۴		
۳۶۵	۶۷۵		
۳۶۶	۶۷۶		
۳۶۷	۶۷۷		
۳۶۸	۶۷۸		
۳۶۹	۶۷۹		
۳۷۰	۶۸۰		
۳۷۱	۶۸۱		
۳۷۲	۶۸۲		
۳۷۳	۶۸۳		
۳۷۴	۶۸۴		
۳۷۵	۶۸۵		
۳۷۶	۶۸۶		
۳۷۷	۶۸۷		
۳۷۸	۶۸۸		
۳۷۹	۶۸۹		
۳۸۰	۶۹۰		
۳۸۱	۶۹۱		
۳۸۲	۶۹۲		
۳۸۳	۶۹۳		
۳۸۴	۶۹۴		
۳۸۵	۶۹۵		
۳۸۶	۶۹۶		
۳۸۷	۶۹۷		
۳۸۸	۶۹۸		
۳۸۹	۶۹۹		
۳۹۰	۷۰۰		
۳۹۱	۷۰۱		
۳۹۲	۷۰۲		
۳۹۳	۷۰۳		
۳۹۴	۷۰۴		
۳۹۵	۷۰۵		
۳۹۶	۷۰۶		
۳۹۷	۷۰۷		
۳۹۸	۷۰۸		
۳۹۹	۷۰۹		
۴۰۰	۷۱۰		
۴۰۱	۷۱۱		
۴۰۲	۷۱۲		
۴۰۳	۷۱۳		
۴۰۴	۷۱۴		
۴۰۵	۷۱۵		
۴۰۶	۷۱۶		
۴۰۷	۷۱۷		
۴۰۸	۷۱۸		
۴۰۹	۷۱۹		
۴۱۰	۷۲۰		
۴۱۱	۷۲۱		
۴۱۲	۷۲۲		
۴۱۳	۷۲۳		
۴۱۴	۷۲۴		
۴۱۵	۷۲۵		
۴۱۶	۷۲۶		
۴۱۷	۷۲۷		
۴۱۸	۷۲۸		
۴۱۹	۷۲۹		
۴۲۰	۷۳۰		
۴۲۱	۷۳۱		
۴۲۲	۷۳۲		
۴۲۳	۷۳۳		
۴۲۴	۷۳۴		
۴۲۵	۷۳۵		
۴۲۶			

نسلہ	صفحہ	اسمائے شعرا	نسلہ	صفحہ	اسمائے شعرا
۱۰۹	۴۶۱	رسا - جان محمد مرزا حیدر آبادی	۱۲۱	۴۷۷	رشید - محمد شکر محمد خان
۱۱۰	۴۶۵	روشن - فحمد روشن خان			لکھنوی
		حیدر آبادی	۱۲۲	۴۷۸	رضا - حسین لکھنوی
۱۱۱	۴۶۷	رفیقی - آملی	۱۲۳	۴۷۹	رائق - حکیم باقر حسین خان
۱۱۲	۴۶۸	رونق - عارف الدین خان	۱۲۴	۴۸۰	راقم - محمد حسین قادری
		برہانپوری	۱۲۵	"	رام - لالہ رام پرشاد
۱۱۳	۴۷۰	رائے - کنول کشن	۱۲۶	۴۸۱	راغب - میر سارک اللہ خان
۱۱۴	"	رضا - محمد رضا بیگ			حرف سین جہلم
		اوزنگ آبادی			
۱۱۵	۴۷۲	رنگین - لعل خیز اورنگ آبادی	۱۲۷	۴۸۲	سراج - سید سراج الدین حسینی
۱۱۶	"	راز - نورش خان			اوزنگ آبادی
		اوزنگ آبادی	۱۲۸	۴۹۲	سالم - محمد کریم بخش
۱۱۷	۴۷۳	ربط - بالا پشاور حیدر آبادی	۱۲۹	۴۹۴	سالک - مرزا سالک
۱۱۸	۴۷۵	رضا - محمد رضا خان			یزدی -
		مدرسہ اسی	۱۳۰	۴۹۶	سبقت - لالہ سکھراج
۱۱۹	۴۷۶	راز - مولوی حسان الحق			لکھنوی -
		دہلوی -	۱۳۱	۴۹۹	سجاد - میر سجاد علی خان بہادر
۱۲۰	"	رسا - محمد بہتہ نیا حیدر آبادی			حیدر آبادی -

تفصیل	صفحہ	اسماء شعرا	تفصیل	صفحہ	اسماء شعرا
۱۳۲	۵۰۰	سوز - میان عالم خان	۱۲۳	۵۲۲	شوریدہ - شیخ سلطان الدین
۱۳۳	۵۰۱	سخن - سید محمد خان بہادر			برہانپوری
		اصفہانی	۱۲۴	۵۲۳	شورش - مرزا محمد منعم
۱۳۴	۵۰۲	سید - سید علیخان			نذر باری -
۱۳۵	۵۰۳	سرخوش - محمد علیم زمان	۱۲۵	۵۲۴	شرافت - سید شریف الدین
۱۳۶	۵۰۴	سخی - میر خیرت علیخان			اورنگ آبادی
		حیدر آبادی	۱۲۶	۵۲۵	شمید - ملا باقر
۱۳۷	=	سامی - سید عبدالقادر	۱۲۷	۵۲۶	شریف - مرزا شریف
		اورنگ آبادی			کاشانی -
۱۳۸	۵۱۰	سالک - فراتوہر انعلی بیگ	۱۲۸	۵۲۷	شیفتہ - محمد کاظم حسین
۱۳۹	۵۱۳	سرد - حکیم سعید المصروف			کنٹوری -
		برصوفی سرد	۱۲۹	۵۲۸	شوق - غلام محمد حیدر
۱۴۰	۵۱۶	سجڑ - مرزا سبخر	۱۵۰	۵۲۹	شکریب - نواب مرزا
۱۴۱	۵۱۸	سالک - سید غلام حسن			دہلوی -
		الرضائی	۱۵۱	=	شعلہ - محمد عبدالوہاب
		حرف الثمین المعجمہ			مدراسی
۱۴۲	۵۲۲	شوریدہ - شیخ سلطان الدین	۱۵۲	۵۳۵	شادان - راجہ راجایان
		ان برہانپوری			راجہ چندو لعل بہادر

نفا	صفحہ	اسرائے شعرا
۱۵۳	۵۵۳	شاد - راجہ راجایان نہاراجہ کمرشن پرشاد مدارالمہام سرکار عالی نظام
۱۵۳	۵۶۹	شہید - مولوی غلام امام
	۵۷۲	شہید - میر محمد علیجان
	۵۷۵	شہید - حکیم عبدالعزیز خان
	۵۷۹	شفیق - لچھی نرائن
		اورنگ آبادی
	۵۸۲	شعلہ - میر کاظم علیجان
		دہلوی -
		شہید می - فرزند شہید قہر
تمام شد حصہ اول مجبوز الزین شعر		
وکن		

دکن زنده کردم باین آرزو—که نامم بماند درین چارسو



ابو تراب محمد عبدالجبار خان صوفی ملکا پوری براری
حیدرآبادی صدر مدرس عربی و فارسی مدرسه
اغوه مویت دایم دکن

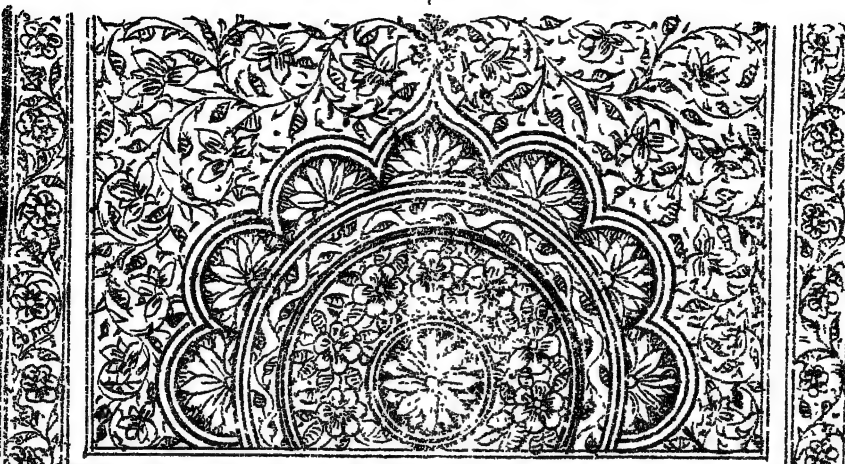
فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّكَ مِنَ الْمُنِجِينَ

بفَضْلِ خالقِ ذِوالِجِلالِ والاکرامِ دیرینِ ایامِ فرخنده فرجامِ
باعانتِ سرکارِ عالی نظامِ تاریخِ الاجواب
المستعین

مَجْلُوسُ الرِّسَالَةِ شِعْرُ الدِّينِ

ترتالیفِ فاضلِ ادیبِ عالمِ لبیبِ مَوْجِ مَحْضِقِ مَوْلُوسِ
ابو تراب محمد عبدالجبار خان صاحبِ صوفی ماکاپوری براری
حیدر آبادی صدر مدرسِ عربی و فارسی مدرسه اعظم

در مطبعه دار الفکر و کماله



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ لَإِنْسَانٍ أَشْرَفًا مَخْلُوقَاتٍ بِالْعِلْمِ وَالْعُرْفَانِ وَكَوَنَهُ عَلَى
 الْحَيَوَانَاتِ بِالنُّطْقِ وَالْبَيَانِ وَالصَّلَاةِ عَلَى أَفْضَلِ الْمَوْجُودَاتِ مُحَمَّدٍ صَلَّى
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ الطَّاهِرِينَ الْكَرَامِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ الرَّاشِدِينَ الْعِظَامِ أَجْمَعِينَ
 حمد و صلوٰۃ کے بعد احقر العباد محمد عبد الجبار خان صوفی ملکا پوری برار حمید آبادی
 ارباب سخن کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ میری مؤلفہ تالیف دکن المسمیٰ بہ
 محبوب التواریخ متعدد مجلدات پر شامل ہے اور اُسکی ہر ایک جلد بذاتہ مستقل ایک
 ایک کتاب یکانہ ہے اور ہر ایک کے مضامین ہی جداگانہ۔ ایک دوسرے سے تعلق نہیں ہے
 بناءً علیہ میں ہر ایک جلد کو الگ الگ نام سے نامزد کیا۔ چنانچہ یہ جلد شعبہ ادب کے تذکرہ
 پر شامل ہے۔ اسکا نام ہی دوسری جلدوں کی طرح عالیجناب فلک انتساب رشید رکاب
 قبا صاحب دو کرم بلند جو صلوٰۃ عالی محمد عایا پرور فیض گستر قادر دان علم ہنرمزی شہر
 سنور علی حضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی میر محبوب علیخان

فتح جنگ نظام الملک صفحہ بہاؤر ششم خلد اللہ لکے نام سی معنوں کر کے
محبوب الزمین تذکرہ شعرائے دکن لکھا۔ اس تذکرہ میں اُسے شعرا درج
کئے گئے جو دکنی المولد و المنشأ ہیں۔ یا وہ شعرا جو دکن میں آئے۔ خواہ یہاں فوت
ہوئے ہوں یا دیگر بلاد میں۔ اور میں نے اس تذکرہ میں شعرا سے اُن شعرا کو درج کیا
جو مشاہیر سے گزرے خواہ وہ متقدمین سے ہوں یا متاخرین سے بہ ترتیب و ترتیب
لکھا تاکہ ناظرین کو ہر ایک کے حال دیکھنے میں قوت نہ ہو بتوفیق اللہ المستعان علیہ الشکر

باب الالف آصف

عالمگیر الدین فتح جنگ نظام الملک صفحہ بہاؤل اول فی یاد کن انہا عن البقین

آپ کی نسب سلسلہ حضرت شیخ شہا الدین سہروردی سے پہنچتا ہے۔ اور حضرت کا
سلسلہ خلیفہ امیر المومنین ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بنتی ہوتا ہے۔ آپ کے
جد مادری عالمگیر بادشاہ بہادر صاحب قران شاہجہان بادشاہ ہند کے
وزیر اعظم اور جد پدری حضرت شیخ الاسلام خواجہ عابد النخاطب بہ قلیچ خان بہادر
آپ کے جد بزرگوار شاہجہان کے آخر عہد میں سمرقند و بخارا سے بتقریب زیارت
حریم شریفین ہند میں آئے۔ شاہجہان سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے آپ کی بہت
تعظیم و تکریم کی نہایت عزت و اکرام کے ساتھ ملا۔ لب فرش ایک مسند سے
اُٹھ کے استقبال کیا۔ اول ہی ملاقات میں چہرہ ہر رو پیہ بطور فرقہ قدم و دست
پیشکش فرمایا۔ اور وہاں عزیز کو بادشاہی منزل میں اتارا۔ اور مہمانی کا اہتمام

نہایت تجلّ شان سے ادا کیا گیا۔ آپ کے ہمراہ مریدین و طالبین تقریباً ایک سو سے
 زیادہ تھے۔ تمام کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ پہر شاہجہان نے دوسری ملاقات میں
 آپ سے درخواست کی کہ آپ یہاں تشریف رکھیں۔ اور اہل ہند کو اپنے فیض سے
 سرفراز فرمائیں۔ آپ اہل فاضل و فقیہ کامل جامع علوم معقول و منقول تھے۔ اور
 بخارا میں شیخ الاسلام و صدر الاسلام کے لقب سے ملقب تھے اور بخارا میں مذکور
 نذر محمد خان اور اسکے فرزند سبحان قلی خان کے عہد میں صدر عدالت تھے۔ آپ نے
 بادشاہ کے اطرار سے ہند میں سکونت اختیار کی منصب چار صدی سے سرفراز کر کے شاہزادہ
 عالمگیر کی اتالیقی پر مقرر فرمایا۔ آپ شاہزادہ کی رفاقت میں ہے۔ شاہزادہ صوم و صلوٰۃ کا
 پابند تھا۔ اور خواجہ صاحب بھی مین و اسلام کے شغفہ۔ شاہزادہ آپ کی مصاحبت سے
 بہت خوش ہو جاتا تھا۔ آپ کی تعظیم و تکریم میں مبالغہ کرتا تھا۔ جب شاہزادہ دکن میں آیا آپ بھی
 ہمراہ آئے خواجہ صبا باغ و روان باڑی برہانپور میں باضافہ دو صدی خطاب خانی سے مشرف
 ہو کے فراغت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ ۱۰۶۰ھ ہجری میں وارا شکوہ بسبب بیماری
 بادشاہ و کالتا امور سلطنت کو انجام دینے لگا۔ اور عالمگیر کے وکیل عیسیٰ بیگ کو جو
 حضور میں رہتا تھا قید کیا اور اسکا گھر ضبط کر لیا۔ اور جسونت سنگ اور قاسم خان کو
 عالمگیر کے روکنے کیلئے بھیجا۔ عالمگیر دکن سے جمعیت بہ بہانہ عیادت پدر بزرگوار
 روانہ ہوا۔ وارا فتح اجمین میں دونوں سے مقابلہ کیا۔ عالمگیر کامیاب دونوں
 شکست پانے چلے گئے۔ آپ نے جسونت کے مقابلہ میں دلیرانہ کام کئے۔ اور مخالفین کو ہکا دیا
 منصب ہزارمی پانوسوار سے سرفراز ہوئے۔ پہر اجمین باضافہ ہزارمی ورو صد
 سوار و ہزارمی ہفت صد سوار کے مبلغ ہوئے۔ پہر آپ ۱۰۶۰ھ ہجری میں سجاد شیخ میر کے

صدر ہوئے۔ خواجہ کی پارسائی و پرہیزگاری مشہور تھی۔ عوام الناس خواجہ کے
 عدل و انصاف سے بے حد خوش تھے۔ پہر آپ سنہ پنجم عالمگیری مطابق سنہ ہجری ۱۰۸۱
 مع اصل اضافہ بمنصب ہزارمی پانصدی ہزار و دو صد سوار سے سفر ازم ہوئے
 اور سنہ ہجری ۱۰۸۱ باضافہ ہزار و شش صد سوار و خلعت و قیل و صوبہ دارمی جمیر سے
 ممتاز ہوئے۔ اور سنہ چہارم عالمگیری ۱۰۸۲ سنہ ہجری ۱۰۸۲ صوبہ دارمی ملتان پر بلند
 ہوئے اور سنہ عالمگیری ۱۰۸۳ سنہ ہجری ۱۰۸۳ ملتان سے حضور میں بلائے گئے۔
 اسی سال میں آپ میراج ہو کے حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین روانہ ہوئے اور سنہ ۱۰۸۴
 میں غائبانہ مخاطب بہ قلیچ خان ہوئے۔ اور بادشاہ نے ایک اسپانسی با ساز
 طلایہ شہاب الدین الخطاب بن غازی الذینجا فیروز جنگ کے سپرد کیا کہ بندر سورت
 میں خواجہ کے پاس پہنچے۔ پہر سنہ مذکورہ میں سورت سے آنیکے بعد خلعت و صدارت
 سے بلند ہوئے اور سنہ ۱۰۹۳ سنہ ہجری ۱۰۹۳ خلعت خاصہ و اسپت نقارہ سے بلند آوازہ
 ہو کے عالمگیری کے ہمراہ دکن میں آئے۔ خانیخان نے لکھا کہ سنہ مذکورہ میں عالمگیری نے
 خواجہ صاحب کو ابو الحسن بنیاشاہ کے پاس سفارتہ بھیجا تھا۔ پہر آپ سنہ ۱۰۹۶ سنہ ہجری
 میں طغر آباد کے صوبہ دار ہوئے۔ قلعہ گوکنڈہ کے محاصرہ میں پدر و پسر و نون
 عالمگیری کے ہمراہ تھے۔ گوکنڈہ کے معرکہ میں نمایان کام کئے۔ آخر
 سنہ ۱۰۹۸ سنہ ہجری ۱۰۹۸ قلعہ مذکور کے محاصرہ میں خواجہ کے دینے ہاتھ پر زنبورک کا
 گولہ پہنچا۔ خواجہ بہ استقلال تمام گھوڑے پر سوار حیمہ میں آئے۔ ایسے مستقل
 مزاج و قوی دل تھے کہ ضرب گولہ کی کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔ حمۃ الملک اسد خان وزیر
 حسب الحکم بادشاہ آپ کی عیادت کیلئے آئے۔ اسوقت جراح استخوان شکستہ کے ریز زخم سے چن ہاتھ

خواجہ صاحب فراغت سے مسد پر بیٹھ ہوئے تھے۔ مقبرین سے باتیں کرتے تھے
 قہوہ کا دو چل مانتھا۔ اور فرماتے تھے کہ جراح ٹانگے لگا میوا لاہوشیار ملکیا ہے
 دو تین روز کے بعد تیار پنج چہارم ربیع الاول ۹۱۰ھ ہجری میں اسٹا فانی سے
 عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ گو لگژہ کے قریب حیدر آباد سے تین کوس کے فاصلہ
 مدفون ہوئے۔ میرا رویتبرک ہر سال آپکا عرس ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب سخی مخرج
 مکہ و مدینہ میں پیشا رو پیہ مجاورین و شرفا کے لئے بھیجتے تھے۔

اور آپ کے والد ماجد یعنی میر شہاب الدین النخاطب بن غازی الدینخان فیروز جنگبھاؤ
 باپ کی رحلت کے بعد رفتہ رفتہ منصب ہفت ہزاری تک ترقی کی۔ اور غازی الدینخان
 فیروز جنگبھاؤ عالمگیری امر میں اکبر الامرا شمار کئے جاتے تھے۔ عالمگیری آپ کو بڑی
 عظمت و محبت سے دیکھتا تھا۔ دکن کے معرکوں میں آپکی جان شامی عرق نیری
 و دلیری دیکھ کر فرزندوں سے زیادہ چاہتا تھا۔ جب آپکی کوشش جانی سے
 بیجا پور کی فتح حاصل ہوئی۔ اسوقت آپکے خطاب کے ساتھ فرزند ارجمند کا فقرہ
 اضافہ فرمایا۔ رقعات میں لکھتا ہے (فرزند بے ریا و رگازی الدینخان فیروز جنگبھاؤ)
 بیجا پور کے معرکہ میں دکنیوں نے عالمگیری لشکر میں رسد کی آمد و رفت بند کر دی تھی
 لشکر میں سبب عدم غلہ و دانہ کے کہلبلی بڑی ہوئی تھی۔ تمام بقیار و جان لب
 ہو رہے تھے۔ عالمگیری رسد کے نہ پہنچنے کی خبر سے نہایت ہی چین و بیقرار تھا۔ رات کے
 آٹھ بجے فیروز جنگبھایا اور رسد پہنچانیکلی بابت کہا۔ فیروز جنگبھاؤ اسوقت
 مستعد ہوئے مع جمعیت رسد ہمراہ لیکر عالمگیری لشکر میں مخالفین قتال و جدال
 کرتے ہوئے قریب چار بجے صبح کے پہنچے۔ رسد لشکر میں تقسیم کر کے فی الفور عالمگیری کے پاس آئے۔

اور عالمگیر کو رسید پہنچا نیکی خبر دی۔ اسوقت عالمگیر بہت ہی خوش ہوا۔ اور فرزند جنگ کی تعریف و تحسین کی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ اور درو رکعت شکرانہ ادا کر کے دعا چاہی۔ خدا یا آج تیموریہ خاندان کی جسطرح غازی لدینخان فیروز جنگ نے عزت و آبرو بچائی۔ اسی طرح تو اس کے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک قائم رکھے دیکھو عالمگیر کی اس دعا سے کس قدر آصفیہ خاندان کی عظمت و بزرگی ثابت ہوتی ہے آپ عالمگیر کی رحلت کے بعد شاہ عالم کے عہد میں گجرات کی صوبہ دار می پر مقرر ہوئے۔ آخر آٹھ ستمبر ۱۶۲۲ء ہجری میں اس درفانی سے عالم جاوید فی کبیر طرف رحلت کی۔ آپ کے خلفا صدق عالیجناب فلک انتساب فردوس آرمگا حضرت آصفجاہ بادشاہ دکن میں۔ آپکا اصلی نام میر قمر الدین فتح جنگ نظام الملک آصفجاہ تھا خطاب آصف و آصف تخلص ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰۲۲ھ ہجری میں ہندوستان میں واقع ہوئی۔ ولادت کی تاریخ حجاب حمل (نیکبخت) سے برآمد ہوتی ہے۔ آپ کا نشو و نما آسائش آرام کے گہوارہ میں ہوا۔ ناز و نعم کیا تہہ آپکی تربیت ہند کی آٹ ہو اکی آغوش میں ہوئی۔ نشو و نما کے بعد عقل و شعور کے آغاز میں آپکی تعلیم و تربیت عرب و ترک ہند کے علمائے افاضل و فضلاء اکابر سے شروع ہوئی۔ آپ کے والد ماجد عالیجناب میر شہاب الدین الخاطب غازی الدینخان بہادر تعلیم و تربیت کا عمدہ اہتمام کیا تھا۔ اور اخلاق و آداب کی درستی کیلئے برگزیدہ و پسندیدہ ہوشیار و تجربہ کار عمر رسیدہ تابعین و ادب موزین متعدد مقرر کئے تھے خلد مکان عالمگیر بادشاہ ہی آپ کے حالات و آثار دیکھنے سمجھتا تھا کہ یہ ہونہارے ناکید فرید کرتا تھا کہ تعلیم علوم کا انتظام عمدہ طرح سے ہونا چاہئے۔ اور حکم کیا کہ میر قمرین کو

ہر مقلد میں ایک بار سلام و کورنش کیلئے ہمارے پاس پہنچے رہیں۔ چنانچہ فیروز جنگ بہادر
 ہمیشہ فارغ تحصیل تک حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ جب آپ عالم شباب میں علوم
 و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے اور بزرگان سلف کی طرح معقول و منقول و نقد
 و اصول میں ایسی لیاقت و مہارت حاصل کی کہ قرآن و امثال سے فائق
 و لائق ہوئے۔ تبحر و تقریر میں بے نظیر تھے۔ عربی فارسی و ترکی و ہندی زبان میں
 استعداد کامل کہتے تھے ماضی و دیب عالم الہیہ تھے۔ ہر ایک زبان میں نظم و نثر لکھنے
 میں ملکہ تامہ و مدرکہ کاملہ رکھتے تھے۔ فتوحات آصفیہ کے مولف نے تعلیم و تربیت
 کے محل میں لکھا کہ مولانا احمد یار خان مخاطب بہ ترکی خان آپ کے اتالیق تھے
 ترکی زبان آپ کو سکھاتے تھے۔ مرثیہ الصفا کے مولف نے لکھا کہ آپ موزون و طبع
 تھے شعر گوئی و شاعری کے آشتی تھے۔ مرزا عبدالقادر بیدل سے اصلاح کلام فرماتے
 و کلام و سنجیدگی طبع خدا و تہی جو کچھ آپ کے زبان و قلم سے کلام موزون و مضمون
 بلاغت مشحون نکلتا تھا۔ نہایت ہی شستہ و صاف ہوتا تھا۔ اصلاح غیر کا محتاج
 نہیں ہوتا تھا۔ اس فن کے اساتذہ آپ کا لوٹا مانتے تھے بجز تحسین آفرین کہ چہ کہتے تھے
 واقعی آپ کے دو دیوان فارسی ضخیم جو مطبع سرکار آصفیہ میں علمت بنندگان عالمی شعالی کے
 حکم سے مطبوع ہوئے ہیں ان کے ہمارے معرین مورخین کے کلام کی تصدیق ہوتی ہے
 مولف فقیر کے پاس دو نوں یوان موجود ہیں ان کے مطالعہ سے محفوظ ہوتا ہوں
 ناظرین کیلئے بطور نمونہ ہر ایک یوان اشعار منتخب کر کے گزارش کرتا ہوں کہ ناظرین
 آپ کے تجربہ و مذاق شاعری سے واقف جائیں اور ان کو اس بات کی پوری تصدیق
 ہو جائے کہ آپ عالم حکیم صوفی تھے۔ آپ بدامین کر تخلص اشعار میں لکھتے تھے

اس یون کے اشعار تقریباً دوثلث تقصوف معرفت کے مضامین میں ڈوبے ہوئے ہیں
 ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایاں ہیں۔ اور ہر ایک فقرہ سے فقیری
 و خاکساری کے کنوز عیان ہیں۔ اور بعض اشعار اولیاء کرام و اتقیا و عظام کے
 ساتھ آپ کی حسن عقیدت و ارادت ثابت ہوتی ہے اور بعض سے فصاحت و پند و حکم
 و امثال پائی جاتی ہیں۔ اور ہمدردی و رحم دلی غربائے بی سرو سامان کے ساتھ
 معلوم ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا تقیاس دوسرے دیوان کے اشعار بھی حسین آصف تخلص
 فرماتے ہیں مضامین متفرقہ علی الخصوص تقصوف کا خزینہ ہے اور آپ نے معشوق حقیقی کے
 خط و خال و ابرو کے رشک ہلال چشم غیرت غزال رخسار و مہ پارہ کی توصیف
 و تعریف میں عالم عالم مضامین نگین گلشن گلشن معانی شیریں سے صفحات کتاب کو
 رشک فردوس برین بنایا۔ نیز معانیات و تشبیہات کے لباس زیبین ایسا
 آراستہ کیا کہ اگر از رشک چین آید آہ آہ چمکے و نو نو و اوین کی عبارت فارسی
 با محاورہ مثل بل زبان ہے۔ یہ ہے نزدیک ایک گلستان دیگر بوستان۔ یہی
 ابن زمانہ میر کے کلام پر قہقار ہے۔ اور کہیں گے کہ مولوی صاحب نے تمنا کیا ہے
 کیا ہے۔ واقع میں یہ الفاظ نہیں ہے غرض سے ملاحظہ کریں منصفانہ اور میں
 آپ کے دو دو اوین کی نسبت میں نے جو کچھ لکھا اصرار یہی ہے کہ ان دو کلام میں
 بہت سی بیانیات سے آپ کی حکایتی۔ فارسی و عظیمہ سلطانہ و تعلق سلطانہ شہزادہ
 کو انسانی و غیر انسانی کیفیت سے جو شہزادہ شہزادہ از خروارہ و زار شکرانہ
 آثار ناظرین آپ کے بھل حدیث و افقہ ہو جائیں۔ یہاں تفصیل میں تشریح کا محض
 موقع نہیں ہے۔ مگر آپ کا تفصیل میں و شرح و بسط کے ساتھ محبوب و وطن

تذکرہ سلاطین کن کی تیسرے حصہ میں پورے طور سے لکھا ہے جو شایق ہو گا وہاں
 ایضاً لکھا۔ احوال الخواقین کے مولف نے لکھا کہ آپ خلد مکان عالمگیر کے عہد میں
 عالم شباب میں عین قلیچ خان خطاب منصب پنجہزاری سے سہر بلند ہوئے۔ دربار شاہ
 بہمن شاہ کے آخر عہد میں بجا پور کی صوبہ داری پر سرفراز اور شاہ عالم کے زمانہ میں
 نہ دربار بہادر خطاب صوبہ داری اور وہ سے ممتاز ہوئے۔ پہلے چنڈ روزگار
 بادشاہیت اور اسے سلطنت نصیب مارت ترک کر کے درویشی اختیار کی گوشہ عافیت میں
 مستغرق ہوئے۔ یہاں آپ نے حکمت علمی و انانی سے اسلئے اختیار کیا تھا کہ اس وقت
 شاہزادگان عالمگیر میں فتنہ و فساد برپا تھا۔ ہر ایک سلطنت کا داعی بن رہا تھا۔ امرا
 اغوانہ افغانی کے سلاسل میں بندھے ہوئے تھے۔ کوئی کسی کی نہیں سنتا تھا۔ فتنہ کا
 بازار گرم تھا۔ ایسے ہنگامہ بجا میں آپ درویشی گوشہ نشینی اختیار کرتے تو کیا کرتے
 آپ گوشہ میں بیٹھ کے تاک رہے تھے کہ کیا کرنا چاہئے۔ آپ اگرچہ بظاہر گوشہ نشین
 و فقیہ لباس پہنتے تھے۔ لیکن منظر تھے کہ اونٹ کروٹ بدلے۔ پہر آپ جہاں شاہ
 کے اندر سے گوشہ ترک کر کے حضور میں آئے۔ اصل منصب خطاب سے سرفراز ہوئے
 اور محمد فرخ سیر کے منہ جلوس کے ابتدائیں فتح جنگ نظام الملک بجا خطاب ہفت ہزاری
 منصب صوبہ داری دکن سے سہر بلند ہوئے۔ چنڈ روزگار کے بعد دکن کی صوبہ داری
 امیر الامراء حسین علی خان کے تفویض ہوئی۔ آپ دار الخلافہ میں پہنچے۔ مراد آباد کی
 حکومت پر مقرر ہوئے۔ پہلے ریفیع الدرجات کے عہد میں مالوہ کی صوبہ داری ملی
 آخر آپ نے امراے حضور سے نفاق و کینہ کی بوتوت شامہ سے محسوس کی بیدل
 مہریشیان ہوئے۔ اور دل میں عزم بالجزم کیا کہ ملک دکن کو جو ایک صوبہ زر خیر ہے۔

اور امرائے حضور کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے ملک خیزین غنیمت کی غلت
 ہو جائیگی۔ ایسا زرخیز ملک ہمارے اہل اسلام کے دست قدرت سے چلا جائیگا تسخیر کرنا چاہیے
 تاکہ اسلام کے قبضہ میں ہے۔ بناءً علیہ آپ سند گیارہ سے بتعین ہجری میں مالوہ سے
 دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ وردما سے عبور کر کے اولاً قلعہ آسیر پر پہنچے۔ اس وقت سید
 طالب علیخان سادات بارہ سے قلعہ دار تھا۔ آپ نے قلعہ کو سید موصوف سے صلحا
 مسخر کیا۔ کشت و خون کی نوبت نہ آئی۔ اس طرح شہر برہانپور کو محمد انور خان صوبہ دار
 سے تسخیر فرمایا۔ دونوں مقاموں سے ہیشمار زر و سامان رسد ہرست ہوا۔ پھر قاریخ
 ماہ شعبان سنہ مذکورہ میں آپ نے سید دلاور علیخان براور زراؤہ حسین علیخان امیر الامرا سے
 جو آپ سے محاربہ کے لئے بترغیب سادات بارہ دار الخلافہ سے مقرر ہوئے آیا تھا موضع
 حسن پور علاقہ سرکار ہنڈیہ میں قتال و جدال کے بعد فیروزی و کامیابی پائی۔ دلاور علیخان
 مقتول ہوا سادات بارہ کی فوج درہم برہم ہو گئی۔ آپ نے کامیابی کے بعد بلدہ برہانپور
 میں مراجعت کی۔ پھر چھٹی تاریخ ماہ شوال سنہ مذکورہ میں سید عالم علیخان براور زراؤہ
 امیر الامرا حسین علیخان سے جو صوبہ دکن کا نائب تھا۔ بالا پور ضلع ہرار کے اطراف میں
 سخت معرکہ ہوا۔ بفضل خدا اس معرکہ میں بھی آپ کو فتح و فیروزی حاصل ہوئی۔ اور
 عالم علیخان مقتول ہوا۔ سادات بارہ کا طبقہ درہم برہم ہو گیا۔ اُن کے قبائل میں
 زوال آیا۔ انہیں ایام میں اعتماد الدولہ محمد امین خان جو سادات کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا
 وزیر ہوا تھا فوت ہوا۔ ۱۲۳۰ھ ہجری میں آپ حضور میں بلائے گئے۔ آپ حسب الطلب
 دار الخلافہ میں پہنچے۔ پانچویں تاریخ ماہ جمادی الاول سنہ مذکورہ میں خلعت فرار سے
 ممتاز ہوئے۔ حاسدین و رشاک حد کی آگ سے جلنے لگے۔ اور آپ کا نظام کرنا چاہتے تھے

اسکے مخالف ہوتے تھے اور بادشاہ کو غیر واقع سمجھا کے آپ کے نسبت بدگمان کر رہے تھے
 جعفر نے رشک سے وزارت سست تیار کی۔ آپ نے سنتے ہی فی البدیہہ جواب میں
 تاریخ فقہ کہا کہ وزارت تم تجمل۔ انہیں ایام میں معزالہ و حیدر قلیخان اسفراہینی
 ناظم ہوا۔ اس نے بناوٹ اختیار کی۔ فردوس آرا نگاہ محمد شاہ نے صوبہ داری گجرات
 و مالوہ کو وزارت و امارت دکن کا ضمیمہ کر کے آپ کو سرفراز فرمایا۔ اور حیدر قلیخان کا
 ہمہ آپ کے سپرد کیا۔ آپ حسب حکم فی الفور جہاں بودہ قریب گجرات میں پہنچ گئے۔
 حیدر قلیخان مقابلہ کی تاب لا کے مجنوں بن گیا متقابل نہیں ہوا۔ پہر آپ اپنے
 عم بزرگوار حامد خان بہادر کو نیا بتا صوبہ داری گجرات پر مقرر کر کے صوبہ مالوہ میں
 آئے۔ مالوہ کی صوبہ داری پر عظیم اللہ خان بہادر اپنے پہونیزاد بہائی کو نیا بتا معین
 دار الخلافہ میں رحبت کی۔ بادشاہی امر آپ کی وزارت کے مخالف تھے۔ لہذا بادشاہ
 خلاف واقع سب آپ کے وزیر لایا اور آپ کے جانب سے بدگمان کیا۔ بادشاہ نے دکن کی
 صوبہ دار کی پیشگی تعیین کر کے مبارز خان ناظم حیدر آباد کے تفویض کی۔ اس وقت
 آپ حضور میں عرض کیا کہ دار الخلافہ کی آپ ہوا مہری فرلج کے مخالف ہے۔ اور
 مراد آباد کی ہوا موافق ہے۔ مراد آباد جانکی زحمت عطا کیجئے۔ آپ کی درخواست
 حضور میں منظور ہوئی۔ آپ سعادت محبت کے ساتھ دکن کے طرف روانہ ہوئے
 تھوڑی مدت میں دکن پہنچ گئے۔ ۳۰ مئی جری مجرم کی تیسری تاریخ مقام شکر کپڑہ
 برابر میں مبارز خان صوبہ دار دکن سے مقابلہ ہوا۔ مبارز خان مع فرزند
 مقتول ہوا۔ تاہم دکن کے بچے قبضہ اقتدار میں آگیا کوئی مانع و مزاحم نہیں رہا
 بادشاہ نے اس خبر کے سنتے ہی صوبہ گجرات پر مبارز الملک مرہ بند خان تونی۔

اور صوبہ مالوہ پر گروہ بہار کو مقرر فرمایا۔ پھر چند ایام کے بعد فردوس راہ گاہ محمد شاہ
آپ کی دلجوئی و ولہاری کرنے لگے۔ ۳۹۰ گیارہ سو اترتیس ہجری میں آصفیہ خطا
سفر از فرمایا۔ پھر ۳۹۱ ہجری میں دوبارہ بمبائے تمام دار الخلافہ میں بلایا۔ آپ حسب
نواب نظام الدولہ ناصر جنگ خلف الصدق کو نیا بٹا دکن میں مقرر کر کے بادشاہ کے
حضور میں روانہ ہوئے۔ آخر جمیع الاول سنہ مذکورہ میں دار الخلافہ میں داخل ہوئے
دو ہجریہ کے بعد بادشاہ نے آپ کو غنیم کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ اور اکبر آباد مالوہ
کی صوبہ داری عطا کی۔ آپ اکبر آباد آئے محی الدین قلیخان کو جو سعد اللہ خان
وزیر کے بھائی اور آپ کے قریب دارون سے تھے۔ اکبر آباد کی صوبہ داری پر نیا بٹا مقرر
اور آپ عازم مالوہ ہوئے۔ رستہ میں دریائے چنبل کے کنارے بہت تکلیف پہنچی
پائین اکبر آباد دریائے جمناسے عبور کر کے مشرقی جانب آئے ہوئے۔ اٹا وہ ہوئے
پائین کا پانی دوبارہ دریائے جمناسے گزر کے ملک بونڈیلہ میں آئے۔ بونڈیلہ کا
راجہ مع جمعیت ہجر کا بھوا۔ منازل طی کرتے ہوئے بہوپال میں پہنچے۔ باجی راو
مرہٹہ با فوج سنگین دکن سے برآمد ہوا۔ ماہ رمضان سنہ مذکورہ میں بہوپال کے
اطراف میں باہم جنگ بدل کی آگ مشتعل ہوئی۔ غنیم متبادلہ میں برابر ہجرت
تھے۔ کیسی شکست و کشتائش نہیں تھی۔ کہ نادر شاہ کی آواز کی خبر برسرِ مہم ہوئی۔
آپ نے ایسے وقت میں صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ باہم صلح کر کے دار الخلافہ
مراجعت کی۔ نادر شاہ سے معرکہ ہونیکے بعد آپ ہی کے توسل سے باہم صلح ہوئی
بہ نسبت امرائے دیگر نادر شاہ نے آپ کے ساتھ بہت حسن سلوک فرمایا۔ آپ کی
بزرگی و رانائی کی تحسین کی۔ دہلی کا قتل عام آپ ہی کی غرض خواہی و سفارش سے

معاف ہوا۔ امیر الامراء صمصام الدولہ خاندوران کے مقتول ہونیکے بعد امیر الامرائی کا منصب آپکے دیگر مناصب کا ضمیمہ ہوا۔

انہیں ایام میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ نے مفدین کے ورغلانے سے خلاف و بغاوت کا راستہ اختیار کیا۔ آپ حضور بادشاہ سے رخصت لیکر فرزند و بلند کی اصلاح کے لئے ۱۱۵۳ھ ہجری میں واردکن ہوئے۔ بیسویں تاریخ جمادی الاول ۱۱۵۳ھ ہجری میں اورنگ آباد کے اطراف مغربی جانب پدر و پسر کے فیما بین جنگ واقع ہوا۔

نظام الدولہ زخمی ہو کے پدر مہربان کے ہاتھ آیا۔ ہند و نصائح کے بعد قصور معاف کیا۔ ۱۱۵۴ھ ہجری میں کرناٹک کی تسخیر کا غم بالجزم کیا۔ اول ترجیا پل کے قلعہ پر محاصرہ کر کے فتح کیا۔ اور ملک رکاٹ کو قوم نواعط سے مسخر فرمایا۔ ۱۱۵۵ھ ہجری میں قلعہ بالکنڈہ علاقہ حیدر آباد پر محاصرہ کر کے مقرب خان دکنی کے ہاتھ سے مسخر کیا۔

آخر ۱۱۵۶ھ ہجری میں برہانپور میں آئے۔ بیمار تھے سنہ مذکورہ میں فردوس بریں انہ سے نفعش مبارک کو برہانپور سے روضہ خلد آباد میں لا کے حضرت شاہ برہان الدین غریب کے پائین قبر دفن کئے۔ یزار و تبرک۔ آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ فقر و مشایخ کو طعام دیا جاتا ہے۔ اسی سال محمد شاہ بادشاہ و اعتماد الدولہ قمر الدین خان وزیر

نے عالم بقا کو رحلت کی۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے تاریخ موزوں کی ۱۱۵۷ھ

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند فتاد حیف سہ در گمانہ از کف دہر
برائے رحلت این ہر سہ یافتہ تاریخ نامد شاہ زمان و وزیر آصف دہر
آپے دولت تیموریہ کے اعظم امر سے تھے۔ عالمگیر کے تربیت یافتہ۔ عالمگیر کے زمانہ سے محمد شاہ کے آخر زمانہ تک وزارت کی صدارت پر صدر نشین رہے

تقریباً تیس برس تک شش سو بجات دکن کی حکومت پر حکمران رہے۔ محمد شاہ میجر بارہن اکثر امرا آپ کے قرا تبار تھے۔ تمام آپ کی خدمت میں نیاز مند و تسلیم بجا لاتے تھے۔ دربار میں عقیل و فہیم و متین باوقار و تمکین اگر تھے تو آپ ہی تھے۔ آپ کا نظیر کوئی نہیں تھا۔ اکثر امرا آپ سے رشک حسد کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے۔ دوست و دشمن کے ساتھ ہمدردی مسالحت کرنے میں کوتاہی نہیں فرماتے تھے۔ علما و صلحا و فقرا کی بہت ہی تعظیم و توقیر کرتے تھے۔ ہر ایک کے عطیہ عام بقدر قسمت پاتا تھا۔ عرب و عجم و ماوراء النہر و خراسان و عراق و ہند و سندھ سے آپ کی خدمت میں آتے تھے۔ آپ کے خوان کرم سے سیراب تازہ ہوتے تھے۔

آپ کے یادگار دکن میں متعدد عمارات ہیں۔ برہانپور کی شہر پناہ جو آپ نے ^{۱۷۸۴} ۱۲۰۱ھ میں تیار کی۔ روم نظام آباد کی آبادی۔ مسجد و کاروان سرا۔ و دروٹخانہ۔ دیوانہ وغیرہ کو تعمیر کیا۔ رب اجعل هذا بلدًا آمنًا سے تاریخ ختم تعمیر آبادی برآمد ہوتی ہے یعنی ^{۱۷۸۴} ۱۲۰۱ھ ہجری۔ شوم حیدر آباد کی شہر پناہ کی تکمیل کی۔ چہارم ہر رسول کی نہر جو عنبر کے زمانہ سے جاری تھی از سر نو اسکی ترمیم و تعمیر کرائی۔ بعض مورخین نے لکھا کہ آپ نے عنبری نہر کے سوا علیحدہ ایک نہر تعمیر کی۔

فہرست امراء آصف جاہی حج و دہلی دکن میں بھر کا بے مین

معز الدولہ صلابت جنگ نواب جاد خان عم آصف جاہ - نصیر الدولہ عبد الرحیم خان عم دوم عوض خان عضد الدولہ قسور جنگ شوہر عم آصف جاہ - رعایت خان ظہیر الدولہ برادر محمد امین خان اعظم الدولہ وزیر محمد شاہ - متوسل خان ستم جنگ و داماد آصف جاہ

هدایت محی الدین مظفر جنگ صفا بهادر اول - قادر داد خان عرف شیخ نور الدین نصاری
 حرز اسد خان نبیره سعد الله خان وزیر برادر علائی متوسلخان - طالب محی الدین نجف
 نبیره سعد الله خان وزیر برادر متوسل خان - حسن محی الدین بن محی الدین نجف
 حقیقت الدین نجف - محمد سعید خان پسران عنایت خان نبیره لطف اسد خان مرحوم
 محشم خان بهادر جشمت اسد خان - ارادت خان بن میر هدایت اسد خان
 هدایت اسد خان - میر حافظ خان بن هدایت اسد خان - خدا بنده خان نبیره
 شایسته خان امیر الامرا - محمد عنایت خان - رحیم اسد خان بن عنایت حسان
 عزیز ملک خان - خواجه عبداللہ خان - خواجه سعد الدین - اسد خان مرزا مهدی
 شیخ عاقل خان کنبوده - محمد انور خان - میر مرزا خان - میر سیف الدین نجف - محمد سلیمان
 میر سمیع اللہ مخاطب میرسا فرخان - برقندار خان - پورچند دیوان - مرزا محمد
 حکیم عبدالحمید خان - صف شکن خان مجاہد جنگ - میر عظم ارادت خان
 باشم قلخان سوف میر محمد باشم جزیت تخلص - شیخ محمد انور مراد آبادی - محمد عاقل خان
 ماقول تخلص - محمد امین خان تخلص مطلع - حکیم محمد امین الدین اصفهانی
 محمد جعفر شیرازی - حکیم محمد اصفهانی - حکیم جعفر تائی - محمد ولایت -
 محمد نیابت - رحمت خان بن امیر خان - طالب علیخان - حکیم محمد تقی خان
 حکیم خان غل رفیق قدیم - فتح اسد خان بهادر عالمگیری - فتح باب خان بهادر زاده
 فتح اسد خان - راور جونا ناگز - سید جمال خان بن سوره جنگ - شیخ ابو الحیر خان
 محمد غیاث خان بهادر - علی اکبر خان - فدوی خان - سادات خان - ربیع خان
 اسد خان بن سوره - سادات به خان - غیاث اسد خان - محمد علی خان خوشکلی

کنور جا پنچد بہا درین راہ ستر سال - خواجہ قلیخان - بہادر دلیخان قلیا ق -
 راہ گویاں سنگہ - ہمت یار خان - بایزید خان - منور خان خوشگی - ترکنا ز خان
 باجیراؤ - راہ سامو - سید غصنف علیخان - رائے سلطانی بنا لکر - عبد المجید خان
 عبد اللہ خان - طاہر خان - عطایا خان - محمد یوسف خان تورانی مولف تاریخ فحیہ
 عبدالغفار خان - عبدالعزیز خان - میر عبدالرزاق خان - میر صفی اللہ خان
 میر شمس الدین خان - شکر خان - سید شریف - پرمین نے ان تمام امرا کے
 حالات چوتھی جلد محبوب انجنین تذکرہ امراے دکن میں لکھے ہیں -

مشائخ وقت معاصر صفا ہ

شاہ نظام الدین اورنگ آبادی - میان شیخ - شاہ محمود نقشبندیہ - شاہ سلیمان
 شاہ نور اللہ - شاہ محمد علی - میر محمد ماہ - غلام حسن قادری - شاہ یونس ویش
 سید شاہ علی - میان یار محمد - شاہ محمد وغیرہم قدس سرہم جمعین -

آپ کی اولاد

شش پسر - پنج دختر - کل (۱۱)

محمداہ مخاطب بہ غازی الدین خان فیروز جنگ ثانی - میر محمد الخطاب نظام الدولہ
 ناصر جنگ - میر محمد خان الخطاب صلابت جنگ - میر نظام علیخان سد جنگ -
 خواجہ شریف خان بہادر بسالت جنگ - میر غل علیخان بہادر - دختر اول
 مسی خیر النساء بیگم منکوہ متوسل خان - دوم منسوب با خلاص خان بن سعد خان
 سوم امیر البرہیم خان بن میر گلان خان قلعدار بہادر -

ناصر جنگ کی دو ہمیشہ حقیقی کی نسبت کس سے ہوئی - معلوم نہیں ہوا -

انتظام مملکت

آپ جب کن مین دلاور علیخان و عالم علیخان و مبارز خان کے مقابلہ و مقابلہ سے فارغ ہوئے۔ تب انتظام مملکت کے طرف متوجہ ہوئے۔ اسوقت دکن کے تمام ملاو و قصبات و بہات مین محمد شاہی امر او افغانہ کرنول و شاہنور۔ و بدنور و کٹرپا و غیرہ ملاو مذکورہ پر قابض و متصرف تھے۔ مالکانہ تصرف کرتے تھے۔ اگرچہ انکو ملاک سے وہیات و قصبات بصیفہ جاگیرین ملے گئے۔ لیکن وہ اسکو جاگیر التمتا یعنی جاگیر نسلاً بعد نسل تصور کرتے تھے۔ اور بادشاہ کو سالانہ بطور پیشکش نذرانہ کی قدر رسم پہنچاتے تھے۔ اور امر اور راوڑ کو بھی تحائف و نذرانہ معقول دیکے فراغت سے من بہائے حکمرانی کرتے تھے۔ بیچارہ رعایا ان کے تابع و مطیع تھی۔ رعایا مظلوم کی داد رسی فریاد رسی کی کوئی سبیل نہیں تھی۔ افغانہ سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ آپکو باوجود کامیابی و دکن مین امرے بادشاہی و افغانہ مرفوع القلم کا تابع کرنا دکن کے معرکوں سے زیادہ مشکل سمجھتا تھا۔ اپنے دانائی و حکمت عملی و بردباری کا طریقہ اختیار کیا۔ ہر ایک فرد امر افغانہ ساتھ خوش خلقی و حسن طبع سے پیش آتے تھے۔ اور انکی دلجوئی و دلداری مین ایک قیفہ فروگزاشت نہیں فرماتے تھے۔ اور ان کے خواہش کے موافق کامیاب ہوئے تھے۔ اور آپ ہر ایک سے یہی فرماتے تھے کہ اسے برادران من! میں نے ملک دکن جو رنجیز ہے اس غرض سے تصرف مین لیا۔ کہ اہل سلام کے ہاتھ سے غنیمت مرہ کے تصرف مین بچائے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ امرے بادشاہی اعراض نفسانی کے شکجہ مین مبتلا ہیں۔ اور حضرت پادشاہ عیش و عشرت مین مصروف ہیں۔ علاوہ اس مرنے و بار مین باہم اتفاق نہیں۔ نفاق کا باز گرہ ہے۔ افغانہ و امر بادشاہی

آپ کی جادو بیانی سے مسح ہوئے۔ اور آپ کے مطیع و متعین ہوئے۔ جو ذرا نہ
ویشیکش بادشاہ کو دیتے تھے۔ آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگے۔ آپ ہی ایک
کو بحسب منصب خلعت و انعام و خطاب عطا کرتے تھے۔

کرتوں و کڑ پیر کے افغانہ اولاً آپ کی اطاعت سے انکار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے
کہ ہم اور آصفیہ ایک ہی بادشاہ کے ملازم ہیں۔ ہم باہم مساوی درجہ ہیں۔ مان
ہم اس شرط پر اطاعت کریں گے۔ اور آصفیہ کے متعین و مددگار ہوں گے۔ کہ صفیہ
ہم سے مساوی طریق سے ملے۔ اور ملاقات کیوقت ہمارا استقبال کریں۔ اور
ہم کی قدر جہاں کے سلام کریں گے۔ اور دربار میں بازو میں بیٹھیں گے۔ آپ نے افغانہ
کی تمام شرائط قبول کیں۔ اور ان کو اطاعت کے دائرہ میں لیا۔ افغانہ نہایت
خوشی سے مطیع و فرمان بردار ہوئے۔

اب بیچ مچھلی بندر کے صوبہ دار خواجہ عبداللہ خان و خواجہ رحمت اللہ خان دونوں
بہائی ہیں آپ کے حسن اخلاق و شفقت و یکہ کے صلحا تابع ہو گئے۔ تھینا ایک کروڑ روپے
نذرانہ پیشکش کیا۔ آپ خواجگان عالی شان سے بہت بھی شش ہوئے۔ اور خلعت فاخرہ
و انعام وافرہ و جاگیر معقول سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے خاندان کی ایک خاتون کا خیر
سے شادی کر دی۔ خواجگان تابعہ زندگی آپ کے مطیع و تابع رہے۔ اور خدمات جلیلہ
پر فائز المرام ہوتے رہے۔ چوک کی مسجد خواجہ صاحب کی یادگار ہے۔ میں نے خواجگان
عالیشان کا حال محبوبہ انجمن تذکرہ امرائے دکن میں مفصل لکھا ہے۔

علی ہدایا قیاس جب آپ دورہ میں نکلے۔ شاہنور پہنچے۔ و مان عبدالحمید خان میاں
نکمران تھا۔ آپ بیرون بلدہ میلان پر فضا میں فروکش ہوئے۔ آپ کے ہمراہ

جمعیت پیادگان و سواران ایکہزار سے زائد تھے۔ علاوہ اس نقباء و چوہداران
 و خدم و حشم ہی تھے۔ آپنے خانصاحب کو یاد فرمایا۔ خانصاحب غرور و رخت
 میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ملاقات کے آنے میں پس پیش کرنے لگے۔ لیکن آپکی
 لطف و مداراۃ جادو کا اثر کرتی تھی ملنے کیلئے راضی ہوا۔ اور کہا میں آصفجاہ سے
 اس شرط پر ملو گا کہ انکا صاحبزادہ میرے لینے کے لئے آئے۔ اور عند الملاقات آصفجاہ
 میرا استقبال کریں۔ آپنے خانصاحب کی درخواست قبول کی۔ فی الفور ناخنگ
 کو مع جمعیت سواران و پیادگان خانصاحب کے پاس پہنچا۔ خانصاحب خشی کے ہار
 پہنے کہ جامہ میں نہ سمائے۔ ناخنگ کے ہمراہ آپکی خدمت میں آئے۔ آپنے نہایت
 خندہ پیشانی سے چند قدم استقبال کر کے خانصاحب سے معاف و مصافحہ کیا۔
 خانصاحب آپکی زیارت و خاطر داری سے ممنون ہو شکور ہوئے۔ اور اپنی غلط فہمی
 کی معافی چاہی۔ اور پیشکش و نذرانہ پیش کیا۔ آپنے نہایت ہی مسرت کے ساتھ
 منظور فرمایا۔ اور خانصاحب کو خلعت و جاگیر منصب پر دستور سابق بجالا کہا
 آسے طبع آپنے آہستہ آہستہ دکن کے تمام امرائے بادشاہی و افغانہ و راجگان و
 نایکان کو مسخر فرمایا۔ آپکے مزاج میں نحل و رحم رائد تھا۔ تالیف قلوب و مدارا
 سے کام لیتے تھے۔ اور ہر کاری امور میں عجلت نہیں فرماتے تھے۔

مالکہ آرمی کا انتظام

جب پ ملک کی کشائش و آمدات سے شاہی کی تسخیر سے فارغ ہوئے۔ تب زمین
 مزبورہ وغیرہ فروغ و محاصل کی کئی پیشی کے طرف رجوع ہوئے۔ دکن میں زمین کی
 پیمائش و غلہ کی تقسیم کا کوئی دستور العمل قانون مقرر نہیں تھا۔ ایک جڑی ہیل کی زرہ

تھوڑا سا محصول مقرر کر لیتے تھے۔ پر گنات و بلاد میں مختلف طور سے لیا جاتا تھا غلہ کی آمدنی کی کمی بیشی کی کچھ باز پرس نہیں ہوتی تھی۔ اور سلاطین چغتائی و راجگان دکن کے فیما بین معارکے و محاربے ہونے کی وجہ سے دکن کے اکثر پر گنات و دیہات ویران و خراب ہو گئے تھے۔ بی چراغ و بی مکین پڑے ہوئے تھے۔ رعایائے ملگرماء فرار ہو گئی تھی۔ کوئی زمیندار وطن کی طرف رخ نہیں کرتا تھا۔ روز بروز ویرانی بڑھتی جاتی تھی۔ مرشد قلیخان صوبہ دکن عالمگیری نے جو سیاق و راز ہوشیار و متصدیٰ پیشہ تھا دکن میں ٹو درمل اکبری کے طرح ایک ستور العمل مرتب کیا۔ ملک کی آبادی میں کوشش کرنے لگا۔ ہر ایک ضلع میں منائے فہمدہ و متدین مقرر کئے۔ اور زمین کی پیمائش شروع کی۔ زمین پیمائش شدہ کو رقبہ کے نام سے ملقب کیا۔ اور زمین کو دو حصوں پر تقسیم کیا۔ ایک قابل زراعت دوم غیر قابل یعنی زمین کوہ و پامون۔ ہر ایک ٹو و پیر گنہ میں پیشل مقرر کیا۔ جس مقام میں اصلی مقدم سابق کے وارث ہوتے تھے تو انکو سجال کرتا تھا۔ اور جہاں مقدم قدیم مفقود و الجبر ہو تو وہاں متدین شخص کو جدید مقدم کرتا تھا۔ اور زمینداروں کی تالیف قلوب میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا۔ زمینداران نادار کی بیویوں اور مایحتاج زراعت سے بطریق تقاوی اعانت و امداد کرتا تھا۔ اور موسم فصل پر مقدم کے ذریعہ سے قسط قسط وصول کرتا تھا۔

محصول کے وصول کے طریقے

محاصل کے وصول کے تین طریقہ تھے ایک یہ غلہ کا تودہ تخمینہ کر کے۔ ثلث یا نصف لیتے تھے۔ یا ثلث و نصف غلہ کی قیمت اندازہ کر کے وصول کرتے تھے۔

دوسرا یہ تھا غلہ کی تقسیم یعنی بٹائی تین قسم پر تھی۔ اولاً جو غلہ بارش کے پانی سے پیدا ہوا ہو اوس سے نصف لیا جاتا تھا۔ ثانیاً جو غلہ کوئین باولی کے پانی سے پیدا ہوا وہیں سے ثلث لیا جاتا تھا۔ اور غلہ کے سوا جو چیز مثلاً انگور و انجیر ویت کو خشک یا دلدی و زیرہ وغیرہ پیدا ہوا اسکا نوان حصہ لیا جاتا تھا۔ مولف فحیحہ نے لکھا کہ نوین حصہ سے چوتھی تک لیتے تھے۔ ثالثاً جو چیز ندی و نل چشمنہ کے پانی سے پیدا ہوا اسکا قاعدہ مقامات کے لحاظ سے نوان حصہ یا اُس سے کم و بیش مقرر کیا جاتا تھا۔ قسراً طریقہ غلجیات و بقولات کے ہر ایک جنس سے ربع لیا جاتا تھا۔ مزرعہ کا مقدار نرخ مشخص کر کے فی میگہ دستور العمل مقرر کیا تھا۔ پچاس کے بعد ہر ایک جنس سے مختلف طور پر محصول لیا جاتا تھا۔ یہ قاعدہ دکن کے تین چار صوبجات میں جاری ہوا تھا۔ اسکو مرشد قلیخان کا دہارہ کہتے تھے

اعلیٰ حضرت آصف جاہ قدس سرہ کے

عہد مہمنت مہدین بموجب بارہ مرشد قلیخان عمل درآمد رہا۔ بعد میں مختلف طریقے رہے۔ اکثر تعلقداروں کو ایک ضلع یا لمقطع دیا جاتا تھا۔ تعلقدار ایک معتد بہ رقم سالانہ مقرر کی جاتی تھی۔ علاوہ اس سالانہ پیشکش و نذرانہ حسب قیاس و مقتضائے وقت لیا جاتا تھا۔ تعلقدار ضلع کے سفید و سیاہ کاماکٹ مختار ہوتا تھا۔ جس قدر چاہتا تھا رعایا سے وصول کر لیتا تھا۔ اسوجہ سے رعایا تنگ حال رہتی تھی۔ اکثر زمیندار تعلقداروں کی سختی و بیرحمی سے جلا وطن ہو جاتے تھے۔ دیہات و موضع ویران و بی چراغ پڑے رہتے تھے۔ سرکاری محاصل پر نقصان پہنچتا تھا۔ کوئی اس نقصان کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا۔ جاگیرات میں بھی اس قسم کی بد انتظامی

رہتی تھی۔ جاگیرداروں کے نائب جو چاہتے تھے کرتے تھے۔ رعایا کے لئے کوئی قانون و دستور العمل نہیں تھا۔ جسکی پابندی ہو۔ اسبطح سے عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر مرحوم اقل کے زمانہ وزارت تک پریشانی رہی۔ پہر عالیجناب نے از سر نو بیامیش کرائی۔ خراج و محاصل کے قوانین و دستور العمل مرتب کرائے۔ بالقطع دینا بالکلیہ موقوف کیا۔ سرکار انگلشیہ کی طرح زمینداروں کو قول و پیمان سے زمین دینے لگے اور محاصل اجبی مقرر کئے۔ تاکہ کسیکو موقع شکایت نہ رہے۔ میں نے عالیجناب راہلہام کی سوانح عمری تفصیل کے ساتھ محبوب انجمن تذکرہ وزراء و کنین لکھی ہے۔ یہاں اسکا موقع و محل نہیں ہے صرف بطور نمونہ لکھ دیا۔ میرے پاس تین روز نامے بطور گریٹر ایک اورنگ آباد۔ دوسرے بیدرہ تیسرا برابر موجود تھے۔ انہیں محاصل زمین کی کیفیت شرح عام قوم تھی۔ افسوس صد افسوس وہ تینوں روز نامے میرے کتب خانہ نوادر کے ساتھ موسمی ندی کی طغیانی میں غرق آب و نذر سیلاب ہو گئے۔

فہرست خدمات مفوضہ خاں سامان یعنی دیوان خانگی

۱۔	تفہیم الی خدمات شاگرد پیشہ	۲۔	جواب حجابات و جوہر مطالبات	۳۔	دستور کار خانجات و خزانہ
۴۔	فرمانش حضور	۵۔	تصفیہ کرایہ و اجرت	۶۔	ضبط محضوبات و کرایہ کا کین و جلیہا
۷۔	جواب التماس تصدیا کار خانجات	۸۔	افراد عرض کار خانجات	۹۔	دستک انعام
۱۰۔	روز نامہ صوبہ و روزنامہ راجہ راجہ	۱۱۔	دستخط بر عرائض	۱۲۔	تسکات مال ضامی شاگرد پیشہ
۱۳۔	تصدیقات حاضری داروغہ	۱۴۔	عرض کار خانجات	۱۵۔	تشخیص قیمت جنس و شیش
۱۶۔	و امنا و مشرف تحویل داران	۱۷۔	تصدیق انعام جنسی و انعام	۱۸۔	جانور و کما یومیہ خوراک
	نذر خیرات و سوغات		بصاحب رسالہ تعلقدار		مقرر کرنا۔

۱۹	۲۰	۲۱
بار برداری کا رخ نجات کو نقشہ کرنا۔	دشکات اجناس ستوار جو کارخانہ سے دیتے ہیں	بادشاہ نژادوں کی شادی کا انتظام و اہتمام
دشک واتبہ طعام بہ نسبت کمی و اضافہ بدقت خانسان	طو امیر تحصیل محاببات بخشیان بدقت خانسان	ضبط اسوال بالفاق خان مان
درج عمارات	تعیین مقامات وادار	سرانجام کارخانجات

رخ اجناس خدمات مفوضہ میرآتش متعلقہ توپخانہ

جماعت امیدواران ہندگی انہر کہ اسب بکار آید رستقلی شود وبراہر کہ اضافہ باید گرفت اسنادہ نماید۔ پیش کند	برقندازان تیراندازی و دستخط چہرہ ملاحظہ کنند
دشکات و تفصیح و چکی برقندازان از دفتر میرآتش نوشتہ شود	دشک متصدیان و توپخانہ و افواج و صوبہ تاج و متصدیان داغ تصحیح از دفتر میرآتش نوشتہ شود
مطالبہ بعضی عرض کنند	دشک تنخواہ اجناس توپخانہ و افواج و قلعجات بہر میرآتش
سوال تنخواہ حاضری و دیگر مقدمات بدستخط میرآتش	روزنامہ داغ تصحیح بدقت میرآتش

آپنے دارالخلافہ میں وزارت کے بعد انتظامات فیل محل شاہ
بادشاہ کی خدمت میں حین درخواست خواہانہ عرض کئے
حاصل ہونے بادشاہ کو آپ کے جانبے بدگمان کیا۔ وہ انتظامات خارج میں موجود ہونے کے

آپ دل میں کشیدہ ورنجیدہ ہوئے۔ اسی قسم کے اسباب مان یعنی مہارشاہی سے نکلنے کے مہیا ہوئے۔

تفصیل انتظامات

اول۔ محال خالصہ کا اجارہ موقوف کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اجارہ و مقطع ملک کی خرابی و تباہی کا باعث ہے۔
دوم۔ رشوت جو نامزد پیشکش ہے اسکو موقوف کرنا چاہئے۔ اس طرح سے لینا بادشاہوں کی شان کے خلاف ہے۔

سوم۔ جزیہ ہنود پر بدستور مثل زمانہ خلد مکان عالمگیر جاری رکھنا چاہئے
چہارم۔ عرض کیا کہ ہمایون بادشاہ شیرشاہ کی وجہ سے ایران گیا تھا۔ اوشاہ ایران نے اعانت کی تھی۔ فی الحال افغانہ ایران پر حملہ کر رہے ہیں۔ اسوقت اگر شاہ ایران کی اعانت کی جائے تو آئندہ تیموریہ خاندان کی نیک نامی ہمیشہ تک باقی رہیگی
محمد شاہ نے فرمایا کسکوروانہ کروں۔ آپ نے فرمایا آپ جبکو تجویز کریں وہ حکم کی تعمیل کریگا۔ ورنہ اس خانہ زاد کو تجویز کریں بدل و جان کوشش کرے گا۔

ایضاً

آصفیہ مرحوم نے ۳۵ ہجری میں دکن کا پورے طور سے بندوبست کیا۔ اور رعایا کو زمینداران مفسد و مقصدان ظالم و نایکان ہرکس کے شکنجہ ظلم سے رہا کیا۔
تمام سرکشوں کو مطیع و مستحضر فرمایا۔ اور واکنکیر و پرگنات گدوال و سرکار الیگنڈان وغیرہ کے راستوں و جھاڑیوں کو رہنروں کی تاخت و تاراج سے پاک و صاف کیا۔ کوئی راہزن باقی نہیں چھوڑا۔ آپ کے اہتمام سے تمام راستے جاری ہوئے۔ مسافرین و تاجر کو

اسن و آرام ملا۔ فراغت سے آمدورفت کرتے تھے۔ کیسکا مال اسباب تاراج و غارت ہو گیا تھا۔
 ایک کی جان ہلاک ہوتی تھی۔ تمام رعایا آپ کے عدل انصاف سے خوش تھے۔

ایضاً

سادات بارہ نے مرہٹہ کو دکن کے محاصل سے چوتہہ کی سند عطا کی تھی۔ اور جاگیردار چوتہہ سے
 مستثنیٰ تھے۔ لیکن مرہٹہ کے گماشتے جاگیرداروں سے بھی ظلماً چوتہہ لیتے تھے۔ اور
 علاوہ چوتہہ فی صدی دس روپیہ حق دیکھی بھی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ رعایا پر
 سخت ظلم و ستم ہوتا تھا۔ آپ جب دکن میں حکمرانی کرنے لگے۔ تب آپ نے ایسا بندوبست
 کیا کہ چوتہہ کا معاوضہ زر نقد صوبہ حیدر آباد کے خزانہ سے دیا جائے۔ اور مرہٹہ رعایا
 و جاگیرداروں سے کچھ تعلق نہ رکھے۔ اور آپ نے حق دیکھی کو موقوف فرمایا۔ اور چوتہہ
 و حق دیکھی کے محصلین کو برخواست کیا۔ تمام رعایا و جاگیرداران دکن آپ کے حسن نظام
 سے خوش خرم ہوئے۔ اور مسافرین بھی آپ کے شکر گزار ہوئے۔ سر دیکھی راہداری
 کے گماشتے مسافرین تجار کو بہت تنگ کرتے تھے۔ مرہٹہ کے ظلم سے تجارت کا بازار
 سرد تھا۔ آپ کے عہد میں تجارت کا بازار گرم ہو گیا۔ سوداگراں دولت سے
 مالا مال بن گئے۔

اس دیوان کے اشعار منتخبہ جس میں آپ آصف تخلص فرماتے ہیں

مندرجہ ذیل میں

آصف	آصف	آصف
حرف الف	حرف الف	حرف الف

گو کہ ورت و درشن شد صفا داریم ما

اشتیاق دیدن آن بیوفا داریم ما

از پناه دیگران باشد پناه ما قومی
 در حضورش است استادن عباد سرورست
 از یکے ره میشود تعدی که کس را میدیم
 تو تپائے در ضیا بخشی ازین بهتر گجاست
 کمرش بهار روزی دنیا پرستان بادوس
 از تصور کردن مئے چمن پیرے او
 گریه و ناله شبینہ ما
 در نوا ضعیف نشان رفعت
 با صاحب آنے سرو کارست و لم را
 شد سینہ من چاک عشق رخ صافی
 شد شهر عالم دل قیاب بهجرت
 آصف شده ام شسته گفتار گنگے
 در کار ما رعایت اسباب لازم است
 شبهای ماه تیره شد از دود آه ما
 در دوسوز و وجد و ذوق دل بود سامان
 می کنند آن مدجفا و ما تحمل میکنیم
 در جدائی گرم قیابی ست اعضا یک قلم
 میرویم آصف بکوسے او سبکتر از نسیم
 رونقی دارد در عشق ماه رویت کار ما

هر کس اینجا گر کسے دارد خدا داریم ما
 این بنابر از نگاه او پیا داریم ما
 در میان کیسه خود کیمیا داریم ما
 در فضائے چشم خود آن خاک پیا داریم ما
 در دل خود شیوه تسلیم رضا داریم ما
 در نظر آصف چه باغ دلکش داریم ما
 مہت مفتاح گنج سینہ ما
 پستی ما شده است زینہ ما

با سرور و آنے سرو کارست و لم را
 با ماه و کثانی سرو کارست و لم را
 با نام و نشانی سرو کارست و لم را
 با تیغ زبانی سرو کارست و لم را
 باشد کمان تیر جدا تیر زن جدا
 ناگشته ایم آصف زان سمیتن جدا
 عشق نازل کرد این آیات در شان ما
 شد با حاشاش مقابل صورت حسان ما
 می طید دل در ره صلت بزرگان ما
 پیچ نیستند غبار راه بردمان ما
 همسری با عیش جوید گوشه دستار ما

بلکه گیر گیم با نیرنگ حسن از عشق تو
 صرف کن ای سبزه بوس فمیده نقد خویش
 هر چه می داری ز شک و غم بسیار در دست
 چیده آصف عشق را یک خطبه بهمان
 دعا گفتیم از شور جنون امروز طاقت را
 نه آسانست عاشق گشتن ایدل غم بخور چیده
 ز میدان وفا ننگ است بهر پرواشتن فتن
 نه بر و نه آید طالب ز کائنات پیوست خواندن
 با آن است آصف را بد نقه جان بازی
 بود نه موجب چهره چین محفل دریا
 که ز یاد آید نه بستی بیرون آید
 محیط عشق و بحر سیرت باشد در دل دم
 حلاج از بحر میگیرد مبین تدبیر زبان
 در دلت زانکه دنیا می کشی ایدل چهره
 خود نمایی نمی کند کس از جانی بی نصیب
 هستی بی همتان چون سر آب بگو

کمتر از زلفت نباشد رشته زمار ما
 جز متاع درد عشقی نیست در بازار ما
 زلف خوشبوست قوت باشد طبله عطار ما
 آشکار می کند فریاد دل بریا بر ما
 که ما دیدیم در جولان آن قامت قیامت
 در آئین محبت جلوه پرواز است چجنت
 ازین شیران هرل کس نمیدان قیامت
 ندارد اگر کسی همت چه فهدر کاکت را
 غنیمت بیند آن بر آید خود امروز صدمت
 هوایی گر نباشد حل شود این شکل دریا
 ز هر موجی باد آمده باشد حاصل دریا
 که شد از خاکسایهها درینجا محصل دریا
 جاب گوهر است قطره آصف حاصل دریا
 چون قناعت صد لجه وارشی غافل چرا
 همچو خط موج دریا کشته باطل چرا
 کشت زار است بود پید انگشت بی حاصل چرا

حرف التاء

چندان نبود متعاقب محض تو کل	تا بر کمر خویش کس ز ادب سفریت
چون عراج بدردین دوران بود	اعتبار شخص را پا چگیریت

هر که بشناسد گهر را جوهر است ورنه کار هر دو عالم سر بر است	هر که را باشد نظر انسان بود منعز هر کارست محو او شدن
سلامت همه آفاق در سلامت نیست که دام صید مرآت رخا کار نمیست	بود مراد دل صف اینکه حافظ گفت بیشتر کوش که مقصود یابی ایدل زار
گناهیگار با میید پرده دار است هر نفس خود میمان دیگر است	ویر عفو تو امروز کرد آصف را پاس میمان درشتن آمد ضرور

حرف دال مهمل

مانده است بره هر که گاه به قفا کرد بر روی آب خانه آبا و می کند	در حال تردد نرسد شخص بجای تا شوق ز موج گریه دل نشا و می کند
نیرسد یار را گزینش می باید کمی پرسد خوشایار سے کرد شاد نمیاید و نمی پرسد	میزد و حاجت نیست قطع دوستی کردن یاران زمانه نیست امید وفا هرگز
هر که ترکان را شب شکامت ترکند عاقبت آسیرش کیس را زر کنند	بر سر غفلت تواند لشتر تیر میزدن میرسد از صحبت نیکان بد انرا فیضها
آب در گوهر چو باشد قدرش افزونتر کنند عرض پیش نظر را جلوه جوهر کنند	فیض چشم اشکبار آصف تا تا اگر نیست عاصیان هم قائل حدت چون یکامی شوند

حرف راء مهمل

که کار بیش ناید بخوشد لی مزدور کیسه طبع نگار از نقد استغناست پر	تقدیر کن و افزای جانفشانی ما همچنان که ز التجا جام دلم لبریز است
از شرم عرق ریخته در دامن گیر	عفوست گل تازه افضال آبی

دله

دله

دله

بجلوه گاه تو بیگانه گشت دل شعور
 چنانکه دل نفسیت غافل زیادت
 بکسبه داشت چو رنگینی لبش شهید
 ز گرمی که کشیدست در جوانی طبع
 قوی ز شیوه تدبیر گشته است ضعیف
 ظهور راحت در پنج دست در فضا جهان
 تعقد کن افراست جانفتائی ما
 بچرخیم ز قرب و بُعد جلوه او
 محیط آن نشد چشم ما نمی بینیم
 بسبح قامت او عرض می کند آصف
 دل سر اسیر خیال آن بت زیرایت پر
 نشسته مانده باده میگرد زور دهنی
 ناز ما چون قطره دریا موج حسن لبر است
 نیست پائے جستجو را مانعی در راه عشق
 در دل روشن ندارد جاکم صف غیر یار
 در میان گلر خان دارد بسم نه دگر
 گزافانی گرچ این خوبا بچوگان می کنند
 ز زبان با دل یکے شد لذت تو حیدیا
 در این طیبان سودمند آصف نشد

بخار راه تو گرمی شود بود معذور
 تغافل تو کند کار را برین دستور
 در میدان سبزه خط همچو بستن زنبور
 سفید گشتن ریش است شربت کافور
 ز اتفاق چو زنجیر میشود صف مور
 ز آتش است وزان پر تمام صحن تنور
 که کار بیش نماید بخوشد لی مزدور
 که یار است بنزدیک نیست از مادور
 بهار حسن تو در غیبت است و هم بحضور
 که بهر سو ختم در توروشنی است ضرور
 از فروز صورت و چشم این شید است پر
 چشم او مینا ولی همواره این مینا پر
 از هجوم قطره صحن خانه درایت پر
 گرچه خار غیلاان دامن صحر است پر
 از فروز جلوه او دیده بیناست پر
 کعبه مقصود من از ازشان دگر
 گوئی دلها میسر خوب بچوگان دگر
 من نگیرم چاشنی را از مکران دگر
 میرساند و درمند بهادر مان دگر

اے چه میبوسی زما ز دور دور پیا یار
 استقامت کی کند بر شعله یک ساعت سپند
 گرد تشویشی نمی یا بیم مادر را عشق
 اے بهار خوبی جاوید یک آن جلوہ کن
 چون بر آرد از میان غرق خود یار سر
 دیدت مقصود چشم و الفت محبوب دل
 میدد صبح امیدت کمتر از شبنم میباش
 دفع نمودی کزنت لازم بود پیش از گزند
 دور کن دامن دنیا از سرت آسوده ز می
 آصف از در محبت پیش آهے زو چه شد
 از رنگ گل آئینه رخسار تو بهتر
 خوبان دل جان برده رعیماری دیدن
 نقشه که زمانی ست درین صغی عالم
 اسل کش از رهبری خضر تو منت
 اے بر همین از رشته تسبیح ربانی
 بے لطف بود رفتت از پہلوی آصف
 از گل هزار جا رخ یار ست خوبتر
 جز دل کن توروئے سوسے صید آسمان
 از سرمه گر چه روشنی آید چشم کس

دل

دل

دل

دل

در پرید تہا رنگ است مطلب شکار
 لیک دل عشق بجانت بر آتش سوار
 در نگاه مانمی آید بجز خطش نجار
 تا کجا آصف کشد از بهر دیدن تظار
 زانہ سان بہتر تا سرت کشد بسپار
 جامہ راتن خواست ما خواستہ و تار سر
 گریز اسود اے خورشید نشو و درار سر
 کو فتن آید چو پیش کس بکار درار سر
 سوی چون گیرد از سرمی شود مہوار سر
 نالہ بلبل کشد در محفل گلزار سر
 وز ماہ بود پر تو دیدار تو بہتر
 زان جملہ بود دیدہ عیار تو بہتر
 زان سبزہ خط لب پر کار تو بہتر
 یا دشن بود امر و زبرہ یار تو بہتر
 در پیش نظر رشتہ زنا تو بہتر
 در آمدنت خوبی رفتار تو بہتر
 رنگینیش ز رنگ بہار ست خوبتر
 صید دل از تمام شکار ست خوبتر
 در جلوہ گاہ یار بخار ست خوبتر

آصف بهار پسته خندان اگر چه خوب

دل از تو چپیدیا و میدار

ابروے توروز وصل بشوخ

تیر تو رسید بر دل و جان

صید خم زلف تست آصف

ملقه زلف بتان را دام گیر

کار لقمان و فلاطون عشق نیست

کار با کردن به وقع خوشنماست

در عتاب گلرغان لطفی بود

گر هوای میر باغ آصف تر است

لب پر خنده و خال و قدش از بد نظیر

تنگدل می شود آنکس که کند زلفش

بے ثبات است آشنائی پار

مزرع وصل سبز اگر خواهی

جهد کن تا مراد دل یا بی

گفت خدما صفا الی آخر

فرصت خویش را از دست مده

این کن آن کن نمیگوید مجال آرزو

عالم ایجاد باشد نعمتی از خوان حق

سنجیده ام از آن لب یاد دست خوبتر

بر جان چه رسید یا میدار

تیغی که کشید یا میدار

هر جا که رسید یا میدار

دامت چه کشید یا میدار

در حشمت صید دل آرام گیر

پیش عشق این پنجگان خام گیر

دامن رخ صبح و زلفش شام گیر

لذت از دادن و شناسم گیر

دامن عشق بت گلغام گیر

نخل میدلم کرد گلآورد شمر

دست پا چون بزند قطره بدست گهر

مستقیم هر قدر که هست شمار

عرق افشان براه تخم بکار

مقصود آئینه ایست رکف کار

جز صحبت ز غیر دل بردار

که بود هر نفس سبوق سوار

هر چه خواهی کن توئی امروز حساب اختیار

شکوه ناشکری بود از کار و بار روزگار

جائے نامحرم فضا محفل سرانیت	دل	ہرچہ آصف غیر یاد اوست از خاطر برابر
پردہ ستاریش جرم مرا افشا نکرد	دل	عفو او در گوش میگوید کہ باشا میزداد
بسکہ از توفیق او یاری دادم می شود	دل	ہر نفس با نفس ہر کش ہست را کارزار
میکند آمادہ عجز ایدل حیات تازہ	دل	خاکساری پیشہ کن بار دیگر ہم برابر
اصل در انیاست جلالت غرض ساز جرم	دل	شرط در شطرنج چو بنزد می گردد قمار
دل بدست تست ہر جا خواہی اید لبر بہر	دل	در کفش آصف نمی بیند عنان اختیار
آن علامت ز خاکسار آمد	دل	ہر کجا می شود بلند بخبار
نقش قدم بہین و قدم بر قدم بنہ	دل	از رفگان براہ نشان ست در نظر
از خوف وزر جا کہ نشانت در نظر	دل	کیفیت بہار و خزانست در نظر
پشیمانان کند ستر گناہان	دل	درین پردہ خطای من نگہدار
بعد محنت میرد جنب بیابان غم مخور	دل	عسردار آفتاب یستر تابان غم مخور
آتشہا مبتلا شد چو با میگاہنگی	دل	ایدل غافل ز بہر آشنایان غم مخور
مانع فیض ربی نیست اسباب حجاب	دل	سابان ابردار و موج باران غم مخور
آصف آنکلج پر یوتر در صد چہان گوہر	دل	گر نشیند در درون پردہ پنهان غم مخور
در محنت و محبت یک نقطہ ہست فرقی	دل	ز ازوئے عاشقان را ہست اعتبار دیگر
برو محنت نیست این جائے تو	دل	بہیمانہ باشد جہان دیگر
محو ش بہ بیند کس ناگزیر لیکن	دل	و نیا بچشم آزا دآید بے محقر
از پیش خاکسارین سوزت و زلزل	دل	خاکستریست ہر جا پنهان در دامنگر
منار محبت بہا زار نیست	دل	خریدار شود از دکان دیگر

ردیف حرف نائے منقوطه

که بعد ازین ز که گیر و سر گریان ناز	بنار کشت عریار و شد پشیمان ناز
نزدیده ام بجهان کنگار با آن ناز	بهار ناز نگارم ز عالم دیگرست
کند بشیوه هر کار و فرسودگان ناز	نشست ثابت زلفت به عیش عارض تو
دمی که در نظر شوق کرد جانان ناز	ز روز عید بود پیش در نشاط آصف
نیست جز اعجاز حیرت و دید بریضا ناز	دست عشق از لوث دنیا ئے فنی آزاده
شور محشر کند در یوزه از غوغائے ناز	عالم از صوت و صدائے گویا و پرست
بایدت پرسید قدر بی نیاز بهائے ناز	از نیاز آصف بیتاب است شکامی
ایدل تو درین بحر چه لنگر زده باز	در راه طلب مدام حیرت شده بودی
پارا تو درین راه برا خگر شده باز	ای دل پی و دلدار شرمی گرم تردد
از دیدن چشمش تو که ساعز زده باز	قطع طمع از موش کند استیافت
دل افروده گل وصل بخیده است هنوز	صبح شد پیرو رخ مهر ندیده است هنوز
او چه داند که درین دهه دیده هنوز	از ره عشق خبر دار دل او نبود
نگیم از گل این نقشه چه دیده است هنوز	چشم او در فیه بلا ئے است که صد رنگ است
دایه تیغ ساز در شسته ز ناز سبزه	گر بود تیغ یک دست کس با داور یا
نیست بد باشد که آب تیغ جوهر سبزه	چون بموقع هر چه قدر از دست سالم است
کشت امید و لم را کرد آن لدا سبزه	سویج باز است آصف مگر فیض بهار
برائے باده کشی صیبت انتظار امروز	بهار آمد و دلدار چون بهار امروز
برور شو چون کرده ام دو کار امروز	گذشتم از خود گزاشتم با دو چار امروز

<p>پُرسِت دامنم از گوهرِ نشا را امروز که صید را نبود هیچ اختیار امروز شگفته ست چه گلها بباغ یار امروز</p>	<p>بیابا که ز هر قطره اشک چشم ترم دلِ بدم سز زلف یار می گوید بهار چهره رنگین او نگر آصف</p>
<p>روایف السین المله</p>	
<p>گر درون خانه فهمت کس یک حرف بس تا زیانه نیست حاجت چیست باشد گرفتار خانه ما بر پا ز دیوار است و بس در و لم مقصود اظهار است و بس زندگی یعنی همین کار است و بس</p>	<p>عاقلان را یک اشارت هم کفایت میکند هر که را توفیق باشد احتیاج چند نیست خاک ساری می کند معمور دل از سماجت جان من آگاه نیست دانش آصف بود و نادرست گیر</p>
<p>روایف الشین المنقطه</p>	
<p>دریا و لبست شکر فراموش کرده ست در دگر فراموش از قامت موزون خود اثر و عصب بخش ما نمی خریدار تو این قبله نما بخش چون تو نبود هیچکس امروز خطا بخش اورا ز کرم چاشنی خوف و بخش بجز یادت ز دل جمله فراموش بهار آمد در دامنم می نوش گرفته مهر را شبنم در آغوش</p>	<p>از حنا طر ما دوئی بود دور آصف نرو و بجز در تو از بار فراق تو قدم شد جو کمان خم اسی جذبه عشق تو فرا یزد نگا هست چون ما نبود هیچ گنگار لب عالم آصف نکند تا در ره عدل تجاوز بجز از ذکر نامت نیست خاموش حنسور یار جز مستی مزن دم مرا و دل زرقعت می بر آید</p>

ز تاریش چون جوئے مراے
 برون از دام گیسویش نمی بینم صیدے را
 ز گلزار گارم نیست آفت غیر دل دیگر
 خوبی ازادگی آزاد بیند روشنش
 جلوه گاه ناز شوخ انضامی دل بود
 بسا که ره عشقش بخشد سود و نرغ
 ز خاموشی براحت بود هم آغوش جان آصف
 گرد از برق خلعت میزد و ز شمشیرش
 بدست شیرین و شیرین تر از آن قباده تقیرش
 فضا نمایی که سرش درین شوق انباشد
 دمی که تیغ کشد غمناک بیاکش
 چون کار و بار جهان جلوه کرد پیش نظر
 گل صحبت دنیا نمیکند اشتد
 چرا اختیار زمین کرد و عجز را آصف
 به بنا اعتقادش کافر و کبر و مسکنت
 ای می برو می کند انکار برون
 خاک قدم پاکدلان ست چو آصف
 هر که بهر خدا طعام دهد
 برورش پاشمده بگذاردیم

اگر مینی تو آصف عجبس پوش
 قلع دار داین دنیا و فیها بیکموش
 صدامی رسد از من تا کجا باشد کوش
 مگر شیها شعله را باشد ز اوج گروش
 آن پری آمو بی بی شیشه نتوان دیدش
 مگر محبت درین دایمی بیند و در کمر زارش
 بیا و جو آن بدخو فغان ناله ام و او تس
 مگر خونریزی بسیار و گرد و عنان گیرش
 بود هر حرف محرم و دو لم نجاست نخیرش
 قلم رایت طاقت نبرد و امان تیرش
 خور و در کم دم بے ز دست چالاکش
 محبت ست که کرد اختیار او را کش
 بباغ و دهر نبودی چو خار و خاشاکش
 بهار رتبه و الا شگفت از خاکش
 بهرند بهر موافق است شاید خال بندش
 جان نیست بتن تا که بیاریم گوشتش
 بخند ازین راه مگر جرم گناش
 نه فلک کم بود ز یک قابش
 که دهد بار پاس او اش

بقدر طاقت خود از بدان گریزان باش	تر کرده مائے خودت اندک پشیمان باش
ز سر چه خوب کردی از این پشیمان باش	برائے به شدن خود بفکر درمان باش
بجز شیموه آزادگی درین گلشن	اگر مراد تو باشد به بند احسان باش
لم آسازد مایه دولت نمود بخت	مشک با خود دارد و بهر روز خود هم کو خوش
آتش به بهر طایر و درین گلشن بود	تیر او را جائے بنمایم در پهلوی خوش

روایف صا و مهمل

گل خوشبو سے کجا بوسے وفائے تو کجا	نیست عطری که بود بدم بوسے اخلاص
پیشینه خضر چمن دم رساوات زند	آب کوثر چو بر در شکبجے اخلاص

روایف طار و مهمل

اگر سبب بچشم عدم کار می کنند	شد منکد صفای لببت پامال خط
بیگانه گشت یار و دلم می طید زغم	رفت آشنای کار کجائی تو ارتباط
بیگانه گشتی گرفته ره کوئے یار را	را هم ناکه رہنمائی تو ارتباط
کردار و سبب ضعیف بود موجب شفا	بخشد شفائے تازه به بیمار احتیاط
بیمار را ز بار مرئی سبب دو اکند	مانند تندرست سبکسار احتیاط
روشن نمود دست و دلم را سرور وصل	شد جلوه گرد آئینه ام چهره نشاط
روز وصال بهر نشانه توانی نگار	جان بلب سیده بود نقد و رباط

روایف ظار و مقوطة

در اتفاق کار جها نراست و نفعی	دل بر حسن معنی خوب نگار لفظ
در لفظ معنی چو نباشد مکر دست	گرد بندش نظر اغبار لفظ

روایف حرف عین مہملہ

حرف ہر یکے لبرے با ہم مشابہ ہووے	گفتگوئے دلبر باہست بر لب مخترع
ہر یکے را مطلب آسودگی در دل بود	در دل عشاق محنت جو مطلب مخترع

روایف حرف عین منقطہ

کی توان بردن پیش ناخ بان نام باغ	رنگ می بازو ز رشک چہرہ کلغام باغ
فرق باشد در میان ناقص کامل عیان	میوہائے پختہ خوبست فیض تام باغ
گذشت عمر با مید و صل یار افسوس	نیامدہ ست بہت شوخ در کنار دریغ
بجستجوئے تو فرسودہ شد سراپایم	مد و نکر دیکے ہم بوقت کار دریغ
سخن ز لعل لبش سز زوہر افسوس	پیالہ سے اگر نیت در بہار دریغ
بغیر آہ ز اجزلے مانماند اثر	نشد رفیق با کس ہزار بار دریغ
رم فراق ندیدہ ست چشم خونبارم	نکرد سپر گل و موج آتش در دریغ
رسید بر تن چچان و دل نگار آصف	کنون کہ نیت بکف این گل شکار دریغ

روایف حرف فا

آن مژہ سید زند ناوک اگر بہ طرف	اے دل غمخوئے او سینہ خود ناہد
دل چہ بحر صفتہ و اکرم قدر خود نگر	نیت بگوہری عیان قیمت خویش در صد
ناوک غمخوہ اش چہ شد کز دل جان گذشت	ہر مژہ سیاہ او ہست بجائے او خلف
حاصل عمر و زندگی دیدن یار آشناست	بی تو دے کہ بگذر رضایع حیف تلم
جنبش دست و روم اگر تو ہست بی ریا	گو ہر ہر او تو بوسہ دہد بہر دو کف
صدق یقین جان نامیکند آنکس سخن	یار کسی ست ہر کسی حامی ما شہ نجف

<p>آئینه هست و جلوه دیدار نیست حیف در دست یار رشت ز نار نیست حیف وقت سحر که دیده بیدار نیست حیف خود گفته است و مال فرا نیست حیف نشد آرائش حسن ز اینجا رهن یوسف که در زندان چاه و تخت آمد کن یوسف از انرو پاک از تهمت نیامد امن یوسف</p>	<p>دله عالم ز دل پرست ولی آگهی کجاست میشد عیان که گیت مسلمان که کافر است در جلوه هست یار و ندارد کس آگهی آصف انون آمدنم یار منکر است دله جمال عصمتی چون دید چشم روشن یوسف فضائے عالم از شاد می غم خالی نمی باشد ندارد کار دنیا ئی و فی خبر اقرار آصف</p>
---	--

حرف ردیف قاف

<p>در عالم حیات بود امتیاز عشق صوت و صد آواز بود یار ساز عشق انسان جو لفظ و معنی آن سرفراز عشق جز در نیست پیش نظر کار ساز عشق</p>	<p>آن دل که زنده نیست بود بی نیاز عشق نسبت کن بشور قیامت که در جهان از زریب لفظ رتبه معنی بود زیار آصف بخشش حجت که تجسم دلی</p>
--	--

حرف ردیف کاف

<p>ما بنباب از چهره یارم کند پیدانک بر لب هر یک بود در خامشی گویانک دیدن تست مدعا عینک نور چشمی بیا بیا عینک بر زبانه بود خدا عینک مردم چشم ما بیا عینک</p>	<p>دله از فروغ ماه می باشد کف ریانک در او آئے شکر آصف بند لذت می بد درد مارا توئی دوا عینک تا کجا انتظار تو بکشم از برائے خدا تو روئے نما همچو آصف در انتظار تواند</p>
--	---

حرف ردیف کاف فارسی

محمود از صفات پسندیده نداشت گر ننگری به آصف گوئی سخن بجاست	بخشید بزرگ نازک گل اعتبار رنگ بوئے خوش است در گل هم در کنار رنگ
---	--

حرف ردیف لام

کامل نیست که نقصان پذیرد گاه شده است نشو و نما آتیه درین گلشن	ماه هم نیت درین دایره از اهل کمال وله که دید: دست خندان از ربا بهار قبول
عمل زویده انخیار چون بود ستور دلت بدست تو سر رشته عمل بدید	ز بنی ریائی خود وار داشت بهار قبول اگر برشته تسبیح است تا قبول
سخن چگونگی شو و بسزد در جهان صدف خنده گل لب گل بن گل خوبی گفتار گل	اگر به همیش نیت اعتبار قبول وله در جهان جز باغ حنست نیت یکجا چار گل
بوئے مقصود آصف در شام آنجا رسد کس کس نیست در امداد بجز صاف ضمیر	میگفت بی شبه باشد صحبت برابر گل وله آید از آئینه امروز مدد گاری دل
آرائش ظاهر کجا مقبول اهل باطن است پیوسته در آغوش دل می طپد دریاد حق	رنگ روی امروز ما داریم پنهان در بغل وله تعظیم ما واجب بود داریم قرآن در بغل
ترا چون آشنائی نیست با کار اگر راحت بد لهما نیست از تو	اگر عسلم جهان دانی چه حاصل وله بدولت گر تو خاقانی چه حاصل
برو چون عاقبت باشند خاکی قبول آصف تمنا بخش لب است	اگر خورشید تا بانی چه حاصل جز باین گر سجد گردانی چه حاصل
پلاوت زیره کرمان که دارد	تو آخر رزق کرمانی چه حاصل

چو نغمه های دنیا نیست پاوار کشوخی که بر بنجد بلا می خواهی که پیش تو نیایم	تو بر این خوان که بهانی چه حاصل مشغول و عاشدن مشکل راضی بر رضا شدن مشکل
---	---

ردیف حرف میم

فریاد میکنم چو دلم اوست با دلم از فیض عشق نیت غم از گرم و سرد تا شود واروئے الفت کارگر در دما کنن جان در وفایش عمر جاوید است حرف شد اوقات در باطل تمام دل را جنون بدامن مهر او نه نمود آصف زهر و عشق چو شد کار تمام باز گشت زرد و غم بخبر گردیده ام شوق منزل با مراعات فیکان تپان شبم را در گهستان از حقارت تنگید که این جوی بجان آن گارید چشم نسبت صد شش جهت غالی نور افشا دل بکشد بیدار اما کجا روم ماه و عیش زنده ای و نه است در دلم و دما هم	افتاده است کار من امروز با دلم تا آشیانه ایست بروی هوا دلم بزرگین خاطر خود نام جانان می کنم این زمین را از برای آب حیوان میکنم حیف قدر زندگی شنا ختم امروز هم بجا طیاران نه شسته ایم آسوده دل نخواهش دران شسته ایم آشنای یکدلی ما زین مهر گردیده ام شد مرا هم معتدل تا را مهر گردیده ام بمهر نیا من هم دیدم در گردیده ام روح گل را گس چو این نه بهانه چشم هر حرف نظاره ام از زکریا چشم تا بهر جماعت تن تنها نی روم فی دست بقوه ارم و فی کجا روم بر ما که کند بستم چو جام
--	--

بر لطف تو هست چشم آصف
 دیدن کجا که نیست صد اورحالم و
 بر خیزد که مار دئے تو امروز ندیدیم
 آصف نگر آن رشک پری برق حرکات
 شعله عشق سر کشید ز دل
 نیست محروم بد که در گلشن
 در چمن چون رسید یار آصف
 وضع او شونخ و شنک می نیم
 یافتیم ز اشک چشم نشو و نا
 میکنم بخت با فلاحون لیک
 آصف امروز دعوت سیفی
 صدق بود هر طرف جانب آن می نیم
 اگر زبرد دست ما هیچ بدمان او
 نیست جز آرزوئے بوسه رات
 از وفا و محبت و الفت
 تیمم به نشان رسیده پیری
 لب شکوه او نکرده آصف
 نه رونه گلن بوسه گل درین گلزار نیم
 نمی گویم که با یارم نمیگویم که بے یارم

چون در تو میدهمی دوا هم
 در گوش هم تر شنیدن نیافتم
 لیکن همه جاسوت صدائے تو شنیدیم
 هر چند رویدیم بگر و شنس سیدیم
 روز روشن چراغ می بینم
 رنگ طاق و سن زراغ می بینم
 خرمین گل بباغ می بینم
 وسعت کار تنگ می بینم
 داو این پیشه آب حیوانم
 با تو شنن جواب نتوانم
 پیشین بروئے یار میخوانم
 بروش تیر راست معنی نشان می نیم
 از بے دلدار خود نعره زنان می نیم
 زادرل ہے که در کمر داریم
 هر چه خواهی تو بیشتر داریم
 بر زور قاده این کسانم
 بیرون بود از حد بیانم
 چه هستی گر پیرسی من هستی بر سر جنگم
 خموشی پیشه از راه ادب ہے هست انگم

بخت جوئے تو گر جان رو چه باک بدل
 گذشته ام ز خودی بی تاملی آصف
 در جهان تحصیل دنیا تا نگاهم می روید
 گر نمیرفتم ز خود در دوریت امروزین
 سر نه چشم که آصف راه طاقت بسته
 نشان غفلت لرز بود موسی سفید
 ز لغزشی که به پیری کنیم از ره حرص
 کار را بر خویش از آه آسان می کنیم
 گر چه طوفان میکند پیشگاهم دور
 خاکسار بهائے ابر نفس غالب کرده است
 نشاء از بس میکند آصف ز بهستی بخیر
 رفتار تو چون خاک کند دانه دل را
 نامرتبه عجز بهمن گشت نمایان
 بر غفلت خود چو زوم جان و کم است
 چون کند آصف اگر درون شکند یاد
 صید دل بس که بود محو حال پیش
 با بخت در افش بود شد دل
 خیم بر عزت می کنم از دل بسته
 چون صند که از آتش گشت خجسته

که جان تازه از شوق استعاره کنم
 بکار خیر چه حاجت استعاره کنم
 عبرتی از هر چه میدیدم که بر میداشتم
 در دولت از ناله امید اثر میداشتم
 نا لهما میگردم آواز که اگر میداشتم
 و میداد صبح نمایان و گر چه خواب کنیم
 چو ریشگی و شدن حل بر شباب کنیم
 غنچه دل زین نسیم فیض خندان میکنم
 طرح طوفان و گر از چشم گریان می کنم
 باز بروستی بغض ز زیروستی میکنم
 با بجای خود پرستی می پرستی میکنم
 گر سر به کشم در پی او ریشه روانم
 دل خاک شود در رست مرو ز برانم
 آئینه بیداری خواب و گر انغم
 گر شیشه شکن اوست من شیشه زخم
 اشکارا بنظر جلو کند صبا دم
 در عشق چو او خواست بی استادم
 که نیست که تعلیم کرد استادم
 در جهان مستم و از فکر جهان زارم

گر خم می بے رخت چو شد بفضل تو بهیا
از غمش گشتم ضعیف و ناتوان پیریک
و لم پسند کرده است شیوه محبوب
و لم که هست در آزاوگی علم چون سرو
در عضو عضو پیکر من جلوه پرست
ماز نیاز هر دو بکار خودند گرم
در اعتدال وضع بود مژده نجات
بحمد الله بر آند از لب لعل تنان کام
بحمد الله که ایام بهار جلوه اش
در بدر و سحر امید و لم صبح مراد صفت
تا زشته تبسح بمن را ز دولت گفت
تا نرسد او داور کاظم ز گاهش
در دوری آن صاف دل از چشم ترا صفت
پیش جوان که تر اند نظر داشته ام
در فراقت چو زدم آه و اثر کرد ترا
همتم اوج رسائی بدر او دارد
آصف از مهر بهر کوب شیرینی
دست غنچه بنجاموشی و در حرف گل است
را در پان رنگ تو تازه بلبل لب

چون نمک بی زخم از چشم بی جوش کنم
قامت خم گشته خود حلقه گوشش کنم
و فابو زرم و من کار نیکنا هم کنم
بدوق حلقه زلفش نه بند و ام کنم
چون دل زانکه بهر سر آینه خانه ام
گر ناول است آن مژده من هم نشانه ام
آصف براه خوف در جادو بیانه ام
بهم از خنده بکشا و آن شکر خنده جامم
بکام دل هم آغوش طرب گردید یامم
خبر آید ز آمد آندان ماه گشتامم
من بهر چه دل بسته ز نار نباشم
امروز چرا مالک یار نباشم
پیشتر چرا بر گهر بار نباشم
دل بجز دوستیت از همه برداشتم
شکر کردم که درین نخل شمر داشته ام
زاد از قوت دل تا بکمر داشته ام
در بساط دل خود شیر شکر داشته ام
به بهار چین آرائی و بان تو قسم
میتوان خود در نگینی پان تو قسم

گر غبار باندان تو بشنید چه باک
 دور بودیم از درت گشتیم خاک در گیت
 در جمیع کارهای مشکل آصف بصدق
 اگر سحر در خاطر امیدوار جا میکنم
 در تلاش و حجت و جیت اگر بکاید یکرم
 اینک می بندم دل خود را بهم برین تبار
 خاک مادامی بیاور هر سیمی گویدت
 نو بهارم گفت می آید نگارت شاد باش
 چیت آهنگ ترحم می بیابان جنوب
 سر ز چشمش بر آست اکیرم او
 دوستی کردن بجان عاریت باشد غلط
 نسبت گیسو زلفت را بسنبیل میکنم
 می شوم بیابان تا جورت نمی بیند ولم
 بیش زلفت کار ما بوده است در جنوب
 اگر سخن گفتیم از حال خود آصف پیشان
 اگر نیکم و اگر بد و انجم او را
 چه می پرسی که آصف پرستی
 می طبع دل در برم بگذاردستی بر ولم
 از بیابان گردیم صیادش از دست

شترط عجز و خاکساری را بجا آورده ایم
 ما کجا بودیم خود را تا کجا آورده ایم
 رو بفضل و لطف تائید خدا آورده ایم
 دولت جاوید و صلت را نتنا می کنیم
 خاک را بت را در آندم جز و اعضا میکنم
 شیشه را من آشنا با سنگ را می کنم
 من رشیدانے بت خط غبار آورده ام
 من نشان جلوه آن گلزار آورده ام
 را من خود را بر آست نیش آورده ام
 مانگاه مست و را کیمیا دانسته ایم
 آصف این بیگانه را آشنایانسته ایم
 طره گل را مشابه من بکاکل می کنم
 چون ستمهای تو می بینم تحل می کنم
 نامه فتح دل از چاک گریبان خوانده ایم
 قصه از درد دل و پریشانی خوانده ایم
 از هرستم در نجا هر چه هستم
 بتی دارم که اوای می پرستم
 نقش گرد و دگر نه در جهان آب و گلکم
 کرد آسان و از بلف بارش مشکلم

ماه نو چو بنید خلق من روئے تو می بینم
 نشان سجد آمد دیدن محراب مردم
 ز عصیانم عجب خواب و بیدار و بیدار
 نداشت پیشه کن ایدل اگر داری شفا مقصد
 اے بهانه زندگی تا حسن رویت دیده ام
 حکمت العینت نه فهد جز شهید ناز تو
 ز غفران ریت رنگت و من از درو عشق
 کاروان عمر می بند و چو محصل به نفس
 هر یکی به سروری آصف نرسد در جهان
 چو رسیده در و سورت بدل شکسته گفتا
 بود ز لطف قهر غرضی بجز رضایت
 ز غم تو چشم آصف همه بخت اشک خونین
 بیت و تا خود را سلامت دیده ام
 حرمت بخت داده ام با شیخ جام
 من شباب عمر را صیاد و آوار
 دیدم آصف که عتاب یار را
 حرف لب نازکش نغمه داوود
 نام خدا در نظر بست نشان نبی
 شعله شوق بهر دوازده آتش مجر

که همشکل لاله عید ابروئے تو می بینم
 چو خواهم قبل را جویم با بر تو می بینم
 رجاے هست رجاں شیطانی که من ارم
 جز این مرهم ندارد داغ عصیان که من ارم
 بهر عیشت طالب عمر خضر گردیده ام
 از اشارت های برو در سن نهیده ام
 از نشاء عشق او همزنگ گل خندیده ام
 آگهی تا گم نگر و چون جز نالیده ام
 در میان گل رخاں آتش خو را بگریده ام
 چه بچرتی تو اینجا که بمقصدت رسانم
 نه بسو هست میلی نه تنفر از زیا نم
 چو عیان فنا و جانم چه کنی تو امتحانم
 جان و دل را عرق خجلت دیده ام
 تا کشانش در آزارت دیده ام
 در کمین صید فرصت دیده ام
 لبیک در عین لطافت دیده ام
 از سما عشق و جد رقص کنان می بینم
 ما بسوی کشور و نام و نشان می بینم
 شمع فروخته در راه ظلمت و بیرم

خاک گشتم بر بہت اوج مرا سیر نما
 ہر کجا می نگرم موج ظہور دریاست
 رہبری کرد ز بس کار تو کل ہمہ جا
 نیست جز رنگ رخ یار بچشم آصف
 بغیر در محبت کہ دائم بہت پیا
 چہ خوش بود کہ کنم عبرتے بدل حاصل
 غرض بود ز وطن راستے و آرامی
 زبان کشادہ پی و صف خوبی قمر بہت
 در دل خود محبتش دارم
 سوز و درد محبت و عشقت
 اسے صبا از من بگو آن باہ را
 گوید آصف کای دکان بانیار
 در زبا بدان ز درد نشان نیافتیم
 پیری ز رنج ہرزہ زویدن نجات داد
 از تارکان دنیا ہر چند ما نباشیم
 درد محبت او ہر دم شفاے جان ما
 فرزند خاکساران فہمیدہ فرزندم
 سودائے یار آصف فرو و قسمت ما
 بادایمی کہ یار مہربانی در شتیم

در پی قافلات بہت نمایان اثرم
 قطرہ در بحر نمودہ ست و بخشکی گہرم
 خطری چہرہ نیغ و خست برہ در سفرم
 محو نظارہ گلزار بوجہ دگر م
 بنائے کار جہان را خراب می بینم
 کہ کار عمر عجب در شتاب می بینم
 بذوق وصل براہ تو من وطن دارم
 نشان ہر سروسے کہ من بتن دارم
 در جلدائی حضور دلدارم
 بہزار آرزو خریدارم
 یوسف عہدے خریدار تو ام
 طالب ہر نفس بازار تو ام
 تصویر بود گرمی جانی نیافتیم
 مثلش لطیف راحت جانی نیافتیم
 لیکن کبوی نشان ما نقش بود پائیم
 بگذر طیبے ما کی طالب و ایم
 ہر جا کہ در خرامی ما خاکے پیر پائیم
 از دولت محبت ما جنسے بہائیم
 در بہار سرو قدش آشیانی داشتیم

یا دآن صحرای پیش شوخی صیاد خود
 یار آن آهی که هرگز جبرئیل از دست
 یا دآن سودا که در کوچه زلف بته
 تشنه لب مریدیم در حیران و با آنکه ما
 یار آن ساعت که سودا بود آصف نهون
 از حال دل که در محبت چیت پریدیم
 چو او در عالم و بیرون عالم نشو قش
 اگر با وزنداری من تشنه خوان الی آخر
 نه از جوش سستی از است و از بلی آگه
 شناسانی بود تکلیف آرد جهان صفت
 بعشق آن پیرو خویش دیوانه می سازم
 بدل تو چند تا بخشید از اهل قلم سوزی
 رسائی بهت آصف و فراقش خبر بغیر
 بشارت اشک داود چشم پریم شبنم
 هر شاخی که کل و اگر چشم عبرتی بر خود
 عرق از یک پیر رو تو باشد صاف ناز کمتر
 دلم مزیت بر سر قدش آصف یا خاکی
 در آئین نیازم چه سالی نقش است
 قصه نگار از جوش طاقت می کنی باری

وله

وله

وله

وله

وله

ما دل از صید گشتنها گمانی داشتیم
 بود تا بر لب نفس کاروانی داشتیم
 جنس دل را چیده بودیم دو کانی داشتیم
 در فضا چشم خود آب روانی داشتیم
 ما سر خود را بخاک استانی داشتیم
 نمود آئینه تا محرم اسرار گردیدیم
 درون پیرین پیران از آن من نیز بالیدیم
 بجای میرساند رهنمایهاست تعلیم
 ازین دانی که امر و رای صنم عشق تو وزیریم
 لباس عافیت تا دل بجزت نیست پوشیدیم
 دلم را اگر در شمع فاقش پروانه می سازم
 باطل فغانقاه و کعبه و تاجانه می سازم
 بیا چشم او با نعره مستانه می سازم
 که هر یک یک در بوستان شاد بزم شبنم
 میا گشت در بزم حین جام جم شبنم
 توان گفت درین غزل را و در شبنم
 زمین و آسمان را و هر عالم شبنم
 بهر جای پا بگذاشت بهر سحر بهر کرم
 بهار نبود و ما جانم بر بهت حسنه کرم

دل صد چاک می گوید که عشرت نیست بختی	دل	برنگشانه سبزه رخ بان موبو کردم
به بدنامه شوق این دل متیاس بارو	دل	که بال پر بود موجود در کار طیدن هم
درین گلشن سرشادی و غم پہلوی هم باشد	دل	بود گل غنچه گاه گاه سرگرم شگفتن هم
چون برات عاشقان بر شایخ آه گفته اند	دل	پاک زین تهمت دل باشد که ما پروانه ایم
نا توانی راز جوش باره کم نتوان شمر و	دل	در ره کوی تو گرم لغزش ستانه ایم
در نفی خودی جلوه اثبات نگارست	دل	آگاه ز رستی نیم و محو جلالم
پیوسته توئی بسکه بدل حاضر و ناظر	دل	کفر است که گویم که سوئے یار حیا لم
شکر احسان نیست جز احسانم در مثل آن	دل	بر لب شیرین او دست پر از شکر زدم
تا عرق در گرمی جولان بخاک افشانند	دل	دانه موران در زیر پای نازکش نه بر دم
سر و مو آصف است در چمن راستی	دل	آنکه بتعظیم خلق خوئے کند یا قیام
گرو عالم همه با و صبا گردیده ایم	دل	همچو روئے او گل خوشبوی کم دیده ایم
در گلستان محبت رتبه باشد بلند	دل	تا به بندیم آشیانه بر سر او بالیده ایم
آصف ز در و سر نیایم دون با چه غم	دل	صندلی بر چه از خاک رشن بالیده ام
لطف کن لطف کن که در پیش تو باز آیم	دل	با کف باز پر از نقد نیاز آمده ایم
پیش آن مه بقدر خم شده آصفی رسید	دل	گفت آن ماه که ما مال نواز آمده ایم
عشق بازی نبود سهل که مشکل کارست	دل	هر کجا پائے نمی من سر خود را باز م
در دل آزادگان دنیای دون جا نیست	دل	نقش خود نشاند هرگز بر سر یا قدم
اتفاق آئینه مقصود روشن میکند	دل	جذب زیار و نفس راه او از ما قدم
ز دروم یا آگاه نیست افسوس	دل	که محمود نمیداند یا ز م

شود مقبول کس از خاکساری
 چو یک کس بی رعونت نیست
 اختلاطی نیست پیدا یک راه وفا
 گردوکاری کند چیرانی نیز نگ حرص
 سینه گل چاک می بینم چو خود آصف
 حرم دنیا هیچ کمتر از گزندار نیست
 از پی در دوسرم کبر و رعونت ره نیافت
 صید دل تا رسید در کویت
 هر کجا باشد طلوع آفتاب مهربار
 همچو عیسی هر که در تجرید باشد بفرار
 دارد این دنیای دون بر لب پیغام
 کام آگامان بود شیرین رعیش مرفت
 در تلاش شهرت حاصل جز این چنینی
 از نصیبش هر یک را بود شکر لب
 پختگان را سربلندی در نظر سرخ نیست
 بی مصرت کی بود اگر حرمی در نعمت
 پند ما بست که منیخ دولت محکم شود
 تا نهنگ ساز خون عاشقان نگین کند
 قطره از آبرو بهتر بود آصف بحر

کنم گر خدمت محمود ایازم
 بود در خاکساری امتیازم
 انتظار گرم چو شبهای یاران می کشم
 دست خود از مهر این دنیا چه سان می کشم
 تا سر خود را در آنجا از گریبان می کشم
 تا بچشم آمد زرق گانش عصاره شستم
 تا ز زیر پای او خاک شفا برداشتم
 از حرم حرف هم زحل گفتیم
 میزند در گم شدن دنیا و ما فیها قدم
 می گذارد بی سخن بر عالم بالا قدم
 خود نمایی کرد در آئینه او نام هم
 غفلتش بسیار آگاهیت در نا کام هم
 بر جبین خویش دارد از عرق گندام خم
 برد فیض از آئینه اسکندر و از جام خم
 میشود از بار محنت قامت هر خام خم
 میکند بی شبه تاثیر در اجسام خم
 کامیابها بود در شیشه خود کام کم
 می کشاید حلقه آن زلف غنچه خام فم
 در بساط عزتش دارد سپهر نام خم

در جهان ظلم ست بیش عدل کمتر در نظر
 خاک کم باشد کبوه آصف هجوم سنگ بیش
 رسان ای طیش بر کف پائے یارے
 نیابم و گر غیر جانبازی آصف
 مسلمان کی در حلقہ گیری اوانقد
 کند ناسب همان کارے که فریاد منیب
 بت سنگین لم آصف سپرد پیچ از عالم
 رمی که طالب آن یار میوفا شده ام
 ز سوز در محبت چه شد که سوخت لم
 بهار لاله ز خاکم و مد که جا دارد
 ز نادانی تن رشته ایست هرگز گن
 بحالتش نخر افتد مگر ز دور آصف
 بدنبک بدخبر کردیم از درد
 لب ز شکر و شکایت پریار است
 دل با مین خاکساری گفت
 نیست گر طافتی بدال آصف
 نه بین اگر دو غبار می دیدم
 شب چو بیدار نشستم آصف
 تا تر از اشک مژه جانب بالا زده ام

مائل کار خرابی هر یک و معمار کم
 بی ترحم در جهان خلقی بود غمخوار کم
 درین خون فشانی حناے که دارم
 براه و فارسیائی که دارم
 نذار و کافر می ره در خم زلفش بهمنیم
 چو آن مد میکند مال را نعل تو سن هم
 که آرد دوست رحمی رچنین رمی دشمنیم
 بخلف عده هر روز به مبتلا شده ام
 هنوز قابل عشق تبارن کجا شده ام
 شهید خنجر مژگان سر رسا شده ام
 لباس پوش که چون صرفی قبا شده ام
 غبار واری یار بر هوا شده ام
 بهرست و بهر شپا رگفتم
 ز گل حرف سخن از خار گفتم
 مثل آن قطره چکیده رسم
 بر آن دلربا طپیده رسم
 شکر شد که سوارے دیدم
 مسجد چهره یارے دیدم
 پنج بر آبروے در هویدا زده ام

اے رہ کوئے محبت مکن از من گلہ	ہر قدم را بسرا بلہ پا زوہ ام
شب چو آخر شود از شمع اثر کی ماند	سر دشمن نہ بہ تیغی جدا زوہ ام
دل صیاد پارہ ام بیا دآمد	سجہ را تا شمار می کردم
میش تیغ دو آبرویش آصف	وصف آن زوہ انفقار می کردم
تا نظر بر چہرہ آن شتوخ و شنگ انداختیم	با جنون و عقل کل مل طرح جنگ بدختیم
تا بہ زم آن گل رخسار غیرے کمرشید	ما درون کا سہ اشقائے رنگ انداختیم
بجھرتند نویسندگان عالم	کز اشک چشم ترم شستہ می شود گنہم
سرمین است ہمان خاک آستانہ تو	در تیراہ بہ بہشت برین نہ کف ندہم
اگر رویے بود سرا بر آن در برین لم	ز خاک پاک آن گلزار صندل جہنم لم
گویم از لب شیرین او تا حرف شیرینی	ز شان شوق آصف لب نگین لم
ماقتہ ہائے در ذر لبہا شنیدہ ایم	یک شب در فراق کہ شبہا شنیدہ ایم
فدائے محشر است مگر روز وعدہ ات	ہر روز از زبان تو فردا شنیدہ ایم
نظر بر مہر مکتوب در اسناد باید کرد	کہ از نقش نگین در ہر دو عالم منجو ہم
پی اسباب نیادر تعب کے افکنم دلرا	کہ جان کنند نگین آسائے نام منجو ہم

روایف حروف نون

نقش نیکی بعد مرن ہم نوا ہستہ شد	مردگان را می کنند این نقش چیا چون نگین
جز نگین ہر نقش آصف می تواند ہستہ شد	نقشہا بسیار دیدیم غیت ما چون نگین
حفظ آرا ہم بمنہر لگاہ مقصود رساند	راہ گردیدہ است طی از پاکشید بہا من
گوش ہوشم می کند تفریق کذب صدق	بہ کفش آئینہ دار و شنید نہائے من

هست در پرواز بتابی رسید نهائے من
 انبذ عوی بالبتیرین خوبان کرد و گفت
 در مقام کوشش آصف من تر تم می کند
 انفت ما از رسید نهائے او گرد و فروز
 در عروج اهل نیانیت اینجا اعتبار
 جلوه پیرائی کند گر آن گل رعنائی من
 شور محشر است گرد پیش می میوه عشق
 صفائے نام در اینجا آب پیدانیت
 اگر نصیب آصف ز نام نیک بود
 رحم و لطفت سازم یا محمد تاج دین
 وانه تسبیح باشد دل بدست شوق من
 جبهه آیدن بخاک در که نورانیت
 چهره نورانی خود را ناخورشید وار
 خاک را بهت گشتم در زوئی پاموس
 گر تو صیادی بود صید دلم در دام تو
 پیشل لطاف تو آصف قایل جان دوست
 بسبار رفیق تو خواهم گریستن
 در صحنه صاب جها تبار آن نگار
 آصف مزاج خلقت عالم مین بود

بال پر افتانده دور است طبع نهائے من
 میزد دل چون لب پاکش کینه نهائے من
 برق را افکند در خجلت روید نهائے من
 گوهر نایاب باشد بهار حد برون
 میشود خورشید هم سنگام معرب زگون
 در تماشا سحر او گرد ز ستر پایے من
 سربلند از دولت در روشن و دغوغا من
 بدست کار سیاه است شست و شو نگین
 روان بود خورشید بر زوئی نگین
 از رعنائیت سازگارم یا محمد تاج دین
 نام پاکت می شمارم یا محمد تاج دین
 میفرزاید اعتبارم یا محمد تاج دین
 بر درت در انتظارم یا محمد تاج دین
 در موائے تو غبارم یا محمد تاج دین
 در خیم رفعت شکارم یا محمد تاج دین
 جز تو دیگر من که دارم یا محمد تاج دین
 دل را طول بیش کند کم گریستن
 تدبیر صائب است چو شبنم گریستن
 بر پیش خنده کردن و بر کم گریستن

گر هستی ز عشق بر خیزد	ول	نیست غیر از هوا خبار شکن
نخیر سلیم نیست زیر فلک	ول	گردن سخت این بنوار شکن
چه غم دارم اگر طوفان کند موج تروفا	ول	که باشد هدم و مونس رفیق ره خدا من
بیاد میروم از جنبش بریا کردار	ول	ازین به است پشیمانی گنه کردن
همتی باید که در آغوش مقصد جا کند	ول	بگذر از جان کارشکل تو آسانش بین
دل اگر دریا و او تسبیح گردانی کند	ول	بر فراز تخت تقوی سلیمان بن بین
جزای یک حسنه میدهند حسنه	ول	چه لطف است که یک حساب کردن
میدهند حسنت بشارت از عروج دولتتم	ول	در زرخازین نور دیدم میجو یوسف چاه من
آصف مداد بلند پاهای نخت و لعنت	ول	تا نظر کردم بسرو قنات آن شاه من

ردیف حرف و او

بعرصه گاه جهان راه و جاده بسیار	ول	بجز طریق محبت به هیچ راه مرو
ای چه میجویی ز دنیا و دنی آرا من	ول	نیت جز تشویش خاطر الفت باب
نفعی ز باغ دهر اگر هست مقصدت	ول	چون شاخ بار دار از نیجا خمیده رو
آخر نتیجه بخش بود کوشش نام	ول	باقی است تا نفس پی این عقیده رو
دل در سینه دارد مهر گیسوی چو رام تو	ول	که از روز ازل نقش نگینم گشت نام تو
بلک دیده و در عالم دل ایمنم خواهم	ول	بود او هم چو حکم حاکم عادل نظام تو
نام من زیر فلک عمر درازی یابد	ول	دیده ام زلف بتی نقش نگین نام تو
دل کی یاری کی اوست چو آئینه فکر	ول	ز بدل فکر ز نیانه زوین دارم از تو
تا دیده ایم و لبر حی چشم مست او	ول	رفت خنیا جان زدن بدست او

روایت حرف های سوز

<p> بهر صید عالمی پنهان نگا پو کرده ای چرخ خود را تو غافل بین ترا زو کرده مژده بادت گرو ضوئی ز آتش بین کرده گردلت را آگه از نیزنگ نیا کرده نرگس حیران چه در گلشن تماشا کرده از برگ درختان که شنیدیم ترانه بشنود رباب فی و هم چنگ چغانه که تا کباب کنی آتشی در آن زده بتارک سیرین جان ناتوان زده چشم بدور که از پیش و چندان شده گریه پاک کرده ام سیه که خندان شده پیشم ندارد تو شایسته احسان شده نکته دامن گشتد ای بار و سفار آن شده سرا بر راه الفت حباب داده بنقد خود را توانی به چه سوا کرده در نماست بایا علی ولی الله کریمید از می ز سر این بار به سر بر نه بودن از دستار به </p>	<p> تا شام دهرای گلچهره خوشبو کرده تا بسجی نیک بایجاد حشمت داده اشک محساز و ناز می خست سجاده را می تواند آشنای گشتن به پشت پازن میتوان گفتن از این سربار با ششم جز فیض نیست نبود حاصل گفتار گر نشنوی منی محض از با سخن خوش نمک زان لب شیرین خود بجان زده چه سنگ مانع ملامت بره قمار دل چه سنجید بهیزان گل رعنائی تو ز من می من اسباب نشاطت فرود غیر احسان نبود دولت آصف چو مرو از اشارت دوا بر دس و دو چشم چهار روشن نه که گویان مردن است ز نمر با سبب روانی نباشد جز با چادر انتقار و انگش سست آکیا با و نسیا می شمی اگر غلام نباشی از نه بهر ریا </p>
--	--

از ریا اعمال باطل می شود

از چنین تسبیح ز تار به

رویت حرف یا کے تحتانی

باید تامل کردنت در کار دنیا اندکے	مشکل نباشد یافتن حال فی الطبع را
بسیار کردی جبر مارحمے بفرماندکے	بغیر شکر آید مگر ناخواندہ زان بگذاشته
بخاطر کربساری نداری	تبدبیری کنی عالم مسخر
ازین صنعت گرفتاری نداری	بہین بندگیت جملہ آزاد
ہزاران شکر کن یاری نداری	بخاطر کینہ آصف ہجو یاران
بہتر نبود ز آشنائی	چیزے بہ باد و عالم
بدتر نبود ز خود نمائی	از زشت جہان ہر نیچہ بینی
در نظر آنہمے خواہست تو ہم میدانی	ایدل غشتہ دنیاے دنی چون شدہ
اینجا ست عیان راحت جلد پید پیری	ریخ سفر ت چہرہ نمائے برکاتست
تا در رواج جان لغت درویش نیابی	از گنج قناعت نبود هیچ نصیبت
بجہان اگر نیابی ز ستاع زندگانی	منہائی صرف بجا تو شب غریز خود را
جان بخش تر ز آب حیات و واشدی	در دلت اگر نصیب دل و جان ناشدی
در راہ مگر انعم بر من باز کی آئی	ایدوست کجائی بوطن باز کی آئی
سلیمان وار چون عالیجنابی	بدست آویز آصف پیشیت آمد
بکار نیک آصف شتابی	کن در فصل بد تعجیل ہر گز
جہاں بینی اگر نیاز ز وطن آئی	دل رمیدہ کجائی کہ یار در بریاست
گری آسودہ کرد نہائے جہاں میشوی	راحت جاوید ایدل رویت نخواہد شد

ایدل از رفر محبت گریانی شمره
 در بهار وصال صنف سبز گرد و گشت ل
 تعب کش در سفر گرد و حریفش
 جهان پر گشت از نور تو لیکن
 غنیمت بشمار ای غافل که فرصت حاصل است
 فروغ جلوه اش پدیدت اما کس نمی بیند
 متاع زندگی آن به که حرفت شنا گردد
 دست آئینه وار صیقل او
 مکن در مو سفیدی غفلت
 وارسته نیستی اگر از خویش نگذری
 تفریق نیک و بد ثمر آگهی دهد
 سیر بهار گلشن وحدت بود محال
 آصف درین بساط بود نقش اینکه تو
 محبت میدهد هر دم گواهی
 اگر پرستی تو حال از مردم
 در اصلاح گناه هم در فعل زاهد
 غلام من به نئی فیروز می قیج است
 بحال خاکساران محبت
 دهد آئینه را عر از صیقل

دله

دله

دله

دله

دله

در میان عاشقان از اهل عرفان میثوی
 در فراق یار اگر چون ابر گریان میثوی
 بکار اینجا نیاید میسر زائی
 نه بیند کس که در عالم کجائی
 بود خرمین عالم همین امروز و فردائی
 بود خالی تا شاگاه اوار چشم بینائی
 سر را از بغیر اکت چو بند میست سوائی
 نمی بینم بجز یاد آتشی
 ز جانی خویش خیز و کسب گاهی
 آگه نه ز غفلت اگر پیش نگذری
 اے مه درین میان ز نفیثش نگذری
 تا در دولت تو از کم و بیش نگذری
 خدمت نکرده از بر درویش نگذری
 که دل را میبری خواهی نخواهی
 دو عالم میدهد پیشیت گواهی
 پشیمانی ندامت عذر خواهی
 نشانهای دعا و طوع و ماهی
 تفقد کس که صاحب سبک گاه
 دلی صفت شد زیادت مباحی

دل حیرت زده را دیده حیلان مددی
 دل بطلت کده فکر جهان افتاده است
 گنج و معوری عالم متصور نبود
 درد عشق است که منت زدوائی نکشد
 یکدگر بود از ربط فواید بسیار
 آصف زیاری مایار تنفر دارد
 بجز راست ندارد صید دل سالامی
 نشان بخت کار بهاست بر جوش شدن راضی
 اگر سوئے حرم رو تو چه هست حاجی را
 دامن خواستن نیاجه دراز افتاده است
 آصف از گاو و خراگدونه بند و صورت
 برنگ رویم از عشق ستار زو
 نخواهی یاد در مان کرد ایدل
 بروید گلشنی از خاکت آصف
 برخاست من از دل تار و بره نهادی
 زین بوستان خرم در باب غنمی هست
 گر ممکن است آصف میگوش در تدارک
 تجاوز کردن از حد نیت ستور لب برگز
 نشست خاست باید کرد ایدل در جاک

وله

وله

وله

وله

وله

وله

شرط یاریست بهر کار زیاران مددی
 شمع روشن تویی ای پرتو ایمان مددی
 تا بشا مان ننماید گدایان مددی
 در و مند تو نخواهد ز طیبیان مددی
 ناخورش یافتند در لذتشان زبان مددی
 کی طلب میکنند از مور سلیمان مددی
 بنائے خانه عاشق ز زلف حلقه دایمی
 امید از لطف و برون بود اندیشه خامی
 بطوف زلف مشکین آصف بسته حرامی
 وقت آنست که ای خار غیلان مددی
 کند انسان بهمه باب بانسان مددی
 ولم دیوانه شد ایا چه کردی
 اگر محرم نجو بهاس دروس
 بر زیر پای نیکان گر تو گردی
 نظاره ماند قایم هر جا که ایستادی
 آواز پا گوشت هر دم زنده منادی
 فرصت غنیمتی بود از دست حیف دای
 تعرض باتومی چید چوبی دستور بشینی
 بحکم یار بر خیزد ز جا مامور بشینی

چنان از غیر آصف بخیج جز یار باید شد
مروت تو اگر چند عام هست چه سود
ز پنجه پیچ صدائے نمیرسد در گوش
باشد بلند همچو علم در صف نماز
در تبتلش تنزل دیگر ضرورت شد
سر جا که میروی بیت آصف گرفته است
اگر نقاب رخ لمحہ بر اندازی
سخن بلند ز لب همچو سر و شد آصف
در نظر زلف سیہ شب رنگ آید اندک
معنی محوش ندارد و لفظ غیر از نیستی
لذت افزایش نعمت نصیب کامست
شکر ید حشیم غیرے همچو مار ویت ندید
نویسد شن و حرفی بس اگر در خانه کن شد
کند پرواز شهرت در فضا عالم لها
دل میبرد آن دلبر طناز نهانی
در دست توانا میمانست جز آفوس
در باغ جهانست خزان آفت پیری
با این همه ستم که تو دلدارم آمدی
در پیچ مذہبی نبود این ستم را

کہ روی آن پری مینی اگر با جور بشنی
ز حال خسته ما هیچکے نمیرسیدی
بکار عشق توئی خام چون خروشیدی
در گوش اہل سجدہ اذان محمدی
عیسیٰ چو گفت بعد من اسم حدی
تو مقتدای قتی و ما یم مقتدی
شوم چو مہر پائے تو گرم مہر بازی
بیا و سعدی شیرین زبان شیرازی
دلہ ہمارش کینش مگر در جنگ آید اندک
این لغت پیدا نہ در فرنگ آید اندک
دلہ مگر تو شکری بزبان از رزق زرن مہری
ای پری خود را نہان از پیش نہرن مہری
اثر در آشنا خواهد نمود از دوستان حرفی
اگر دارد ز جوش معنی جہتہ جان حرفی
دلہ واسخے بجگر مینداز بہر نشانی
تا ہمدم برقی شدہ آیام جوانی
پیدا ست ازین رو کہ بہارست جوانی
دلہ صد شکر می کنم کہ خریدارم آمدی
زینسان کہ چون ہنگ تو بخوارم آمدی

چہیت راز دل نمیداند کسے
 عالمے در جستجوئے ساحلند
 شایم خاک و زمستی ہمین بود کانی
 گواہ در محبت چه شد که نیست کسے
 چه بودی آن پر پرو کف نفس نیم بار می بودی
 نبودی جز ہمین پروانه گشتن شتیوه جام
 ایدل فدائے غمزہ خونخوار کیستی
 تنہا نمیکشی تو کہ صد پارہ می کنی
 ویدہ ام از تو من امروز نگاہ عجبی
 بد عادت بلاری اگر از دل آصف
 اے یار شگفتہ رو کجائی
 دل بستہ موی تست آصف
 ما بخیرم در جدائی
 تا نہ نشین چو خاک بدیای نمی شوی
 ہرگز حضور دل تہو روئی نمی کند
 حرص مزخرفات جہان دارت خیرین
 آزا و تانمی شومی از یا بیو نمی سف
 مروتہائے تو عامست ما ممتا از مہرت
 بحیرت رقتہ است آصف بہ پیش جلوہ ناز

حل این مشکل نمیداند کسے
 کیست بر ساحل نمیداند کسے
 گواہ سجدہ کویت زمین بود کانی
 پیشین یا دل پر خیرین بود کانی
 زمانے ہمد و از نطفہ امن ہم سخن بودی
 شبے قد موزوں تو شمع انجمن بودی
 ایدل بدام کا کل پر کار کیستی
 در بسلان گوی کہ در کار کیستی
 کہ و لم ہست بشتیش گواہ عجبی
 در خطر یا بنظر ہست پناہ عجبی
 وسے شوخ فرشتہ خو کجائی
 اے کا کل مشکبو کجائی
 ما یم کجا و تو کجائی
 جو ہر شناس گہر لہا نمی شوی
 یک سوا اگر مردم دنیا نمی شوی
 ما آشنا بہرک تمنا نمی شوی
 سرور یا ضگلشن عقبی نمی شوی
 ہزار افسوس قبل رافت ما نمیدانی
 نمیدانم کہ میدانی ز عالم یا نمیدانی

بی روی تو یک ذره ندایم قرارے
 روزیکه دو چارش شدم این عرض نمود
 دیدگوسر جانے خود بخارم را بجا باشد
 محبت نیت محتاج محو در مطلق
 ز خاکساری بوی خوش جهانگیر است
 نگشته خاکبان گرد آستان نرسی
 بغیر جنس تو از راز دل گویا آصف
 و اندر ترا دیده بینا تر از ان هم
 رنج سیفر چهره نهائے برکات است
 جز یار سلی ندید جان مرا
 انوار خورشید که عیانست بعالم
 ای پری رخسار تو آینه روشن بود
 خورشید و مرا کی رسد به شدرن با حسن تو
 دروت اگر نصیب این جان باشد
 آصف کسے چشم کشادے بعبرتے
 همزمان را چون قفا بگذاشتی
 ای بر آصف چون نکر دی غما و
 دل رانند ز جلوه اتای یار آگهی
 در گلشن مراد سرافراز می شود

با صبر نباشد دل ما را سر و کارے
 آنکس که دلم بر توئی گفت که آسے
 که دارد آشنای آشنا امید عزیزی
 بغیر بال پر دل میکند سو تو پروازی
 ز پائے همچو گل خود که بر زمین داری
 برون ز خود نشوی تا با جهان نرسی
 خموش باش تو تا پیش همزمان نرسی
 از جام حجم روشن جمشید چه پرسی
 انجاست عیان باحت جاوید چه پرسی
 ایدل خبرستم او که سپرسید چه پرسی
 آصف خبر از مطلع خورشید چه پرسی
 دیدم چو قرص ماه در حین ان ناتری
 از طره طار خود از بسکه صاحب سری
 جان بخش تر از آبیات دوا شدے
 هر مشکلی نماندی در هر عقده و اشده
 پرده از رو بعد از ان برداشتی
 بر طریق دیگر ان پنداشتی
 حیران ندارد از روش کار آگهی
 بر نخل قاصدے که بود بار آگهی

میدید دولت جاوید با سایه حنت
 طالب دین رویت نبود از چهل زار
 ای شوخ چیت سوی گلستان نمیری
 بعد خویش نگار استوار باستی
 چه سود از نیکه بهار آید است سبز و سپید
 بهتر از وضع ملائم نیست جان را حسی
 آهمن زنجیر باشد ز کمال عیار
 جلوه گلزار دنیا هست آصف همچو برق
 فریاد و ناله است و صدا و فغان یک
 چون یک می مفید بر انجام کار است
 از رنج خار راه اگر جبهه چین ندید
 نقش بر آب میزند آنگاه معصیت
 پیری را بود خواستش عیش و طرب دل
 می کند هوش و اعظم چو جدا میگردی
 نیست مید که از دست تو بنیم آرام
 بوسه گاه لب افلاک بود جان علی
 نیست جز وجودش ز کرامت خالی
 الفت دوست چو ارکان سلیمانی من
 میسر و قیمتش افزون زد و عالم آصف

که بفرق سراب که ایامه بهائی
 درو مند تو بود آصف ای ایشانی
 گلهای شگفته ست بیستان نمیری
 این جان و دل بقرار باستی
 که یار گلرخ مادر کنار باستی
 آب سپیدی ندید از صدمه سنگ کس
 سختی خوبان هندی شکست پاری
 نیست چاکتر ز رنگ گل در نیجاناری
 مقصود ما ز شور جهانست آن یک
 غم نیست گله را اگر آمد شبان یک
 گلهای تازه می بمان کند کس
 آدم که نفس خویش پشیمان کند کس
 آمد خزان چه سیر گلستان کند کس
 عهد بستی نرومی باز چو میگردی
 گر شوم خاک تو ای شوخ هوا میگردی
 اوج امید گرفته ست چو من یا علی
 حل مشکل شود از ناخن ریمای علی
 شده ام شیفته و وارو شیدای علی
 بی بهامت بگو هر یکتای علی

حریص نبود روز حشر قدرت نطق	وله	دلان پرست از آن در جواب معذوری
جمال یاز ز خورشید فیت کم آصف		اگر پیش رخسار نیت تاب معذوری

دیوان دوم اشعار منتخبه حبیبی آیت الله العظمی خراسانی

روایف الف

صبح دمید باده و ده ناله غدر خواه را		پاک ز زنگ جمل کن آئینه گناه را
اوج مقام جاه او کرده بعترش همسری		سر مه بنیشی کشم دیده اشتباه را
کشت مراد منکر است طرفه ترانیکه بپرو		گوش نمیکند کس ز فرمه گواه را
خنده گل نمیشود ز رنگ راس گلغتم		شا کر اثر بود بگریه صبحگاه را
لاله دانع ست دل خسته سوائے ترا		گل بود ساغر خون محرم مینای ترا
چشم دل فاخته سان گرد و سرت می گردد		دیده تا سرو قد کمرش عنای ترا
دی شنیدم که ملائک بسجا مینواند		بر فلک شا کر پر شد رنغ لهای ترا
در بهار خط صفائی حسن افزون میشود	وله	آب یگر مینرند بر رخ عیار آئینه را
از حدیث مهر و کین پیش منافع دامن	وله	تانه بیند از زینهای بیار آئینه را
دور فراقش هر سرو شعله آهست آه	وله	میرود از عرش بر تر ناله و فریاد ما
راستیها رهبر آرازمی شا کر شود		قامت سرو می بین فن گر بود هتاد ما
بکه تصویر کشی هیبات انسانی را	وله	تا تماشا کنی این انجمن فانی را
گر ز انصاف بعمومی عالم کوشد		شاه در خواب نه بیند غم ویرانی را
خار و گل پیش نگارش همه یکسان گردید		هر که پوشید بخود جامه عریانی را

زلف مشکین کجا فطرت مانی ز کجا
محرم معنی خویش ست در پنجا شاگر
نگاه میفروشش پر کند میان خالی را
نه بر صورت بود لازم که معنی آشنا باشد
ز شور میکشان تا و اعطازا بد فرقه باشد
بحسب تممت خود در نیار و وضع درویشی
تدعی از رشک میوز و چو شمع
خار فکر باطل از دل برشم
جنابش آستان بی نیاز سیت
ز محنت میرسد هر کس بر حجت
شکوه ای بشکرش کوشش کر
به سوز و یم یا به تقسیم خیال است
از حال ما چو آینه انجا که راست غم
در بیابان طلب راه حرم گم کرده یم
غیر دراز حاصل گیتی چه باید خوان
بستر سودگی در خاک ساری یا فتم
جام ما از درد و صاف عرض طلبت
تو در پنجا فسوده همه گرداب گوهری
نبود جز جنبه دنیا و دامن کار بسته

فلم صنع نوشت این خط ریحانی را
هر که در سجده بخواند خط پیشانی را
رخش از خون ترمی بخشد بهار بزرگالی را
شکوه پنجه صولت نباشد شیر قالی را
بحرف صوت کی نسبت بود شاعر جالی را
نطاق مشرقی شاگرد ایوان شمالی را
گر به فید گرمی بازار ما
کر بود صاحب دله غنوار ما
گدا در سجده و سلطان هم آنجا
الم هر جا بود درمان هم آنجا
که باشد لطف هم احسان هم آنجا
اورا چه غم که رنج سفر می کشیم ما
کز رخت خود بکدام گرمی کشیم ما
یک مدد از خواجده احرار می خواهیم ما
آه گرم و دیده خونبار می خواهیم ما
بر زرین پهلوی نقش بویا داریم ما
شاگردیم از خود دل بید عا داریم ما
بطیبتش بند رخت دل بجهان بگرش
همه در بند بر رخت ز دل چاک در کشت

آہ درد آلود سے باید مرا	دلہ	نغمہ داؤد سے باید مرا
شکر شد فارغم ز نیک بد	دلہ	نی زبان بے سود می باید مرا
سوخت تا دانع محبت دل یوانہ ما	دلہ	شمع گردید گیر و سر پروانہ ما
چہرہ بنماید و از شا کر اگر دل طلبد	دلہ	نیست جز دامن جان تحفه شکرانہ ما
خوش ندارم صحبت عاقلان	دلہ	صحبت مجذوب می باید مرا
نیست از دشمن غمی چون سنگی پست	دلہ	در جناب حضرت و التجار و ریم ما
محو آن زلف پریشان چکند سامان را	دلہ	بر در خانہ مگر جائے و دہ طوفان را
پساعتی بحر صمدہ اختیار را	دلہ	محرم مکن بدیدہ ہوش این غبار را
شاکر چو شرع پاک نبی حکم این زیارت	دلہ	بی رخصت رسول مکن پیچکار را
کار جهان برشتہ تدبیر بستہ اند	دلہ	وابستہ عنایت او کار ہائے ما
مارا چہ میشود کہ در آن حلقہ بشمرند		شاکر کہ رسان نخلوت یاران و کائے ما

روایف بار موحده

صفائے عارض گلرنگی را در باب	چمن طراز می بین نو بہار را در باب
زیاد دوست مشو یک نفس جدا شاکر	بکنج خلوت دل آن نگار را در باب

روایف تاء فوقانی

ز سر و گرم جہان فارغند آزدان	گذشتن از سرا و مام کار مر دست
ز جان گذشتہ بجانان سیدہ شاکر	متاع وصل بین لفظ سخت زراست
مختب را بر در میخانہ ہرگز نیست	منکر آنرا با تماشا گاہ جنت نیست
دامن ہر عشرت و رایت محنت نیست	عمر با شتم درین گلشن گلی نینجا نیست

حاصل هستی اگر باشد حضور صل است
 گریه گوهرشان شاکر بهار دیگر است
 موسم عیش است و جا دلکش و دلها جوان
 در دلی اثری از طرب عالم نیست
 می رود عمر ز کف تا دلت آگاه شود
 چمن عشق و محبت گل درویش است
 جلوه همت ایشان مقام است بلند
 جوهر آزادی مار فروغی دیگر است
 کیمیای بی نیازی همت درویش است
 سوز جگر و دل قبول عبادت است
 بیغرض راه اصل نمایان نمی شود
 بر کیمی را نمکی دیگر و حالی دیگر است
 گر شکوه زمانه کنی مختصر پس است
 در باغ آرزو و هوس نگ بوکر است
 دل ز خیال تو یک شهر خرمی دارد
 بود فزونی نعمت بشاکر مسکین
 اینجا نه تن پرستی و نی آرمیدن است
 شاکر ز عیب خلق بعبرت شو آشنا
 لغت او تا بروز حشر زنجیر نیست

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

بجمال بار یکدم زندگی در کجاست
 همچو سیل آشوب چشم ابر دریا نیست
 در چنین هنگامه عشرت هوا فیه است
 غیر در تو درین خانه کسی محرم نیست
 غنچه تا چشم کشاید بچمن شبنم نیست
 پرده راز آهلی دل رویش نیست
 منزل خلد کجا قابل درویش نیست
 هر کجا دل صاف گردید از گهر روشن تر است
 کبریاے فقر از ابد و این کسرت است
 آن زهد کافریت که درویشی نیست
 شاکر گو و لیل حقیقت مجاز نیست
 رنگ گفتار و گر صورت قالی دیگر است
 عیش و وام رستن ازین درویش است
 مار خیال آن گل خور و بوبر است
 بمین لطف تو اینجا نه دولت آباد است
 شکر و امیش نعمتی خدا داد است
 از ساع عمر نغمه نامی شنیدن است
 این ساز دیدنی که تو داری ندیدن است
 مهربانیهائے افسون تسخیر نیست

نصرت دین یا ورم گردید شاکر شکر کن پیر و عقل است هر کس تا می گفتم نیست از طراوت دستگاه رنگارنگ در هر گله مست لغت شراب گیری در کازیت هرگز باید سفر کردن اقامت آفت عیش اگر در وطن بویش اگر در دمنده از زبانه دیگرست گلشن ایجاد را کاین زنگهاست حب وطن باعث آزار هست افت دنیا بدل مانزد	آب از لطف علی در جوش شیرین است عالمی گمراه میگردد چو شیخ جام نیست هر کس شاکر نیست در بوی اسلام نیست گردش چشم تو دیدم ساعده در کار نیست کشتی طوفانیم انگری در کار نیست ما توان هر کجا افتد وطن است هر طیش در دل بیانی دیگرست تربیت از باغبانی دیگرست شوق سفر پیشرو کار است این مدد از خواجہ احرار است
--	---

روایف نامر مشابه

یار رنجید ز ما باز چه باشد باعث شمع این بزم همان پرتو نازش بر خفا مدّتی و لبر میرحم با بود رحیم نال ما گردم وزین کوه صدای مید شاکر آن راز که دل از رامی پوشید	بار قیام شده و ساز چه باشد باعث ماند پروانه پرواز چه باشد باعث باز کرد آن ستم آغاز چه باشد باعث همچو یخ بسته شد و از چه باشد باعث خود بخود گفت به ما باز چه باشد باعث
---	---

روایف الحمیم

ستی عشق نباشد بهاران محتاج فکر آرایش خود شیوه آزاد نیست	نبود شور قیامت به نکلان محتاج کردن سرو نباشد بگیان محتاج
--	---

از دل چاک منت اوج غرورش شا کر	نیست باشانه چهر زلف پریشان محتاج
رویف حاج خطی	
<p>هر کس کجاست محرم بے هوای صبح انجام هر نفس بود آغاز جلوه اش میدور و آفتاب بصد تار زر نگار بهر علاج مرگ گران خوابان فلان</p>	<p>واع ست آفتاب بدوق صفای صبح در ابتدای صبح بین انتهای صبح تا چاک شد ز غفلت عالم قبای صبح شا کر بود سیح دم جانفرای صبح</p>
رویف ح	
<p>نکرده ست بت سبزه من لایبان سرخ بپا ض گردنش از خون من خطی دارد مگر ز خاک شهیدان گذشته امروز قبول فیض بدان جز بقدر استعداد</p>	<p>شده ز خودن خونهای عشق بار سرخ غریب نیست اگر باشدش گریبان سرخ که شد لباس تو از گرد این بیابان سرخ بنو بهار نشد رنگ بیاغبان سرخ</p>
رویف لال مهله	
<p>آن کیت بر سفر گذارد بنای خود هر چند دل ز درد غم هجر داغ شد عازان را رغبت شوق تماشا تهمیت ببخیر از سیر دل گذر که خوابان جهان از نسیم صبح تو فنیق رسا صاحبان بر سر خاک شهیدان گذر خواهی کرد شمع کا شانه بفریاد دل نرسد</p>	<p>هر کس خوش است در غم شادی سچا خود شا کر نگفته ایم کس با جبرای خود دیدۀ عبرت بروی این جهان اگر ده اند انجمن در خلوت آینه ما کرده اند کار دنیا را چو گل شا کر بر سر کرده اند در دلت گیر موسی دین گلها باشد آتش فروز جنون دامن صحرا باشد</p>

زنا و کی که از نگه او بهار رسید
 جان و دل و جگر صید گاه اوست
 بر آسمان رسوز جنونم فسانهاست
 چه حالتست درین عصر که تغافل چرخ
 نظام کار و دو عالم باختیار کسیست
 بدوستی چشمست می و سانغونی از رو
 نسیم طره اش دل نمی ربا بد ترک سو کن
 کجا مجذوب با ساکت اندامی کرد
 یک گل ازین بهار با نرو نمی رسد
 عنان بدست نویسندگان تقدیرست
 بلا کشان محبت بسجده تسلیم
 از صد بیگانه بهر آشنا بایکشید
 دامن مقصود تا افتد بدست آرزو
 محبت پیشه دل از جور لغت بر نمیدارد
 چو شبنم از زمین مهر نرخواهد داشتن
 دوستیها که میریا باشد
 فارغم زینجهان بیگانه
 نتوان در حساب آوردن
 شاکر از طایبان مخلص را

صدر رنگ نو بهار گل مد عا رسید
 هر جا رسید ناوک شوخش بجا رسید
 کارم بعشق اوزر کجا تا کجا رسید
 دلعی خسته دلان کارگر نمی آید
 ز دوست کوشش ما هیچ بر نمی آید
 بان رنگینی عارض گل احمر نمی آرزو
 بوئی گیسوئے او طبله عنبر نمی آرزو
 بذوق فطره یکا شک گوهر نمی آرزو
 سنبل خوش ست یکا گیسو نمیرسد
 باختیار کس را کجا گذاشته اند
 چه نقشها بمقام رضا گذاشته اند
 رنج کوشش باریا دعا بایکشید
 در بیابان طلب بس انجام بایکشید
 جابم سر پیش موج تیغ بر نمیدارد
 نقاب رخ گران خورشید طلعت بر نمیدارد
 همچو عفا و کیمیا باشد
 یار می باید آشنا باشد
 افق را که انتها باشد
 هر که دل بسته و فنا باشد

نگاه به سوئے مستان می توان کرد
 بنور شمع حسن عالم افروز
 چه از نیکی نباشد هیچگاه
 درین گلشن زرنگوبه اخلاق
 مفتیان رحمت بحالم کرده اند
 مست جام اشتیاقم دیده اند
 کوشش یاران غم افزوده است
 در گلستان محبت اهل دل
 بمحفل که مرادش و گدا بخشند
 بشکر کوشش خلاص و در شب شاکر
 بهر کشادن در میخانه شیخ جام
 شاکر بعیش کوشش که ساقی بروی گل
 اس آنگه نام امید شدی از گناه من
 آگاه نیست زاهد خود بین ز حال ما
 بنور روئے تو خورشید شد بجاشاگرد
 عنان خدمت استادگی ز دست دهد
 دلم ز درویش آشنا خالی شد و پر شد
 بهار تری و خزان ز روز و شب کار می بینم
 کلام غالب است این از صفاتشاکر اثر دارد

بمترگان تیر باران می توان کرد
 شب مارا چراغان میتوان کرد
 بدشمن نیز احسان می توان کرد
 گل شاکر بامان می توان کرد
 باد نو شمعها حلالم کرده اند
 سرخوش ذوق و صالم کرده اند
 گرچه تدبیر ملام کرده اند
 از کرم شاکر نهالم کرده اند
 چه میشود که دل زنده با بخشند
 که گنج نعمت جاوید ازین ادا بخشند
 در دست ساقیان زمره نوکلید داد
 مارا نوید شوق بجام بنید داد
 بارے به بین که فضل آبی چه می کنی
 این بنخیر خیال تباہی چه می کند
 دگر بغیر چالوت شود کراشاگرد
 شود نبشاه معنی گراشناشاکر
 برنگ جام می کی جا بجا خالی شد و پر شد
 ز رفعت و آمد و خلق این سرخالی شد و پر شد
 دل پاکان از هر مدعا خالی شد و پر شد

کامل آنکس کز جهان پامی کشد	وله	گوشه گیری قطره را گوهر کند
در کندم مهر دنیا می کشد		شاکر آگاه هم ز مکر آرزو
منت احسان کی از ارباب ملت می کشد	وله	شاکر از کج فضاغت هر که فیض اندو شد
غفلت آخر با پیشیا نم کند	وله	هر کما لے راز و اے در قفاست
درد مند بهای مسلمانم کند		زنده ام شاکر باین امید و بس
منزوی شد هر که در کینزل کیال ماند	وله	چون می ویرینه در آفاق شهرت میکند
رنجست بنخله که شمر داشته باشد	وله	بے برگ ز آفات جهان باک ندارد
آن شخص که در پیش سفروشته باشد		از عالم راحت طلبی بهره ندارد
این شیوه ننگ صحبت احباب می شود	وله	کم کن سخن که حرف توبی آب میشود
سعی نسیم غنچه دل و انمی کند	وله	در مرا بهار مدا و انمنی کند
آئینها و آئینه ساز آفریده اند	وله	نقش جهان بغیر سبب نیست جلوه گر
دشمن گداز بنده نواز آفریده اند	وله	ز آغاز کار سپید گیسو دراز را
صد بار نیست کرده و باز آفریده اند		شاکر بمعنی نو و سن و ارسیده را
جهان را بے سپاهی شاه عالم گیر میگردد	وله	ندارد در بخت حاجت مشاطه دیگر
بصد تقصیری بخند بیک تقصیری گیرد		زرنگ بے نیاز بهائے ناز و چه پوزم
زیلایین بنا با صورت تعمیر می گیرد		پلند و پست ما از عشق گرد و در نظریکسان
مطرب درین بساط چه آهنگ ساز کرد		دل میرود در دست و مداریم اختیار
هر کس که بر بساط ادب پا دراز کرد		دشمن ز دامن مقصود و کونه ست
درین زمانه رواج گهر خرف دارد	وله	تمیز کامل و نافع ماند در عالم

فلک مددگر خلق است لیک شاکر ما	دل	امید گوشه چشم از شته نجف دارد
نعمت ز خاکسار محبت درین نیست	دل	اکثر فروغ مهربانوار می رسد
اے غره فریب هوسهای زندگی	دل	غافل مشو که مرگ بیکبار می رسد
افزون کنیم شکر و بهر حال شاکریم	دل	هر چند غم ز دست تو بسیار می رسد
تدبیر عزیزان چه کند با من محزون	دل	دل کی شود آراسته زین شیشه گر حید
خوریم بے غصه درین بجزا مید	دل	شاید که بگیریم با من گهری چند
دارم امید گوشه چشم از عنایتش	دل	حافظ که خاک را بنظر کیسا کند
در باروش اشاره تحقیق مدعاست	دل	در پیش طاق قبله نما جلوه می کند
نیستم ممنون احسان بهار	دل	و انهم پر گل تو گل می کنند
هر که شاکر نخت دل ریزد ز چشم	دل	و امن مقصود پر گل می کند
بفکر خشن من نیست خاک کوشش دشمن	دل	نفس چن خارا باهی نیست در آستین دارد
کشتیم باک ندارد ز شکست طوفان	دل	کار و دشوار چو افتاد خدا ساز شود
جوش غم و نشاط جهان پائیدار نیست	دل	بیدل مشو که اندک بسیار بگذرد
پرگشته عالمی ز مریدان شیخ جام	دل	کو محتجب که بر در خمار بگذرد
طینت اهل کرم ز آفت مرگ ایست	دل	نیکنامی قیامت کار هستی می کند
هر که شاکر آشنائی معنی تحقیق شد	دل	گرچه در تجاننه باشد حق پرستی نمی کند
آنها که در حمایت همت سفر کنند	دل	اندیشه کی زوادی حق و خطر کنند
و انا دلان که نسخه آواخه انده اند	دل	هر چند قریب بیش خدا تر کنند
وصل کمال پیروی کامل است بس	دل	در منزل آن رسد که پی پی میرود

دله	ز دنیا در لباس دوستیا
دله	بر اوج فلک سایه کند طرف کلاهم
دله	جائے گلشنیت که نعم البید یافت
دله	ایمان بدل از حب وطن ریشه دو اند
دله	تا خاک شدن دیگرش از کف نگذازم
دله	گرشایان را سیاستی نیست
دله	پیری رسینه جوشن شباهم نمی برد
دله	مرا از ذکر محمود و ایا ز این نکته شد روشن
دله	صلاست با ده پرستان کیار می آید
دله	فصل گل ست امروز دیوانه می توان شد
دله	فریب دشمن جانی به بیند
دله	از گوشه چشمش نگهی گر بمن افتد
دله	از کشور هند آنکه ملک کن افتد
دله	خوشوقت غریبی که بفکر وطن افتد
دله	کو بخت که دامان تو در جنگ من افتد
دله	کی کار جهان نظام دارد
دله	ذوق شراب میل کبابم نمی برد
دله	که صید عشق خوابان عاقبت محمود میگردد
دله	بچشم مست و سپهر خا می آید
دله	بایللی جنوبی همخانه می توان شد

حرف الذال المعجمه

در فراق تو نهادم چو قلم بر کاغذ	تر شد از تشنگی من رسر سر کاغذ
رقم نامه ام از بدنگاه شوق ست	یافت زین نام رسر سر شسته مسطر کاغذ
خط شا کر طیش دل برساند بر یار	مینست محتاج سپهر از کبوتر کاغذ

حرف الراء المهملة

دل برده میکند طلب از من بے دگر	بازلف او قناده مرا مشکلی دگر
باید جانفرازی تو سر سبز خنجر تم	در کشت عمر کو به ازین حاصلی دگر
من ندارم جز نود و سوز می غنچه از دگر	غیر مهرت در دل من نیست لذار می دگر
بهر زاهد سبج و زنار بهر برهن	بر سر و سودای دیگر کیش روی دگر

مینفاید قدر مرد از بردباری بیشتر
 می شود سر بر نشا کرده اند امیدوار
 شود رنگت فزون طبع چون گهر دلگیر
 چرا از اهل محبت ملول می گردی
 ای محبت تشنگم بر سر خرگان ببر
 نیست حاجت اینقدر سختی بشا که گردنت
 نقش و نگار منظر اقبال یده گیر
 هر جا و هر مقام که قصدت رسیدت
 دنیاست ز بهر ارتقا عت فسون او
 باغ امکان مظهر رنگت از ایوان یار
 مصرع بر بسته هرگاه موزون میکنم
 ساغر چشمت تو دار دبا دونه ناب و گر
 خواب محفل فرشت را غفلت آرائی بود
 در خم ابروی او ندیدم پرست عشق را
 جز روی یار نیست گلی خوشتر گدگر
 ممتاز هست ابر بهاری ز هر نسیم
 چشمت ابرو بهاری در سماع دانه پاست
 نیست موجودی درین گلشن که بی درغش بود
 رنگ شهرت گل خود مائی بیشتر

آدم با حلم باشد اعتبار می بیشتر
 چون زمین در بهر که باشد از دار می بیشتر
 برنگ آب آن نیست از سفر دلگیر
 که طبع نخل نگرود از خطر دلگیر
 یعنی از دل شیشه نذر پریو یان ببر
 جان عشق چون نفس لب بود آسان ببر
 عرض مکر از لب لبت شنیده گیر
 منزل گزیده گیر و بانجا رسیده گیر
 پیش از گزید آتش افروز دیده گیر
 صبح هستی نیست جز گل کردن فرمان یار
 انتخاب بیت بر نیست از ایوان یار
 موج خیز نشاء او هست سیلاب دگر
 جسم او دارد درین حیات سر خواب گدگر
 بهتر از تسلیم شدن نیست آداب دگر
 این گل یقینی است درین نیست ننگ دگر
 هم رنگ او کجاست بحسن نمک دگر
 جز متاع دل نمی جویند در دورا پا
 برورد و شعله و دود است از رستان باد
 بالدار از اطهار الفت آشنائی بیشتر

دست از تدبیر نیا هوش تواند کشید نمی شود بفراق تو اشتک آه آخر مکن ملامت مرا مدعی که عازم پاک یکدم بیا و بر سر این خفته کن گذر شاکسته نیست پائے ترا گلشن دیگر محبت تو بدل می کنم بجان اظهار رسانده عرض محبت بیا رخاموشی از نگاه عالم عقل و هوش جان ببر تا به گلزار دلت در محبت گل کند	ولہ ولہ ولہ	بخشد از کار جهان غفلت مائی پشتر ز سعی جان لب آنگشت راه آخر نوشتہ است خط نسخ حجابہ آخر بینیم سیر یکدمت آہستہ کن گذر در باغ دل بصورت شاکستہ کن گذر مفید آنچه بود کرده ام همان اظهار فضولیت کہ سازیم با فغان اظهار چون دلم آخر تو خواہی بر داسا مان ببر نقش خواہشہار لوح سینہ روان ببر
---	-------------------	---

ردیف الزام المعجمہ

دل عاشق ز درد آسو دہر گز دل فاش است سر از محبت دل شا کہ کہ از ہجرت تنگست صبا بہ آن بت شیرین ادای صبر گذار بیا کہ خانہ دل بی غبار رنگ و نیست ز صبح فیض عنایات محلی الدین برون نداوہ فغانم نوائے پرہ راز قبول بندگی در گہم کن چہ شود دل شکستہ را دت بشیخ جام آورد	ولہ ولہ	کہ دید این شعلہ را بی دود ہر گز نشد پوشیدہ بوائے عود ہر گز کشاید نغمہ داؤد ہر گز بگو سلام من جنتہ دل نروئے نیاز صفائی آئینہ در راہ شست با انداز صفای قلب طلب میکنم بجز و نیاز شکستہ ز گمی من گشتہ انقدر غماز جناب سید گیسو دراز بندہ نواز کشاد کار نہ در روزہ بودنے بنماز
---	------------	---

<p>رسید موسم گل ساز عیش کن آغاز بهمن بهمت آن پیشوائے اہل سخن خرمی گل کرد جز با غم نمی سازم هنوز داغ انجام وفا شا کر کجا باید شمرد در عشقش راز چاک سینہ خود چارہ ساز صید دل کردی بوجہ احسن دئے سفید اجتماع لفظ بد تا شیر دارد در کلام از جوش بہار قدیمت گشت چمن سبز در فضل خزان سپر چمن نیز توان کرد از باد خزان نخل بہشتی نہد در سنج شا کر نتوان خانہ نشین ساخت خون داؤد تا بدست بتان اختیار ناز شا کر چو وضع شنی بختی و صواب زمہستی کی شوی واصل بدلا بلطف مولوی رومی و جامی</p>	<p>بجام و شیشہ نقل کباب می در ساز نموده ام غزلے نذر حافظ شیراز در چمن آمد بہار و رنگ می سازم هنوز دیدہ محرم نشد از رنگ آغازم هنوز گر کشاد کار میخوای ہی گریبان پارہ سنا سیر این بہتاب در آئینہ رخا و ساز نفس را گرزور باشد و دوزا تا مارہ ساز بلبل بنوا آمد و گردید سخن سبز زانروئے گر گردید بدل یا د وطن سبز از فیض حق و لطف نبی ہست لکن سبز امروز کہ صحر است نہ از طرف چمن سبز رنگین تر از بہار گل آمد بہار ناز جز گوہر نیاز ز نر سید نثار ناز بخار رہ توئی از راہ بر خیز بین شا کر جمال شمس تہیر</p>
--	---

ردیف سین مہملہ

<p>آشیان در ہر کجا بستیم نہ رحمت نبود کسی از خوان ضمت روزی خود می خورد بباغ دہر گوشت بار و زگر س</p>	<p>گوشہ آرام ما چاہ ز نخل است و بس رزق غفلت پیشگان اندوہ و حرمانت و بس شہ و گدا ہمہ دل بستہ اند بزرگس</p>
--	---

مہتی نساختہ پہلو ز سیم ز زر گس
کہ بہت از ہمہ گل حساب بصر ز زر گس

درین چمن دلی از حبت جاہ خالی نیست
فروغ باغ زر گس بود از انشا کر

روایف شین معجمہ

چون آئینہ از عالم حیرت زدگان باش
در دمنہ خستہ و بیمار باش
مروہیچ طرف گوشہ گیر دامن باش
ای صدر آستان خبرے می گرفتہ باش
از غم کشندگان خبرے می گرفتہ باش
عاقل را آنجہاں خبرے می گرفتہ باش
پرس جوئی از طیبیان گنناشد کومباش
از فروغ اینمعانی کو کب امید باش
ای محبت در دل من مطلب مید باش
ہمچو طفلان روز شب مکتب مید باش
شبے بود کہ بیاید یچشم ما سحرش
نہارا نہ کہشیدیم نیست یک اثرش
کسی نام محبت نگند بر جگرش
بقدر حوصلہ یا بی علاوت از عمرش
خواب حت می کنم در سایہ دیوار خویش
غنجہ پارا وا کند باسیدنش

آسودہ زاندا لیشہ ہر سود و زیان باش
ہر کجا رنجت راحت میرسد
تلاش معرفت خویش از ان این عکاس
عاقل مشور خاک نشینان چو آفتاب
ایدل چنین بستر راحت چہ خفتہ
چون عاقبت ترا بتہ خاک رفتن است
طالب در دیم درمان نباشد کومباش
ای سخن در وصفخ بان بر لب مید باش
جز محبت نیست امید و گرد غاظم
تا بغہمی معنی اشک محبت را کہ چیت
بشوق کوئے محبت تروے داریم
نغان کہ یار بفریاد ما دے نہرید
ز فیض نقش فرون تر بود از ویمینے
نہلے صبر شانی اگر بدل شا کر
خاکسایہاے من بوسید نقش پای یار
طرح گلشن ریزد از خندیدنش

نیست رنج شور و شر و آزار سیر عالم نیست پابند همین پاسودنی گر خبر داری را قرارسان تصدیق	عاشق آسود است ز نالیدنش گر خیال تو رسائی میکند سیار باش در چین زار بیان گفتار با کردار باش
--	--

رویف صا و مهله

در محبت خلوص می باید جز محبت کجاست درمانی فرق باشد در آسمان زمین بی نصیب و جدو حال افتاده اند صوفیان غافلان نیستند بیری بنیاز و جدو حال	می کند جست جو وفا اخلاص در و بیمار را شفا اخلاص زاهدان در کجا کجا اخلاص می نماید بے اینها گوشه دستار رقص میکند خوابیده را از بامی هویدار رقص
---	--

رویف صا و محجه

با مقدم بهار نزاریم غرض تن پروران با کل و شر نمد مبتلا بر در گهش کن نیست غبار می جبین است	در دل بود رسیدن آن شناعرض ز آنرو که آشناست آب هو اعرض شا کر کجا افتاده و باشد کجا غرض
---	---

رویف طاء منقوطه

تا بنام سرب تیغ آبروت جان را خط عیش ماجز پر سر جوئے لطف آما نه نیست در دل تناعم نباشد غلگاران چه خط رخت بیماری ز تن افکند بیرون حقیقا چون رود افسر گیه از چین بی لطف	کفر زلفت گزیند راه دل بیان را خط گر نباشد میزبان خوش خلق همرا چه خط بی امیداریت امیدواران را چه خط انی زرد عشق تو پر سپر گاران را چه خط جلوه پیر اگر ز کمر دی خاکساران را چه خط
--	---

لذت احسان زناشکران نمی بد کریم در دعضو میبرد اعضائے دیگر از کار تا نماند غنچه دل تنگ ساغر غیر ازین	گر پیار و برزین شود باران را چه خط گر پود یار می سیر رنج یار از راه خط زین روار و در جهان باد بهار را چه خط
--	---

رویف عین مہلہ

دلہا چو عجب ساخت حمزلفیا بر جمع تا دل علم بعشق شد از خویش می رود کہ ز پر تو جمال و سواد نگاہ چون موج کز جدائی بحسرت مضطرب شا کر امید شد کہ کشد امن لم سرپایش بہار کفر و ایمانست در واقع چراغ عالم افروزست شا کر عارضت مشک پیش آن خسارتا بان گر بر سر ہم نام شمع نیست جز بر باد رفتنہا در نیجا حاصلے	مردم شوند بہر ایمان در حصار جمع کی ماندہ است میوہ سرشاخار جمع در چشم خلق آمد لیل و نہا بر جمع در دوری تو نیست دل بقرار جمع تا کر دیار از قرہ اشخار زار جمع کجا زلف چہ رخ زنا و قرانت در واقع جینش بیگمان خورشید تابانست در واقع آتش خاموشی فند و زبان و کام شمع غفلت ما را اشارت می کند انجام شمع
---	---

حرف عین معجمہ

تازہ شد از خم گیسو تو سولے دماغ چشم را ہر باد یہ گنما می ست بہوس چون سحر آندم کہ رسیدیم ببانغ چون گل آخر ز جهان قطع تا شا کریم باغبان گر چہ را ز چین نہاں داشت	فکر من شمع دل فروخت ازین و چراغ کہ دران باد یہ گرد پر عفاست سراغ پیرین بیخست از یاس دیدیم ببانغ ساعتی چند بہر رنگ دیدیم ببانغ روغن از مغز دل غنچہ کشیدیم ببانغ
--	--

شاکر از خاطر یافت خیال و جهان دل را با ناله امروز شنیدیم باغ

حرف ف

نالہ زارم نشد ہمدم گوش با حریف می سنو گفتن بجائے نالہا صد بار
در ہوائے ابرو جوش سبزہ و فصل بہار جلوہ پیرانی نذر و قاتلشن بسیار
بر ہنر و رمی کند تعطیل ظلمی آشکار ناوک مفرگان او باشد اگر بیکار حریف
جنزیدل شاکر نباید راز عشق او آشنا گردد اگر گوشے باین ہزار حریف

رولیف قاف

گر شود شوق طلب با رفیق می توان رفتن بمنزل با رفیق
بہتر از شوقش رفیق نیست کس و رد جانم شد از ان رویا رفیق
پاس انفاسم درینجا شد ضرور تا و می ہمراہ شود آنجا رفیق
نظر بلطف تو دارند کجایان مشتاق ہمین منہم بجفا مانے تو بجان مشتاق
زمان زمان بستر سایہ شوقش نذازد تو ہم شوارہ سرفراز کجایان مشتاق
مرنج گرچہ رقیب ز درش ترازاند کہ نیست هیچ خسیسی میہمان مشتاق
یار شمع ست دل سوختہ پروانہ عشق رانغ کافیت ہمان چارہ دیوار عشق
بر در دوست گدائیت ز غنای بہتر گنج دولت ہمہ فرست ہویرانہ عشق
گر شود تشویش دنیا خاوا و انگلی شوق قطع اسباب موانع می کند شمشیر شوق
خضر باید اقتدا اینجا بصد منت کند مدآہ من شدہ اشب بہر بگی شوق

رولیف کاف تازی

رسید غم زو لم شد چو او بہر زد یک شب اثر نبود چون شود سحر زد یک

ز قرب وعده او جوش عشق افزاید
 درین جهت سخفم سبکشت در عالم
 دعائے صاف دلان مستجاب میگردد
 و مانع نازک یارم ربوبے گل گیرد
 هجوم خلق بخلوت گزین زبان نکند
 فدائے مصرع جریسته ام که شیخ گفت
 سخت تر میاز می از بهر شکستم دل سنگ
 با وجود سخت جانی نیستم چو شمشاد
 زیاد عاقبت کار در بدایت حال
 نغمانم آن بت بی رحم هیچکس نشنید
 اگر بغش شهادت طلب کنی شاگرد
 باین نشا که داد و دهوائے کرنا تاک
 چه شرح آت هوایش هم نمیدانم
 کشادستگی طبع عالیه دارد
 ز آبیاری حسن بتان حاجبین
 غبار او همه ز بخشش ترزاکیرست
 عروس ملک باین زیب یدنی دارد
 ز کوس نصرت دین محمد نیست بلند
 ز فیض سایه عدل محمدی امروز

دله
 بیال کسب هوا چون قد سفر نزدیک
 که آه خسته دلانت با اثر نزدیک
 دران مان که شود شیر با شکر نزدیک
 دله
 بنا که گرم مشوای جریسن اری باک
 شکر نصیب شد از گش اری باک
 هزار جان لبکری رکن اری باک
 دله
 کرده این بیضه فولاد حاصل سنگ
 در محبت کرده ام آینه حاصل سنگ
 بزرگ غنچه درین باغ مانده ام دل
 گداز در دره می واکر دل سنگ
 دله
 گواه دردلم نیست جز پیریدن رنگ
 کجاست خلد چو عشرت سر لے کرنا تاک
 که صبح جامه درد بر صغای کرنا تاک
 سواد گلشن بخت فرای کرنا تاک
 چو جوئے شیر بود کوچه های کرنا تاک
 چه گویم از عمل کیمیای کرنا تاک
 که دو قصه ملائک قباے کرنا تاک
 اذان بمنبر تخرانهای کرنا تاک
 گرفته خواب عدم قنبرهای کرنا تاک

کرا تجمل کو نین در نظر آید
 کشتن در فردوس ہم ہمین باشد
 ز عاشقان نظر باز میبرد دل دین
 بین چشم بتان میبرد چه سمر به کار
 فزون بود بمراتب ز خسروان عجم
 حجب مدار گر از شوق بسته ام زار
 دل شکسته در دوائے تازه گلچوست
 ز سینا بهشت آرزو چه بهره برد
 کسے نیافتم اینجا ستم کش افلاس
 درین طر بکده آتنا غنچه نتوان فیت
 گلے درین چمن از رنگانه خالی نیست
 یکی ز صد نتوان گفتن صد آرزو هزار
 ز جنس تا قہائے مشجر زرباف
 ز کشتزار کرمید به حبس امید
 بنشاه طرب انبساط شا کراما
 ظلمت وضع ہر شی در غیر موضع او
 آئینہ حضور می جائے حضور حسن است
 آشفته شد نہ تنہا جانم بآن دو گیسو

دے کہ سایہ فلک شد ہائے کز ناتک
 و گر چہ وصف کفم فقہائے کز ناتک
 برنگ خطبتان سبز ہائے کز ناتک
 غبار کشتور گو ہر صفائے کز ناتک
 بطم طراق تجمل کدائے کز ناتک
 دلم رہو دہ بت خوش دائے کز ناتک
 باین صفت چمنے کو سوائے کز ناتک
 مگر دوبارہ چشید انہائے کز ناتک
 فکندہ سایہ بعالم ہائے کز ناتک
 کہ یک گلت بلکہ فرضائے کز ناتک
 پریت جلوہ گراز شیشہائے کز ناتک
 بدور لیل نہارا ز شنائے کز ناتک
 کشیدہ سرب فلک خمیہائے کز ناتک
 بجائے دانہ گہر خوشہائے کز ناتک
 فزون ز باوہ با بست لائے کز ناتک
 عرفان چہر و نماید بر اہل ان مبارک
 دیدار و دیدن او بر حاضران مبارک
 بیدار بودن ما بر پاسبان مبارک

ولہ

در بهاران میفراید رونق خیار گل
 جلوه حسن خزان کم نیست از جوش بهار
 بهنجار با یکشیدن را اینجا نیست
 نیست آسان محرم از ادب نجاشین
 فکر گریبان کند شاگرد اگر جا در رسم
 شور جنون فکنده در آفاق بوکول
 جولان کس بعالم معنی نمیرسد
 میناز می تپمی کن و ساغر سبک ن
 غنچه ما انتظار آن بسم میکشد
 امی خریدار محبت از متاع درد و داغ
 تا خیال آن پریر و تنگ را رد و بغل
 از دل زاهد کجا سختی بروی خد شدن
 فاضل به معنی این عصر ز بهر حال
 تا کند وضع باطل عالم اندک تباط
 بخوبی نیست چون رویش گر گل
 درین گلزار بی آن مهر تابان
 بدینا بس که دل بستد یاران
 چو شاگرد گشت تسلیم ضایع
 با تفاق توان عالمی سخر کرد

موج آبی تازه می آید برو کار گل
 میراید هوش بلبل شوخی رفتار گل
 گل توانی چید اگر بینی جفای خار گل
 هست هر بر گزبان خامش گفتار گل
 میشود ستار من گین تر از دستار من
 قنچیر کرده هر دو جهان های هوئے دل
 سعی قدم کجا و کجا جست و جوی دل
 لبریز را ز کن ز محبت سبوی دل
 کی نسیم صبح بکشايد گره از کار دل
 هر قدر خواهی مینا گیر در بازار دل
 شیشه دل صد هزار رنگ را رد و بغل
 شیشه قلبی ست گالین بی رنگ و در بغل
 خشت جالبه نسخه فرنگ را رد و بغل
 گل بجای خشت بهر خاک را و در بغل
 کجا این رنگ بوباشد بهر گل
 جمال آب رنگی نیست در گل
 شگفته نیست یک غلط مگر گل
 برنگ شاخ گل شد بهر گل
 بر آگر چه به آئین بای محبت گل

<p>برنگ و بوی دو عالم مستحسنت اینجا گرافت علی است بجانت چو آئینه طبع یارم گلشن است و صفی زخا رگل گر زمستی زگرش سائو نگیرد و در چین از دوام رنگ از حسن او نسبت به حق</p>	<p>بدوش شاه و گدایم بند رایت گل از کوثر قبول کنی شست و شوی دل بلکه در پیش خجالت می کشد ببار گل می نشیند گوشه چون بدان بیکار گل جلوه گر شا کر بای می شود یکبار گل</p>
---	--

حرف میم

<p>خاطر دم دار و هوس تا حرف مشکل شنوم آز رودارم که روزه از لبان بخشیار واعظ بیدار از افسونهای پوچم می شد بیدل صاحب دل تا که چه خوش فرموده است بے جالت برچمن جام تمنا کشم تبع و خنجر نشود سدره الفت عشرت زندگی نیست که دلدار اینجا بچه کار آیدم این دست معطل فردا وقت آنست که دل محوریزا دکنم جست و جوی خرم پای جامی دارد اے تمنا باوب باش که آن محرم باز بسکه شوق بدلت قسم زده ایم نسخه دل نقوش او دارد</p>	<p>از لب آئینه یعنی چهره از دل شنوم با ادب از نوشنم مفت بل شنوم پند جان بخشی مگر از صاحب دل شنوم هر چه لیلی گویدم باید ز محمل شنوم گر نماید به شتم سر آنگاه کشم محو تسلیم تو ام گردن ازینها کشم ورنه زمین یکی و نفس مت بجا کشم شنا که ام و را اگر دامن او را کشم گوشه حیرتی از آئینه اینجا دکنم کو جنونی که بطور خودش استا دکنم حرف دل می شنود بهر چه فریاد دکنم نفسی غیر آه کم زده ایم بر خیال و گرفتارم زده ایم</p>
---	---

لباس آن بر پرواز بر طائوس می بافم وله
 درین گلشن سترگه تنگ گهت همی نام وله
 تماشائے بهار همیشه می میکنم وله
 محفل دیبا بخواب خاکساری کی رسد وله
 خانه بهتر درینجا از بنائے عجز نیست وله
 در وصف خطا و سخنم سبزه شد دام وله
 جز در و نام او نبود آرزو دیگر وله
 شاگردین دکان هوس همچو آئینه وله
 تایا دیار را بهر خود گرفته ام وله
 در کیش خاکساری عاشق می گنج است وله
 از جوش فیض دیده بیدار شاکرم وله
 هر ششم بیدار دار و حیرت افزا جلوه وله
 میر می از برم شیوخ و پیت می سازم وله
 شاگرد از ره مبری یاد ما پوست کرد وله
 سرانجام حلت منزل درین دی نمی نام وله
 آئینه محو آن رخ گلغام کرده ام وله
 شاگرد بغیر شکر نذر م و لطیفه وله
 یاد آن رخسار کردم گل و دنیا از یکدم وله
 با وجود گریه نو میدار محبت م وله

ز داغ لبش محش کز فافوس می بافم
 همین نام و پیر من ناموس می بافم
 خانه دل را ز فکر غیر خالی میکنم
 زین قماش از بهر تارش فرش قالی میکنم
 ظرف دل از خاکساریها سفالی میکنم
 چون خضریافت ز آب بقا بهم
 بادل موافق ست درین تدعا بهم
 حبسے نچیده است نه یک عالم بهم
 خوش میوه ازین شجر خود گرفته ام
 از نقش پائے او اثر خود گرفته ام
 فال مراد ازین سحر خود گرفته ام
 منیر نم چشمک چو انجم پاسدار م
 چشود باز بیانی سرت جان بازم
 شوق از انروست که شد بال و پر از م
 تلاش حبت و جو بهوده چون یک نام
 خیل پری شیشه ازین دام کرده ام
 تا دل اسیر آن بت خود کرده ام
 نو بهار تازه جوشید امشب از برم
 گوهر افتاست در راه بتان چشم ترم

دل	دل را بسیر دیده خونبار می بریم	دل	در جفا و جور خوبان از تنه دل شاکرم
دل	مست عشقیم و با سر از خون پی برده ایم	دل	گشت بجز زلال معرفت پیمانه ام
دل	نامه میزنک لرا قاصد و در کار نیست	دل	دیوانه را بدیدن گلزار می بریم
دل	شاکر از سیر جهان مذکاه نارسا	دل	ما عنان دل بعقل رو برین نسیره ایم
دل	ز درد و داغ و فاسو ختم کرا گویم	دل	هست بر بال گه میغام از خود در فتنم
دل	رسته ام از غم و بستگی کار جهان	دل	دوخت از طول لعل صد رشته تیر میخیم
دل	گر خبارم نرسیده است بکامی اینجا	دل	رنگین ندار این هوس فکر کار خود خرم
دل	سوخ از بس در جادهایا می پیکیم	دل	بسته سلسله کا کل یچان توام
دل	دانهائے اشک لکرا ز بجز میر میزیم بجاک	دل	روز محشر برسد دست بدامان توام
دل	می نگار و بسکه نقش طره او خانه ام	دل	عالمی گردید نهان در دل ما ختم
		دل	پای تراج شهبان دارد عزت گوهرم
		دل	کوچه زنجیر باشد سطرهائے نامه ام

حرف نون

دل	کیت گوید با تو آن کن این کن	دل	جز ترحم بر من مسکین کن
دل	مخل و کخواب رنگ اعتبار	دل	دستگاه بسترو بالین مکن
دل	راه و رسم بجز ویرا دل مده	دل	پادشاه خویش را فرزند مکن
دل	هست دنیا ز راعت عبقی	دل	غافل مروز کار فردا کن
دل	خاک درگاه ترا لایه ام تا بر چین	دل	کی گزارم چون فروغ مهر بر هر چین
دل	صورت تدبیر ما میدید و تمثال هوس	دل	داشت بر آئینه را اگر اسکندر چین

بدین دل بود مائل چه بدین دین یار
الهی دور کن ظلمت چه ظلمت حیران

حرف واو

<p>جسم بجا بنیم مارا دست گاه ناز کو رنگ گلزار جهان شاکر فیض او کیا از گفتگوی بیپده باید بست لب در ملک لبری همه جاسکات روند بر روی نیک و بد در آئینه هست یار هر که شد مبتلائے تنبا کو سوخت خود را با تش دوزخ</p>	<p>وله وله</p>	<p>بال ناپیدا است دیگر شوخی پرواز کو غافلست آن که گوید حافظ شیراز کو شاکر در آن کبوش که آید بکار تو صاحب حق فی کبشور و خوبان غلام تو روشن برنگ صبح بود فیض عام تو جان نبر در از بلائے تنبا کو هر که شد آشنائے تنبا کو</p>
---	--------------------	---

حرف باء هوز

<p>زلف تو تا دل برد از گره ابرویت امی شوخ گره گزند عقده بکار تو ز تردان نیست هر گره نیست مدت طلب ز دس زلف تو شاگرد بشوق جز روی کست روی دیگر دیدیم گناه خیم گشت پشت زاید و آتش از زنده است جز در دل بیار گفتیم مطلبه دل ز راه انتظار جلوه است بچاره</p>	<p>وله</p>	<p>بهر همین ست سرا سر گره لطف نمائے از دل من بگره و افشود هیچ چو شد تر گره چشم تا مل که بود بر گره از دل صد پاره مکرر گره یارب مرا نامی سهو بیت ز لطف راه چون حلقه کمان که شود چلش تنباه شاکر سخن زیاده کسی چون کند تنباه میتوان بر حال کردن ترحم پاره</p>
--	------------	--

<p>درومند به نیاید خالی از آسودگی شب بسر ویم در فکر دل و آفت از دعا بیم چون دل جفا نغش در غم می کند سیر لوح و کرمی عرش شور عالم کجا بود بجا</p>	<p>شد طعیدن مائے ما از بهر دل گهواره پشت خشم و در انتظارش و چون سیاره زینجه شاکر نباشد حاجت غنچواره آنگه گردید خاک پائے همه داشتی گوش بر صدائے همه</p>
---	--

رویف یا رتختانی

<p>نقش بر بادستان بی که برهم میزنی تا بکی غافل نفس ز پیش از کم میزنی محبت خانه آباد کردی ز رنگ آینه را آزاد کردی بخوابم آدمی آباد کردی گر انعام و اگر بیدار کردی غنان کار نباشد در اختیار کسی دل فرقیست لغت بهار کسی کشوده مرده صد ساله از هر صفت چشیده ز نیش عشق لیلی گشته هرگز در چشیده یادمی باید گرفت ز بوریا افتادگی آرزویم عاجزی و مدعا افتادگی که بفریاد بینوا برسی</p>	<p>نیت در دل از عاشقی و هم میزنی بگذر از تشویش نیاندکی آسوده شو بکتابی و لم را شا و کردی دل از نقش دوزگی پاک کردی خراب آباد ملک بخود می را نمی آید رشا کر غیر شکر بخط جاده تسلیم باید از خود رفت بسیارین گل و گلزار کی شوم مائل بدون هم موس است از عزیزان برنمیدارد کجا دوری شود شا که حجاب ره که محبوب را یک قلم روی زمین زیر نگین عاجز نیست سرخش بهار دوزخست خاکسار نیست کوشش آندم رموز حق شنود</p>
--	---

گر او آرام جان بودے چه بودے	دلہ	انیم یکرمان بودے چه بودے
گل روئے تو اے گلزار جانی	دلہ	جہان عاشقان بودے چه بودے
نبال نال می کارم گل سودا بسر دارم	دلہ	اسیر شوق دیدارم تو ہم می شوخ میدانی
صبح گاہے از دل صد چاک من	دلہ	سیر کن گلزار و گل چین اندکے
ترا از حیرت دل آگہی نیست	دلہ	طریق پاکبازان را چه دانی
فسوز و تادلت از آتش عشق	دلہ	حدیث جانگدازان را چه دانی
ز ستغنائے حسنت آگہی نیست	دلہ	مزاج بادشاہان را چه دانی
تو خواب جگر ناخوردہ شا کر	دلہ	بہائے لعل خوبان را چه دانی
درینجا اخر کا ہشہاست بسجود جہان گشتن	دلہ	مہ نو گریہ بینی شکل محرابست پنداری
بنیرہائے دشمن سخت نتواند درینجا	دلہ	گلور اگر بگیرد قطرہ گرد بست پنداری
اگر از لطف بکا شائے مای آئی	دلہ	دل جان مافداست کہ بجای آئی
بر سر خاک شہیدان گذرت افتادہ	دلہ	کہ تو امروز چنین لعل قبا می آئی
جان زن خواہد رسیدن فکر کا خویش کن	دلہ	گر سلیمانی کہ روزی دایع این خاتم شوی
از رو عالم گوئے اقبال سعادت بروہ	دلہ	گریہ نیکان کنفس صدق دل ہم شوی
چون نباشد کار و بارت بیری شا کر چه بود	دلہ	گر بخشش شہرہ آفاق چون خاتم شوی
قصر جہان ندارد بنیاد پائیداری	دلہ	در گل نشسته نمی رفتہ آب نمی
آسودنت درینجا با اعتدال سیات	دلہ	یعنی سایہ نیمے در آفتاب نمی
زین بہر قطرہ بار یکسان نتوانی افتاد	دلہ	چون گوہرست نیمے همچو جباب نمی
سموری جہان بود چون شہائے ست	دلہ	آباد گشت نیمے تا شد خراب نمی

زان شکہا کہ در ہجر شاگردیدہ ریزد
 خاک باراد خواہد داد آخر آسمان
 همچو عیسی نیست ممکن رو بمقصد بردش
 ہمتن حضور گرد دلت از فروغ حیرت
 شمع نریم ہست امتیہ تے تابان کسی
 عمر یاشد از بد و نیک و عالم فارغیم
 فارغیم از خلد رضوان در خیال عارضش
 قدم بردارہ ازین گلزار کلفت سکو صحرائے
 ز اسباب تعلق خویش را بیگانہ کن شاگرد
 جہان را بیک چشم اگر دیدہ باشی
 ندیدی سرانجام احوال خود را
 دوریت نیست کم از رنجوری
 اکہی با طرب پایندہ باشی
 از خردندان قدم برتر زند تدبیرے
 ہر دو عالم حاصل سوز محبت آمدہ است
 ساختہ عاشق ہم بازیشیان توئی
 باختہ ام جان و دل تا عو ضاں مدبت
 عشق تو بر باد داد صبر و قرار و لم
 چون تو بتان را کجاست صد ہند ویری

چو شعلہ ہست نیمہ ہمزنگ ب نیمہ
 دانہ چون شکت دار و رحمت پرویزی
 ہر کہ با خود دارد از اسباب نیا سوزنی
 اگر از ادب نیانی بصفا رسیدہ باشی
 باوہ در جامیم ز محل درخشان کسے
 نیست متاثر از خیال کفر و ایمان کسے
 نیست مارا آرزوئے باغ و بہستان کسے
 مگر بوئے بر دال ز گل خود روئے محوئے
 اگر در استگی خواہی نشین پہلو صحرائے
 بد و نیک ہستی چہ فہیدہ باشی
 چہ حاصل دو عالم اگر دیدہ باشی
 می طیم عمر ہست از دور می
 برنگ گل سرا پا خندہ باشی
 میدمد در پاسے شیران سبزو زنجیرے
 نغمہ با تا شیر شد نخواہ در جا گیرے
 منظم بر رحمت پائے بامن توئی
 در تن و در جسم من ہم دل ہم جان توئی
 خاک ضعیف مرا ہر جولان توئی
 مالک رہا شد می صاحب مان توئی

از تو بود هر چه هست لیک ز تو اوب
 زره صفت شاکرست محو فروغ رخت
 خوابان تمام انجم و خورشید آن یکے
 کثرت نمودست بجز پرده خیال
 دل او ده ایم ما بهمان یک نگار بس
 نیرنگ اینجهان نفیرید اگر دولت
 وضع خوش است اشاره توجید میکند
 شاکر فریب ظاهر و باطن نمیخوریم
 فریاد و ناله است صد آه و فغان یکے
 چون یکدلی مفید سر انجام کار است
 نقصان برستی نشود جمع هیچ جا
 ز کوه یار خیر باد از هزار یکے
 با اختیار تو کردیم کار ما و نبود
 احتمال صدق با کذب خبر باشد یکے
 ظاهر و باطن بهمان یک جلوه یار بس
 محنت و آرام گیر گانه صحبت و شند
 سعی دنیا را کمن نسبت بعیش آخرت
 ز احتلاط اهل غواض است نفرت ایمنی
 دام نهان کی نماید صید را راه امان

وله

وله

وله

وله

وله

در زکویم تر صورت در مان توئی
 بر فلک لبری مهر در خشان توئی
 از گلرخان بنبردلم جز بهمان یکے
 در پیش چشم آمد و هفت آسمان یکے
 چون محتج کیست بود امتحان یکے
 گرد و پیش بهار و خزان یکے
 جز یک سخن گوئی که باشد زبان یکے
 با ما چو یار هست نهان عیان یکے
 مقصود ما ز شور جهانست آن یکے
 غم نیست گل را اگر آمد شبان یکے
 بالید پای پائے سر و رایت آن یکے
 بقصد صید جهان میکند شکار یکے
 هیچ وجه ازینها با اختیار یکے
 نیک و بد محسوس پیش نظر باشد یکے
 در خبر باشد یکی و در نظر باشد یکے
 پیش تسلیم و فنا چو خیر و شر باشد یکے
 راحت و آسودگی کی با سفر باشد یکے
 به بو زین آشنایها رم بیگانی
 آفت نفس پیش از دشمنان نهانگی

<p>گر تراد وادی عشقش نباشد زهره می شود ز گوهر مقصود و دانش پیری ربود خواهش عیش و طرب هر آنکه هست ز گوش و دست چشم جز جان ناتوان چه بود در بساط موی بازی و دهمراز گل رعنائی طبع تو از سعی ما چه فائده حاصل شود بگو مژدت ایدیده چه آئینه بحر خیریت دولت راحت اگر کس بر داز سائیه تو بوسه گاه لب فداک بود جائے علی نیت یک جزو وجودش نه کرامت خالی برگ برگ چمن امروز چرخه ان کرده است میشود زنده بحر شش تن بجان بیشک راه مقصود باین نوبه بیند همه کس میبر و قیمتش افزون زد و عالم شاکر</p>	<p>همتی دریوزه کن از عالم مردانگی گر پیری بدیده گریان کند کس آمد خزان چو سیر گلستان کند کس تا چذرا احتیاط زیاران کند کس گر عرض بدید اش بلیمان کند کس گا به چو رنگ پخته گئی عام می شوی از خویش میرویم که تا رام می شوی تا به رنگ درین باغ تو و امیگر دی جلوه پرواز پروبال هما میگر دی اوج امید گرفته است چو من پاک علی حل شکل شود از ناخن زیبائے علی چهره افروخت درین باغ سر پاک علی چشمه آب حیات است سخنهای علی روشنی داد بخورشید و مه پاک علی بی بهانه است بسگو هر یکتای علی</p>
---	---

رباعیات

<p>منزل که عاشقان مکانی دیگر است در دیر و حرم گر نروم معذورم</p>	<p>در سیرگاه شان جهانے دیگر است پیشانی من بر آستانی دیگر است</p>
--	--

گر دید سفید مویت از سیر بها	وله	داری ز خضاب صولت شیر بها
چشمش قره ریخت در تاشا و هنوز	وله	با هزاره نگار بیت بدل سیر بها
از جور تو ام لطف نهانی در گریست	وله	با دل ز خیالت امتحانی در گریست
هر چند میکشی ز شوق بیعت	وله	هر دم به تنم چو شمع جانی در گریست
شور دل هر کس از جهانی در گریست	وله	در جبر که عاشقان فغانی در گریست
زین ناله و آه نتوان برون	وله	در عالم عشق امتحانے در گریست
مهرت بدل خلق بیاض بغلی است	وله	خطش وسط است فی خفی و نه جلی است
چون آئینه روئے عالمی جان نیست	وله	وضع تو زرب که خوگر صاف می است
هر چند جهان نقش نگینت باشد	وله	یا خنک فلک بر زیر زینت باشد
هر گاه بحال خویش احمی نگری	وله	او نیست که در سجده جبینت باشد
من با تو چو شیشه با بل نذر دیکم	وله	با آب بقا ز وضع پل نذر دیکم
در پیش تو ام گر چه بظایر دهم	وله	ای غنچه بتو چو بوی گل نذر دیکم
دریا و تو ام از تو جدا نذر دیکم	وله	چون دل بخیا ل مدعا نذر دیکم
وایم متور و سئ هر کجا خواهی بود	وله	وایم بتو چون قبله نما نذر دیکم
از حسن خیالت بصفان نذر دیکم	وله	وزیر تو مهرت بضیا نذر دیکم
از یاد خدا چو غفلت ممکن نیست	وله	من در یاد تو با خدا نذر دیکم
اے آنکه حسن خوشتن مغروری	وله	بر بستر نماز و خرمی سروری

شا که چو غبار جلوه گاهت باشد
گر بر سر رفتار نه معذوری

آصف فی تخلص

آصف تخلص۔ میر محبوب علیخان نام۔ فتح جنگ نظام الملک مظفر الملک آصفجا بہادر
 ششم خطاب ہے۔ آپ غفران منزل سیر تہنیت علیخان افضل لدور نظام الملک
 آصفجا بہادر شاہ دکن کے صاحبزادے بلند اقبال ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت
 بتاریخ شنب ششم ماہ ربیع الثانی یوم جمعہ عید المومنین ۱۲۸۳ھ ہجری شہر حیدر آباد دکن
 میں واقع ہوئی۔ پیدا ہوتے ہی خوشی مبارکبادی کے رسوم محل تزک کے ساتھ
 ادا ہوئے۔ یعنی چند توپیں بقریب تلک کی گئیں۔ اور خوشی کے تقارے اور
 مبارکبادی کے شادیانے بجوائے گئے۔ تمام ارکان دولت و امراء سلطنت
 و مشائخ دکن و علمائے زمن نے تہنیت کی نذرین پیش کیں۔ غفران منزل
 فرزند و بلند کی میلاد سے بہت ہی خوش ہوئے۔ کثرت خوشی میں امرا و مشائخ
 و علما و فقرا کو انعامات و افرو و خلعتیں و آخرہ سے سرفراز کیا۔ خوانق و مساجد میں
 فقرا و غربا کے لئے طعام ہائے لذیذ و حلوائے شیرین بھیجے۔ و طوائف و رانسا ط
 بھی صلوات و انعام سے مالا مال ہوئے چند روز تک راگ و رنگ جلسہ آوازہ
 مزار و جنگ کا ہنگامہ گرم رہا شعرائے زمانہ نے تاریخی قصائد پیش کئے۔ مناجات
 مناسب انعام و واجب ممتاز ہوئے۔ جب معمول قدیم دستور کے موافق پیشکاری
 و دیوانی سے منجے بختل و عظمت کے ساتھ حضور میں بھیجے گئے اسی طرح امیر کبیر
 کے جانب سے بھی مراسم مبارکبادی ادا ہوئے۔ حسب الحکم حضور آپ کی تربیت
 و رضاعت و حضانت کے لئے متعدد ائامین اور مائین مقرر کی گئیں۔ بقول

بعض مخبرین چار تائین اور چار تائین خادمہ معین ہوئیں۔ پس آپ کا نشوونما آباد
فرخندہ بنیاد کی آب و ہوا کی آغوش میں بچنے لگا۔ اور رات دن خوشی کے گہوارہ میں
روز بروز نو نہال چمن کی طرح بڑھنے لگا۔ اور آپ کی حضانت رضاعت کا اہتمام
آپ کی جدہ ماجدہ مخدومہ جہان دلاور النساء بیگم صاحبہ کے سپرد تھا۔ مخدومہ آپ کی
نگرانی عمدہ طرح سے فرماتی تھیں۔ کثرت محبت سے آپ پر جان نثار ہوتی تھیں
آپ کو ایک منٹ ہی نظر سے جدا نہیں کرتی تھیں۔ حضرت مغفرت منزل پکو
کبھی کبھی دیدار کے لئے طلب فرماتے تھے۔ اتائین و ماتائین پیش کرتی تھیں۔
حضور نور چشم کے دیکھنے سے خوش ہوتے تھے۔ اتائون کو بیشمار انعام دیتے تھے حضور
مغفرت منزل کے ہاتھ میں زرو جو اہر مردو تھا۔ کبھی زرو جو اہر کے طرف التفات
نہیں کرتے تھے۔ حاتم و معن بن زائدہ۔ و تراکمہ و برکمہ کے اسما کو صفحہ زمین سے مٹاتے
چنانچہ آپ کے و حضور مروجہ کے مفصل حالات و سیر و عادات محبوب العین تندرہ
سلاطین کن کے تیسرے حصہ میں ذکر کئے جائیں گے۔ شعرا و مورخین نے آپ کی
ولادت کی تاریخین فقرات ذیل سے بحباب جل برآمد کی تھیں۔ **ہو ہذا**
ہو المنحار **چراغ دکن** **امیر افضل الملک**
۲۸۳ھ ہجری **۲۸۳ھ ہجری** **۲۸۳ھ ہجری**
پس آپ سروسازہ کی طرح نشوونما میں ترقی کرنے لگے۔ جب آپ دو برس
آٹھ مہینے کے ہوئے تب یکایک نیرہ تاریخ ماہ ذیقعدہ ۲۸۵ھ ہجری مغفرت منزل
عالیجناب افضل لدولہ بہادر جو آپ کے والد بزرگوار تھے اس دار فانی سے
عالم جاودانی روانہ ہوئے۔ اس حادثہ سے امرا و اہل ریاست کو سخت رنج و غم ہوا

شہر میں خانہ بنجانہ کو چھ بکچہ نوہ و گریہ کا شور و غوغا بلند ہوا۔ مجلس اور شہر کے دروازے بند کئے گئے۔ نواب مختار الملک بہادر نے دفن سے قبل بمشورہ امیر کبیر شہین آپ کے حکمرانی کی سناوی کر دی تھی تاکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہو جائے۔ سناوی ہو گئی عام و خاص مطمئن ہوئے۔ صاحب عالی شان سٹریٹنڈرس رزیڈنٹ حیدر آباد و کرنل ٹوڈی صاحب مددگار رزیڈنٹ نواب مختار الملک کے پاس آئے۔ ملاقات کر کے فی الفور چلے گئے۔ پھر مختار الملک بہادر کے حکم سے شہر کے دروازے کھولے گئے۔ مدار المہام اور امیر کبیر دیگر امرا و علما و مشائخ و فقہر اباد شاہی محل میں جمع ہوئے مرحوم کی تجہیز و تکفین کر کے نعش مقدس کو مکہ مسجد میں لائے۔ نماز جنازہ ادا کر کے مسجد کے صحن میں سکنڈ جاہ کے وینے جانب میں دفن کئے۔ دفن کفن میں نصف شب گذر گئی تھی۔

جلوسِ اعلیٰ حضرت

پہر ہندۃ تاریخ سوم کی فاتحہ میں کل امرا و صاحبان سیف و قلم مثلاً مسرالاجنگ مختار الملک نواب شمس الامرا بہادر و مقدم جنگ جمعی اربعوب و راجہ ہند پر بہادر پیشکار جمع ہوئے۔ فاتحہ و ختم قرآن سے فارغ ہو کر مراسم تعزیت ادا کئے اور صاحب عالی شان رزیڈنٹ صاحبیہ دبہی مع دو افسروں کے تشریف لائے اور ماتم پرسی کر کے چلے گئے۔ پہر سولہ تاریخ ماہ مذکور دربار منعقد ہوا۔ مدار المہام و امیر کبیر و پیشکار و ارکان دولت جمعی داران ریاست و صاحب عالی شان رزیڈنٹ صاحب بہادر مع مسٹر فزیر صاحب ڈاکٹر وڈو صاحب غیرہ افسران جلیل القدر حاضر دربار ہوئے۔ اور حضور کے تخت نشینی کی تیاری ہوئی۔ اسوقت آپ کی عمر تشریف

تین برس آٹھ مہینے کی تھی۔ نواب سرسالا جنگ فتحوار الملک بہادر حضور کو سفید لباس و دستار مع طوقہ زیب بدن کر کے گود میں لائے اور تخت نشین کئے۔ صناعیت سائڈرین صاحب بہادر رزریڈنٹ نے فرمایا مبارک ہو۔ جلوں میں تے ہی سلامی کی توپیں داغی گئیں اور خوشی کے نقار بلند آوازہ ہوئے۔ تمام امراء حاضرین نے تہنیت کی نذرین پیش کیں۔ اور دربار میں یہ مقرر پایا کہ نواب فتحوار الملک بہادر مہات سلطنت کے کفیل اور نواب میر کبیر شمس الامرا بہادر تارین شعور نائب حضور دربار میں۔ نواب فتحوار الملک بہادر نے مقرر کر دیا تھا کہ دستور قدیم کے موافق مغرورین امراء اہل مناصب جمعہ داران غیر ہم روزانہ سلام بھرا کے لئے دو تنخانہ پر حاضر ہوا کریں۔ حسب کم تمام فرماتے تھے۔ سلام و کورنش ادا کرتے تھے اور خود نواب صاحب میر کبیر ہی تشریف لاتے تھے۔ آداب کو رنش بجالاتے تھے علی حضرت کی خیر و عافیت ہتھار کر کے رخصت ہوتے تھے۔ جب آپ کی عمر تشریف چار سال کی ہوئی۔ تب آپ کی تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر میں اس جشن کے چرچے کو جب کو جیہ نکلے بجایا ہو رہے تھے۔ تمام ہالی دکن اس جشن کے سر پر اشتاق تھے۔ الحمد للہ کہ وہ زمانہ آشتاقان جان تبار کی مراد بر آئی۔ اور تمام کی عادت نے قبولیت کا اثر پایا۔

جشن تسمیہ خوانی و تعلیم کا ذکر

جب حضور چار برس ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی تیاری شروع ہوئی۔ شہر آرائش سے سجایا گیا۔ شہر کے تمام امراء اہل مناصب ملازمین کو نورے و جوڑے تقسیم کئے تباریخ و ہم شعبان ۱۲۸۰ ہجری بڑی عظمت و شان سے دوبار منعقد ہوا۔ ارکان

و امرے ریاست و علما و فضلا و غیرہ حاضر و بار ہوئے۔ تسمیہ خوانی کی رسم ادا ہوئی
 خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ ارکان دولت نے مبارکباد کی نذرین پیش کیں
 پھر آپ کی تعلیم کے لئے جامع العلوم حضرت مولوی محمد زمان خان صاحب
 شہید ایک ہزار روپیہ امانت سے مقرر کئے گئے۔ شہید مرحوم آپ کو نہایت علامت
 و سہولت سے تعلیم فرماتے تھے۔ جب اہتہ تاریخ ماہ ذی الحجہ ۱۲۹۲ ہجری میں لوہی صاحب
 ایک مہر ویا فغان کے ماتہ سے شہید ہوئے۔ تب نواب مختار الملک شاہ المہام نے
 بجائے شہید مرحوم برادر شہید مولوی سیح الزمان خان صاحب کو مقرر کیا۔ مولوی صاحب
 کے متعلق اور بھی بہت محلات و غیرہ تھے بناء علیہ مولوی صاحب نے حلاہ جازت
 مدار المہام اپنے دو مددگار ایک حافظ حاجی مولوی نوار احمد صاحب قندھارچی آباد
 رومرے مولوی محمد اشرف حسین صاحب سہسوانی کو مقرر فرمایا۔ یہ دو نون بزرگ
 اوقات معینہ پر حاضر ہوتے تھے۔ اور تعلیم دیتے تھے۔ لیکن تعلیم کی نگرانی مولدنا کے
 سپرد تھی۔ اعلیٰ حضرت کی طبیعت میں نکاوت و فطانت خدا داد تھی۔ آپ اردو
 فارسی میں ایسے مستعد ہو گئے کہ املاد انشا درست و صحیح لکھنے لگے۔ اور سنہ مذکورہ
 میں آپ کی انگریزی تعلیم کے لئے ولایت سے مسٹر کارک صاحب بلائے گئے۔ اور
 آغا مرزا بیگ الخاطب سرور جنگ سرور الدولہ سرور الملک ہلوی کو کلاڑک صاحب
 مددگار کیا۔ اور میرزا محمد علی بیگ الخاطب فسر جنگ فسر لدولہ افسر الملک بہادر
 بن میر ولایت علی بیگ افتخار سائیدانیرہ بازی و جننا مشاک لان ٹی نس و کرکٹ
 و پولو و غیرہ فنون سپاہگری کے تعلیم کے لئے اور ٹیپو خان بہادر شہسوار سوار سی
 سکھلانے کے لئے۔ اور منشی مظفر الدین خان بہادر خوشنویس۔ و مرزا نصر الدین خان بہادر

دولت یار جنگ غیر ہم مقرر کئے گئے۔ تمام سائڈ آپ کو علوم و فنون کی تعلیم نہایت
سہولت کے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ نہایت ہی ذہین و فہیم تھے عمر کے ساتھ
علوم و فنون میں ترقی کرتے گئے۔ تائید الہی سے فارسی و عربی و انگریزی و فن
سپاہ گری میں ایسی بیاقت حاصل کی کہ آپ ہی پنا نظیر ہوئے۔ تقریر و تحریر میں
بہی بے نظیر۔ انتظام و تدبیر میں بدرنیر ^{۱۲۹۱} اللہم زد فرزد
آپ کی جلوسی سواری کا ذکر

^{۱۲۹۱} ہجری میں آپ کی پہلی سواری جلوسی دستور قدیم کے موافق دارالامارۃ حیدر
سے نہایت تجل و تزک شایانہ کے ساتھ برآمد ہوئی۔ تمام افواج عرب حبشی و افغانہ
سوار و پیادہ جلوس میں ہرکاب تھے۔ رعایا کا ہجوم کثرت سے تھا۔ درود یوار پر
تاشائیوں کا مجمع تھا۔ تمام اپنے بار شاہ و نہال بلند اقبال کے دیدار سے خوش ہوئے
سواری کے مقابل ہوتے ہی تمام ہر سونی طرح تعظیم ادا کرتے تھے اور اپنے مالک
محبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور صدق دل سے دعا دیتے تھے الہی اس و شن جبرائیل
سلطنت کو تاج و شن رکھد۔ سواری تجل شان کے ساتھ فرمان باڑی غول لگوڑ
پہنچی۔ وہاں تھوڑی دیر توقف کر کے مزاجت کی۔ مراجعت کیوقت رزیدنسی کوٹھی
میں اترے۔ رزیدنسی صاحب نے اسے استقبال کیا۔ کوٹھی میں تھوڑی دیر قیام کر کے
رخصت ہوئے۔ وہاں آئے مجلس اعلیٰ میں آئے۔ آپ کی جدہ ماجدہ نے فقرا
و مستحقین کو میٹھا دیا۔

دہلی کا سفر بتقریب جشن قیصری بعد لارڈ لیٹن گورنر جنرل ہند
اعلیٰ حضرت بتقریب جشن قیصری ۱۹ یا ۱۸ ذیقعدہ ^{۱۲۹۳} ہجری میں منع نواختا لکھا

وامرے ریاست شانامہ شان کے ساتھ اسپیشل ٹرین پر سوار ہو کے دہلی روانہ ہوئے
 ۲۴ تاریخ ذی الحجہ سنہ مذکور میں دہلی پہنچے۔ آپ کے پہنچتے ہی تو پچانہ شاہی سے
 ۲۱ ضرب اتواپ سلامی سہرہ میں۔ دوسرے روز گورنر جنرل ہند بھی وارد ہوئے
 نہم تاریخ ماہ ذی الحجہ اعلیٰ حضرت مع مختار الملک بہادر و امرے دولت گورنر جنرل لارڈ
 لیٹن صاحب کی ملاقات کے لئے گئے۔ لارڈ صاحب کے خیمہ گاہ میں پہنچتے ہی
 ۲۱ ضرب اتواپ سلامی شلک ہو میں۔ گورنر جنرل نے اعزاز و اکرام سے ملاقات کی
 اعلیٰ حضرت نے ایک عربی گھوڑا مع ساز و سامان تحفہ دیا۔ ویسے امرے نے منظور فرمایا
 پہر آپ نے فرودگاہ پر مراجعت کی۔

۲۴ تاریخ ماہ مذکورہ میں نواب گورنر جنرل بہادر اعلیٰ حضرت کے فرودگاہ پر بازویدہ
 تشریف لائے۔ تو پچانہ آصفی سے ۲۱ ضرب توپ سلامی شلک ہوئی۔ اعلیٰ حضرت
 گورنر جنرل سے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ ملے۔ تھوڑی دیر کے بعد ویسے
 بہادر رخصت ہوئے۔

۲۴ تاریخ مذکورہ کو راجہ بنارس۔ راجہ جیپور۔ راجہ ریوان۔ راجہ ملگر والی ندو
 اعلیٰ حضرت کی ملاقات کے لئے آئے۔ آپ تمام سے حسن اخلاق و محبت کے ساتھ ملے
 تمام حضور کی ملاقات سے محفوظ ہوئے۔

۵ ذی الحجہ سنہ صدر میں دربار قیصری منعقد ہوا۔ تمام راجے و مہاراجے و رؤسا ہند
 دربار میں رونق افزا ہوئے۔ اعلیٰ حضرت بھی مع امرا پہنچے۔ اعلیٰ حضرت کی کرسی
 گورنر صاحب کے مقابل میں حضور کے دائیں بائیں جانب امرے آصفیہ۔ اور امرے
 آصفیہ کے بعد حسب رتبہ جگان و نوابان ہند تھے۔ لارڈ صاحب نے پیچ ٹری بھی

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ (ملکہ کوئین وکٹوریہ نے قیصر ہند کا خطاب قبول فرمایا -)
جلسہ کے بعد تو پچانہ شاہی سلامی کی توپیں مہرہو میں - جلسہ بڑا سست ہوا -
۱۹ ماہ مذکور کو بیگم صاحبہ والیہ بہوپال نے اعلیٰ حضرت سے ملاقات کی - اعلیٰ حضرت
حسن اخلاق سے ملے - تھوڑی دیر کے بعد رخصت ہوئی -

۱۲ فروری سنہ مذکورہ میں اعلیٰ حضرت دہلی سے حیدر آباد روانہ ہوئے - ۲۷ فروری
مع الخیر والعمافیہ شہر حیدر آباد میں داخل ہوئے - اُس وقت تمام رعایا و اہل شہر نے
بہت خوشی منائی - اسٹیشن سے شہر تک درو دیوار نقش نگار سے راستہ
کئے تھے - جا بجا کمانین بنوائیں تھی - سڑک کے دونوں طرف سبز چمنڈیا
قائم کیں تھیں - اور رات کو تمام شہر میں روشنی کی گئی تھی - اعلیٰ حضرت نے علما
و فقرا کو ہمیشہ انعام عطا کیا -

اعلیٰ حضرت کا دورہ بطریق سیر انچور و گلبرگہ و اورنگ آباد
پندرہویں سنہ علوی میں اعلیٰ حضرت مع نواب مختار الملک بہادر اول مع
مصاحبین ۲۷ مارچ ماہ صفر سنہ ۱۲۸۱ ہجری میں گلبرگہ تشریف فرما ہوئے -
گلبرگہ میں پہنچ کے قلعہ و تعمیرات قدیمہ کو دیکھ کے تعجیلت جدیدہ جنگو نواب
اکرام احمد خان المخاطب نواب یار جنگ بہادر نے تعمیر کی تھیں - مثلاً گلزار جو
بازار آصف گنج - و باغ گلشن وغیرہ دیکھ کر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا - اور
مجس کے دارالصنائع کو بھی ملاحظہ کیا - نواب یار جنگ نے آپ کی تشریف آوری
کی تقریب میں شہر کو آرائش سے آراستہ کیا تھا - اور رات کو شہر میں روشنی
کی گئی تھی - آپ کی تشریف آوری کی بجا خوشی منائی تھی - اور تین روز اعلیٰ حضرت

گلبرگہ میں رونق افروز رہے۔ اور ۲۹ تاریخ ماہ مذکور میں تعلقہ ضلع و عدا ضلع و خزانہ کا ملاحظہ فرمایا۔ دفاتر کی درستی و خزانہ کی حفاظت دیکھنے کے بہت خوشی ظاہر کی۔ پھر محبوب گلشن چڑیا خانہ و مکان کلب کو اپنی رونق افروز سے زیب دی غرہ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری گلبرگہ سے اورنگ آباد روانہ ہوئے۔ وہاں رونق افزا ہوئے بزرگان سلف اولیائے کرام و جدا علی اصبحاہ اول مرحوم بانی ریاست آصفیہ بادشاہ عالمگیر خلدیگان کی زیارت کی ہر ایک بزرگ کی درگاہ کے سجادہ و محراب کو انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ اور بزرگوں کے قبور پر غلاف چڑھائے اور شرفیاء نذرین۔ علما و فقرا کو خیرات و صدقات سے ممتاز فرمایا۔ ۱۴ تاریخ اورنگ آباد سے مع الخیر و العافیت حیدرآباد میں داخل ہوئے۔ تشریف آوری کے روز اہل شہر نے بموجب باقی حسن عقیدت سے بہت خوشی منائی۔

اب وہ زمانہ قریب تھا کہ اعلیٰ حضرت مہات سلطنت و اقتدار و اختیار ملکیت کی باگ اپنے اختیار میں لیں۔ یکایک مختار الملک بہادر اہل کی وفات حسرت آیت کا واقعہ پیش آیا۔ ۱۳۳۱ ہجری میں ڈیوک آف میکلزک بطریق سید حیدر آباد میں آیا۔ نواب مختار الملک بہادر نے آپ کی دعوت کا اہتمام میر عالم کے تالاب پر کیا دعوت میں صاحب لیشان ریڈنٹ صاحب فسران فوجی بھی مدعو تھے اسی دعوت کے جلسہ میں یکایک دہی رات کو سوہرہ ضمی سے نواب صاحب کی طبیعت علیل ہو گئی۔ ڈاکٹری و یونانی معالجہ کیا گیا مگر کچھ مفید نہیں ہوا۔ آخر ۲۹ تاریخ ماہ ربیع الاول ۱۳۳۱ ہجری بروز پنجشنبہ ساڑھے سات بجے شام فوت (۵۶) برس کی عمر میں عالم آخرت کو روانہ ہوئے۔ بروز جمعہ دس بجے میر دائر میں

مدفون ہوئے۔ اس زیر نامور کی رحلت سے اہل کن کو سخت سوچ و الم ہوا۔ اور جو شخص
کو اس حادثہ عظیم کا نہایت ہی اندوہ غم ہوا۔ جب جنازہ مرحوم کا پورا فی حویلی کھینچ
سے گذرا تو آپ جنازہ کو دیکھنے کے آبدیدہ ہوئے۔ مرحوم کے دونوں فرزند زندہ دلوں
تھے۔ جنازہ کے ساتھ خلائیق کا ہجوم عین پچیس برس سے زیادہ تھا۔ شہر میں گھر گھر
گہرام چمکیا تھا۔ ہر ایک کو چہ و بازار میں محشر کا سما نمایاں تھا۔ نوحہ و گریہ کا شور
و غل فلک الافلاک تک پہنچا تھا۔ مرحوم کے بعد راجہ نرہند پرشاد بہادر منصرمانہ
مدار المہامی پرست رہے۔

سفر کلکتہ واقعہ ۱۳۰۱ھ ہجری

حب لطلب میرے گورنر جنرل لارڈ رین صاحب سولہ تاریخ ماہ صفر ۱۳۰۱ھ ہجری
روز دوشنبہ شہر حیدر آباد سے کلکتہ روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ امرے ذیل تھے
مہاراجہ پیشکار بہادر۔ نواب شمس الام بہادر۔ نواب قار الام بہادر۔ نواب ظفر جنگ
بہادر۔ نواب میر لائق علیخان فخر الملک ثانی۔ نواب میر سعادت علیخان
منیر الملک۔ فخر الملک بہادر۔ نواب اکرام جنگ بہادر۔ نواب قدیر جنگ بہادر
نواب سرور جنگ بہادر۔ نواب فخر جنگ بہادر۔ راجہ مرلی منور بہادر۔ راجہ
گرو دھرم پرشاد بہادر۔ نواب میر شمس علی صاحبزادہ۔ نواب میر نور علی
صاحبزادہ۔ حکیم الحکیم میر وزیر علی صاحب۔ ڈاکٹر صفدر علی صاحب۔
سی کلارک صاحب بہادر۔ وکٹس صاحب بہادر۔ ڈاکٹر صاحب بہادر وغیرہ تھے
آپ ۲۰ تاریخ ماہ مذکور کلکتہ میں مع النجیوالعافیہ پہنچے۔ تو پانچاںہ شنبہ سے
۲۱ ضرب توپوں کی سلامی ادا ہوئی۔ آپ گورنر جنرل بہادر ہند سے ملے

دیر تک باہم مکالمہ ہوتا رہا۔ گورنر جنرل بہادر آپ کی تقریر و چستی دیکھ کر بہت
 خوش ہوئے اور فرمایا کہ آپ تخت نشینی و حکمرانی کے لائق ہیں۔ اس مبارک
 کرے۔ آپ ربیع الاخریٰ میں تخت نشین کئے جائیں گے۔ آپ نے شکریہ ادا کر کے
 فرمایا آپ ہی حیدر آباد تشریف لائے۔ اور محکو شرکت جلسہ تخت نشینی سے خوش
 کیجئے۔ گورنر بہادر نے خوشی سے آپ کی دعوت قبول کی۔ زبان مبارک سے فرمایا
 میں ضرور حیدر آباد آؤں گا۔ دربار برخواست ہوا حضور رخصت ہوئے فرودگاہ پر گئے
 ۱۹ ماہ صفر سنہ مذکورہ میں محمد رحیم الدین خان و نصیل الدین خان حیدر میسوریہ۔ و
 جہا نقدر مرزا محمد علی لکھنویہ و نواب عبداللطیف خان بہادر سی امی اے نائبان
 صدر کمیٹی انتظامی و جماعت اسلامی مجلس مذاکرہ علمیہ کلکتہ بذریعہ ڈاک صاحب بہادر
 اعلیٰ حضرت سے ملے اور تہنیت نامہ خیر مقدم پیش کیا۔ آپ نے ادریس منظور کر کے
 سبکا شکریہ ادا کیا۔ اور حسب کم منجانب اعلیٰ حضرت سرور جنگ بہادر نے ڈریس کا
 جواب نہایت محبت آمیز فقرات میں ادا کیا۔ بعد ازیں جماعت مذکور رخصت ہوئی
 ۱۱ ربیع الاول سنہ مذکور میں اعلیٰ حضرت کلکتہ سے مراجعت کر کے حیدر آباد میں مع تخریر
 جس روز اعلیٰ حضرت شہر میں داخل ہوئے۔ اس وقت شہر کا کوچہ و بازار رشک گلزار تھا
 اسٹیشن سے اعلیٰ حضرت کے محلسہ تک سڑک کے دونوں طرف شمع و سبز چنڈیاں
 آویزان کئے تھے اور چند کمافی دروازے بنائے تھے۔ رات کو روشنی بھی کی گئی تھی
 اس زمانہ میں روز نوروز اور رات شہرت تھی۔ یہ تمام آرائش و تکلف مالی شہر کھریف
 سے تھا۔ سب نے کیا امیر و کیا فقیر آپ کی تشریف آوری کی خوشی حسن عقیدت صدا
 محبت سے منائی تھی۔ اس وقت شہر کے در و دیوار سے پہرہ نہایت ہو رہا تھا کہ کب عایا

اپنے بادشاہ و ممالک کے ساتھ کس قدر جان نثار و فرمان بردار ہے ۔
 تشریف آوری لارڈ رین گورنر جنرل ہند
 بہترین شہنشاہی اعلیٰ حضرت اقدس خلد اللہ ملکہ

۲۸ ربیع الاولیٰ ۱۲۳۵ ہجری میں لارڈ صاحب مع اپنی لیڈی صاحبہ کلکتہ سے
 جہاز پر سوار ہو کے برآمد ہوئے دوسری تاریخ ربیع الاخریٰ سنہ مذکور میں مدراس پہنچے
 تیسری تاریخ ماہ مذکور دن کے بارہ بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین حیدرآباد روانہ ہوئے اعلیٰ حضرت
 کی طرف سے مہاراجہ نرسنگھ پرنسپل بہادر منصرم مدراس المہام و نواب میر لائق علی خان بہا
 مختار الملک ثانی استقبال لارڈ پھونکے ۔ چوتھی تاریخ شام کے ساڑھے چار بجے
 گورنر جنرل صاحب بہادر مع لیڈی صاحبہ حیدرآباد میں پہنچے ۔ لارڈ صاحب کے
 اترتے ہی ۳۱ ضرب توپوں کی سلامی سہر ہوئی ۔ اعلیٰ حضرت پانچ منٹ پہلے اسٹیشن
 پر پہنچ گئے تھے ۔ امیر کی دو دیگر امرائے ریاست ہمراہ تھے ۔ کل سولہ امرائے برگزیدہ
 ساتھ تھے ۔ اول تعظیمی گارڈ نے سلام ادا کیا ۔ اور بیٹھ بچھ لگا ۔ اعلیٰ حضرت نے آگے بڑھے
 و سیرائے ولیڈی صاحبہ سے ہاتھ ملایا ۔ و سیرائے نے اعلیٰ حضرت سے ملنے کے بعد
 امرائے مصافحہ کیا ۔ پہرچ کر پے پر سوار ہو کے الوال روانہ ہوئے ۔ ۶ ربیع الثانی
 سنہ صدر میں دن کے چار بجے لارڈ صاحب مع چند یورپین مغزین اعلیٰ حضرت
 کی ملاقات بازوید کے لئے مجلسائے آصفیہ میں رونق افزا ہوئے ۔ الوال سے محکمہ
 شہر پر کو توالی کا کمال متظام تھا کوئی آمد و رفت نہیں کر سکتا تھا ۔ پولس کا متظام
 عمدہ تھا ۔ محمد عنایت حسین خان بہادر کو توال و محمد رستم علی خان ناگڑ صدر متظام کو توالی
 و دیگر افسران فوجی اتہام و انتظام میں سرگرم تھے ۔ جب سیرائے بہادر مجلسائے آصفیہ

داخل ہوئے تو پچانہ آصفی سے ۳۱ ضرب توپوں کی سلامی ادا کی گئی۔ اعلیٰ حضرت نے دروازہ استقبال کیا۔ گورنر صاحب نے اعزاز کے ساتھ ملاقات کی تھوڑی دیر کے بعد قیام گاہ پر مراجعت کی۔

جشن ہتہابی یعنی راکھوالا روضہ صاحب معززین یورپین و امریکی عورتوں کا جلسہ جشن مسند نشینی کے روز راکھو جناب گورنر جنرل ہند لارڈ رین صاحب بہادر گورنر مدراس و کمانڈر انچیف بہادر ہندو غیر ہم معززین یورپین و امرائے ریاست کی دعوت کی تیاری شروع ہوئی۔ دیوان عام میں فریش زرین و قالین ہائے رومی و فرنگی و ایرانی بچھائے گئے دیواروں و دروازوں پر زربفت و کھجوا کے پردے لٹکائے گئے۔ اور چہت رنگین وزرین طلسم آراستہ کیا گیا۔ اور کرسیاں طلائی و نفرتی اور کوچہ جنیر زربفت و محفل کے گدے و کٹے تھے ترتیب سے جائے گئے۔ اور روشنی کے لئے بلورین جہاز و فانوس النور و جوہر آویزاں کئے گئے۔ اور دیواروں پر دیوار گیریاں لگائی گئیں۔ تمام شہر میں باشندگان شہر نے جوش مسرت و حسن عقیدت اپنے گہروں میں خوب روشنی کا انتظام کیا تھا۔ چار منار پر چاروں طرف دو وقیندین بجلی کی روشنی کی تھیں۔ افضل گنج کے پل سے احوال تک تقریباً پانچ کوس کا فاصلہ ہے۔ بارہ رستہ میں دو طرفہ گلاسوں کی روشنی کی گئی تھی۔ شام ہوتے ہی روشنی کی گئی کثرت روشنی سے رات دن معلوم ہوتی تھی۔ اور گلزار حوض میں جو نو آفر چھوٹے تھے اہل نظر اس سے وجد کا لطف فرہ پاتے تھے۔ دربار عام میں نہایت ترتیب سے بندید کے ساتھ کہاٹے میز پر چنے کئے تھے۔ شاہی باورچیخانہ میں اقسام اقسام کے کھانے ہندی و انگریزی تیار کئے گئے تھے۔ قریب ٹھہرے گورنر جنرل بہادر گورنر مدراس

دکنانڈرا پچھنے بہادر مندو غیر ہم مخزین یورپین وامرے دولت بادشاہی محل
میں رونق افزا ہوئے۔ قریب دس بجے کہانے سے فارغ ہوئے۔ پہر آتش بازی
شروع ہوئی۔ انواع انواع کی آتش بازی چھوڑی گئی۔ اسکے بعد اعلیٰ حضرت نے ویرا
بہادر کو پہلون کا ہار پہنا کر عطر دیا۔ قریب بارہ بجے جلسہ برخواست ہوا۔ گورنر جنرل
بہادر وغیرہم رخصت ہوئے۔ اس مجلس دعوت میں دوسو دعوتی تھے۔

اعلیٰ حضرت خلد اسد ملکہ کے حکمرانی کا جشن

ساتویں تاریخ ربیع الثانی بروز سہ شنبہ صبح کیوقت ۱۲۰۰ ہجری میں عظمت
و شان کے ساتھ مسند نشینی کا جشن منعقد ہوا۔ تمام شہر آرائش سے سجایا گیا تھا
سڑک پر دونوں طرف سبز و سبز جھنڈیوں کے پھیرے لہرا رہے تھے۔ اور ہر طرف
خوشی کے نقارے بے سچ رہے تھے۔ دارالامارت میں ایک طرف جشیوں کا رسالہ۔ دوسرے
طرف جمعیت بمسک کا گروہ دورویہ ترتیب کے ساتھ صف بستہ راستہ پیرتہ کھڑے
تھے۔ بیرون محکمہ سڑک پر جمعیت باقاعدہ و رسالہ سوار و پیادہ حسن ترتیب کے
دو طرفہ قیام پذیر تھے۔ افسران کو تو الی نے ہر طرف ناکہ بندی کر دی تھی۔ سڑک کے
میانہ و بگی و سواری کا گزرنا دشوار تھا۔ بلکہ پیدل ہی روکے جاتے تھے۔ ہر طرف
تاشائیوں کا ہجوم تھا۔ سڑکوں پر پانی چھڑکا گیا تھا۔ اسوقت شہر کیا تھا ؟
رشتہ کم تھا۔ درودیوار سے سورہ سرور کا عالم نظر آتا تھا۔ کوچہ و بازار میں نور علی نور
دکھائی دیتا تھا۔ حسب کم اعلیٰ حضرت نواب جان نثار جنگ نے دوسو جوان باقاعدہ
میسرہ کی جمعیت بطرز جدید سلامی ادا کرنے کے لئے مع بیانڈہیر و نی گیسٹ کے و برو
ایستادہ کیا تھا۔ دربار آراستہ ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت و تمام مارڈ صاحب کے منتظر تھے

یکا یک ٹپکٹس بجے صاحب لیشان زریڈنٹ صاحب مع سپہ سالار ہند آئے۔ اور
 سوا دس بجے سپہ سالار مدراس مع لیڈی صاحبہ اسٹاف۔ بعد ازاں گورنر صاحب
 مدراس مع لیڈی صاحبہ اسٹاف۔ پھر چیڈ منٹ کے بعد لارڈ رین صاحب گورنر جنرل
 ہند چوڑے پر سوار مع دو سو سوار توپخانہ شاہی آئے۔ جب رالامارہ میں پہنچے تب
 اعلیٰ حضرت مع امرے عظام استقبال کے لئے گئی تگ آئے۔ مصافحہ کر کے اپنے ساتھ
 محل شاہی میں لائے۔ حاضرین دربار تمام تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ توپخانہ آصفی سے
 ۳۱ ضرب کی سلامی ادا ہوئی۔ اعلیٰ حضرت و گورنر جنرل بہادر مدظلہ کرسیوں پر رونق افروز
 ہوئے۔ اور ارکان دولت حسب مرتبہ کرسی نشین ہوئے۔ ابھی پانچ منٹ نہیں گزرے
 کہ گورنر جنرل بہادر کھڑے ہوئے۔ تمام حاضرین دربار بھی کھڑے ہو گئے۔ اولاً
 لارڈ صاحب نے مختار الملک بہادر مرحوم کے طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ افسوس یہ جلسہ ایسے
 شخص سے خالی ہے جو اسکی تمنا میں گذر گیا۔ سرکار انگلینڈ کا محسن و سرکار نظام کا
 خیر خواہ تھا۔ ثانیاً فرمایا رعایا کو بادشاہ کی طاعت میں ہر وقت مستعد رہنا چاہئے
 اور بادشاہ کو رعایا پر ایسی شفقت کہنی چاہئے۔ جیسے والدین اپنی اولاد کے ساتھ
 مگر انصاف اس شفقت کا جزو اعظم ہے۔ الخ یہہ اسپچ طویل ہے۔ آپ کے تاریخی حال میں
 گزارش کیجا سکی۔ لارڈ صاحب اسپچ تمام کر کے بیٹھ گئے۔ ایک یورپین افسر نے کھڑکی
 اسپچ کا پورا ترجمہ فارسی زبان میں حاضرین دربار کو سنایا۔ مختار الملک بہادر مرحوم کا
 افسوس سنکے حاضرین و اعلیٰ حضرت کو بہت رقت ہوئی۔ ۲ اللهم اغفر لہ
 ترجمہ ختم ہونے کے بعد اول لارڈ صاحب کرسی سے اُٹھے۔ پھر حضور بھی کھڑے ہوئے
 اعلیٰ حضرت کو منہ کے جانب لیکے اور حضور کی کمر میں تلوار باندھ کر فرمایا کہ اے ملک موعظہ

کے طرف سے سلطنت کے پورے اختیار حاصل ہوئے۔ مبارک ہو۔ تمام یورپین لیڈروں نے آپ کے پاس جا کے درجہ بدرجہ مبارکباد دی۔ یہودیوں کے بارو عطر دان تقسیم کئے گئے۔

اعلیٰ حضرت کی تقریر

اعلیٰ حضرت نے لارڈ صاحب کے جواب میں کہڑے ہوئے فرمایا۔ میں نہایت خوش ہوں کہ مجھے حیدر آباد میں آپ کے خیر مقدم کا موقع ملا۔ اگر آپ میری مسند نشینی میں شریک نہوتے تو مجھے اور میری رعایا کو بہت افسوس ہوتا۔ بیشک یہ شرف ہم کو اس سبب سے حاصل ہوا کہ آپ کو اس ریاست کی بہبود ہی کا بہت خیال ہے۔ اور مجھ سے آپ کو ذاتی محبت ہے۔ یہ امر خوب ثابت ہو گیا۔ اور میں کہتی ہوں لوگ کہ آپ فون صاحب کو گورنر جنرل بہادر۔ اور گورنر ریڈر اس کے یقین جانیں کہ میں دونوں کے احسان کو خوب سمجھتا ہوں اور توقع رکھتا ہوں کہ آپ میری دلی شکر گزاری کو کہ آپ نے میرے لئے اتنے سفردور دراز کی رحمت اٹھائی۔ اور یہاں تک قدم رنجو فرما کے میری مسند نشینی کی رسم میں شریک ہو کر مجھے شرف مندو کیا۔ کہ قبول فرمائیں گے۔ میری حکمرانی میں آئندہ کیلئے یہ چہا شکون ہوا۔ اور میں خوشی سے تسلیم کرتا ہوں کہ وہ اتحاد جو ماہین سرکار انگریزی اور میرے بزرگوں کے چلا آتا ہے اس موقع پر تازہ ہو گیا۔ اور جو نصیحتیں آپ نے ابرہہ شفقت مجھے کی ہیں۔ میں انکو بڑی خوشی کے ساتھ قبول کرتا ہوں۔ اور ہمیشہ کوشش کروں گا کہ ان معاملات میں جنکو اس ملک کی بہبودی اور ترقی سے تعلق ہو۔ آپ سے اور سرکار انگریزی سے جسکے آپ ایک معزز سردار ہیں صلاح لیا کروں گا۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ ان باتوں کے خیال کہنے میں میرا اور میری رعایا دونوں کا فائدہ متصور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ جہاں تک ممکن ہو جلد میرے اتحاد و وفاداری کی خبر قبضہ سند کو پہنچائیں گے۔ اس کے بعد

برخواست ہوا۔ اور گورنر جنرل صاحب غیر ہم خصت ہوئے۔ پہرہ و بجے اسی عظام
دار کاں دولت نے نذرین پیش کیں۔ اور خطابات و مناصب سے سرفراز ہوئے۔

نواب میر لائق علی خان بہادر کو سالار جنگ منیر الدولہ خطاب خدمت وزارت ہفت عدد
جو اہر سے سرفراز فرمایا۔ اور بیسوات علی خان بہادر کو غیور جنگ شجاع الدولہ خطاب خلعت
وہ جو اہرات سے ممتاز۔ اور راجہ نرہندر بہادر کو مہاراجہ خطاب منصبیت ہزار می پنج ہزار
سوار و علم و نقارہ و پاکلی جہاز و دار۔ اور نواب ظفر جنگ کو شمس الدولہ۔ و نواب امام جنگ
کو خورشید الدولہ اصل و اضافہ منصب چار ہزاری و نہ ہزار سوار۔ علم و نقارہ

اعلیٰ حضرت خلد املاک کے شکار کا ذکر

اعلیٰ حضرت کے مزاج میں قدرتی چستی و چالاکی ہے۔ فن سپاہگری سے آپ کو خاص سے
مناسبت و دلچسپی ہے۔ بندوق کی نشانہ زنی میں بے نظیر۔ اور نیز و انداز می سواری
اسپ میں بھی ممتاز ہیں۔ جہنا شکے پولو و لانٹینس و چوگان بازی وغیرہ میں فرد فرید
نشانہ زنی میں کبھی خطا نہیں کرتے۔ شکار کے شائق ہیں آپ نے اکثر شیر و ن کو شکار
کیا ہے۔ اور آپ جفاکش و قومی ل ہیں۔ شکار کی وقت اکثر جنگل و جھاڑیوں میں گڑ کے
موسم میں شکار کے ناک میں ایسے جھے ہیں کہ ہوک پیاس کی کچھ پروا نہیں کی۔ بعض
مصاحبین تن پرور گریا کے موسم میں مضطرب محال ہوتے تھے۔ لیکن اعلیٰ حضرت کے خوف سے
دم نہیں مار سکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی لیری و جفاکشی کی کہہ کے چارنا چا جفاکش و دلیر تھے
اکثر اوقات شکار کو گئے ہیں۔ اور ہر ایک وقت میں متعدد شکار کئے ہیں۔ آپ نے شکار کے
موقع میں مظلومین کی داورسی بھی کی ہے۔ آپ کی طبیعت عالی میں انتظام سلطنت کا
جوش اور ملک کی آبادی و رعایا کی آسودگی کا ولولہ موجزن ہے۔ آپ کا شکار کیلئے بڑے بڑے

گو یا رعایا کی داورسی کرنا ہے۔ ظاہر میں شکار کا نام تھا لیکن واقع میں ملک کی بہتری
 و رعایا کی آسودگی مطلوب ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ سولہ تاریخ ماہ شعبان ۸۳۲ ہجری
 میں بروز سہ شنبہ شکار گاہ موضع میلواڑہ کے طرف مع صاحب ایشان زرینڈیٹ صاحب
 بہادر و نواب مختار الملک ثانی و نواب افسر جنگ بہادر و نواب محبوب یا ر جنگ بہادر
 مع خدم و حشم روانہ ہوئے۔ صبح کی وقت ناوندگی کے اسٹیشن پر سواری پہنچی۔ پہر
 وہاں سے سواری اسٹیشن خیمہ گاہ موضع مذکور میں رونق فروز ہوئے۔ وہاں
 پہنچتے ہی اعلیٰ حضرت شکار گاہ کے طرف متوجہ ہوئے۔ اور ایک شیر کو ضرب بندوق سے
 مار ڈالا۔ اُسی روز راستہ میں ایک مقام پر رعایا نے استغاثہ پیش کیا۔ آپ نے مستغیثین
 کی درخواستیں لے لیں اور مدارالہام کو ان مظلومین کی داورسی کے لئے ہدایت کی
 جب شام کو صاحب ایشان زرینڈیٹ صاحب بہادر بارگاہ آصفی میں باریاب
 ہوئے اور حضور کی سلامتی کا جام نوش فرمایا۔ اور کھڑے ہو کر مبارکباد دمی اور فرمایا
 بڑی خوشی کی بات ہے کہ اعلیٰ حضرت نہ صرف شکار کے لئے برآمد ہوئے ہیں بلکہ شکار
 کے ساتھ ملک کی رفاہیت کے طرف بھی توجہ فرماتے ہیں۔ مجھے امید قومی ہے کہ
 جب سواری مبارک شکار گاہ رونق فروز ہوگی۔ جس قدر حضور شیر و نکا شکار فرمائیں گے
 اسی طرح ملک کی شکایتیں بھی دور ہو جائیں گی۔ اور میں زیادہ اس بات کا شکر ریا واکرینا
 کہ شکار گاہ میں شکار سے محفوظ ہوا۔ اور حضور کی مہمانی و مدارات سے آرام پایا۔ اُنہی کلموں
 اعلیٰ حضرت نے زرینڈیٹ صاحب کے طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں بھی شکور ہوں کہ
 آپ نے میری صحت کا جام نوش فرمایا۔ اور مبارکباد دمی۔

۸۳۲ ہجری میں بذریعہ لاٹری پین صاحب رنجنہل ہند ملک خط قیصر ہند کے طرف سے

اعلیٰ حضرت کے لئے کی ٹائٹ کرینڈ کماڈ اسٹار آف انڈیا کی خطاب آیا۔ بارگاہ عالی

میں خریطہ پیش ہوا۔ کونسل اسٹٹ کا ذکر

تاریخ سلخ ماہ ربیع الثانی ۱۳۳۶ ہجری میں اعلیٰ حضرت نے کونسل اسٹٹ قائم کی پہلا جلسہ پرانی جوہلی راحت محل میں ہوا۔ میر مجاہد حضور پر نور ہوئے۔ اور اراکین مندرجہ ذیل قرار پائے۔

نواب سالار جنگ منیر لدولہ مدار المہام۔ راجہ راجایان مہاراجہ نرند ہر پرت و بہادر
نواب شمس الامراء میر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ نواب بشیر لدولہ امیر کبیر سمان جاہ بہادر
نواب وقار الامراء اقبال الدولہ بہادر۔ نواب شمشیر جنگ بہادر۔ نواب شہا جنگ
افتخار الملک بہادر۔ نواب فخر الملک بہادر۔ مولوی سید حسین صاحب الملک مجلس
اعلیٰ حضرت میر مجلس اجلاس فرما کے اراکین مع صوفیہ کے روبرو زبان مبارک فرمایا
کہ آج شاید حیدر آباد کی تاریخ میں یہ اول روز ہے کہ یہاں کے امرا بالاتفاق برقی
کے سامنے سرکاری کاموں میں مدد دینے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ مہری بڑھی شہی
و آرزو تھی کہ یہ کونسل مقرر ہو جائے۔ مجھے امید قوی ہے کہ جن امرا کو میں نے انتخاب
کیا ہے ان سے مجھ کو اور میرے ملک بہت مدد ملیگی۔ اور میں یہ بہ ہی امید رکھتا ہوں کہ آپ
لوگ اپنے ذاتی اغراض کو سرکاری امور میں راہ نہ دینگے۔ اور سب ملکر بالاتفاق کام
کرنیکے۔ آپ لوگ گرچہ اپنی تو اپنے ملک کی بہت بہتری کر سکتے ہیں۔ اور ملک کی
بہلائی گویا میری بہلائی اور عین اپنی بہلائی ہے۔ اور مجھے یہ پہلی امید ہے کہ آپ لوگ
ہر مقدمے میں نیک جیتی اور خیر خواہی کے ساتھ آواز اٹھائیں گے۔ آپ لوگ

یقیناً جانیں کہ مجھے ہر فرقے اور ہر گروہ کی رعایت مد نظر ہے۔ میں نہیں چاہتا ہوں کہ کسی کے واجبی حقوق تلف ہو جائیں۔ میں سرکار اور رعایا دونوں کے حقوق کی یکساں حفاظت کروں گا۔ اور مہینے میں دو بار ہفتہ کے روز کو نسل منعقد ہو اگر کی انتہی کلامہ۔

نواب شمشیر جنگ بہادر نے اجازت کے بعد عرض کیا۔ آج بڑا دن مبارک ہے۔ آج وہ دن ہے کہ ہمارے قدردان جو ہر شناس خداوند نعمت کو خدا تعالیٰ نے ہمارا سر کر کے ہمارے سروں پر انکا سایہ ڈالا ہے۔ اب ہمارے جو پرکھ لیں گے۔ اور ہماری قدردانی ہوگی۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

مجلس انتظامی صرف خاص کا انعقاد

حکام علی حضرت غزہ محرم ۱۳۳۱ ہجری میں مجلس انتظامی صرف خاص منعقد ہوئی اسکے میں مجلس اسی کارک صاحب بہادر نائب میر مجلس نواب اکرام جنگ الدولہ بہادر اور نواب فیروز جنگ بہادر۔ اور معتمد مجلس مولوی سید یوسف الدین صاحب ہوئے صرف خاص کے تعلقات کے خارج دماغ کل انتظام اسی مجلس کے متعلق کیا گیا۔ مگر تہہ سے ہی روز کے بعد مجلس برخواست ہو گئی۔ اور مولوی سید عبدالرزاق صاحب مخاطب بہ آصف نواز الملک بہادر خدمت معتمدی صرف خاص پر مقرر ہوئے۔ صرف خاص کا کل انتظام معتمد صاحب کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب تازہ زندگی انتظام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ صرف خاص کا انتظام بدستور قدیم جو معتمد مقرر ہوا سیکے تفویض ہوا ہے

اعلیٰ حضرت کا سفر نیلگیری

اعلیٰ حضرت تیسری سب تہذیب بن و ہوا۔ رجب ۱۳۳۱ ہجری نیلگیری کے طرف روانہ ہوئے

آپ کے ہمراہ امرے ذیل تھے۔

اعظم الامراء امیر اکبر نواب بشیر الدولہ سر آسمانجاہ بہادر۔ نواب عطاء نواز جنگ بہادر
منیر نواز جنگ بہادر۔ و عطاء الملک بہادر۔ و محبوب یار جنگ بہادر۔ و نواب فخر جنگ بہادر
و حکیم حکم بہادر۔ و فتح نواز جنگ بہادر۔ و آغا سید علی شوشتری۔ و راجہ مرلی منوہر بہادر
و غیر ہم تھے۔ تقریباً دو مہینے وہاں بسر کر کے سولہ تاریخ ماہ رمضان سنہ مذکور میں اپنے

اعلیٰ حضرت کا سفر مدراس کی طرف

اعلیٰ حضرت۔ لارڈ ڈفرن گورنر جنرل بہادر کی ملاقات کے لئے ۲۴ تاریخ جمادی الاولیٰ
سنہ ۱۳۰۳ ہجری میں مع نواب مختار الملک بہادر مدار المہام۔ و صاحب لیتان زریڈنٹ
صاحب و نواب شمس الامراء امیر کبیر خورشید جاہ بہادر۔ و نواب قارالامر بہادر۔ و نواب
عطاء الملک بہادر۔ و نواب فخر جنگ بہادر۔ و نواب محبوب یار جنگ بہادر۔ و مختار یار جنگ بہادر
و منیر نواز جنگ بہادر غیر ہم مدراس روانہ ہوئے۔ ۲۵ تاریخ ماہ مذکور روز جمعہ شبہ مدراس میں
مع انجیر پہنچے۔ پندرہویں پلیٹن کے سوجوان تعظیماً مع بیانیڈ و نشان اسٹیشن پر کھڑے ہوئے
تھے۔ اعلیٰ حضرت کے پہنچنے ہی ۲۱ ضرب توپ سلامی کی سہ ہون میں۔ اور تعظیماً کڑی سلامی
ادا کی۔ اعلیٰ حضرت ریل سے اتر کے بیگم صاحبہ زوجہ نواب کرناٹک کے عہدہ باغ میں
فرود گشت ہوئے۔ دوسرے روز مع وزیر و چند امرے دولت گورنر جنرل بہادر کی ملاقات
کے لئے گورنمنٹ ہوس میں تشریف فرما ہوئے۔ گورنمنٹ ہوس میں ۲۱ ضرب سلامی
کی توپیں شلک ہوئیں۔ ملاقات کر کے فرود گاہ پروا پس گئے۔ اسی روز شام کے
ساتھ ہی پانچ بجے گورنر جنرل بہادر ہی فرود گاہ پر بازو دید کی ملاقات کے لئے آئے
ملاقات کر کے رخصت ہوئے۔ ۲۷ جمادی الاخریٰ سہ پہر کے وقت حضور کیڈمی صاحبہ

توفرن سے ملاقات کی۔ اور ۲۸ جمادی الاول دن کے گیار بجے اعلیٰ حضرت نے گورنر صاحب راس سے ملاقات کی اسی روز شام کے ۴ بجے گورنر صاحب راس سہرہ باغ میں آئے۔ اور حضور سے بازید کی ملاقات کی۔ مدراس میں سرکار انگریزی و اہل اسلام نے حضور کی بے انتہا مدارات و تعظیم کی۔ اور وہاں سے اہل اسلام اہل صنایع تہنیت بنا کر پیش کئے۔ حضور نے ان کے جواب میں فرمایا وہوھذا

میں بہت مسرور و خوش ہوا۔ کہ اہل مدراس نے میرے آنے سے ایسی خج شدی و حسن عقیدت ظاہر کی میں۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ یہاں کم اقامت کی بہت خوشنمایدگار اپنے ہجرہ لیجاؤنگا۔ انتہی کلام ہم۔

آپ نے مدراس میں پانچ ہزار روپیہ کمشنر پولس کے ذریعہ سے عباد و فقرا پر تقسیم کیا۔ ۲۸ جمادی الاول عہدہ باغ میں کثرت سے روشنی ہوئی۔ اور کثرت سے آتش بازی چھوڑی گئی۔ بیگم صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کی ضیافت تکلف و تجل سے کی۔ گورنر جنرل ہند ۲۷ ماہ مذکور کلکتہ گئے۔ بتاریخ سلج جمادی الاول اعلیٰ حضرت مع مصاحبین حیدر آباد روانہ ہوئے۔ غرہ جمادی الثانی کو مع الخیر و انعامیہ دارالریاست میں پہنچ گئے۔ امرائے ریاست و جمعیت استقبال کیلئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ پولیس انتظام درست تھا اعلیٰ حضرت کے شمال و مشاغل

آپ کے فضائل و شمائل پسندیدہ ہوتا ہیں۔ اگر پورے پورے لکھیں جا میں تو کتاب ایک فتر ہو جائے بنابرین میں قلیلے از کثیر و عشر عینہ مجلا بطور گوشوارہ گذارش کیا ہوں آپ جب تخت نشین ہوئے۔ اور مالک کن کے انتظام کی باگ اپنے دست قدرت میں لی نظم و نسق کے عہد کو فخر و زار کرنے لگے تو ریاست کی درستی و رعایا کی بہتری میں جہت

مہر و ہرے۔ اس وقت سے اب تک برابر فادہ عام کو مد نظر رکھتے ہیں۔ خلایق کی دادرسی
 میں توجہ فرماتے ہیں۔ مستحقین کے حقوق خواہ اہل اسلام خواہ اہل صنّام سے ہوں برابر
 ادا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک فریق کو درجہ مساوات میں رکھتے ہیں۔ معاملات میں توسیط کا
 طریق ملحوظ رہتا ہے۔ افراط و تفریط سے منکر ہوں دور رہتے ہیں۔ داد خواہوں کی داد
 و فریاد سنتے ہیں مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے بچاتے ہیں۔ آپ ہی عدل انصاف
 و بدل و الطاف کی برکت ہے کہ تمام اہل کن خوشحال و فانیع البال ہیں۔ آپ کے
 سایہ ہمایوں پایہ میں آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر ایک فرد بشر شکر گزار ہے۔ کوئی
 شاکہ نہیں۔ آپ کی ذات بابرکات فضائل جمیدہ و شمائل پسندیدہ سے موصوف
 ہے۔ عدالت و حکمت و شجاعت و سخاوت میں معروف ہیں۔ اگر میں آپ کو نوشیروان
 عادل و تعان حکیم و رستم زال و حاتم و معن بن زائدہ و اسحاق بے برادر سے مشل کروں
 میری تمثیل و تشبیہ بجا نہ ہوگی۔ مان اگر یہ کہوں کہ آپ نجم عدل و حکمت و مثل نعمت
 و سخاوت ہیں تو بجا نہ ہوگا۔ آپ بکریم و بحر سخاوت ہیں آپ کے جوان نعمت و آب حیات
 سیراب شاداب ہیں کیونکہ انہوں آپ کے نسب کا سلسلہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی
 ملتا ہے۔ اور شیخ کا سلسلہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منہی ہوتا ہے
 بزرگان سلف کی برکت سے آپ کے خاندان میں اکثر صاحبان علم و عمل اہل مد کمل ہوئے ہیں
 علم و فضل اور ہدایت خلق و افادہ عوام الناس کے خاندان کی موروثی فطری صفات
 نسلاً بعد نسل یکے بعد دیگرے علم و فضل و معرفت و ہدایت کی کرسی پر جلوہ افروز
 ہوتے رہے۔ اس طرح حکمرانی و ملک کشائی کی صدارت پر صدر نشین۔ چنانچہ خواجہ غا
 مخاطب شیخ الاسلام بخارا میں سبحان قلی خان بن نذر محمد خان دلی بلخ و بخارا کے

عہد میں ظاہراً صدر عدالت باطناً مسند نشین رشادت تھے۔ یعنی قلوب خلایق پر حکمرانی کرتے تھے۔ اور حضرت عزیزان عالم شیخ پدر نرگوار خواجہ موصوف کی زیادہ توجہ خلایق کی بدایت اور خالق کی عبادت کے طرف تھی مدۃ العمر ریاضت ہدایت میں مشغول رہے رنج و بخار و سحر و قند و تاشقند کے ترک از یک آپ کے معتقد تھے۔ خوانین و تراکما کے آستانہ مبارک کو مسجد گاہ سمجھتے تھے۔ آپ کی خانقاہ انبیاء میں دو ہزار سے زیادہ مریدین تہجد گزار رہتے تھے۔ اور حضرت عزیزان مومن شیخ پدر عزیزان درویش شیخ وغیرہم مراض و مریض خاص عام تھے۔ میں نے آپ کے بزرگان سلف کے حالات سلسل واقعات مفصل محبوبی المنن تذکرہ اولیائے دکن کے مقدمہ میں لکھے ہیں۔ تذکرہ بریر طبع ہے۔ اس تذکرہ کے طبع ہونیکے بعد مطبوع ہو گا۔ شائقین حاصل علی حضرت قدر قدرت اُسکے ملاحظہ سے بہت خوش ہوں گے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت قدر قدرت کی پہلی ہی شان ہے۔ جو بزرگان سلف کی تھی۔ ظاہر کیرط آپ کا میدان خاطر زیادہ ہے۔ مقتضائے حال پہلی سی میل کا طالب ہے۔ آپ کی طبیعت فطرت میں اصلی میلان مطلق ہے۔ وقتاً فوقتاً باطنی میلان بھی کمرسی ظہور پر جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ آپ حسن عقیدت و ارادت اخلاق و مروت و استقلال ہمت۔ دلیری و جرات سیرت صورت میں بزرگان سلف کے قدم بقدم ہیں آپ کے رنگ پی میں رنج و سحر و قند کی آب ہوا کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور آپ کے چہرے مہر سے بخار و تاشقند کی شان نمایان ہوتی ہے۔ انہیں بزرگان سلف کے خصائص شامل سے ہے کہ آپ مشائخ و اہل مد سے حسن اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور حسن ارادت سے طبیعت میں انکی تعظیم و تکریم میں کوئی بات فرو گذاشت نہیں فرماتے۔ فی زمانہنا مشیخت و مشائخ صفت ہیں۔ جو اہل مد میں گوشتہ گنما می میں ہیں۔ اور پیران مرید طلب مریدان پیر طلب کو

خوب پہچانتے ہیں۔ ہر ایک کے جوہر کو امتحان کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ کہہ رہے کہوٹے کو
 خوب سمجھتے ہیں۔ آپ تقاد انسان میں انسان کے نقد انسانیت کو اچھی طرح سے
 آزماتے ہیں۔ پہلے بڑے میں تمیز کر لیتے ہیں۔ مگر باوجود تمیز کی یہی پروہ درسی نہیں
 اور کسی تعظیم و تکریم میں فرق نہیں کرتے۔ آپ کا حکم و قار آفرین و تحسین کے لائق ہے
 آپ کی قوت فیصلہ ایسی مستقل ہے کہ فی الفور معاملہ فیصلہ طلب کا تصفیہ کر دیتے ہیں
 اور منتظرہ حالت میں نہیں رکھتے۔ اور استقلال کے ساتھ سے کہی نہیں ہٹتے۔ اور
 حکم آپ کے حکم عطا و رقم سے جاری ہوتا ہے وہ کہی نہیں ہوتا۔ گویا وہ قلم تقدیر ہے
 کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتا۔ سنا گیا ہے کہ بعض اوقات آپ کے کسی شاخ یا سال
 کی عوضداشت و طیفہ پر بجائے سو ہزار لکھ دیا۔ اہل قمر نے عرض کیا۔ بجائے سو ہزار
 ہو گئے کیا ارشاد ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا جو کچھ ہوا درست ہے ہمارا حکم ہم ہمہ کی نزاری
 جاری کیا جائے۔ اور یہی اسی قسم کی بہت سی باتیں حکایتیں ہیں۔ آپ کے تاریخی واقعات میں
 آپ کی قدردانی ارباب علم و ہنر

آپ علم و ہنر پرور ہیں۔ آپ کی قدردانی و مہمان نوازی کی شہرت اکثر عجیب و غریب
 و ترک دیور کے ارباب علم و ادب کے زمین و کن میں پہنچ لایا۔ اور آپ کے خوان کرم ہر ایک
 مستفید و میراب ہوا۔ آپ علماء و متعز و حکما کی بہت قدر کرتے ہیں۔ اور شاخیں و بچوں
 کو بھی سجد دیتے ہیں۔ ملک و کن فی زمانہ دارالعلوم و الفنون ہو گیا ہے۔ بلحاظ آسائش
 و آرام غرائے امصار و دیار کے لئے دارالامن و الامان بن گیا۔ آپ ہی کی قدردانی
 و جوہر شناسی کی برکت ہے کہ شہر کے ہر ایک چڑ بازار میں جامعہ مدرسے و شفا خانے و شجر کے
 جلسے قائم ہیں۔ کہیں فقہ و حدیث کا درس۔ کہیں تشخیص مزاج و علاج کا ذکر۔ کہیں

تانیہ ردیف کا چرچا ہو رہا ہے۔ مساجد و خانقاہوں میں ذکر بالجہر و بالخیفی کا بازار گرم ہے
آپ کی شعر و شاعری کا ذکر

چونکہ اس تذکرہ میں آپ کی شعر و شاعری کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ میں نے جو کچھ آپ کے
حالات تفصیلی کا ایک مختصر و محمل گوشتوارہ گویا مشتمل نمونہ از خروارہ ہے۔ میں آپ کے
تفصیلی حالات محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن کے تیسرے حصہ میں شرح و مبطا کیا ساتھ
گزارش کے میں وہ ابھی طبع نہیں ہوا ہے۔ زیر طبع ہے قریب میں اشاعت کے زیور سے
آراستہ ہو کے جلوہ نما ہوگا۔ بناءً علیہ اب یہاں شعر و شاعری کا ذکر واجب و لازم
ہے گزارش کرتا ہوں۔ عفو ھذا۔

جب آپ سن شعور کو پہنچے اور تخت نشین ہوئے۔ ملکی انتظام میں مصروف ہوئے۔ اور خلعت
کی آرائش آرام کی فکر کرنے لگے۔ فطرۃ و قدرۃ آپ کی طبیعت میں شعر و شاعری کی جوش
موجزن تھا۔ اور فرج میں سخن و سخن فہمی کا دلولہ برق فگن تھا۔ باوجود اشتغال
مہات سلطنت و حکمرانی و اصلاح حالات مخلوقات سبحانی و ریاضت جسمانی و ادا
حقوق مستحقین ان قاصی و ادانی طبع آزمائی و سخن و سخن فرماتے ہیں۔ آپ کے کچھ موزون و فرائے
میں سنجیدہ و پسندیدہ آپ کے کل شعرا ہرگز یاد و جرتہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک شعر کا
مضمون لطف غرہ سے خالی نہیں۔ خوبی معانی و رنگین بیانی میں ڈوبا ہوا۔ فصاحت
و بلاغت کی ترازو میں تولد ہوا ہوتا ہے۔ حضور وائد سے پاک صاف نہایت شہستہ
و شفاف۔ مضامین کی شوخی الفاظ پاکیزہ سے عیان۔ درر معانی شیریں کی دلاویز
فقرات سنجیدہ سے نمایان۔ آپ کی طبیعت کیا ہے بحر متوج ہے اور معانی و دلالی مضامین کا
خزانہ ہے۔ جب چاہتے ہیں فوراً دست فکر سے نکال کے بذریعہ زبان قلم صفحہ کاغذ پر سطوح کی

یونین میں منطوق فرماتے ہیں۔ تقاریر سخن جو بیان کلام کے جوہر پاروں کو دیکھ کے جیسے ہو سکتے
 اور کہتے ہیں کہ یہ پیر ایسے گران بہا ہیں کہ ہم نے کبھی آنکھوں سے دیکھے نہ کبھی کانوں سے سنے
 اور آپ کے کلام کی صفائی و جادو بیانی سے سامعین کو تعجب و تلبہ کر کے ابتدا زمانہ میں ہی
 اپنے کلام کو ایسا شستہ و صا کیا۔ کہ اگر کوئی بڑوں یا سادہ کی خدمت میں مشق کرتا تو یہ خوبی
 اسکو نصیب نہ ہوتی۔ آپ کی جادو بیانی و طاقت سانی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ خوبی خدا واد ہے
 و عطیہ رب العباد ہے۔ آپ غزلیات مسلمانوں میں واقعات ایسے ڈھنگ سے ادا فرما رہے ہیں
 کہ بعینہ واقعہ کا سنا دکھائی دیتا ہے۔ اور آپ صحیح و رات بان کو اہل زبان کی طرح برابر استعمال
 کرتے ہیں جب آپ نے بان مبارک سے کلمہ فرماتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اہل زبان
 استاد زمان کلمہ کر رہا ہے۔ آپ کچھ صفات میں سے یہ پہلی ایک صفت ہے کہ آپ ایک ہی معنی کو
 متعدد طریقوں میں ایسے ڈھنگ سے آراستہ کرتے ہیں کہ ہر ایک کا رنگ نرالا۔ مگر واقعہ میں
 مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں کمال خوبی یہ ہے کہ جبرستہ و شستہ ہوتا ہے جسٹو و زوالہ
 پاک صاف۔ منکلم کی زبان سے نکلتے ہی سامع کے گوش دل میں مثل نقش نگین جان نشین جمع جاتا ہے
 اور ایسا حلاوت آمیز و لطف انگیز ہوتا ہے کہ سنے و پڑھنے سے لطف مزہ آتا ہے۔ آپ کے شعار
 کی لطافت و شگفتگی مردہ دلوں کو زندہ و پرمردہ گلوں کو تازہ کر دیتی ہے۔ لطافت کیا ہے
 گویا آب حیات ابر بہا رہے۔ آپ کو نظم کلام میں قوت استحضرہ حاصل ہے۔ انواع کلام کے
 ہر ایک نوع کو آسانی سے موزون کر سکتے ہیں۔ اب میں ایک نظیر قوت استحضرہ گزارش کرتا ہوں
 تاکہ ناظرین کو میری گزارش کی تصدیق ہو جا۔ کوئی کوتاہ بین مبالغہ و مطلق پر محمول نہ کرے
 چنانچہ یہاں شہر میں محرم شریف میں جابجا مثنیہ خوانی کی مجالس منعقد ہوتی ہیں۔ ان میں
 سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثی و سلام پڑھے جاتے ہیں۔ اور ہند سے

شہر میراثی خوان بلا جاتے ہیں میراثی ایسے دروگیز و جگر خراش شائے جاتے ہیں کہ ہر مجلس کے قلوب رقت و حسرت کے صدمہ سے ہل جاتے ہیں۔ کبھی باعتبار خوبی مضمون و ترکیب سوز و دل مجلس کے زبان سے واہ واہ کا نعرہ یا بلند ہوتا ہے کہ عرش برین تک پہنچ جاتا ہے و باعتبار معنی جانسوز و دلگداز ہر فریق کی آہ آہ کا آوازہ زمین آسمان کو ہلادیتا ہے۔ علم و قدرت قدرت مجلس میں جن عقیدت و ارادت سے شیر کی مٹے ہیں۔ شہد کے واقعات سننے افسوس و حسرت فرماتے ہیں۔ ایک روز آپ کو میراثی کے سنے سے بہت ہی رقت و حسرت ہوئی۔ آپ مجلس سے تھکے ہوئے بعد اسی وقت و حسرت میں و قنات مبارک پر آئے۔ جو شرف و قوت میں خیر سلام شہادت و امام کے بیان میں لکھے۔ دو سو روز مجلس سلام ٹپا گیا۔ حاضرین مجلس کے دلوں کے غم و رنج کا دیا اٹھایا۔ تمام واویلا و مصیبتا کہنے لگے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ شور و شین کا بازار گرم ہوا۔ مجلس کا نکل گیا مجلس میں کہ ہر دم جھکیا۔ یہ ہم دونوں کا ہل جانا آپ کے کلام پر تاثیر کا نتیجہ ہے۔

مجلو حسب قدر آپ کے اشعار و ستیا مٹے ہیں گزارش کرتا ہوں۔ کاش اگر ردیف و پورے ملتے تو ناظرین کو مطالعہ سے زیادہ لطف و مزہ اور میرے اس نیک کردہ کو فخر حاصل ہوتا۔

آپ کے اشعار مندرجہ ذیل جنکی شان میں کہا جاتا ہے

کلام محبوب محبوب الکلام

آصف کبیر اللہ الرحمن الرحیم حرف لاف

دل پنی راہ کا ہے جگر اپنی راہ کا محفل میں ہو گیا ہے تاشا نگاہ کا سردار ہی کے دم سے ہے بڑھنا سپاہ کا یہہ دیکھتا ہے ناز سے پہر نا نگاہ کا	مختارین کون دوست سے مجھہ داو خواہ کا دیکھا یہ شعبہ ترحی چشم سیاہ کا دل حکم ان ہے شکر فریاد و آہ کا وہ دیکھتے ہیں خستہ منہ داو خواہ کا
--	--

ضبطِ فغان اگر نہ کروں میں تو حشر ہو
 حشر میں جب ہوساری خلدی اسیطر
 اسے آسمان خدا کیلئے اتھے رحم کر
 بجلی کبھی نبی کبھی تلوار بنگئی
 برسوں میں اُسے لٹنے کا وعدہ کیا آج
 جب اُسے وہ خیال میں آئے نہ خواب میں
 ڈسنے لگا ہے یہ تو مرے دل کو صبح و شام
 بخشش پہ جنگی سختی والے کو مار ہو
 اُس نہروشنے چہرے اُٹھی ہے نقاب
 کسکو سنو گے کو نسا قصہ پسند ہے
 اُس خارزار میں مجھے اب لیچا خون
 اک ہاتھ اور بھی تجھے قاتل مری قسم
 آجائے گرم و سرد زمانہ نگاہ میں
 اُس ترک چشم کی صفِ مرگان ہے جنگجو
 ہمشکل سے ہے اپنے اُسے رشک اسقدر
 اُس سے شبِ فراق بہلتا رہا ہے ل
 شاہ و گدا کا حشر میں بس ایک حال ہے
 پانی کے ساتھ آگ کا شعلہ کل گیا
 یہ اُسکے دل سے پوچھو اُسکے جگر سے پوچھو

گردوں ہے ایک لہ کا دشمن اک آہ کا
 کیوں حال ہو تباہ نہ مجھ دا خواہ کا
 خاک کا اڑا چکا مرے حال تباہ کا
 دیکھا عجیب شعبدہ اُسکی نگاہ کا
 اس شہر طپر کہ حرف نہ آئے تباہ کا
 و شواراز کی سے ہوا پیر راہ کا
 کیا کوڑیا لانا گئے زلفِ سیاہ کا
 ایسا ہے مرتبہ مرے جرم و گناہ کا
 شکیب ذرا سامنے نکلا یا ہے ماہ کا
 یوسف کی چاہ کا کرلیخا کی چاہ کا
 کھٹکا صبا کو یہی ہے جہان خار راہ کا
 اک شور اُٹھے چار طرف واہ واہ کا
 ہنگامہ دیکھو جو مرے اشتک آہ کا
 یہ ہے چہری کشاری سے لڑنا سپاہ کا
 منہ دیکھتا نہیں وہ کبھی مہر ماہ کا
 مجھ کو خیال تھا کسی زلفِ سیاہ کا
 کسکو و مان خیال ہے رتبہ کا جاہ کا
 دیکھا طلسم ہم نے عجب شک آہ کا
 کیا مزہ ہے چاہنے والے کو چاہ کا

دردِ خناس سے چور ہے بڑھکر نگاہ کا
لب خشک لگاتے ہیں جھوٹے گواہ کا
یہ حال ہے عاشقِ خوار و تباہ کا
ستے ہیں غریبِ پیار سے رعبِ خواہ کا
پیکا ہے اُسکو دید کا چسکا ہے چاہ کا

یہ ہاتھ سے چرائے تو وہ آنکھ سے چرائے
تک و فاسعار بنا لیکر غیر کیا
شب کو نہ میند ہے اُسے دکھ نہ چین ہے
سننا ہے کون حشر میں مجھ کو خواہ کی
آصف سے یہ چٹا ہے نہ گزرتی ہے جھپٹ

دل

عارض پہ تو نے شمع کو پروا نہ کر دیا
دل تھا یگانہ اُسکو بھی یگانہ کر دیا
دل تھا یگانہ اُسکو بھی یگانہ کر دیا
شمع جال نے اُسے پروا نہ کر دیا
گلزارِ تہسایہ دل سے ویرانہ کر دیا
شہرت نے میرے عشق کو افسانہ کر دیا
کعبہ بنا دیا کبھی بت خانہ کر دیا
اعجاز تو نے جلوہ جانا نہ کر دیا
دیوانہ تھا میں اور بھی ستانہ کر دیا
تم نے بڑیا کے بات جو افسانہ کر دیا
لبریز اُسے اشکوں سے پیمانہ کر دیا
آباد میں نے دشت کا ویرانہ کر دیا
نام اپنا تو نے ہمت مردانہ کر دیا

نرگس کو چشم مست سے مستانہ کر دیا
آئینہ خانہ کو جو پریشانہ کر دیا
کیا تو نے سحرِ نرگس ستانہ کر دیا
دل کو تمہاری زلف نے دیوانہ کر دیا
اے یاس تو نے داغِ تمنا مٹائے
رسوائیوں کے ساتھ نہیں سکا شکریہ
رکھنا نہ ایک حال پہ عاشق کا اُسنے
پر تو نے تیرے جانِ مردِ لیلین الہمی
اُسکی نگاہ مست سے آتا ہے غش مجھے
کیا جھوٹ ہے شکایت بیدار سچ کہو
دشمن ہمارے بزم میں رویا نصیب کو
ہوتا جو زندہ قیس تو لیتا مرے قدم
وہ سختیان اٹھائیں محبت کی راہ میں

د بکسو سب تو چشم کو پیا نہ کر دیا
 مریگان کو اپنی حور نے ہی شانہ کر دیا
 عاشق نے آپ اپنے کو جہانہ کر دیا
 ہر چارہ گر کو اُس نے سچا نہ کر دیا
 کیون تم نے ترک سرمہ حاشا نہ کر دیا
 ننھے جو اُس کو عشق کا افسانہ کر دیا
 مسجد کو محتسب تو میخانہ کر دیا
 زائد کو جسے بیخود ستانہ کر دیا
 اُس نے سیکو سبنو بیگانہ کر دیا
 روشن اُسی نے دل کا سیخانہ کر دیا
 آصف نے ترک مشرب زندانہ کر دیا

خون جگر فراق میں پتیا ہون اُتد
 محبوب حق کی زلف وہ ہے جسکے واسطے
 بہولی جو اُسکی یاد کہی یہ بھی تھا قصو
 جتنا ہے جکا طرف وہ دیتا ہے استعد
 یہ سادگی کی وجہ ہوئی یا غم قریب
 میں نے تو کی تہی بات فقط وصل کی کیا
 رکھے میں اچھے اچھے چن چن کج طرف سے
 اُسکی شبلی آنکھ سے کیا بچ سکے کوئی
 رکھا سیکو گلشن عالم میں شکل گل
 جس نور کی وہ طور یہ چمکی تہی روشنی
 میٹھے بٹھائے آج یہ کیا دلمیں آگئی

و

وہ فرشتہ خدا نے پہنچا تھا
 اُسکی قدرت کا اکرنا تھا
 جلکے بولے ترا کلیجہ تھا
 دل ہمارا نہ تھا تمہارا تھا
 ہکوئے قائل میں اکرنا تھا
 ابھی دیکھا تو ایک دیا تھا
 ہم نہ تھے اس جگہ زانا تھا

مزدہ قاصد کا روح افزا تھا
 جلوہ یار کیا کہوں کیا تھا
 میں نے پوچھا رقیب کیا تھا
 اب یہ جانا کہ ہکو دہو کا تھا
 لوٹتا تھا کوئی تڑپتا تھا
 ابھی سو ایک تک آیا تھا
 نرم میں اُسکے ایک میلا تھا

حشر میں بھی کہیں گے تجھ سے ہم
 اختلاف مزاج سے نہ نبھی
 آنکو بزمِ عدو میں جب دیکھا
 ماتم غیر میں وہ سو سو بار
 جا کے کبجِ محد میں ہم سمجھے
 درِ جانان پہ جہہ سانی کی
 دلِ عشاق پر چہری سی پھری
 کہتے ہیں وہ کہے سنے پہ نجاؤ
 کہتے ہوں گے عدم میں اہل علم
 چال تھی اسکی یا قیامت تھی
 زلف میں دل اگر نہ تھا نہ سہی
 کہتے ہیں قتل کر کے عاشق کو
 غور کر لو شبِ فراق کا غم
 جلوہ تیرا کسی زمانے میں
 دل نشین غیر کا خیال رہا
 اب زمانے کا بیج ہے آصف

تجھ پہ دعویٰ ہے تجھ پہ دعویٰ تھا
 کوئی قصہ نہ کوئی جھگڑا تھا
 راگ تہا رنگ تھا تماشا تھا
 مجھ سے کہتے تھے تجھ سے چہا تھا
 زندگی عمر بھر کا جھگڑا تھا
 اپنی تقدیر کا یہ لکھا تھا
 کیا کہوں اک نگاہ میں کیا تھا
 غیر کے پاس تنے دیکھا تھا
 زندگی کا عجیب میل تھا
 نقش پاسے ہی فتنہ برپا تھا
 کیوں جی مٹھی میں آپکی کیا تھا
 اسنے کیا اپنے ولیمین سمجھا تھا
 مجھ سے کیا پوچھتے ہو تم کیا تھا
 جسنے دیکھا تھا اسنے دیکھا تھا
 وہ تو خلوت میں نہی تھا تھا
 کیا خوشی کا کہی زما نا تھا



جنت میں جا کے میں تو گنہگار ہو گیا
 خورشیدِ حشر سایہ دیوار ہو گیا

دل حور کی اداؤں سے بیزار ہو گیا
 مالوں سے آگ کو چہ دلدار ہو گیا

پر ہنر کا جب کوئی میخوار ہو گیا
 آئے تھے میرے دِل کے خریدار بنکے وہ
 منصور نے کہا جانا الحق تو حق یہ ہے
 غم کہا گیا ہے ہجر کا تیرے مجھے تمام
 اسے فتنہ گریہ حال تری رہ گذر کا ہے
 لائے تھے وہ رقیبون کو میرے مزار پر
 سید ماہو جو تیر نظر دل کو تاک کر
 رنج و فراق و درد و غم وضع قلب نے
 پوری جہاں بھی دیکھنے پائی نہ چشم شوق
 سرکار عشق میں ہے بڑا جرم ضیاع
 صہبا کے پتے ہی چودہ طبق کھلے
 دوزخ کی لڑائی ہے جہل طے مدام میں
 محکوم خیال زلف میں کچھ سو جتنا نہ تھا
 یارب تون کا عشق مریجان کے ساتھ ہے
 سامان وصل کی مجھے پروا انگلی تو ہو
 پہلے سے اگرچہ وہ کافر و غاشعار
 تکلیف اپنے نفس کو دمی اور اسفند
 اتنے کہاں نصیب ن گلچہر گلبدن
 قاصد یہ تھا گمان کہ یہ عاشق مزار ہے

پر ہنر کرتے کرتے وہ بیمار ہو گیا
 دل دیکھتے ہی اُن کا خریدار ہو گیا
 اس کلمہ کا الف ہی اُسے دار ہو گیا
 پیا سامرے ہو کا تھا خو خوار ہو گیا
 نقش قدم بھی فتنہ رفتار ہو گیا
 اُڑ کر غبارِ سامنے دیوار ہو گیا
 غمزدہ ہی ساتھ کینچ کے تلوار ہو گیا
 بیمار کر دیا مجھے بیمار ہو گیا
 اتنے میں بند و زن دیوار ہو گیا
 میں بے قصورہ کے خطاوار ہو گیا
 میں نشہ شراب سے ہشیار ہو گیا
 دل کے ستانے سے ہنزار ہو گیا
 روز و فراق بھی تو شب تار ہو گیا
 یارِ شہ جیات بھی زنا ر ہو گیا
 تمنے اور کہا کہ وہ تیار ہو گیا
 دلو چرا کے اور بھی عیار ہو گیا
 زاہد عبادتوں سے گنہگار ہو گیا
 محشر ہمارے واسطے گلزار ہو گیا
 کیا جانے کس بلا میں گرفتار ہو گیا

صدمہ اٹھا اٹھا کے یہ بیمار ہو گیا
یہ گہر تر اخیس لو باز رہ گیا
تیرا تو غیر حال مرے پار ہو گیا

طاقت کہاں ہے دل میں کہ زبان بھی ٹھہرے
غیروں کیواسطے ہی نہ زبان روک ٹوک
آصف غم زمانہ نے تجھ کو گھلا دیا

و

دور رخ کو آگ لگ گئی جنت کو غم ہوا
یہ دن نہ دن نہیں جو ٹرٹا اور کم ہوا
یہ کیا غضب کی بات ہوئی کیا شتم ہوا
نقش قدم پہ اور بھی نقش قدم ہوا
ہر سنگ ہر تکہہ مجھ کو صنم ہوا
اے بے نیاز لے کر تسلیم خم ہوا
میں مر گیا تو کچھ بھی مرا نکو غم ہوا
کچھ دلی آگ کم ہوئی کچھ درد کم ہوا
اُس کا زبان اشارہ سراپنا قسم ہوا
کیونکہ اتنا توں پہ صرف ہمارا شتم ہوا
طاقت جو کم ہوئی تو ٹرپنا بھی کم ہوا
ہوتے ہی شام صبح جدائی کا غم ہوا
مزرگان اشکبار کا جاری تسلیم ہوا
انکے لئے تو ایک جو وعدہ دم ہوا
وہو کا بڑا مجھے ترے سر کی قسم ہوا

عاشق ترا جو تارک دیرو حرم ہوا
روز و فراق کا گذرنا اہم ہوا
شتا ہوں غیر مورد لطف و کرم ہوا
وہ نقش پائے غیر مٹاتے ہوئے چلے
صورت وہی رہی جو تصور میں جم گئی
تو بے نیاز مند سے کب غدر ہو سکے
فکر رقیب ہی میں گرفتار تم رہے
دیکھا جو جو اُسے نیم گہ سے زرا لطف
وعدہ کیا اشارہ سے صلّت کا غیر سے
مریکا میرے غم نہیں انکو یہ رنج ہے
احسان ضعف کا ہے گھٹا اضطراب
وعدہ پر آئے وہ تو شب وصل کیا کروں
بہرتی ہے ہجیرا میں فوج سرشک کی
عشق کی گذرتی ہے مہر کے زندگی
ایسا گمان تجھ پہ نہ تھا اے دعا شعار

صدر ہو ہوا فراق ہوا رنج و غم ہوا
 تو نے شتم کیا تو کسی پر شتم ہوا
 کیا مٹ سکے جو صورت نقش قدم ہوا
 جب اتفاق میرے تھا یہ بہم ہوا
 چہرہ کا رنگ اور ہی وقت قسم ہوا
 جام جہان نہا نہ کہی جام جسم ہوا
 رخصت مری بغل سے کوئی صدم ہوا
 کیا قہر ہو گیا یہ شتم پر شتم ہوا
 غم مجھ کو رنج مجھ کو الم مجھ کو کم ہوا
 سزا مہ پر خطاب ہمارا قسم ہوا
 وہ بھی تھا اسے سر کی قسم مجھ کو سم ہوا
 ایسا جہان میں مرد خدا کوئی کم ہوا

کیا اور اس بڑے کہوں کیا ہوا مجھے
 فریاد بے سبب تو نہیں داؤ خواہ کی
 ہے میرے دل پہ داغ محبت نام دوست
 کیا رقیب کون عدو کسی چل سکے
 کرتے ہو وعدہ وصل کل دیکھو تو آئینہ
 دنیا کی سیر اور ہے عیش و نشاط اور
 دل تھا کہ دل رہا تھا کچھ اسکی خبر نہیں
 ہم سے چپا کے وصل کا وعدہ ہو
 سوچو تو مجھ پر عشق میں کیا کیا گز گئی
 خطاوں کے ماتھے سے ہوا تھیر غیر کو
 تمنے دیا جو غیر کی محفل میں مجھ کو جام
 آصف کے دم قدم سے نیشو و ناکہ ہو

و

جب تو ہوا عدو تو خدا یا ہو چکا
 وہ آئے یا نہ آئے یہ بیمار ہو چکا
 اب میرا واروک ترا وار ہو چکا
 غم کہاتے کہاتے اپکا غمخوار ہو چکا
 وہ وعدہ کرتے ہو جو کنی بار ہو چکا
 آزاد ہو چکا یہ گرفتار ہو چکا

انصاف پنا اسے بت عیار ہو چکا
 بس انتظار وعدہ دیدار ہو چکا
 کرتا ہوں آہ تیغ نگہ کہا کے سنبھل
 کس طرح سے اسے اٹھانی ہے قہقہے
 آتی نہیں ہے شرم تمہیں جوٹ بولتے
 تم کیا نیا پنہاؤ گے دلو کو لاکھ بار

پوچھا نہ جو ٹٹے منہ بھی کسی نہ مجھے ذرا
 میں ہی اب زما بیش مہر وفا کروں
 وزو نظر نہ ٹھہریگا زرخا کی طرح
 اس عاشقی پہ خاک ٹٹے دل لگی بری
 اس مصلحت سے شور فغان کر رہا نہیں
 پوچھا یہ میرے مردہ پاس میں گمان نے
 میری ہی بات کوئی سینگا کہ تو نہیں
 کچھ التجائے وصل کی جہ نہیں ہی
 رحمت کا تیری رات دن میدوار ہو
 معشوق کی خطا میں ہن ثابت یقین نہیں
 اب تو خدا کے واسطے میت پہ سکی جا
 اس چشم شوق کو بھی زرا دیکھ لیجئے
 پورا کبھی ہوا بھی ہے اقرار آپکا
 تاب نظارہ چاہئے اسکے جمال کو
 کس پر کرے گا جو رجوا تو ہمارے بعد
 اس حسنِ بفریب سے سبکا ہی کیا حال
 طاقت دل جگر میں ہے ہاتھ پاؤں نہیں
 دیوار ہی گراؤنگا میں سیلِ شک سے
 آئے ہو گھر سے غیر کے مجھ پر مہربان

سو بار اس میدانِ بیمار ہو چکا
 میرا تو امتحان کئی بار ہو چکا
 یہ چور دل چراگے گرفتار ہو چکا
 رسوا میں ہر طرح سر بار ہو چکا
 سویا اگر نصیب تو بیدار ہو چکا
 کچھ اس میں جان ہے کہ بیمار ہو چکا
 مان مان کا وعدہ تیرا تو ہر بار ہو چکا
 نڈمان لیجئے انکار ہو چکا
 نام میں اپنے فعل سے غفار ہو چکا
 اند عاشقوں کا طرفدار ہو چکا
 عاشق ترا تمام مرے یار ہو چکا
 بس آئینہ تو دیکھ چکے پیار ہو چکا
 سو بار وعدہ کر چکے سو بار ہو چکا
 آنکھیں اگر یہی ہیں تو دیدار ہو چکا
 ولد تیرا اسے مرے ولد دار ہو چکا
 اب خلافِ کافروں و بیدار ہو چکا
 سامان اب تو کوچ کا تیار ہو چکا
 سو بار بند روزن دیوار ہو چکا
 اخلاص و در کہو بس اب پیار ہو چکا

بس شکر مہربانی اغیار ہو چکا
اصحف تو بے خطا ہی خطا وار ہو چکا

کبتک سنون دماغ میں طاقت نہیں ہی
کس کے آگے اسکی شکایت نہو چکی

و

دل کو امان تھا جان کو آزار نہ تھا
دل پہ جب ہاتھ رکھا تھے تو آزار نہ تھا
میں خطا وار تھا قاصد تو خطا وار تھا
یہ تو روادادِ غم ہجر تھی اظہار نہ تھا
میں ترے جور و ستم کے ہی سزاوار نہ تھا
تیرے میں اسکے تھا پیکان تو سوزوار نہ تھا
کون ایسا تھا جو وہ جان سے بیزار نہ تھا
بجلیا کوئی تو کہنا ہے یہ بیار نہ تھا
اسکی محفل میں کیسا کہی کوئی یار نہ تھا
جس گنگا کو دیکھا وہ گنگا نہ تھا
ہم گرفتار تھے جسکے وہ گرفتار نہ تھا
یہ وفادار کہی اسکے سزاوار نہ تھا
سب ہی پیوش تھے ان کی پہی ہاتھ تھا
میں تو حاضر تھا اگر کوئی خطا وار نہ تھا
غیر سے رشتہ ترا سے بت عیار نہ تھا
خصہ تھا قہر تھا اخلاص تھا پیار نہ تھا

وہ ہی کیا دن تھے ہمیں غم سے سرکار نہ تھا
جان دیتا نہ تڑپ کر یہ وہ بیمار نہ تھا
ایلیچی کو بھی کوئی قتل کیا کرتا ہے
وجہ کیا اسکو قلمبند کیا اپنے کیوں
منصفی شرط ہے شایان کرم غیر ہی تھے
رہ گیا کوئی نہ کوئی مرے دلکے اندر
ایک کیا میں ہی ہے ہجر میں ان تھا فقط
کیا عبادت کی توقع ہو ستمگر تجھے
عوضہ حشر کے اند نہ ہی نفسی نفسی
واہ اے شان کریبی تھے صدقے قربان
مطف کیا تھا جو اک آزاد رہا ایک سیر
اُس نے جب ظلم کیا مجھ پر تو غیر نے کہا
مخفیل قص تھی وہ تیری بہت معشر با
حسرتِ مشق ستم کیوں تھے دلمیں ہستی
تو نے افسوس ہے بیگانہ کو اپنا سمجھا
وہ شبِ صعل بناوٹ سے بگڑنا اسکا

نہو ہے کہیں سیون سروکار نہ تھا
دل تو آزاد رہا میرا گرفتار نہ تھا
جا کے بازار کو دیکھا تو خریدار نہ تھا
آپ کے دہن میں آصف تو فدا رہا نہ تھا

دور ہی سے مجھ دیکھ کے فرماتے ہیں
مجھ کو کیا کوئی پہنسا بیگا ازل سے اب تک
جنس دل کے ہم اپنی بغل میں لے آئے
لیجئے غیر سے دو دن بھی نباہی نہ گئی

حرف و ال

دکھو تیرے کر نیگے یہی ہیکل تعوید
خوشنما میں مگر بس ہے اول تعوید
آپ لکھواتے ہیں کیوں لیکے چند ل تعوید
سمنے جانا تھا کہ ہو گا تیرے محفل تعوید
شوخی حسن سے ہو جا میں ہیکل تعوید
قبر کا میری رہا آنکھ سے او جہل تعوید
اُسکی چوٹی میں جو چپکا تھا ذرا کل تعوید
ہے خدا او مبارک بہت افضل تعوید
کاش اس آنکھ سے ہو جائے مبدل تعوید
چہرہ اترے ترے بازو سے گھاؤں تعوید
گہو لکر جسکو پلائے ہے تم کل تعوید
سحر بیکار قیون کا ہے مہل تعوید

تیری ہیکل میں مرصع میں سلسل تعوید
یوں تو زیبا سبھی زیور میں ترے بازو پر
درد سر کا تو نہوش کوہ نصیب اعدا
غیر کی نکلی وہ تصویر گلے میں اُنکے
واسطے دفعِ نظر کے وہ اگر اندیتے ہیں
وہ گئے پیر کے منہ لکھتے گئے کچھ اُس پر
میں نے جانا کہ یہی مار سیہ کا من ہے
یہ جو کس ہے ترے سینہ پر ہے ماہِ جمال
چشمِ شتاق ہے پائے ترے سینہ پہ جگہ
امقد صفت ہے کیوں لکھو کیسی گذری
ہو گیا آج وہ بیمار تمہارا خصلت
سایہ فضلِ خدا آصف و نثار ہے

حرف لام

چہلاوا شوخ چنچل چلبلا دل

ہوا چالاک تجھ سے ہی سوا دل

یہ سچ ہے با وفا ہے آپکا دل
 تری کینہ حقیقت کو نہ پہونچا
 وہ تہی اور وقت صبح لذت
 بہت دیکھے میں جمنے بیوفا بھی
 ترستی میں یہ آنکھیں دیکھنے کو
 یہ تجا نہ کو یا کعبہ کو لیجائے
 سنی تعریف جب س غنچہ لب سے
 لئے جاتا ہے پہر اسکی گلی میں
 میں کیا جانوں محبت اور الفت
 نہ دے لے سنگدل تورنج اسکو
 ہماری بندگی ہے ایسے دل کو
 ہمارا بھی کہی تو آشنا تھا
 رائے نام اسکا بھی نشان ہے
 خراب خستہ ہو کر خوب بندھلا
 بچا نا عشق کی آفت سے محکو
 تر پئے کی جو عادت ہو تو آصف

بہت ہی بیوفا ہے یہ مراد
 مقدر سے سوا ہے نار ساد
 تر پکر بھی یہ دیتا ہے مراد
 تر اسب سے بڑھ کر بیوفا دل
 کروں کیا میں تر پیتا ہے مراد
 عجب میرا بھی دل ہے نہاد
 سمشکر اور غنچہ ہو گیا دل
 یہ بے غیرت یہ کیسا بیجا دل
 یہ پہلے ہی پہل تجھ سے لگا دل
 نکر تو ظلم ٹوٹے گا مراد
 نہ دے بندے کو ایسا بھی خدا دل
 ارے ابو یوفا نا آشنا دل
 وہن ہے آپکا یا ہے مراد
 محبت میں گھڑ کر نہ گیا دل
 مراب مانگتا ہے یہ دعا دل
 تسلی سے مو تر پا مراد

و ل

کہا جب س نے کہئے کیا ہوا دل
 ہراک دہر کی خاطر چاہئے ایک

بس اتنی بات سنکر آ گیا دل
 کہان سے روز لاؤں میں نیا دل

مرا ہم درد ہے درد آشناد دل
 مرا ہی تو ہوا ہے بیوفا دل
 یہی میں ایک آنکھیں میں مراد
 تر پتا ہے جو مرقد میں مراد
 نہ ڈھا اسکو نہ مٹی میں ملا دل
 کہ میں کہلون کلیجے میں تراد دل
 پہر یا کس قدر ہے بیجا دل
 کہاں سے لاؤں میں اتنا تراد دل
 نہرا رنگیا ہے یہ مراد دل
 پڑے میں عاشقوں کے جا بجا دل
 تری باتوں پہ میرا پس گیا دل
 ارے ظالم کلیجے سے لگا دل
 خدا حافظ یہ دیتا ہے دعا دل
 صفائی سے ہے آئینہ مراد دل
 مبارک آپ کو ہوا پرکا دل

مراد سوز ہے داغ جگر اب
 بہت ہی ٹھیک کہنا آپکا ہے
 ہمارے دشمن جان عاشقی میں
 کہیں آیا نہ وہ فاختہ کو
 سہی کہتے ہیں دل کو کعبہ ہے یہ
 اگر دل میں نہ دل لائق کہدے
 گلی میں دیکھ کر اپنی وہ بولے
 سما جائے غم کو میں جس میں
 بہت آنکھوں سے کی ہے خون نشانی
 وہ کہتے ہیں کہاں کہے کوئی پاؤں
 یہ ہے گفتار یا رفتار کیا ہے
 مراد ہے نہ کر یا مال اسکو
 کسی پر جان جاتی ہے جب نبی
 ہزاروں دیکھنے والے میں سکے
 جسے دیتا ہوں وہ کہتا ہی آصف

و

پہر کس مرض کی بار خدا یادو ہے دل
 کمبخت میری جان کیے پیچھے پڑا ہے دل
 بے اختیار اُن سے کہا آئیا ہے دل

جب اُسکے کام کا نہ مرے کام کا ہو دل
 اُس سنگدل کے جو روح غبار فیض ہے دل
 پاس نہ بنے محبت رہا ہے مجھے

جسطرح ٹوٹ کر جرے رشتہ جیات
تم وستان ہوا و دل آزار بھی تمہیں
جس وز سے سنا ہے کہ جانی آپ میں
پہلے لڑی تھی آنکھ تری اُسکا ہے قصور
بچنا محال اور نکلنا محال ہے
اکسیر کی تلاش میں کیوں خاک چھانٹے
کچھ وسعت زمین فلک کی نہیں بساط
باہم ہو کیا ملاپ کرو نون میں بیقرار
بدنامیاں اسی کی توہین اک جہان میں
وام وفا بچھا کے گرفتار جو کرے
دلبر چٹے نہ مجھ سے نہ میں سے چھٹ سکوں
انجام کیا ہو دیکھئے اس اختلاف کا
کیسا فراق وصل میں کہ چین ہی مجھے
آصف کا امتحان تو کیا نصف ہی کرے

ایسا ہی سکا حال ہے جو ٹپٹا ہے دل
تم جانتے ہو دل کو تمہیں جانتا ہے دل
اور دن بے بدگمان ہوں مرا جا بجا ہے دل
اسپر ہے کیوں عتاب مرا بچتا ہے دل
اُس میو فانی زلف میں پیٹ پیٹا ہے دل
کشتہ کرے جو نفس کو پر کیا ہے دل
گر جو صلہ ہو کمین تو سب بڑا ہے دل
تم شوق ہو اگر تو بہت چلبلا ہے دل
تم با وفا ہو سچ ہے مرا یوفا ہے دل
ایسے سے آنکھ اٹکی ہے اُسے پہنسا دل
میں اسکے پیچھے میرے پیچھے پڑا ہے دل
ستنا ہوں دلکی میں نہ مری مانتا ہے دل
ترچہ وائیں دیکھتے ہی لوثا ہے دل
یہ ہر کسی کا حوصلہ ہر ایک ہے دل

حرفِ نون

وصل میں تلخ بھی شام مزا دیتے ہیں
عفو کرتے ہیں خطائیں نہ سزا دیتے ہیں
حال دل کہے جو ہنستوں کو رلا دیتے ہیں
ایسے لوگوں میں نہیں ہم کہیں کریں

کوسنے والوں کو ہم سے دعا دیتی ہیں
جان عاشق کی یومیں وہ تو گھلاتے ہیں
تو ہنسی نہ کہے وہ روتو کو ہنسا دیتے ہیں
مرد جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھاتے ہیں

وہ شہادت کو سمجھتا ہے حیات جاوید
 سسکے آواز چلے آتے ہیں وہ گہرا کر
 دل مار کئے چرایا ہے بتائیں مجھ کو
 ان سینوں سے کوئی خون کا دعویٰ کری
 اُن کو لاؤ مرے گریہ کا کرینگے وہ علاج
 بیوفا یا دہنیں تجھ کو وفا کا شیوہ
 آنکھ ملتے ہی یہ خود ملتے ہیں دل لٹتا ہے
 اُس سے کہتا ہوں جو میں ہجرت کی منتظر
 خط پہ خط پہ چین گے کچھ تو کہہ ہی بیگا جو
 قول ہو بوسہ ہو معشوق تو نے نگہ تیری
 دل لگی یہ بھی شہ صبر رہا کرتی تھی
 رازِ انشائے ہو لوگوں میں یہ ہے اندیشہ
 روزِ مان مان کے سوا اور نہیں ہے کچھ با
 دل بیتاب جو پیکر کی طرح ہلتا ہے
 وہ تو خط پڑھتے نہیں بھوکہ سو جہی تدبیر
 ہر کے عاشق مرے سر نیکی مبارکبادی
 ہم تو مرتے ہیں نرا اپنی وفا میں تم کو
 جان کیونکر تجھے دیدوں یہ خدا کا سوال
 یہ کچھ احسان ہے داغِ زندہ کے گر چھوڑ دیا

زندگی آپ تو عاشق کی بڑا دیتے ہیں
 میرے لئے مری قسمت کو جگا دیتے ہیں
 زائچہ کھینچ کے جو نام بتا دیتے ہیں
 خون بہا دیتے نہیں خون بہا دیتے ہیں
 بات کرنے میں جو رو توں ہنسا دیتے ہیں
 یاد رکھ تو کہ یہ ہم تجھ کو کیا دیتے ہیں
 خوب رو پھر ہی تو مل سکے دعا دیتے ہیں
 قہقہہ مار کے وہ صاف اُڑا دیتے ہیں
 آج سے ہم ہی ہیں تار لگا دیتے ہیں
 پہرہ دیتا ہے کہاں جسے کہا دیتے ہیں
 ہم جلا دیتے ہیں وہ صبح بجا دیتے ہیں
 غیہ کے خط کو وہ پڑھتے ہی جلا دیتے ہیں
 دکا دیتے نہیں پر کھکے منا دیتے ہیں
 روح کو ہم سی پکے سے ہوا دیتے ہیں
 دلی تصویر لٹا دے پہ بنا دیتے ہیں
 اُس سنگ مر مرے اہل عزادیتے ہیں
 یاد رکھنے کے لئے یاد دلا دیتے ہیں
 کیا پرانی ہی امانت کو لٹا دیتے ہیں
 گیسو یا رگڑ سے ہمیں کیا دے دیتے ہیں

ابھی کم سن میں وہ مانوس بہت کیسی تھی لب جانان کو چکھائینگے مزا وصل کی شب چشم بادام دہن لپتہ ہے رخسار میں سب وہ گئے دن جو اسے کوستے تھے آٹھ پہر	خط مڑا ہواڑ کے وہ پرزے اڑا دیتے ہیں ہوتی آئی ہے کہ جھوٹے کو سزا دیتے ہیں ہم ترے وصف میں اک باغ لگا دیتے ہیں ابھو آصف کو وہ جینے کی دعا دیتے ہیں
---	--

دل

تو کرے مجھ سے پیار کی باتیں نہ کرو اعتبار کی باتیں صاف آئینہ ہو گئیں ہم پر ہم میں مشتاق مان سنا و عظم رنج کے ساتھ رنج کا ہے کلام غیر ہی نوحہ گر ہے یوں مجھ پر کیا کہیں تجھ بغیر کس سے کہیں رات جاتی ہے کیجے موقوف جبر کیجے کہ عطف و نون میں کیا گزرتی ہے کسطح سے شنیں کہدیا غیر سے تمہارا ہمد جو میں گنجِ حید میں خاک شنیں ابھرے جو بن نے کرو یا چین روکے رکنا نہیں ہے طفلِ شکر	ہیں یہ پروردگار کی باتیں دور کہو یہ پیار کی باتیں ترے دل کے غبار کی باتیں باد و بادہ خوار کی باتیں پیار کے ساتھ پیار کی باتیں جیسے ہیں سو گوار کی باتیں دل میدوار کی باتیں قصہ روزگار کی باتیں آپ کے اختیار کی باتیں بائے اہل مزار کی باتیں لوسنوار زوار کی باتیں جوشِ فصلِ بہار کی باتیں کیا کہیں ہو نہار کی باتیں دیکھو اس جا نہار کی باتیں
--	--

<p>چشم مست خمار کی باتیں اس دل جان نثار کی باتیں میرے اس شہسوار کی باتیں اپنے تم دوستدار کی باتیں چار کے طعنے چار کی باتیں سن رہا ہوں ہزار کی باتیں اس دل بقیقار کی باتیں</p>	<p>آنکھ سے سب عیاں ہے یکہو تو یاس ہو ہو گئی مگر میں وہی اے صبا کیا خبر ہے کہ تو ذرا کان رکھ کر کہی سنو تو سہی دل نہ دیتا اگر تو کیوں سنتا بیوفا ایک تیری خاطر سے تجکد رسوا کرین یہ میں آصف</p>
---	--

و

<p>دل میں مے ہر طرح کے مہمان بہت ہیں وہ چار بھی نکلیں تو وہ ارمان بہت ہیں یہ تانکتے یہ لوستے ایمان بہت ہیں ہم تم سے وفا کر کے پشیمان بہت ہیں کھم میں اگر وہ ابھی نادان بہت ہیں سٹھنے کے لئے اور بھی ارمان بہت ہیں وہ کام محبت میں جو آساں بہت ہیں موتے کیلئے غیبت سے آساں بہت ہیں آنکھوں میں مہی کہہ لینے کو انسان بہت ہیں وہ جان کے ہم سے ہموں انجان بہت ہیں یارو نہیں ہمارے ہی کہیاں بہت ہیں</p>	<p>ارمان بہت ہیں ترے پیکان بہت ہیں تہوڑے ہی تو معشوق کے حسان بہت ہیں عاجز تری آنکھوں سے مسلمان بہت ہیں جھگڑے تو ہزاروں میں گربات ہے اتنی اسے نامہ برآئندہ کو اقرار تو ہو جائے کیون خوش ہو مری حسرت دیدار کا کر دل پہنچا رہا ہے انہیں ہے ماصح شفقت مائیوں میں نہ کوئی زما نہیں خدا سے کیسا رہی کو نہ گرا اپنی نظر سے قسمت یہ ہماری ہے کہ ارمان نہ نکلے تم جیسے پریرہ کا سایہ نہیں پڑتا</p>
--	---

اسکے لئے ہر حال میں ہر آن بہت ہیں
دنیا کے لئے دین کے سامان بہت ہیں
مان خاک اُٹا نیکو بیابان بہت ہیں
کیا پوچھتے ہو دلمین تو ارمان بہت ہیں
محفل میں تری عیش کے سامان بہت ہیں
ٹوٹے ہوئے اُسے ترے بیان بہت ہیں
گیسو کے ترے بال پریشان بہت ہیں
دربان و مان اُنکے گلبان بہت ہیں
آچا ہنے والے تجھے ارمان بہت ہیں
یون نام کے ہونیکو تو قربان بہت ہیں
انسان جنہیں کہئے وہ انسان بہت ہیں
یون مفت جتانیکو تو احسان بہت ہیں
مان تیری محبت میں پریشان بہت ہیں

زادہ سے قیامت میں بھی بنے کے نہیں نہ
ہم پیتے ہی کر لیں گے ابھی تو بہ پہ تو بہ
دیوانوں کو جنت ہے ترسا یاد دیا
وعدہ نہیں کرتے ہو کہہ ہی صل کا ہم سے
ٹٹنے کے نہیں ہم کہ گزرتے ہیں گمان اور
دل جتنے شکستہ ہیں اگر کیجئے گشتی
کیا تو نے کیا دل شفته پنہا یا
آتے ہیں خدا جانے تصویر میں وہ کیوں کر
یون کھینچ کے خنجر مجھے تامل نے پکارا
جانبار ہمیں میں کہے جان سے حاضر
مان دیکھنے والے کو نظر اور پر کہہ ہو
دل لیلے کیا مجھے سلوک اپنے کیا خوب
کچا اور مہو غم حضرت آصف کی بلا کو

حرف واو

ستگر بے مروت متدخو ہو
وہ بولے سنتے ہی کیوں ہو تو ہو
وہی ہے پہول حسین نگو ہو
جو ہونی ہو خدا کے روبرو ہو
اُسی میں جان ہواس میں ہی ہو

نہیے کیا تم سے گو تم خوبرو ہو
کہا جب میں نے رنجیدہ خدا ہو
وہی ہے خوبرو جو نیک خو ہو
ادھر میں ہوں اُدھر شہر میں تو ہو
تجھے دلمین تو رکھلون میں یہی ہو

گداز عشق نے چھوڑا ہی کیا ہے
اُسے کیونکر نہوا انداز پر ناز
وفا داری ہے گو عاشق کا شیوہ
یہ حسرت ہے تری تیغ ہلا لی
لڑائی کی مین باتیں انکی مجھ سے
نقاب اُٹھے جو رخ سے روز دیدار
کرین بیگانہ سے ہم کیا شکایت
ہمارا خون وہ ہے آبرو دار
نہوا اسکے سوا کچھ بھی تمنا
یہ ہے خاک و رتخا نہ زیاد
رہے ہر دم میں ہر دم یاد تیری
چلے جو سر کے بل اُس بکدین
بگڑتے ہو بظاہر بات سے تم
وہ پوچھیں اپنے دامن جو نسو
تبترک ہے جانا ہی دل پاک
سمجھ میں آئے کیونکر بات قاصد
عدو کو نرم میں ہو شربت خضر
مقابل یون سے جب حسن کی دُر
برا کہتے ہیں جو تیرے ستم کو

فرسے سے ٹپکے گردل میں لہو ہو
کسی کی دہم جب یون چار سو ہو
کرے کیا کوئی بے پروا جو تو ہو
گر بیان کی طرح زیب گلو ہو
کہیں یہ ختم پار بگفتگو ہو
صنف محشر میں ہی پہر تو ہی ہو
یگانہ ہو کے جب اپنا عدو ہو
ترمی تلوار جس سے سرخرو ہو
دل بے آرزو کی آرزو ہو
شکستہ اسکے چہونے سے نفو ہو
جدہر دیکھ یون اوہیں تو ہی ہو
وہی عاشق سراپا جستجو ہو
یہ بہتر دل ہی دل میں گفتگو ہو
مرے اشکوں کی کیسی آبرو ہو
لگائے ہاتھ وہ جسکو وضو ہو
ترمی انجبی ہو ہی جب گفتگو ہو
مرے حق میں مے احمر لہو ہو
اُدھر یوسف دہرے پر وہ تو ہو
ہماری اور انکی گفتگو ہو

قیامت کی ہے اسکی ناامیدی جب اُس سے ہمنے کر لی قطع امید جو ہو تکیہ کرم پر اُس کے اپنا خدا عزت رکھے دو ٹو جہانین	کہ جب کو آرزو کی آرزو ہو تو پہر کیوں آرزو کیوں جستجو ہو برائے دل کی جو کچھ آرزو ہو اور آصف کی ہر اک جا آبرو ہو
---	---

و

دل کے عاشق سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو تم تو ناخ بھی خفا ہوتے ہو انصاف کرو ہین یہی ڈھنگ تو امید رہیگی کسو وقت پر کام جو آئین گے یہی آئین گے جان ہم تھے ہین تم سے ہی فاکرتے ہین منصفی شرط ہے ہمان یونہین تھے ہین خوگر لطف عنایت ہون مجھے تاب کہاں واو عاشق کی نہ دمی بادشہ حسن بنے تم تو دل کے رقیبون سے جلا ہو ہین ہے برا شیوہ بیداو سے رسوا ہونا آج بیداو جو کرتے ہو تو کل کیا ہو گا مارر کہتے ہو ذرا آنکھ نہ کہاتے ہو جسے	ابھی کیا تھے ابھی کیا ہوتے ہو انصاف کرو اور پہر تھے سوا ہوتے ہو انصاف کرو اب جو ان نام خدا ہوتے ہو انصاف کرو دشمن اہل فاموتے ہو انصاف کرو تم تو غیرون پہ فدا ہوتے ہو انصاف کرو تم تو اتنے ہی ہو ہو ہوتے ہو انصاف کرو مہربان ہو کے خفا ہوتے ہو انصاف کرو اور سرگرم خفا ہوتے ہو انصاف کرو اور پہر ہم سے جدا ہوتے ہو انصاف کرو سب میں انگشت ناچو ہو انصاف کرو منفعل روز جزا ہوتے ہو انصاف کرو دوسری تم تو قضا ہوتے ہو انصاف کرو
---	---

یاد رہی ہے کہی آصف ملے تھے کہہ نین

آج پابند حیا ہوتے ہو انصاف کرو

حرف یائے تحتانی

پچی ہے دہوم زائین جا بجا کسی
 وہ حوروش بھی تو مسجد میں تھا خدا جانے
 نگر کسی سے محبت یہ ہم نہ کہتے تھے
 قصور تھا مری آنکھوں کا دل نے پائی سزا
 مرا جہان ہو تمہیں جب تمہیں سے کچھ نہوا
 ہزار رنگ سے نیزنگ میں زمانے میں
 فلک بھی گو ہے سنگر گر نہیں تجہا
 لڑی نظر سے نظر میری آپ کی لیکن
 تمہیں ہی اسکی خبر ہے وہ کون ہی ایسا
 کہیں نہ کرنے سے چیتا ہے عیب نیامین
 غضب تھے ہوئے ابرو کھینچی ہوئی تلوار
 عدو ہی میری طرح ملتھی رہا شہید
 یہ امتحان تو دیکھو وہ مجھ سے پوچھتے ہیں
 کبھی لحاظ ہے دلوں کبھی ہے یہ گستاخ
 ہوئے ہیں دیدہ و دل دونوں الہ و شیدا
 نہ جان کا ہے بہرہ نہ عمر رفتہ کا
 مئے طہور کے اوصاف سن لئے وعظ
 خبر ہی ہے تمہیں یا نیچر ہو تم اس سے

بند ہی ہے دماک ترے حسن کی ہوا کسی
 نماز کس نے ادا کی ہوئی قضا کسی
 دل فریقہ سنتا ہے تو بہلا کسی
 ہوئی ہے عشق میں یہ کسے سہلا کسی
 مریض عشق کو اس آئیگی دوا کسی
 ہوئی ہے شعبہ گر حشیم قدنہ راکسی
 یہ دیکھ کہم ہے جفا کسی ہے سوا کسی
 ثبوت کیجئے ہے پیشہ تر خطا کسی
 بند ہی ہوئی ہے زائین یہ ہوا کسی
 رقیب پر کہو اب جان ہے خدا کسی
 برے میں طور ترے آئی ہے قضا کسی
 وہاں قبول ہوئی دیکھئے دعا کسی
 پسند ہے تمہیں اس شہر میں اسکی
 سمائی اسمین شرارت بہری حیا کسی
 یہ کیا خبر ہے کہ اچھی ہوا تھا کسی
 یہ بیوفا ہوئی کسی وہ آشنا کسی
 لگی ہے رُٹ نچھلے بندہ خدا کسی
 خبر ہو نچتی ہے ہکو ذرا دراکسی

زبان زبان پہ شکایت ہے برلاکسی	ستم ہی آپ کرین اور آپ ہی پوچھیں
نہیں قبول کی آصف نے التجا کسکی	جو کامیاب نہو کوئی یہ نصیب سکا

و

<p>نہیں معلوم وہ کتنی ہوئی تلوار کیسی ہے لبون پر کلرٹ سہم گفتار کیسی ہے کہ یہ بیمار ہو کر ہر غریب آزار کیسی ہے تری پہنچتی چمکتی کاٹتی تلوار کیسی ہے یہہ تم کیا جانو شکل عاشق بیمار کیسی ہے یہہ دیکھو سرخ ہو کر زینت رخسار کیسی ہے یہ کیوں شتاق ایسی مری قمار کیسی ہے کہ یہہ تعمیر ہے معقود درو دیوار کیسی ہے کہہو انصاف ہے تم صحبت بغیار کیسی ہے کوئی دل سے تو پوچھے یہ جفا یا کیسی ہے ارجی صاحبکار سی نہیں یہی ہشیار کیسی ہے ملی یہہ عشق کی سرکار سے دستار کیسی ہے فضا ہے مانع کیسی نگہت گلزار کیسی ہے مری آنکھوں میں تم ہر تے ہو یہ قمار کیسی ہے یہ راہ عالم بالا ہی نامہوار کیسی ہے یہی آسان کیسی ہے یہی شوار کیسی ہے</p>	<p>اگر ہوا امتحان کہیں گاہ یا کیسی ہے مجھے کس ہم میں ڈالا ہے یہ گفتار کیسی ہے تنہا رہی نرس بیمار ہی بیمار کیسی ہے چہ آئے ہیں جو اپنی جان احوال وہ کیا جان نہیں جاتے اگر تصویر ہی کچھو کے منگوا لو لئے ہیں رو ہی ہے سے بچ اسپر کیوں بکڑتی ہو پکڑتی ہے زمین میر قدم کو چھین قاتل کے ہمارا خانہ دل دیکھو کہ وہ سخت گہرا ہے مجھی سے چاہتے ہیں اداسکی یہ فرما کر ستم کرتے ہیں مجھ پر عادت ہو میں انکو کوئی جہنم میں آتا ہے کہلجاتی ہی انکھ کی نہ کیوں کر ابلے سے سہرا زدی دنگو حاصل ہو ہوا ہی ہم اس میں تک نہیں آتی جوبہ پوچھیں نزاکت کے بہانے سے توجہ تک نہیں سکتے گری پڑتی ہیں ٹھوکرین کہانی میں فرادین وہ جانے دل لگی کا حال جسے دل لگایا ہو</p>
---	---

خدا پر چوڑ بیٹھے چارہ گر بھی دوست بھی سکو
ترے طعنوں سے اسے ظالم کلیجہ ہو گیا چھلنی
نہیں ملنے نہ ملے جسے بھی غم سے نہیں ملتے
کمر میں تو نے باندھی ہے کمر میں چاہے رہنا
خدا نے عقل دی ہے اور کو بھی تو تو اسی ناصح
مخاطب غیر سے میں نرم میں اس سے خوشیوں
سر شوریدہ سے سدا سکندر توڑ ڈالیں اسم
بہت لڑتی تھی پہلے عاشق ناشاد سے نرم
وہ کہتے ہیں ہماری ہی صفت میں غراں جیو
اُسے آصف کا غم ہے اور آصف کو یہ بتیانی

ذرا چلک تو دیکھو حالت ہمار کیسی ہے
ہوئی ہے تیرے رکبات یہ تغار کیسی ہے
یہ حجت اور کی کیسی ہے یہ تکرار کیسی ہے
ترمی تلوار پہ میرے گلے کی مار کیسی ہے
نہیں سنتا کسی کی بیخدا کی مار کیسی ہے
مری آنکھوں کو حاصل فرصت یاد کیسی ہے
جہاں روزن بھی رشوار وہ دیو کیسی ہے
وہی بے آنکھ یہ سکی شکل سے بیزار کیسی ہے
کہوں کیا میں کہ یہ پابندی شعار کیسی ہے
ہر اک سے پوچھتا ہے حالت غمخوار کیسی ہے

دل

کیا منہ ہے کوئی باتیں بنائے مرے آگے
نقٹے تری نظروں نے اُٹھائے مرے آگے
کرنی جو پڑی انکو رقیبوں کی حالت
بے پروہ کیا حور کی تعریف نے اُن کو
وہ کہنے لگے دیکھ کے پروانے کا جلنا
محفل میں جلانے کو مجھے پائے وہ صند
جاتا ہوں عدا کو وہ عیادت کو آئے
اُس منزل دشوار میں تقدیر نے ڈالا

دعویٰ ہو جو دشمن تو آئے مرے آگے
جا دو تری آنکھوں کے جگائے مرے آگے
کہتے ہیں بڑے بول سب سے مرے آگے
جنجلا کے وہ باہر نکلائے مرے آگے
جلتے کو کوئی اور جلائے مرے آگے
پہلو میں رقیبوں کو بٹھائے مرے آگے
اتنی بھی نہ تکلیف اُٹھائے مرے آگے
رہبر ہی جہاں تھو کرین کہا مرے آگے

<p>ہے گہمت گل مجھ کو نفس میں یہی غنیمت وہ بات نہ کرتے تھے جو کی بات تو یہیہ کی اندیشہ تھا اُنکو کہ نہ آنکھوں میں سما جاؤں جاتے تھے وہ گل چپکے سرشام جو پوچھا عاشق کو کیا قتل یہ احسان جتا کر بلبل کی کہان ایسی گل افشانی تقریر بہر آئے جو دل عاشق مضطر کا کرے کیا روٹھے کا منانا مجھے آجائے جو کوئی اُس بزم میں لیجانے مجھے اے دل مضطر دنیا کا جو ہے قافلہ رکھتا ہے کب کب صف</p>	<p>یار یہ بہار آگے نہ جائے مرے آگے غیروں کے بہت عیب چھپا مرے آگے منہ کہو نہ محفل میں آئے مرے آگے میں کیا کہوں کیا فقرے بنائے مرے آگے دنیا میں مصیبت نہ اٹھائے مرے آگے باتوں کے چمن اُس نے لگائے مرے آگے تم کہتے ہو آنسو نہ بہائے مرے آگے روٹھے ہوئے اس ل کو منا مرے آگے کیا ہو جو وہ کہدے یہ آئے مرے آگے جائے کوئی پیچھے کوئی جائے مرے آگے</p>
---	---

و

<p>کب مرے دل پہ کار گر نہ ہوئی غیر کو کاوش بگر نہ ہوئی نازنین کو کہان ہے اب نگاہ مہربانی تری اس لفت پر تیری فرقت میں رونے والو نکلی میں نے جب کچھ کہا زبانی حال کب ترا غیر پر نہ دل آیا غیر اُس بزم ناز میں پہنچے</p>	<p>وہ تو برہمی ہوئی نظر نہ ہوئی یہ ادھر کی بلا اُدھر نہ ہوئی خواب میں کیا اُسے نظر نہ ہوئی جتنی ہوتی تھی اس قدر نہ ہوئی آستین کب لہو میں تر نہ ہوئی تیری تسکین پیا مبر نہ ہوئی کب تری پیار کی نظر نہ ہوئی خیر گذری مجھے خبر نہ ہوئی</p>
--	--

تجھ کو دل کے اپنی رسوائی
 یہ شب صلیٰ کو حسرت ہے
 ہم ہی جیتی ہوئی کہے ہی گئے
 پہر کہاں جائیں گے اکہی ہم
 ہم نے میدان عشق جیت لیا
 درو سر کا انہیں بہانہ ہوا
 دیکھئے دیکھئے پھری آبِ نکہہ
 پاس ہوتی تو سب خلش مٹتی
 مر گئے مر گئے فراق میں ہم
 شب کا وعدہ وہ کر کے کہتے ہیں
 سامنے ہی رہی تصور میں
 شاخ گل کی ہی دیکھ لی جنبش
 میں جو رویا تو کیا گناہ ہوا
 شکوہ ہجر سنے اُس نے کہا
 کب نظر تری اثر نہ ہوا
 بڑی تلوارین باندہ لین تم نے
 کب ہوا حشر کب تمام ہوا
 بندہ میں جو دیکھی ہے صورت
 صلیٰ کی کچھ یاد ہے باہم

وہ ہوئی اب جو عمر بہر ہوئی
 شام ہوتے ہی کیوں سحر نہ ہوئی
 کب سزا بات پر نہ ہوئی
 خلد میں بھی اگر بسر نہ ہوئی
 فتح غیروں کے نام پر نہ ہوئی
 داستان اپنی مختصر نہ ہوئی
 ہوتی ہوتی او ہر نظر نہ ہوئی
 نہ ہوئی عشق میں مگر نہ ہوئی
 نہ ہوئی اُنکو کچھ خبر نہ ہوئی
 رات دو چار دن اگر نہ ہوئی
 آنکھ او جہل تری نظر نہ ہوئی
 وہ چمکتی ہوئی کمر نہ ہوئی
 دامن تر سے چشم تر نہ ہوئی
 تجھ کو اسدِ نظر نہ ہوئی
 کب تری آنکھ فتنہ گر نہ ہوئی
 یہ تو عشق کی کمر نہ ہوئی
 مجھے محشر کی کچھ خبر نہ ہوئی
 وہ پہلے کو خدا کے گہر نہ ہوئی
 آج آصف سے بہر گر نہ ہوئی

و

لیتے ہیں ہنس کے میرا نام اُٹھتے بیٹھتے
 غیر کی تعریف میرا شکوہ اپنی خوبیاں
 سامنے آچکا ہے ظالم کہ گزری وہ پہر
 چھپتے ہنس ہنس کے میں عشاق کو قاتل ہوا
 میرے کہنے پر عمل کرتے تھے وہ دن ہے
 سنکے قاصد سے رقیبوں کے سانیکے لئے
 ہو چکی تعظیم غیروں کی کرو محفل تمام
 ضعف میں کن شگلوں سے طے ہوئی ہوا راہ
 محکو کیا مطلب کہ سب انجیا محفل کو تری
 میکدہ میں مدرسہ کی قید نے راہ نہیں
 دل کے چہالوں کی دکھاؤں سیریا شل جبا
 اب تو صورت کہا جاگرتے پڑتے ضعف سے
 عاشقوں کا قتل کو کہیل ہے شکل نہیں
 دل ہی جب بیچیں ہو آصف تو کیا کوئی کرے

پیار سے دیتے ہیں وہ دشنام اُٹھتے بیٹھتے
 وہ بیان کرتے ہیں صبح شام اُٹھتے بیٹھتے
 محکو بتیابی سے زیرِ بام اُٹھتے بیٹھتے
 دیکھ کر معشوق گل اندام اُٹھتے بیٹھتے
 اب تو ہے ہر بات پر الزام اُٹھتے بیٹھتے
 یاد کرتے ہیں مرا پیغام اُٹھتے بیٹھتے
 شب تو گزری بہ خاص عالم اُٹھتے بیٹھتے
 پہونچے میں منزل پہ مرگم اُٹھتے بیٹھتے
 دیتے ہیں آغاز سے انجام اُٹھتے بیٹھتے
 بے تکلف سب میں جو شام اُٹھتے بیٹھتے
 یہ نہیں ہیں ایوت گلفام اُٹھتے بیٹھتے
 ہم ہی آ بیٹھے ہیں زیرِ بام اُٹھتے بیٹھتے
 وہ تو کر لیتے ہیں ایسے کام اُٹھتے بیٹھتے
 چلتے پھرتے ہے نہ ہے آرام اُٹھتے بیٹھتے

و

اب تو دیکھ کوئی دل بقرار کے
 عشاق پہول لیتے ہیں بیکر مزار کے
 ناچار ہم ہی بیٹھ رہے دل کو مار کے

انداز شوخ شوخ جو ملتے ہیں یار کے
 نکلی ہے جان عشق میں اس گلزار کے
 وعدہ کا انتظار کہا تک کرے کوئی

دل میں ہمارے ایک صنم پر رہ دار ہے
 زقار سکی کیون نہ قیامت بپا کرے
 بیٹھے شرب وصال جو چپ چپ الگ الگ
 بیتاب دل کے ہاتھ سے ہے میری لاش بھی
 یہ تو شبِ صال ہے ماتم کا دن نہیں
 اسکی شیلی آنکھوں سے ایمان کیا بچے
 چوری کی بات تھی جو پکارا رقیب کو
 سرکارِ عشق کو ہے ابک زادگی پسند
 گنتی کے دواع پاس مرے دلمین لگے
 یہ دل نہیں ہے زلف بگڑ کر جو پہرنے
 بس امتحانِ غیر تو اب ہو چکا تمام
 زاہد کو ناز زدہ یہ زندون کا ہے یہ قول
 سچ ہے نہیں کیسا کوئی ہائے یکسی
 دونوں طرف ہے بحرِ محبت میں ایک حال
 بندون پہ اپنے شان کری می سے رحم ہے
 جب تک ہے منہ میں بات تو اخفا را رہے
 انصاف کر تو خاک پہ کسی ہو ایصبا

آئے خیال غیر تو پردہ بپا کر کے
 فتنے قدم سے اٹھتے ہیں اس شمسوار کے
 جب دل کیلے تو نطفہ من بوس کنا کے
 اندر رزار کے کہی باہر مزار کے
 کیون ساوگی سے آئے نور یور آتا کے
 دشمن یہ دونوں مست ہیں پر نیہ گار کے
 شہر ہے میں سامنے میرے پکار کے
 قیدی چوٹ جاؤں کہیں نفیاء کے
 یہ میں نشان لٹی ہوئی فصل بہار کے
 اسکو کہیں بگاڑ نہ دینا سنوار کے
 آمیدوار ہم بھی تو میں ایک واس کے
 بندے گناہگار میں پروردگار کے
 جاتے ہیں یار قبر کے اندر اتار کے
 بے صبر وار کے میں تو بیہوشیا کے
 کیا فیض فضل میں مگر پروردگار کے
 وہ مات کیا چھپے جو پڑے منہ ہار کے
 پیچھے پڑی ہے کیون مرے مشت غبار کے

آصف سے ہم نے پوچھا جو مذہب تو یہ کہا
 ہم میں غلامِ بختن و چار یار کے

د

یہ دل آشنا اور نا آشنا ہے
 قیامت کی چٹوں غضب کی اداس ہے
 شکایت نہیں تو اگر موفاس ہے
 نہیں ہے اگر تو ہمارا تو کیا ہے
 پیو بھی پلاؤ بھی اسکا مزا ہے
 رہے یا نہیں کوئی کس کام کا ہے
 کرین تبکہہ سے عبت قصد کعبہ
 مزا ہے یہی بات میں بات نکلی
 نشانہ بنے دیکھنے کونسا دل
 گیا دل تو جائیگی جان خیرین ہی
 یہ کافر حسین ایک جا جمع ہونگے
 نہ لکھنا اسے خط میں کیا جانتا
 شب صلی میں ڈر کے برابر مجھے
 جفا کر کے تنہے وفا کی تو کیا کی
 نہ اترا و بس بس خدا سے ڈرو بھی
 ترے توڑنے سے ٹوٹیکا ہر گز
 کہاں جائے انسان نیسے نکل کر
 شب صلی کس طرح طے ہو یہ جہکڑا

بہلوں سے بہلا ہے بروئے شب ہے
 بچائے خدا چشم بد سے دعا ہے
 یہ قسم ہے میری اسیکا گلا ہے
 زمانے میں کوئی کیا مولا ہے
 یث شبہ بہرا ہے یہ ساغر و ہرا ہے
 سلامت ہو تم یہ میری دعا ہے
 مہیاں بھی خدا ہے وہاں بھی خدا ہے
 اداسے ادا جہے پہر تو کیا ہے
 یہ تیر دعا ہے وہ تیرا داس ہے
 محبت کا آخر کو پہل کیا ملا ہے
 جہنم میں بھی اک طرح کا مزا ہے
 مراد عی یہ مراد دعا ہے
 وہ پوچھا کئے صبح کیا بجا ہے
 وہ دل ہی نہیں مجھ میں کیا رہا ہے
 گر اچھے ہو تم تو برون کا خدا ہے
 مرا دل بھی کیا تیرا عہد وفا ہے
 زمین فتنہ گر ہے فلک فتنہ زا ہے
 نہ تم مانتے ہو نہ دل مانتا ہے

کہو پہ تو گہرا کے ذکرِ عدو پر
 نہ ہونا کہی مائل زلفِ ایدل
 بجز میرے اور دنیسے طلب نہ کہو
 تنہا راہی میں ہوں خطا و عاشق
 ستائش میں ہے ایک لطفِ مہم
 بہت دور ہے منزلِ استیلا
 یہ پوچھا کسی نے جو عاشق سے آنکے
 کہا اُس نے میری مصیبت پوچھو
 یہ سر تنہا کہی زانو سے دبرا پر
 کہی یہ جبین رشکِ مہین تہی
 کشیدہ کمان کی طرح تنہا جو ابرو
 وہ آنکھیں جو تہیں محو دیدارِ مردم
 وہ بینی جو تہی محو خوشبوئے لفت
 وہ لب غنچہ لب جسکو تیتے تھے بوسے
 وہ گوشِ طرباک لبریزِ نغمہ
 وہ گردنِ پڑے دستِ محبوبِ حسین
 وہ گلزارِ گنج جسکے بلبل تھے گلرو
 وہ سینہ جو عشرت کردہ تنہا ہمیشہ
 پہرہ جو سینوں کے سینوں پہ برسوں

نہیں ہم تو واقفِ خدا جانتے
 اسی کے رہے سپرہ جسکی بلا ہے
 مرادِ عا ہے تو یہ مدعا ہے
 زمانہ کہو مجھ سے پہر کیوں خفا ہے
 شکایت میں سو طرح کا مرا ہے
 جو یہ طے ہوئی پہر خدا ہی ہے
 ترا حال اب کیا سے کیا ہو گیا ہے
 سراپا کا میرے یہ نقشہ بنا ہے
 یہی زانو سے فکرِ پر اب جہا ہے
 یہی خاک میں صورتِ نقشِ بنا ہے
 وہ اب جوڑ ٹوٹی ہوئی تیغِ کلے
 انہیں اک قیامت کا سا منہ ہے
 وہ مدت سے محرومِ بوسے و فاسے
 لبِ خم کی طرح اب بدنا ہے
 شکایتِ ملامت ہی اب سن رہا ہے
 گریبان اُسے طوقِ اجڑے رہا ہے
 خزانِ دیدہ پہو لوں مہر جا گیا ہے
 اُسے کیسے اب تو ماتم سرا ہے
 اسی تہ سے اب میری پٹیتا ہے

انہیں یاس نے اب کتنہ کیا ہے
یہی اب گرفتار دام بلا ہے
محبت جو کی تھی یہ اسکی سزا ہے
خدا ہے خدا ہے خدا ہے خدا ہے
لگا نا ہی دل کا سر اس خطا ہے

کبھی پاؤں چلتے تھے طلب میں
یہ دل بچ و غم سے تھا آزاد کیسا
کوئی بیوفاؤں کے دم میں نہ آئے
مرے حال بد پر کرم کرنے والا
ہمارے بھی ہے امتحان تین آصف

و

مراد دشمن مراد خواہ تو ہے
کرین کیا ہم جو رشک تو ہے
اٹھے یہ کیکے ہم اللہ تو ہے
قسم کہا کر کہا واسد تو ہے
کہاں جاتا کہ سدا رہ تو ہے
خدا یا اس سے بس گاہ تو ہے
کہاں برق بلا اسے آہ تو ہے
مرا یاد و مرے اسد تو ہے
ارے او دل بڑا گمراہ تو ہے
فقط اک یہ خلوت گاہ تو ہے
ارے ظالم بڑا جانگاہ تو ہے
چٹخ کر بولے وہ واسد تو ہے
شہنشاہوں کا شاہنشاہ تو ہے

کجی پر اسے دل گمراہ تو ہے
نظر آتا نہیں شب کو سیدن
فلک کو دیکھ کر کوئے بتان سے
کہا جب ان سے عاشق اور نہیں
تصور غیر کا میں نے کیا جب
مرار نہ محبت ہو نہ افشا
رقیبوں کا جلائے دل تو جانین
دل ابو دیدیا اس تبت کو میں نے
پڑا پھرتا ہے کوچہ میں اسی کے
نہ پایا دل کے گوشہ میں کوئی اور
اثر دیکھا ترا اسے عشق ہم نے
کہا جب بیوفاغیور کو میں نے
ترے در کا گدایا پیر میں نے

ادا سے ناز سے پاس کے اُسے

کہا آصف سے آصف عا تو ہے

و

پہر رہی ہے سائے عالم میں مائی آپ کی
مار ڈالیں گے ہمیں یہ کچ ادا کی آپ کی
راست بازو نہر ہے روشن کچ ادا کی آپ کی
دیدہ پر خون کو میرے دیکھ کر کہتے ہیں وہ
خوب پہل پایا ہے ملکر کر لیا آگے کو عہد
جو ہنسائیگا کسی کو آپ بھی ہنس جائیگا
بال ہے اچھے ہوئے شانہ کیا ہے دیر تک
چھٹکارا اس میں فرائش کو سے کا اس میں لطف ہے
جب تو ہے طبیعت میں نوح کیساں ہو گئی
کیا سکھائے گی قیامت کو فتنوں کی چال
ولمیں ہم جلتے ہیں سن کر کچھ تباہ نہیں
پہر ہوئے برہم بہ غصہ مجھ کیوں ہی اس قدر
داور محشر کے آگے آپ کا شکوہ کیا
اپنے عاشق کو تانا اس قدر اچھا نہیں
آپ کی صورت جو دیکھیں گے تو بہتر لگا دل
جانتے تھے جاکے ہونگے بزم دشمن میں سبک
ہے تجلی نور کی لاکھوں حجابوں سے عیان

یہ خدا کی ہے خدائی یا خدائی آپ کی
بیوفائی بیرخی بے اعتنائی آپ کی
ہے وفادار و نپہ ظاہر بیوفائی آپ کی
ہے یہ بیماری کی سرخی انکھائی آپ کی
کیا ملائیں گے خدا سے آشنائی آپ کی
ہو چکی ہند سے میرے ابائی آپ کی
میں دبا دون دکھ گئی ہوگی کلائی آپ کی
صلح سے بہتر سمجھتا ہوں لڑائی آپ کی
آشنائی آپ کی نا آشنائی آپ کی
ابتدا سے یہ تو ہے سبکھی سکھائی آپ کی
لوگ کرتے ہیں برائی پر برائی آپ کی
ہو گئی تھی صل میں مجھ سے صفائی آپ کی
حسب دت پر قہر میں ہمنے کہا کی آپ کی
بیٹھ جائیگی مرے ولیم برائی آپ کی
یاد آئیگی قیامت میں جدائی آپ کی
کیا کریں ہم کو محبت کینچ لائی آپ کی
پر دے پر دے میں کیا کیا خود نمائی آپ کی

خوبے پر وہ مجھے صورت کہاں کی آپ کی
 خاک میں ہلو ملائیسگی جدائی آپ کی
 یا نبی روز گارو ہائی پر دہائی آپ کی
 یہ وفاداری ہمارے بیوفائی آپ کی
 پہول کو سونگہا تو خوشبو محسوس آئی آپ کی
 وہ نشانی نیچے میرے ماتھے آئی آپ کی
 پوچھتے ہیں وہ لگی کس نے بچائی آپ کی
 شب کو آصف سے ہوی کیونکر صفائی آپ کی

اپنی آنکھوں کی بلالیں ہوں کہ شہ کو بجے بہین
 رنج فرقت میں جو مر کر جئے تو کیا جئے
 روز محشر پر شش اعمال ہو گی جب مری
 عاشق و معشوق کے لب پر ہوی ہو و سنا
 سیر گلشن کیا کہوں کیا باعث فرحت ہوی
 غیر کو بھیجا تھا چہلا خط کے اندر ڈال کر
 بدگمانی دیکھنا دیکھی جو میری آہ سرد
 کس طرح راضی ہوے کیا اسنے جادو کر دیا

و

کیسی یاد فقط یاد گار باقی ہے
 ابھی سرور سے خوشگواری باقی ہے
 نگہ نگہ کو مرے انتظار باقی ہے
 شکار وہ تو ہوا یہ شکار باقی ہے
 نہیں مزار تو مشت غبار باقی ہے
 ابھی تو حسن کی کچھ پہ پہ باقی ہے
 کہ کچھ یو میں ساترا اعتبار باقی ہے
 و کم سنی کی شرارت باقی ہے
 یو میں بریگی یہ جتنی بہار باقی ہے
 کہ دل میں آرزو وصل باقی ہے

نہ دل میں صبر نہ دل میں قرار باقی ہے
 تری بہار جو اب بہار باقی ہے
 حجاب صل میں بھی سے نگا باقی ہے
 لگا کے تیرے دل پہ تو جگہ کو نہ چھوڑ
 مٹا سکے گا مجھے خاک چرخ کج رفتار
 نکالیو دل شیدا وصال میں ارمان
 گرا اب بھی وعدہ خلائی سے عہدِ ظالم
 جوان ہو کے تجھے گر چہ آئی شرم و حیا
 وہ کس غور سے کہتے ہیں شباب کے بعد
 خدا کے آگے بھی کہہ دو نگاہیں تو روز جزا

نیر بارنگا لوجو دل کی تم ارمان
 تنہا قصور مرا اسکو کر دیا تا بہت
 شبِ صال وہ گہر کے صبح کچھ سے
 نیرا گن کے جو میں تہم گیا تہکی ہے زبان
 تمہیں رقیب کا جسطرح انتظار رہا
 ترا جو سینہ ہے آئینہ میں بھی تو دیکھوں
 نکل گئی مرے دل سے تری فترہ کی پہاں
 مٹے بلا سے مٹے ہم مگر جفا تو کرو
 تمہارے ڈسنگ تھ سارے میں بھائی کے
 مٹے مٹے نظر آتی میں داغ دل کثر
 نکالیں تو نے زمانے کی حسرتیں کیا کیا
 ہماری قبر پر اسکو چڑھا دے اے گلو
 نشان اہل نشان ہو گئے بہت معدوم
 قد اسکا سر وہ پستان انا ریب نخ
 پیادے سا غمے سا قیامہ دیر دگا
 کوئی رہا نہیں ارمان نزع میں مجھ کو
 بجایا ہے قدر کرو جس قدر مرے دل کی

یہ بار بار کہوں لاکہ بار باقی ہے
 تمہارے دلیں ابھی کبھی باقی ہے
 یہ پوچھتے ہی ہے کوئی پیار باقی ہے
 بہت سائیرے ستم کا شمار باقی ہے
 تمہارا ہلکو بھی یوں انتظار باقی ہے
 نہیں ہے یا ترے دل میں غبار باقی ہے
 عدو کے رشک کا کبھی غار باقی ہے
 ابھی مزار کا سنگ مزار باقی ہے
 یوہن سا وعدہ ناپائیدار باقی ہے
 لٹی لٹی مرے دل کی بہار باقی ہے
 فقط یہی دل میدوار باقی ہے
 ترے گلے میں جو پہوون کا مار باقی ہے
 ظہور قدرت پروردگار باقی ہے
 بہار پر ہے وہ جو بہار باقی ہے
 چمن میں جوش گل برگ بار باقی ہے
 جو ہے تو حسرت دیدار باقی ہے
 کہ عاشقوں میں یہی یادگار باقی ہے

اٹھائے رنج کہاں بیکے صنف گلین
 کہ مجھ میں کیا مرے پروردگار باقی ہے

و

پہرتے میں لوگ نکو ابھائے نئے نئے
 چلن سے عرصے میں اشائے نئے نئے
 میں رنگ سنگ تری میا کے نئے نئے
 دن کو نظر پر آئے میں تائے نئے نئے
 رکھے گئے خطاب ہمارے نئے نئے
 وریائے عشق کے میں کنارے نئے نئے
 بدلے میں طور آکے سائے نئے نئے
 تحفے یہ اُن کو نذر گزارے نئے نئے
 اُن کے نئے نئے میں ہمارے نئے نئے
 چکے زمین پر بھی ستارے نئے نئے
 ہوتے نہیں میں پاں کرارے نئے نئے
 تم ڈھونڈتے پہرے گئے سہارے نئے نئے
 پہرے ہون ہمارے تمہارے نئے نئے
 آنکھوں نے یہ دکھائے شرارے نئے نئے
 نقشے مکان مکان کے تائے نئے نئے
 معشوق کیا نہیں میں تمہارے نئے نئے

اب آشنا ہوئے میں تمہارے نئے نئے
 انسان ہے کہ جو روپری ہے یہ کون ہے
 پہلے ہماری چاہ سے یہ بات تھی کہاں
 بستر پر اُنکے دیکھے ستارے جڑے ہوئے
 مجھ کو رونگٹا روپیشاں بد نصیب
 گر ایک ہے عزم تو قیامت ہے دوسرا
 وہ التفات ہے نہ وہ میں مہربانیاں
 تصویر داغ دل کی ہے زخم طبر کی بھی
 اُن کو ملے رقیب معشوق ہے کو بھی
 دیکھے بہت سے زہرہ جبین اور جمال
 چاہت میں ہے نیون کی پرائوٹا کربا
 ہمسے چمٹے تو پہر نہیں ملنے کا کوئی بھی
 جانے دو اگلی باتوں کو جو کچھ ہوا ہوا
 بڑکی جو دل کی آگ پتنگے بنے میں شک
 ہکو ملانہ خانہ دل کا سا ایک بھی
 آصف نے بغیر کا جو کیا شکوہ یہ کیا

و

لچن سے جھڑ گئے میں عروس بہار کے

شہر سے ہوئے میں جب کسی گلزار کے

حُسن و جمال تیرے میں کیا کیا بہا کے
 صدے بیان کیا ہوں نہ انتظار کے
 چلتا ہوا ہے نیچے مَرگانِ اشکبار
 یہ قول وصل کا ہے نہ ٹوٹے خدا کرے
 چکر میں تجھ کو ڈال دیا عشقِ غیر نے
 یہ عرصہ گاہِ حشر ہے محفلِ نہیں تری
 کچھ تم نگاہِ مہر و عنایت اگر کرو
 میرے دلِ جگر سے کوئی پوچھے ذرا
 کس عارفِ خدا کا گذر ہے ہو گیا
 اُس خوش گلو کی ہے وہ میری صد کچھ
 آنکھوں میں ہے سرور نہ ستانہ ہوا
 مجبور کر دیا ہے محبت سے کیا کرین
 اس حُسن پر روچند ہوا حُسنِ اب بھی
 انگڑائیاں خار کی لیتے ہو صبح سے
 ایسی ہے تیری اتنی جوانی کی دھوم دھام
 قطرے شرابِ سرخ کے یاد آگئے مجھے
 دیگا چیز ہے بڑے معے جو بن کی داؤن
 تہندی ہوا ہے ہے بتِ شکر ہے
 کس سے کہوں میں جا لے بسج شمعِ شوق سے

دیتے ہیں جان عاشقِ جانِ بازو کے
 سو بار چپ ہوا ہوں اجل کو پکار کے
 لئے لئے میں دامنِ بر بہار کے
 جاتے ہو میرے ہاتھ پہ تم ہاتھ لائے
 یہ تھکینڈے میں گردشِ لیل و نہار کے
 انخیارے تو جائیں تجھے اب بہا کے
 کچھ حوصلے بڑ میں دلِ میدوار کے
 کیا کیا مرے میں وصل میں اس گلزار کے
 قربانِ شیخ و شاب ہیں میرے مزار کے
 نغمے ہزار بار سننے میں ہزار کے
 پالے پڑے ہو کیا کسی پر نیر گار کے
 دل اختیار کا ہے نہ تم اختیار کے
 ابھرے ہو سے میں گانِ احوالِ ہمار کے
 تھے چڑھے تھے رات کو کس بادِ خوار کے
 جوش و خروش جیسے عین اتنی بہار کے
 توبہ کے بعد دیکھ کے دانے آمار کے
 پتیاؤ گے بہت مجھے دل سے اُتار کے
 پہر اسے لطفِ بارشِ بر بہار کے
 کیسے میں رنگِ ہنگامِ تھیرار کے

قاہو میں یہ سمند نہیں ہے سوار کے
اخلاص کے وفا کے محبت کے پیار کے

سچو بچائے ہکو دیکھئے عمر روان کہاں
آصف کے حال پر پہنچا احسان کہاں

و ل

دیکھئے والون کو تاب دیکھئے کبتا کے
بزم شراب کباب دیکھئے کبتا کے
مجھ سے سوال جواب دیکھئے کبتا کے
پیش نظر آفتاب دیکھئے کبتا کے
دل کو مرے اضطراب دیکھئے کبتا کے
چشم ہے وانیم خواب دیکھئے کبتا کے
چرخ کا یہ انقلاب دیکھئے کبتا کے
وصل کی شب کو خواب دیکھئے کبتا کے
یہ دل خانہ خراب دیکھئے کبتا کے
ناصح مشفق خواب دیکھئے کبتا کے
نشہ جوش شراب دیکھئے کبتا کے
ہجرت کا تیرے غدا ب دیکھئے کبتا کے
آئینہ کی آفتاب دیکھئے کبتا کے
شرم سے منہ پر نقاب دیکھئے کبتا کے
اور غم بھیاں دیکھئے کبتا کے
دور مہ آفتاب دیکھئے کبتا کے

سامنے وہ بنے نقاب دیکھئے کبتا کے
نشہ سے ساقیا ہم بھی میں جلد ہی ملا
حشر کا دن ہے بڑا حال غم اس سے ہوا
ہجر کا دن یا خدا حشر کا دن ہو گیا
رات تڑپتے کٹی چین نہیں دن بھی
سوئے ہیں وہ وصل میں ڈر بھی کچھ نہیں
مٹ گئیں جو صورتیں کیا کہیں کس کہیں
تلوون میں کی گد گدی پانون بچی ہو بھی
چین نہیں تو نہیں موت بھی سکون نہیں
تو نے پہرایا ہے سر کہنے کا تیرے اثر
ہاتھ میں ہے جام مل پاس ہے اک تشنگ
وصل کی جو تہی گہری وہ تو گزر رہی گئی
رشتا کے وہ مہ جبین خاک ڈالے کہیں
کہتی ہے شوخی تری اور یہ سستی تری
جو کہتا تھا کہ نہیں ایشا کہتا تھا کہ نہیں
حسن کا اُسکے طہور مل کے ہوا نار نور

وصل کی شب ہمکنار آج ہے وہ گھنڈا

لطف شرب کباب کیسے کتنا ہے

آصف شاد کا حال ہی ہے جوتہا
عشق میں مٹی خراب دیکھئے کتنا ہے

سلام

سلامی دیکھنا اشکوں کے گویے ہوئے ہیں
مضامینِ نعم و زرا دل تہا م کر گئے
سنا شیر کا نام و راک بجلی گری دل پر
فرشتوں کے کہا جب سر کٹانے آیکو دیکھا
لڑے اس منگ سے اکبر دشمن پہنچا رٹھے
نہ میں سے عرش پر پہنچا دیا شیر نے حر کو
مرے آئینہ دل میں ہے جلوہ ماہ زیہ کا
تن سرور پہ جتنے زخم تھے وہ سب بچتے
محبتِ نینب شیر کی دیکھو تو ظاہر ہو
لبہ دندان میں نشہ ہے اور ہی کچھ پیدا
لڑے بچے جو ریم کے تعجب پہ پہنچا ہے
نہاؤ خون میں اصغر تو بانو سے کہا نشہ نے
مظالم کر لاکر منکے حیرت سپہ ہوتی ہے
عدو بھی ہو گئے حیران جو دیکھا جبرِ حضرت کا
پھر کز نشہ کی نشہ گتہ ہی نہیں ہے قاتل سے

لئے میں نشہ نے دہن میں مقلد ایسے ہوئے ہیں
رگ جان کہو لکھ میں بہت تر ایسے ہوئے ہیں
جو دل میں رکھتے ہیں وہ مضطرب ایسے ہوئے ہیں
والی مند کے اسد اکبر ایسے مچتے ہیں
بہادر اسکو کہتے ہیں لاوار ایسے ہوئے ہیں
خدا کے خاقان کے بندہ پرورد ایسے ہوئے ہیں
سکندر سے کہو دیکھ سکندر ایسے ہوئے ہیں
چہری تلوار برچھے تیر خنجر ایسے ہوئے ہیں
کہ خواہر ایسی موفقی ہی راور ایسے ہوئے ہیں
نہ لعل اس منگ کے دیکھئے گوہر ایسے ہوئے ہیں
کہ جو شیر زمین پلٹے میں اکثر ایسے ہوئے ہیں
کہ دیکھو بانو جنت کی گل تر ایسے ہوئے ہیں
کہ یہ مٹی کے تیلے دیکھتے تیر ایسے مچتے ہیں
یہ کیا معلوم کہ سبطِ نیکلے ہوئے ہیں
کہ یہ اسوں کے مستانِ خنجر ایسے ہوئے ہیں

مزا کیا دے رہے ہیں دیدارِ نیما آصف
یہ ہم آج جانا جا کوثر سے مٹتے ہیں

سلام

راتِ نولمیں خیال شہد ارتقا ہے
ما تم شاہ شہیدان کہی ٹٹنے کا نہیں
دلِ راسا ہے مگر کیئے وسعت اسکی
خلف ساقی کوثر ہے ہمارا ساقی
عاجزی چاہئے اُن کو جو کرم و امین
ہے تصور میں جو عابد کی برہنہ پائی
خوب دئے کا ترپنے کا فرامتا ہے
یہ وہ ہے داغ ہمیشہ جو ہر ارتقا ہے
داغ رمتا ہے جدا در و جدا رمتا ہے
مئے کوثر سے یہاں جام ہر ارتقا ہے
خاک پخل خوار جہکار رمتا ہے
ایک کا ٹٹا سا کلیجہ میں جیہا رمتا ہے

فیضِ حیاتِ چشم گہوار کا ہے امی آصف
موتیوں سے مراد امن جو ہر ارتقا ہے

آذری اسفرائینی

آذری تخلص۔ سید حمزہ نام۔ شیخ نور الدین لقب۔ آپ خواجہ علی ملک سرمداریہ کے
فرزند ہیں۔ نسب کا سلسلہ اخیر میحی ہاشمی مروزی سے منہی ہوتا ہے۔ خواجہ ملک سرمداریہ
کے عہد میں اسفرائین میں صاحبِ قدار و اختیار تھا۔ آذری کا مسقطِ اکبر اس
اسفرائین ہے۔ اسی شہر میں نشو و نما پایا۔ اور وہاں کے علما و فضلا کی خدمت میں تربیت
و تعلیم پائی۔ جب فارغِ تحصیل ہوا اسوقت عالمِ شباب تھا۔ شعور و شاعری میں مشغول ہوا
شاعری کے میدان میں مشاہیر شعرا سے بڑھ گیا۔ تیسری فہم و ذکا میں مشہور ہوا۔ چنانچہ
ایک وقت شیخ صدر الدین رواس کے ہمراہ مشہد مقدس میں میزبانِ بیگ کے ملنے کیلئے
گیا مزار نے اول شیخ صدر الدین سے پوچھا کہ آپ اس بسین مجاہدِ ارواثِ ثباتِ ملتہ میں

شیخ نے کہا رواجِ صلہ سے ہوں۔ میرزا نے فرمایا کہ آپ اسے نہیں میں اسلئے کہ رواجِ
 کلامِ عرب میں نہیں آیا۔ پھر شیخ آذری سے پوچھا کہ آپ کا تخلص آذری کس جس سے ہے
 آپ نے کہا چونکہ میری ولادت ماہ آذریں ہوئی تھی اسلئے میں نے آذری تخلص اختیار کیا۔ میرزا
 کہا آپ شاعر پیشہ نہیں تھے۔ وہ آذری بضم زال ہے نہ بفتح۔ شیخ نے بدانتہ جواب دیا۔ ماہ
 آذری کے زال نے متعدد سالانہ لٹ و خواری میں گزارے اور اسکی پٹہ خمیدہ ہو گئی۔ قریباً
 کہ اسکی پٹہ شکستہ ہو جائے لیکن مقام شعور و ہوش میں آیا۔ اور قائم ہو گیا۔ اسکی پشت
 درست و راست ہو گئی۔ میرزا کو شیخ کا جواب پسند آیا۔ شیخ کو مصاحبین کے زمرہ میں شریک
 فرمایا۔ اور بشمار انعام و احسان سے سرفراز کیا۔ اور شیخ سے فرمائش کی کہ سلمان ساوجی
 کے قصائد جو اب لکھے شیخ نے موزون کر کے پیش کیا۔ تمام شعر نے پسند کیا۔ بعد ازاں ایک
 قصیدہ میرزا شاعر کی مدح میں بھی لکھا شانزادہ کے توسل سے میرزا کے ملاحظہ
 میں پیش کیا۔ میرزا بہت ہی خوش ہوا۔ نیک شعرائے خطاب سے مخاطب فرمایا۔ اور صلہ
 و انعام وافر سے مالا مال کیا۔ اسی زمانہ میں شیخ نے دنیا سے برخواستہ خاطر ہو کے طریقہ قدوسی
 میں قدم رکھا۔ شیخ محی الدین طوسی کی خدمت میں پہنچا۔ کتب سلوک و احادیث کی سند
 شیخ سے حاصل کی۔ اور ان کے ہمراہ حج کو گیا۔ شیخ کے فوت ہونیکے بعد ربیع الثانی
 ولی کرانی کی خدمت میں آیا اور جمعیت کی۔ ریاضت شائقہ کے بعد میر و سیاحت میں
 مشغول ہوا۔ بہارستان سخن کے مولفے لکھا سفر کرتے وقت میرزا بایسنقر میں میرزا
 شاعر نے شیخ کی خدمت میں ایک بیہ زہر پیش کیا۔ شیخ نے قبول نہیں فرمایا۔ اور یہ بیت پڑھی
 زکر کہ ستانی و برافشا نہیںش ہم بہ ازانت کہ ستا نہیںش
 مولانا حاجی بہ بندہ طالب العلم نے آسن نہ سے ایک شہت زرا ٹھایا اور کہا اے شیخ

تو نے اس مال کو اپنی ذات پر حرام کیا۔ خدا نے مجھ پر حلال کیا۔ شانہ زوہ طالب علم کے کلام سے مسکرایا۔ اور بدرہ اسکو دیدیا۔

شیخ سیاحت کے زمانہ میں ایک اکل بل بیت الحرام میں مقیم و مجاور رہا۔ قیام و محاورت کے زمانہ میں ایک کتاب سمی السعی الصفا مشتمل بر مناسک حج و تاریخ کعبہ لکھی۔

فرشتہ نے لکھا کہ شیخ آذری حرین شریفین کی زیارت سے فارغ ہو کے دکن میں آیا۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کے دربار میں باریاب ہوا سلطان کی مدح میں چند قصائد

نوعاً پیش کئے انعام و خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوا۔ پھر حسب الارشاد سلطان بہمن نامہ کی نظم شروع کی۔ جب احمد شاہ کے دستار پر پہنچا تب کتاب بادشاہ کے

ملاحظہ میں پیش کی۔ اور وطن کو فوج جانیکے لئے رخصت طلب کی۔ بادشاہ نے کہا اسے آذری فی زمانہ میں مخدومی سید محمد الحسینی گیسو دراز کے فوت ہونے سے رنج

و مصیبت میں ہوں آپکے ملنے سے میرا رنج و غم کم ہوتا ہے۔ آپ سوقت سجا بہمن تو آپکے فراق میں بھی مبتلا ہوں گا۔ رنج و غم دو چند ہو گا۔ شیخ نے جب بادشاہ کی ایسی

عنایت دیکھی تو دکن میں سکونت اختیار کی۔ اور اپنے عیال اطفال کو حراسان سے طلب کیا۔ اتفاقاً بادشاہ نے انہیں ایام یعنی ۸۳۲ھ ہجری میں دارالامارہ بیدریہ

ایک قصر رفیع الشان بنا کیا جس اتفاق سے تیار ہو گیا تھا۔ شیخ نے قصر کی شانین و بیتین لکھنے کے خوشنویس کے ہاتھ سے لکھوا کے دروازہ پر چسپان کر دیں۔ ایک روز

بادشاہ کی نظر بیتوں پر پڑی بہت خوش ہوا تحسین کر کے پوچھا کہ یہ کس نے لکھیں جناب میں مقربین نے عرض کیا کہ یہ شیخ آذری کا نتیجہ طبع ہے۔ اسوقت شہزادہ علاء الدین

نے موقع دیکھ کے عرض کیا کہ شیخ مشتاق وطن ہے۔ کہتا ہے اگر بادشاہ مجھ کو حراسان سے

میں حج کا نصف ثواب پیش کرتا ہوں۔ بادشاہ راضی ہوا۔ شیخ کو بلوایا چالیس ہزار
تنگہ نقرہ کہ ہر ایک تنگہ وزنا ایک تولہ ہوتا ہے پیش کیا۔ شیخ نے تمام زر کے بدرون کو
دیکھ کے کہا۔ لاجل عطا یا کم الا مطایا کم۔ آپ کی عطیہ کو کوئی نہیں اٹھا سکیگا
مگر آپ کے اونٹ۔ بادشاہ مسکرایا اور بیس ہزار خرچ لہ کر ایسے کے لئے عطا کیا۔ اس وقت
خلعت خاصہ و پانچ خدمتگار ہندی بھی عنایت کئے۔ اور شیخ کو رخصت فرمایا شیخ
رخصت کی وقت عضائے رازی کی بہتہ و تین ٹہریں

ثواب کرد کہ پیدا کر دو جہان	یگانہ داور داور بنی نظیر ہمال
وگر نہ ہر دو بخشیدی بوقت کرم	امید بندہ نامدی بایزد متعال

وعدہ کیا تھا کہ بہمن نامہ مان سے لکھ کے بھیجا کرونگا۔ ہمایون کے داستان نامک لکھ کے
بھیجا۔ ہمایون کے داستان نامک آفری کی تصنیف سے ہے۔ باقی ملا فطیری و سامعی وغیرہ
تکمیل کی۔ اور اصل کے ساتھ ملحق کر دیا۔ شیخ آفری ہند سے اسفلین میں پہنچا تا زندگی
محو شہ نشین بادشاہ روز ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا۔ آخر بیاسی برس کی عمر میں
۹۶۶ ہجری میں واصل حق ہوا۔ زندگی میں اپنے قبر کے لئے زمین مانع خرید کے وقف
کر دیا تھا۔ زمین وروضہ کی آمدنی طلبہ فقراء و صلی اور روشنی فرش کے لئے وقف کر دی
تھی حمد اللہ مستوی نے اسکی وفات کی تاریخ لکھی

چراغ دل بمصباح جانش	با نواع حقائق دشت پر تو
چو او مانند خسرو بود در شعر	از ان تاریخ فوئش گشت خسرو

ہفت اقلیم کے مولف کے لکھا کہ ایک بزرگ منقول ہے۔ فرمایا کہ میں نے حضرت سوال
صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب میں دیکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جاتے تھے

مین نے چاہا کہ ایک شخص سے پوچھوں کہ حضرت کہاں تشریف لیجاتے ہیں۔ یکایک حضرت صلح میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کہ آذری کی زیارت کیلئے اس بیت کے صلحین جاتا ہوں کہ اس نے میرے فرزند کے مرنے میں لکھی وہ بیت یہ ہے۔

سورج مینود لیا چون گل حسین | ہر جا کہ ذکر واقعہ کر بلا بود
 باوجود این شیخ آذری کی شاعری و سخن ستی تمام طوائف نام کے نزدیک علم الثبوت ہے اور اسکی درویشی بزرگی بھی مقبول محمود ہے۔ مجمع الفصحا کے مولف نے لکھا کہ صاحب التالیف التصنیف تھا۔ من تصانیفہ جو ابہر الاسرار۔ و عجائب الدنیا۔ طغرائے ہمایون۔ سعی نصفہ۔ جو ابہر الاسرار ایک مجموعہ نوادر ہے بطور کشکول متعدد علوم پر شامل ہے۔ اور اسمیں اکثر اشارت شکاکو حل کیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولانا کی لیاقت استعداد کس حد تک تھی۔ تم کلامہ۔

مِنْ أَشْعَارِهِ

درمجا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ

کہ آفتاب برآں دور می کند یہ و سال
 چو آفتاب نبوت ہمہ باوج کمال
 ملوک بے حشم و اغنیائے بے اموال
 علی ست مہر سپہر کمال و مطلع آل
 بغیر ذات خداوندانیر و متعال
 ہماں حکایت آبت و قصہ غزال
 رگم زند ہمہ نور ریز دار قیفال

چنانکہ بہت فلک دوازہ تمثال
 بر آسمان ولایت دوازہ برج اند
 شہان بی سپہ خسران بے شمشیر
 ازین دوازہ بروج دوازہ خورشید
 علیست آنکہ بکنہ حقیقتش نرسد
 حدیث معرفت او بمر دم نا اہل
 چنان منورم اندر تو رضا کہ اگر

منت خدا را که مطیع پیغمبر
 تو حید بحر و این تن من همچو کشتی است
 تا از سواد و جہ شدم سرخ روی فقر
 معنی حل طلق حلول قناع است
 دنیا چو جیفه طالب آن سگ شده اند
 من ترک هندو جیفه جیپال کرده ام
 از آفتاب بهمت من مهر زده است
 از خسروئی روی زمین ننگ آیدم
 ز بول روز جزا آوری چه میترسی
 ز حکمت بیا موزمت نکند
 لباس طریقت چو در بر کنی
 من گریه آتشین نمیدانم
 نه نام بمن گذاشت عشقت نه نشان
 چون ستولی در و جدائی تن بگردان
 باز مست شد چشم من میدان گریه آید
 آن چشم شلوخ را بستم میتوان خشت
 مار خست دل بمنزله حیرت کشیده ایم
 فردا غدا بخت زبا به چشم من
 به مجلسی که درو گنج کبریا خستند

فرمان بر قضاے خداوند اکبر
 جان نا خداے کشتی و عقلت لنگرم
 روشن شده است معنی گوگرد احمر
 این نکته یاد گیر که من کیمیا گرم
 لیکن من این گروه بسگ نیز شمرم
 باد بروت چون بیک جو نمی خرم
 کز زره ایشین انم از زره کمتر
 تا من گداے حضرت ساقی کو خرم
 تو کیستی که در آن روز در شمار آئی
 که در هر دو عالم شوی سرفراز
 بذلت مرنج و بغزت مبنانه
 من سوز دل حزن نمیدانم
 من عشق ترا چنین نمیدانم
 و وای این مرض را چچکن من نمیداند
 سیل نژاد شیخون بر سپاه خواب زد
 زانو که مست را بکرم میتوان خست
 خط بر سواد خط راحت کشیده ایم
 در جنب محنتی که رفقت کشیده ایم
 بر زانوی بیگ که خستند

<p> دلازمی کدہ ہاروز شب گدا می کن شدیم پیر ز عصیان چشم کن دایم غلام ہمت آن عاشقان با کر حم بکوی میکدہ از مفلسی چہ غم دارم بنیم ساعت ہجر آوری نمی از رو شنیدہ ام کہ درین طایر ز ماندوست ز تاب قہر میندیش نا امید مباحش اگر چہ دولت و صلت بچون نمی نرسید اگر صبا سزل لعل تر گدازد ہم باز شب شد چشم من میداگر یزد خوش حیات ست کسی را کہ از جان دان قیمت دولت وصل تو اگر جان بودی کہ رسیدی بخم طرہ اودست مراد </p>	<p> بود کہ درویشان جبرئہ با بخشند کہ جرم ما بچو انان پار سا بخشند کہ یک صواب بہیند صد خطا بخشند کہ ساقیان ہمہ جام جہان نا بخشند ہزار بار گر کش در جہان بقا بخشند خطیکہ عاقبت کار جملہ محمودست کہ زیر سایہ خود نیست ہر چہ موجودست درین امید ہمیرم کہ خوش تمنای ست ہزار دل شدہ ایمان خود بہاودہم سیل شک مدشعبن بر سپاہ خواب زد دوستان بر سر خاکش زیارت آیند کار بر عاشقان دل سوختہ آسان بودی ہمچنین خاطر مجموع پریشان بودی </p>
--	---

بہارستان کے مولف نے لکھا کہ شعر کے معاصرین امیر شاہی آوری کے اشعار میں
 باہم ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں بحث و تکرار کرنے لگے۔ آخر اس تصفیہ کیلئے
 ایک بزرگ معتمد علیہ سے پوچھا۔ بزرگ معتمد علیہ نے تھوڑی دیر تا مل کیا۔ ترجیح تو بیان
 نہیں کی لیکن شیخ آوری کی غزل سے ایک مصرع جس سے دونوں کی تعریف
 مستفاد ہوتی تھی تضمن کر کے تصفیہ کر دیا۔ **ہو ہذا**

اے کہ گفتی صفت آوری شاہی کن	حالین نکتہ برون ست آگاہی ما
-----------------------------	-----------------------------

آذری مجمع اسرار کلام از دست لیک خود بر سر دیوان سخن می گوید	در نیار دسر اندیشہ بہمراہی ما چرخ بردوش کشد غاشیہ شاہی ما
معصرہ مذکور آذری کی دیوان کے ابتدائے غزل کے مطلع سے ہے۔	
گر کند زہر بہ لطف تو ہمراہی ما	چرخ بردوش کشد غاشیہ شاہی ما
امیر شاہی سہوارمی کی وفات ۸۵۴ھ ہجری میں بزمانہ بابر شاہ ہرست آباد میں واقع ہومی اسکی نعش کو وہاں سے منتقل کر کے سہوار میں بزرگان سلف کے خانقاہ میں دفن کئے۔	
مولانا محمد شمس کاشی نے شیخ آذری کے مرثیہ کی تتبع میں کہا ہے۔ کسی نے ابتک اس زمین میں مرثیہ نہیں لکھا تھا۔ آذری سے بڑھ گیا۔ بعض نے کہا کیا بڑا الح ہست از مال گرچہ بری ذوالجلال اور درست پہنچ دے بیستے مال بہارستان سخن کے مولف نے دوا شہ کے تذکرہ سے نقل کیا۔ کہ شیخ آذری حج ذریعہ سے فارغ ہو کے ہند میں آیا۔ سلطان محمد جونہ سے ملا۔ سلطان نے ملا کو پہلی ہی ملاقات میں پچاس ہزار دینارے۔ بادشاہی مژدہ اہل بارے چاہا کہ شیخ ہندوستانی رسم کے موافق بادشاہ کی تعظیم و کورنش میں مبادرت کرے۔ شیخ نے تعظیم و تواضع سے انکار کیا۔ اور زر عطیہ سلطانی کو واپس کر دیا۔ اور قصیدہ میں اسکی اظہار کیا ہے۔	
من ترک ہندو جیفہ جیساں کر دہم	باد بروت جونہ بیکجو نمی خرم
انتہی کلام سمرقندی۔ لیکن سمرقندی کی نقل خلاص واقع ہے۔ اسلئے کہ سلطان محمد جونہ ۸۵۲ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور شیخ کا تولد ۸۵۴ھ ہجری میں واقع ہوا۔ بادشاہ کی وفات و شیخ کے تولد میں (۲۲) سال کا تفاوت ہے۔ اس تفاوت کے سلطان محمد	

محمد شاہ نیرو خضر خان مراد لئے میں کہ ۸۳۷ ہجری میں تخت نشین ہوا۔ لیکن اسکو کسی نے جونہ سے موسوم نہیں کیا۔ الخ

دولت شاہ نے اس طرح کے مقدمات کا تحقیق لکھے ہیں۔ انتہی کلام بہارتان۔

میرے نزدیک نوں مولفین غلطی کے میدان میں جولانی کر رہے ہیں۔ ایدہر ایدہر گم ہو رہے ہیں واقع میں یہ ہے کہ شیخ نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں متعدد قصائد لکھے۔ اور انہیں اپنی استغنائی و آزادی کا اظہار کیا ہے اور یہ بھی بتلایا کہ میں دنیا و مافیہا سے علیحدہ ہوں جیسا کہ ۵ من ترک ہندو

جیفہ جیپال کردہ ام۔ باد بروت جونہ بیک جونہی خرم۔ الخ

یہ شعر شاعر نے باعتبار معنی مجاہدی لکھ دیا ہے نہ باعتبار معنی حقیقی۔ اگر آپ باعتبار معنی حقیقی و عرف عام جونہ سے سلطان محمد لیتے ہیں تو جیپال سے بھی وہی حقیقی لینا چاہے۔ جیپال آذری کے زمانہ میں بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ آذری نوی صدی کے شعرا میں ہے۔ اور جیپال پانچویں صدی اور تغلق آٹھویں صدی میں گئے ہیں سمرقندی کو اسی شعر کے جونہ نے غلطی کے گڑبے میں گرایا۔ اور بہارستان کے مولف نے سمرقندی پر جرح و قبح کی لیکن پورا تصفیہ نہیں کیا۔ مذہب چھوڑ دیا۔ آذری کا دیوان نادرا الوجود ہے۔

مولینا الفتی نیروی

الفتی تخلص۔ مولینا الفتی نام۔ سادات یزد سے ہے۔ عالم فاضل و کمال تھا۔ ۸۵۷ ہجری میں وطن سے ہند میں آ رہا ہوا۔ خان بان کے ظل عاطفت میں خوشحال و فارح اقبال رہا۔ ہمیشہ خان بہادر کی صحبت میں کیا حضر کیا سفر و ناکی

بسرگز تار ما۔ اکثر خان معصوف کی مدایح میں قصائد و رباعیات لکھیں۔ دلخواہ
جائزے وصول پاتا رہا۔ چنانچہ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ میں لکھا
الفتی نے خان مان کی خدمت میں یہ مطلع پیش کیا۔

مشت خاشاکیم و داریم آتشے ہمزہ خوش | دو زہودگر بسوئم از شرار آہ خویش

خان مذکور نے مطلع کا صلہ نہرا روپیہ عطا کیا۔ شاعر کے کلام کی داد دی۔
جسوقت خان بہادر عازم گجرات ہوا نیز وہی ہی ہمرکاب تھا۔ پہر گجرات سے دکن میں
آیا۔ اس اثنا میں خان مان کا انتقال ہو گیا۔ مولانا الفتی ۵۷۵ھ ہجری میں سلطان
عبد اللہ قطب شاہ کی خدمت میں جوع ہوا۔ سلطان معصوف کے مولانا کی بڑی تعظیم و
توقیر کی۔ مولانا نے قطب شاہ کے حالات میں ایک کتاب سمی رواج گلشن قطب شاہی
لکھی۔ کتاب مختصر ہے سات روائج پر شامل ہے۔ رائج اول میں بادشاہ کے اخلاق
حمید کا ذکر۔ رائج دوم میں محلات و عمارات شاہی کی بیان ہے۔ رائج سوم میں حیدر آباد
کی آبادی کا ذکر ہے۔ رائج چہارم میں جشنہائے سالانہ کا ذکر۔ رائج پنجم میں لشکر و فیزی
اثر کا ذکر ہے۔ رائج ہفتم میں سبب الیف کتاب۔ کتاب قلیل اللفظ کثیر المعنی ہے
عبارت رنگین مصنف کے گویا دریا کو کوزہ میں بہا دیا ہے۔ عبارت رنگین معانی شیریں
ہے۔ کیا نظم و کیا شعر ایک رنگ نرالا ہے۔ شایستگی لفاظ و خوبی معانی کا حسن ہر
دیکھنے سے مرہ و طع آتا ہے۔ ہر ایک فقرہ و پچھاپے پر ایک لفظ و پسند ہے۔ ہم
بطور نمونہ ہر ایک رواج سے دو ایک سے ذیل میں نقل کرتے ہیں تاکہ شائقین اٹھائیں۔

من رائج اول

عند الحمد کہ ذات قدسی صفات درش حیت بع سکون بہ پنج صفت گیارہ و ممتا را

نور شانی آفتاب عدل - کوه شکوهی سنگ قاف - جلوه طرازی حسن خلق - گویند باری
 پنجه سخاوت - قدرت نمایی بازوی شجاعت - از سواد عین عدلشن بیاض دیده خورشید
 نور پشروه به و از نقطه قاف وقارش کوه بدریوزده شکوه به و دندان سین سخایش با جوار
 عقد پروین بطن در تبسم و طره لام خلقش با جود حور العین بسز زلف و رنگم
 مدشین شجاعتش در صف شگافی سر دشمنیه میارم -

من راسحه دوم

سبحان الله از شکوه دولتخانه عرش آشیانه که از بلند پایگی بسکونی قصر سپهر قامت
 برافراخته و تعالی مدار شوکت عمارت عالی منزلت که از علو شان بسز نش کاخ
 آسمان لبایم را سخن گوساخته -

ز به شان در وازه شیردل	که از رفعتش گشته گردون مجمل
باین آستان تا شود سرفراز	سجود آورد مهر با صد نیاز
ز فیض زمین بوسی آنجناب	بگیتی شده روشناس آفتاب
باین در بایندشایان چین	بدر بایشان دولت زمین

من راسحه سوم

توان از فیض وصف حیدر آباد	خرابی سخن را کرد آ باد
تسلم شرح سوادش را چویر دانت	سواد اعظمی را طرح انداخت

من راسحه چهارم

و ده چه عرض نشا و بساط انبساط است که سامعه باریافتگان طایع سندر انبساط
 عیش نواخته - و شامه مقربان ارجمند را به گهت نشاط معطر ساخته هر صبح قراشان

فراتشان فرشتہ خصال بجاروش ہمال از گلبائے شبیہ آسمان آسمان نجم نشان

مین را نوحہ ہفتم

در تو صیفت کشد نصرت علم و تعریف عسکر ظفر پرچم صغیر آرائی و فوج نامی معانی
نمودہ شب دیز کلک سمند قلم را بمیدان صفحہ می تازد و از جوش مضامین رنگین سطح
بیاض را همچو عرصہ رزم دلیران شریخ رومی سازد

مین را نوحہ ششم

دلچند باشی چو عجم در خار	سرازم حبیب سستی چو عشرت بار
حیات ابد جو میخانه رو	کہ بخشند شراب کہن جان نو
چو دست انابت ہی با وضو	ہر آنکس کہ پیما بر پیما بست
بجز تو بیا پیش نیاید شکست	بگیر از می و آب ز فرم وضو

مین را نوحہ ہشتم

این گرامی نسخہ کہ از مغان عالم غیب و تحفہ مہر افیاضی ست۔ بے سرمایہ نقد و زر
سرمد اقلیم آغاز بمنزل کشور انجام رسید۔ ہر آنکہ اشش شبام یعقوب جان نکتہ سخن
عاشق سخن کہت پیر بن یوسف معنی رساند و ہر فقرہ اش بگوش مجنون دل قیقت نشان
ادافہم فرود و وصل یلی مضمون رساند۔ از رواج سبعہ این گلشن جہات ست
قلم و سخن نگہستان گشتہ۔ الخ

سلطان عبداللہ قطب شاہ نے کتاب کور کے صلہ میں سات ہزار ہون عطا کئے
مولانا الفتی بطیف المظہر لہذا ج تھا۔ بادشاہ و اہل دربار تمام مولانا کی
تقریر و ہند لہ سخن و لطیفہ گوئی سے نہایت خوش ہوتے تھے۔ مولانا کی مرثیہ حسن خلقی

وکن میں مشہور حسن خلق سے تمام اراکین کن و مشائخ مشاہیر کو مسح کر لیا تھا۔
 سب لانا کے مداح تھے۔ اکثر اہل حوائج کی سفارش بادشاہ کی خدمت میں کرتا تھا
 مولانا کے ذریعہ سے اکثر فائز المرام ہوتے تھے عبداللہ قطب شاہ کے فوت ہونیکے بعد
 ابوالحسن تانا شاہ کے زمانہ میں ہی چند روز زندہ رہا۔ عمر سیدہ ہو کر حیدر آباد میں
 سہ ہجری میں فوت ہوا۔ میر مومن کے دائرہ میں دفن کیا گیا۔

من اشعار

عبداللہ قطب شاہ کی شرح میں

بہار فیض ازل قطب شاہ عبداللہ سواد و دیدہ عالم سزا اگر گردو ہمیشہ تاکہ ثبات خاک را باشد لبالب از می مہر علی و آل شدہ است زمین تربیت آفتاب لطنتش	کہ یافت نشاء ز عدش ترنگانہ ز نور معدتس کشور تلنگانہ ز خاک مقدم او سر تلنگانہ بدور دولت او ساغر تلنگانہ بود براوج شرف اختر تلنگانہ
--	---

تعریف کمان شیر دل

زہے شان دروازہ شیر دل باین آستان تا شود سرفراز ز فیض زمین بوسی آنجناب باین در بایند شامان چین	کہ از رفتش گشتہ گردون خجل سجود آورد مہربا صد نیا ز بگیتی شدہ روشناس آفتاب بدر پائیش باد دولت زمین
--	--

تعریف محل

چونام محل کلکلم آرد بزبان	شوند معنی رنگین بصفی محل شان
---------------------------	------------------------------

تعریف چندین محل		
کنم وصف چندین محل چون رسم	بدستم شود شاخ چندین تلم	
گلن محل		
بنگری بر گلن محل بودند	کاختران فلک سحر داران	
اندرو هر شب از پی چو کی	می نشیند بخت بیداران	
سجن محل		
بیازبان بحدیث سجن محل بکشا	که در بنائے سخن رفعتی شود پیدا	
ز به عمارت عالی که از ره وسعت	بزیر سایه خود داده عالمی را جا	
بصحن وسعت و فرش گشته کندوی	کشاده رو چو کریمان زند بخلق صلا	
دروازه قدم		
اس دروازه میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نقش قدم تھا		
کنم چون رسم وصف یک قدم	سراز رتبه بر لوح سایه تلم	
سرے راسد وصل بن نقش پا	کہ ہر دو جہان را بدہر و نما	
خرقہ مبارک و موی مبارک		
اسی دروازہ مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خرقہ مبارک تھا		
ز موی پیمبر سخن سر کنم	مشام دل و جان سطر کنم	
دراوصاف این موی عنبر سرشت	رقم گشته یحجان باغ بہشت	
این موی بستہ دل دل دین		
ہمین ست تفسیر حسن متین		

دولت محل

اس محل میں اہل دربار کا سلام ہوتا تھا

بہین رتبہ و قدر دولت محل درویش گرویدہ بخت بلند درو مجلسی با سعادت قرین زارباب دولت درو فوج فوج	کہ دولت از ویافت قدر و محل ستارہ بیاطالع ارجمند ہمیشہ بدولت شدہ ہمنشین ہمہ کار خود رارساندہ با مروج
---	--

ندی محل

یہ محل موسی نندی کے کنارہ پر تھا

ساکنش تردد مانع بی مئی ناب خادش دم زند ز فیض بنا	از ہوایش بسیر عالم آب ہمچو خضر و سبج ز آب و ہوا
---	--

حینی محل

یہ محل بانع میں تھا

عیان گشتہ بر طرف اینچستان بو خوشبختی بر سر لالہ زار	حینی محل ہمچو قصر جنان کہ شد سنبل از سایہ اش شکار
--	--

حیدر محل

اس محل میں خاص امرا بادشاہ سے ملتے تھے

درو ہموارہ دولت خواہ بادا	مکان مخلصان شاہ بادا
---------------------------	----------------------

محمدی محل

اس محل میں بادشاہ کا تخت جلوسی تھا اور بادشاہ اس میں دربار عام فرماتا تھا

ز به تخته که از عکس جو اهر	بسط چرخ انجم ساخت ظا هر
ز رفعت تاج از گردون تانند	باقی عرش نسبت رارسانند
علو او بکرسی شد هم آغوش	ملک زیور و هم زینت روش

الهی محل

پیچ محل بادشاه کی سیرگاه تنها

دُر تاج رفعت الهی محل	که زد بر بلندیش گردون مثل
بام فلک درش افکنده فرش	بنایش بکرسی است مانند عرش
شده بوستان بطرش عیان	بلی جامی خلدست بر آسمان
سهرورد خورشیدش آشنا	هم آغوش با سدره المنتهی
زهر شاخ تارنج و لیمو چنان	چو ماه و ستاره ز سبز آسمان
چو خوش گشته بر طرف لاله زار	روح و مدوز ز آتشکار
بهر جوش فیله طلانی عیان	ز خرطوم پیوسته گوهرشان
چنان این روح و خند روشن آب	که گشتند روشن مژه آفتاب

امانت محل

پیچ محل خاص بادشاه کا خلوت تنها

این خایه که گشته ظل حق رسکن	طو است و منزلت کلیمش شده من
چون نیست مزاج و صله جام نقا	با من دارد همیشه در پرده سخن

حیات محل

اس محل من سلطان عبد الله قطب شاه کی والده حیات النسا بگیم تهر

دربین عصمت سرے آسمان فر	ولہ	نیاید کس بجز ناموس اکبر
کشدرہ را پرده دار حیا	ولہ	ز پرده برون او قند کر نوا
تا بود بر سپهر شکل نبات	ولہ	یاورش باد و ز زمانہ حیات
تا کہ باشت نشان ز مادر دہر	ولہ	یاورش از نور چشم شاہی بہر
کم مہاد از سرشس بحق الہ	ولہ	سایہ قطب شاہ عجب اشد

داو محل

بادشاہ اس محل میں مطلوبوں کی فریادیں سنتا تھا اور دادرسی کرتا تھا۔

زہے از شان این قصر عدالت	کہ در رفعت بود ہمتائے گردون
غلط گفتم کہ از بیم حوا دث	بود در سایہ اش ماوامی گردون
خدیو دادرسی ازو سے نمودار	چو نور مہر از سیما کے گردون
تعالی اندر حسن جلوہ این دل بہ نظر	کہ باقی از ہوائے جانفزاںش ہر فانی باد
ز بہر شمسہ اش گردون سپند از شمسین	کہ امین این بنا از چشم زخم آسمانی باد
بصد خوبی برآمد ازویش عاقبت از دل	زمین را از وجود این عمارت نشانی باد

مولینا احمد کمانچہ گراہی آسیر

اسیر تخلص۔ مولانا احمد نام المعروف امیر قاضی برادر قاضی بیگمیر والی احمد نگر دکن۔ آپکا وطن اصلی لار تہا۔ شاہ عباس ماضی کے زمانہ میں وطن سے ہند میں ہوا ملازمان اکبر میں ملازمت اختیار کی۔ چند روز کے بعد اکبر آباد سے بہائی کے نزدیک دکن میں آیا۔ بہائی کے سایہ عاطفت میں مدت تک ٹہرا۔ نہایت خوشحال و غنی ہوا تھا۔

حاصل سودا پریشانیست کاکل شاد باد
آتش عشق از جھوم گریہ کی گرد خروش
تیسو نجان پا بگل از زینبل شاد باد
شعلہ را از آب پیر من بودل شاد باد

شیخ معین الدین محمد اوحدی الدقاقی البلبانی الحسینی

اوحدی تخلص۔ شیخ معین الدین محمد نام۔ سادات حسینی سے ہیں۔ آپکا اصلی وطن بلبان ضلع گزرون ہے۔ آپ شیخ ابوعلی دقاق کی اولاد میں ہیں تقی اوحدی آپ کے فرزند ہیں۔ آپ صاحب علم و ہنر و اہل وجد و حال تھے۔ حقائق و معارف کے رموز سے واقف۔ تصوف عرفان کے مراتب سے عارف تھے۔ شعر گوئی میں بھی استاد کامل تھے۔ آپکا کلام مضامین تصوف و توحید میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے ہر ایک فقرہ و کلمہ سے جوش و خروش نمایاں۔ آپ طن سے لاشہ ہجری میں شہر قزوین میں وارد ہوئے۔ شاہ طہا سباضی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ بادشاہ آپکی ملاقات سے بہت خوش ہوا۔ آپکی تعظیم و توقیر کی انعام لائق خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہو کر شیراز میں آئے۔ وہاں چند روز قیام پذیر رہے پھر وہاں سے ہندوستان آئے چند روز احمد نگر میں بسر کئے۔ چنانچہ آپ کے اپنے تذکرہ میں لکھا کہ میں نے محسن ہدائی کو احمد نگر میں دیکھا۔ آخر وہاں سے حیدر آباد دکن میں سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس پہنچے۔ سلطان آدمی مروت سے آپکی بڑی عزت و آبرو کی۔ اور منصب عمدہ پر ممتاز فرمایا۔ آخر آپ ۹۷۹ھ ہجری میں حیدر آباد میں فوت ہوئے میر کے دارہ میں دفن کئے گئے۔ اوحدی تخلص کے کسی شاعر گذرے ہیں۔ اوحدی صفہانی المتوفی ۱۰۷۸ھ۔ اور اوحدی تقی بلبانی

آپکا فرزند بھی رکن میں آیا ہے۔ احمد گریں فوت ہوا۔ سنہ وفات معلوم نہیں ہوا۔

من ۲ شاعر کا

گر نیتیم بکند تو بترند افتادہ است آن نہ خال است دل است کہ در دفع وام صبا و معین باز بخود می باله در عشق بجز خون جگر هیچ نخور از نعمت خوان عیش لذت خواہی	ہم تم راست چو نخل تو بلند افتادہ است بر سر آتش حسنت چو سپند افتادہ است نازہ صیدیش ہما نا بکند افتادہ است نازہ ہر توان خورد و شکر هیچ نخور نہاں کہ غم بخور و ذکر هیچ نخور
---	--

میر موسیٰ دانی نیرومی

ادامی تخلص۔ میر موسیٰ نام۔ سادات یزد سے تھا۔ عالم فاضل ادیب کا مل تھا۔ علوم حکمیہ سائل فلسفہ میں مہارت تہ کتا تھا فلسفہ و معقول میں شہور تھا۔ علماء نظامری نے اسکو الحاد و دہریت کی طرف متنبہ کیا۔ وطن میں اسقدر تنگ ہوا کہ اسکو وہاں رہنا مشکل ہو گیا۔ آخر اوسط عمر میں عازم ہند ہوا۔ ہند میں چندید بندر سورت میں رہا پھر مان سے گو لکنہ طحیدر آباد میں آیا۔ سلطان قلی قطب شاہ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی۔ میر موسیٰ آہر آبادی کی تائید سے منصب پر مقرر کر دیا۔ مدت العمر گو لکنہ میں خوش خرم رہا۔ آخر شاہ شہر میں یہیں فوت ہوا۔ بقول صاحب تشکرہ سورت میں فوت ہوا۔ ادامی کا کلام ادانائے رنگین و اندازائے شیریں سے مملو ہوا ہے

من ۳ شاعر کا

کہ تو انی باو گفتن سخنہائی زبانی را	کہ تو تیر بر سویش نامہ چمن کنم یارب
خوش نہکت ز لنگشت پیشانی است	چاشنی گیر ز ہر کا سہ این گشتم
دیو اربہ از سایہ کہ بر رو گمن افتد	بی رو متوروزی کہ ہم در چمن افتد
این عیش بیل کو ہزاران ماند	این عمر بیا و نو بہاران ماند
انگشت گزیدنی بیاران ماند	ز نہار چنان فری کہ بعد از مرگ
ولی کہ نیست سلی دروچہ چارہ کنم	ز شوق نامہ نویسم شکایہ کہ کنم
دین تو گرفت قاف تا قاف جہان	تا در جسد مدینہ حبست شدہ جان
مہ شوق شدہ و گرفت دین بمان	در لفظ مدینہ کز اعجاز تو چون

میرزا اختر

اختری تخلص - یزد کے مشاہیر شعرا سے ہے۔ ریاض الشعرا کے مولف نے لکھا کہ اختری نشوونما کے عالم شباب میں علمائے یزد کی خدمت میں کتب علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوا۔ تحریرو تقریر میں گمانہ۔ عالی دماغ و پاکیزہ خیال تھا۔ علم نجوم و جفر میں بھی مہارت تاتہ کہتا تھا۔ شعر و شاعری کا شغف تھا۔ نہایت ذکی و ذہین تھا۔ طبیعت فصاحت و بلاغت کے میدان میں جولانی کر رہی تھی۔ کلام فصیح و بلیغ ہوتا تھا۔ اشعار کی بدولت شاہ عباس ماضی والی ایران کی خدمت میں پہنچا۔ مقبرین کے زمرہ میں شمر کیا گیا۔ شاہی دربار میں مغز و مدغم تھا۔ اور شعرا میں ممتاز و سرفراز تھا۔ اممہ اطہار و بادشاہ زمی قمار کے فضائل و ملاحج میں قصیدے لکھے۔ چند مدت بادشاہ کی خدمت میں رہا۔ پھر سیر ہند کا ارادہ کیا۔

ایران سے ہند میں آیا۔ میرجلہ شہرستانی جو قطب شاہیہ سلطنت کا داراللمہام تھا
 کی خدمت میں آیا۔ میر کے توسل سے بادشاہی دربار میں باریاب ہو کر بادشاہ کی
 ملازمت سے مشرف ہوا۔ منصب صلہ مناسبت یا مدت تک کن میں عشرت و عیش
 کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہا۔ میرجلہ کے فوت ہونیکے بعد ایران گیا۔ وہاں چند روز
 قیام کر کے پھر ہند میں مراجعت کی۔ حیدر آباد دکن میں مع النجیر پنچا۔ ابوالحسن
 شاہ شاہ کی سلطنت کا عالم شباب تھا۔ ابوالحسن اختری کی بہت تعظیم و توقیر کرتا تھا
 آخر ۱۰۲۶ھ بمیں فوت ہوا۔ لنگر حوض کے قریب مدفون ہوا۔

من اشعار

روز محشر گر بود دستے شہیدان ترا	ولہ	کار خواہد بود مشکل طرف دایان ترا
زان دم کہ چشیدم ہمک خوان تمنّا	ولہ	ہر چہ کہ خورم مزہ خون جگر و دست
ترسم کہ نامہ ام نرساند صبا بہار	ولہ	بد کرد جان کہ ہجرہ باد صبا ہفت
ہلاکم می کنند و عشق بازی ز شکایت		کہ گاہے خست بر گرد سرگردینی دار
حکم عشق ست کہ در کوی نوافغان کنم		تا ترا از ستم کردہ پشیمان کنم
از درش برو مرا بیل سرشک آخرا		اختری چون گلہ از دیدہ گریان کنم

ایجاد مزار علی نقی خان

ایجاد مخلص مزار علی نقی خان نام۔ نقد علیخان خطاب۔ آپ فی الاصل قوم قاجار
 تھے آپ کے والد ماجد نقد علیخان جو شیخ علیخان وزیر شاہ سلیمان صفوی کے
 قریبدار تھے غفر ناب صفیاء بہادر اول کے عہد میں اردو دکن ہوئے غفر ناب کے

لازمت حاصل کی۔ حضور نے آپ کو بجا طو علم و فضل حیدر آباد کی دیوانی پر مامور کیا۔ آپ دیوانی کا کام انتہائی دیانت کے ساتھ عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ انصاف پسند و خدا ترس تھے۔ مقدمات کی تحقیقات میں جو غور و فکر کرتے تھے۔ اور رعایا کے حقوق کا زیادہ لحاظ فرماتے تھے۔ اور ہمیشہ کہتے تھے ایسا نہ ہو کہ رعایا کے حقوق تلف ہو جائیں اور میں قیامت میں ملوث ہو جاؤں۔ ابتدا میں آپ کے والد ماجد نے برہانپور کو اپنا وطن قرار دیا تھا۔ خیال اطفال متعلقین کو وہیں رکھا تھا۔

مرزا ایجا صاحب ترجمہ کی ولادت دارالسرور برہانپور میں واقع ہوئی۔ چنانچہ خود اس نے ایام شباب میں اپنی ولادت کی تاریخ کہی ہے

چو ایجا سعادت مند از دارالسرور آمد در اول حیدر آبادی شد و آخر کربلائی شد
نشو و نما کے بعد جب سن شعور و عقل کو پہنچا۔ کتب یہ علوم و فنون سے فارغ تحصیل ہوا۔ تمام کتب متداولہ والد ماجد و دیگر علمائے زمانہ کی خدمت میں حتم کیں۔ تکمیل تحصیل کے بعد شعر و شاعری بخندانی و سخن بنجی کے میدان میں قدم رکھا۔ والد ماجد کلام کی اصلاح لیتا رہا۔ چونکہ طبیعت میں شاعری کا جوش و خروش موجزن تھا۔ اور ایجا سعادت معانی تازہ کا شوق برق افگن تھا۔ شیریں سخن کا فریاد و نقدی کلام کا نقاد۔ معانی تازہ کا موجد۔ و نازک خیالی کا مجدد۔ آپ کے صفائی محاورہ نے گوہر گزرا یا یہ کو کم مایہ کیا۔ اور شیریں کلامی نے چشمہ حیات کو گونہ ظلمات میں گم نام۔ شعر و شاعری کے میدان میں ایسی جویبارانی کی کہ امثال اقران پر مقدم ہو گیا۔ اور قسام کلام کے ایجا دین اقدم شمار کیا گیا۔ آپ کے اشعار بد زازہ تازہ مضامین معانی رنگین میں سنجیدہ و پسندیدہ ہونے لگے اور ہر ایک شعر سے نازک خیالی و جادو بیانی ٹپکنے لگی۔ دکن کے شعراء میں آپ کی شاعری

وہ العزیزی کا چہرہ چاہونے لگا۔ اور شعر کے نزدیک آپ کی لیاقت مسلم الثبوت ہونے لگی۔ آپ کے معاصرین سے میر غلام علی آزاد بلگرامی۔ و عابد الحکیم حاکم لاہوری۔ و واقف شاہی و لچھی نرائن شفیق اور نگ آبادی۔ و عابد القادر مہربان فخری و عابد الوہاب غیر محکم تھے اور آپ شرفیسی میں بھی منشی بنے نظیر تھے۔ عبارت رنگین مقفیٰ لکھنے میں قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ آپ کے عمدہ عمدہ فقرے فصاحت و بلاغت میں تولد ہو جاتے تھے گویا ہر ایک فقرہ خوبی و حسن کے سانچے میں ملا ہوا ہوتا تھا۔ آپ وزیر غلام علی آزاد بلگرامی کے فیما بین محبت و اتحاد کا رشتہ قائم تھا۔ باہم مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ نے ایک وقت آزاد کی خدمت میں ایک قلعہ لکھا تھا۔ جس کے ہر ایک فقرہ کے اعداد و مساوی اعداد و میر غلام علی آزاد کی برآمد ہونے میں کل اعداد اسم و تخلص چودہ سے چوالیس ہوتے ہیں۔ میں قلعہ کے چند فقرے اس مقام میں گزارش کرتا ہوں تاکہ شائقین اس کے مطالعہ سے لطف اُہلایں۔

فقرات ذیل ہیں۔

شاہ عالی غنبدہ کشور آزادی۔ اعلیٰ مراتب اقلیم والا نثر آدمی۔ سلطان ملک حق جو وقناعت۔ فرمان روائے عالم و انا دلی و راحت۔ اور نگاشین شریع و یقین میر آرائے محفل حلم و تمکین۔ سید صیحہ نسب مہینت صفات۔ دلکش کلام فیض الدرب شمع المنفات و سلوک۔ چرخ انجمن ملوک۔ عزت خاندان کریم۔ فخر مجموع عالی بلگرام۔ انتہی۔

آپ عالم شباب میں والد ماجد کے توسل سے عالی جناب غفران باب صفیہ بہادر اول کی خدمت میں باریاب ہوئے غفران باب آپ کی لیاقت و استعداد و طبیعت

ملاحظہ سے بہت محفوظ رہے۔ اور آپ کے چند روز مصاحبت میں کہا۔ چہرہ پر
 آپ کے شکر فیروزی اثر کی کو توالی پر مقرر فرمایا۔ اور کو توالی سے فیلیجی نہ کی دارو علی
 پر منتقل کیا۔ اور تھوڑی مدت شہر حیدرآباد کی کروڑ گیری کی خدمت پر مامور رہے
 جب آپ کے والد ماجد نے ۱۲۷۲ھ ہجری میں اسد ارغوانی سے عالم جاوہانی کی طرف
 رحلت کی تب آپ کو نو نظام الدولہ ناصر جنگ شہید نے والد مرحوم نقد علی خان کی جگہ
 خدمت یوانی حیدرآباد و خطا موافق نقد علی خان سے فرما دیا۔ آپ خوش خلق نرم دل تھے۔ پاکیزہ مزاج
 و صابغ نیک محض و حلیم وضع تھے۔ مدۃ العمر کسی کیلئے برائی نہیں چاہی۔ نہ سیکو برا کہا جسکو پاکیزہ
 بہلائی سہی کیا۔ اہل کربا سے مانوس تھے آپکو مدبر و امین جانتے تھے۔ کوئی اہل عرض یا بغرض آپ کی
 خدمت میں آتا۔ تو آپ نہایت حسن خلاق و محبت سے ملتے تھے۔ عام خاص کی
 حاجت روائی میں زیادہ کوشش اسباب کی فرماتے تھے کہ حاجتمندوں کے کام
 نکلیں۔ عوام الناس کی تالیف قلوب غریبان کی ہمدردی جس قدر ہو سکے کرتے تھے
 آپ کی شان آفرین کے لائق تھی افسوس فی زمانہ انقلاب زمانہ سے عہدہ داروں
 کی یہ حالت ہے کہ ارباب حوائج سے منفرد بنے ہیں۔ اور ملاقات سے بیزار ہر چند کہ
 کوئی در ماندہ آفت و گرفتار مصیبت عرض حالات کرے نہیں سنتے۔ ذرہ برابر رحم
 نہیں کرتے۔ بزرگان سلف کے حالات سے سبق لینا چاہئے۔ اور اسلاف کے قدم
 بقدم رہنا چاہئے۔ اسی پیروی میں ملک کی بادمی ماک کی نیکیا می ہے۔ اور آپ نے
 اپنی دیوانی کے زمانہ میں کسی پر ظلم و تعدی و ناجائز قہر و غضب نہیں فرمایا۔ اور
 آقا کے اطاعت گزار و تابعدار رہے۔ کبھی آقا کی اطاعت کے دائرے سے قدم باہر
 نہیں کیا۔ جو آقا نے فرمایا سزا کھوں پر کہہ نہ اگر ناک کوئی حکم خلاف دستور ہو تو

اسکی تعمیل کا اقرار کر کے حکمت عملی سے مالک کو ایسا سمجھا تا کہ مالک خود کہہ دیتا کہ حکم نساق کو منسوخ کرنا چاہئے۔ دستور النور کے مولف نے بادشاہ و وزیر کے اتفاق کی بات ایک جملہ تعریف و آفرین کے لائق لکھا۔ وہ یہ ہے وہ وزیر مبارک وزیر ہے جس سے بادشاہ و رعایا خوش ہوں۔ اہل کن کے نزدیک پاسی قسم کے وزیر تھے۔ کہ آپ کی دیوانی کے عہد میں دکن کا ملک سبزی و سیراب تھا۔ آپ کا سنہ رحلت کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۸۵۰ھ کے قریب فوت ہوئے۔ اولاً حیدر آباد میں امانتہ مدفون ہوئے۔ ثانیاً آپ کے قریب داروں نے لاش کو کربلائے معلیٰ روانہ کیا۔ دیوان کی خاک پاک میں دفن کئے گئے۔ آپ کے یادگار متین فرزند ہوشمند و خداوند عقل و شعور تھے۔ علی نقی خان انصاف و مہدی علی خان نیر و باقر علی خان ہر ایک کا ذکر مستقل اس تذکرہ میں آئیگا۔ آپ حب دیوان تھے۔ آپ کا دیوان و کلیات قلبی نواب سرسار لا رخنہ وزیر مرحوم کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اب میں آپ کے دیوان سے اشعار ذیل شایعین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہوں آپ فارسی و اردو دونوں زبان میں کلام غزلیں فرماتے تھے۔

من ۲ اشعار الفارسی

لیکن از در اگہ عقل تبدیری بر آ	مانگویم کہ از حلقہ تقدیر بر آ
از کمانخانہ این بے چون تیر بر آ	با کمان صحبت اگر راست نیاید بگذر
جرم بربویش بگیزد در تقصیر بر آ	در مزاج امر اگر تو در آمد خواہی
ایجاد کردہ اند بزرگ حنا مر آ	ہر شب لگا رہتا زہ آمد بدست من
عبث یہود عمر کے کردہ اتم تحصیل حاصل	تو در دل بودی من طرف منیتم رشوت

چون بخاطر میر پادامی خون حنا در هر جگر است خراش سخن ما ماه من در خانه ایجاد هر شب میروی	دست پاگم میکنم در فکر مصون حنا الماش تراش تراش سخن ما رفتن آنجا یک شب موقوف کن اینجا بیا
---	--

حرف با و متوجه

کدام شمع بغاوس دل تجلی کرد برای شهید پروانه شمع را دیدم که هوش از دل پروانه ما پرید مشب که چادر ز گل داغ می کشید مشب

تائے منقوطه

دل که در گریه گرم بے تابی ست یار آمد می بهشت و شباب رفت اے داغ دلم چشم تماشا می قیامت سوز لعل دگر سلسله جنبان شده است به طرف می نگرم چشم خوشی می بینم جوش موج گل این فصل سپید ز من خطر زخار تو زیبا شغل خاصی دار شمع رویان بس تر ز بت مجنون جمعه طالع بر گشت و سبقت انتظارم نگشت از پر هائے بر سر داریم چیرشاهی پیر گشتی و موسمهائے جوانانه بجات همچو طفلی نرود ایجاد باد سگه چند	سرو کارش بمر دم آبی ست عمر عزیز حیف باین اضطراب رفت لخت جلگم لاله صحرای قیامت که حواس من یوانه پریشان شده است نرس سال برین شهر فراوان شده است غند لیبان چه گویم که چه طوفان شده است تن این باغچه گل حاشیه ریحان شده است اشب ایجاد درین شت هزار خان شده است نامه برگشت و خط برگشت یارم نگشت این سایه بر سر ما ز دولت بهار ست صبح روشن شد و تاریکی این خانه بجات از چنین شهر برون رفتن یوانه بجات
--	--

سبک ید بنظر بر که تھی مایہ شود
 ایجاد و فلسفی و جز نام اہل بیت
 از پیچ درے بسک ندید یکم شود می
 ابراست ہوائے خوش باران بہار
 تا غنچہ دلش و شود گل کند آرام
 کی کشتی و می جانب صحرائے ان فیت
 عصرے رسید ز ہدو موقوف شد شراب
 چون غنچہ و گل ایجاد مقصوم ازین باغ
 قدر مجنون را کسے دانند کہ همچون گرد باد
 در متانت کہ گران سنگ کسے نیست چمن
 احوال شک خود مچہ فصل کنہ بیان
 ایجاد حج نکرہ بہ شہد روانہ شو
 پیچ خوفے ہم نکرد از باطن پیغمبران
 نیست ز کسی عجز و غرور من و تو
 پان ہوسی کہ بر لب و رنگ زہر بخت
 عیش با اتفاق در عالم
 پیری و گر یہ سحر گاہے
 بر خطش رو گذار شتم ہمہ شب
 چندان عرنی شرم بریزم کہ بشوید

ہمچو آن کیسہ منعم کہ در ہم خالی است
 چہیزے و گزینانہ من ہم نماندہ است
 ایجاد دل باز ہمہ باب گرفتہ است
 بر بادہ کشتان ریزش احسان بہار است
 با دسحری مروہ جنبان بہار است
 امسال کہ جوش گل طوفان بہار است
 گفتیم برو نماز بکن آفتاب ریت
 از دولت بہار ان دستار است و قبا
 خاک بر سر گرد باد عمرے در بیان گشتہ است
 کوہ اگر است کمر شہ تمکین من است
 در پائے شور محلی از ماجراے کوست
 من ضامنم رضائے خدا و رضا است
 آبروے و دختر ز زار دہیے پیہر بخت
 قصہ شاہ و گدا در ہمہ جا مشہور است
 نقاشی تبسم و پردازہ بوسہ است
 صحبت بے نقاب محبوب است
 شب ماہتاب و عالم آب است
 بوئے ریحان علاج بخوابی است
 از گرد گناہ ہمہ سیماے قیامت

پادشاهے گداے درویشی است	ولہ	سر دولت بیائے درویشی است
خواب شیرین و شکر آرام		در نے بوریائے درویشی است
بیشتر خلق ز ہم شکوہ چہ گفتارند	ولہ	ور نہ کس از کسے کم گلہ خاموشی است
چندی چو مرغ قبلہ نما چرخ مینرخم		آخر برب کعبہ قرارم بسوخت
میرسد پیغام دل ہر دم کہ ہامون بسنت	ولہ	اشک می گوید برو کس کی چون ازین است
اگر تقصیر کردی معذرت خواہ	ولہ	کہ ترک معذرت تقصیر ثانی است
دل تسلیم و رضا کار خود آراستہ است	ولہ	از خدا خواستہ ایم نہ چہ خدا خواستہ است
گفتہ بودی کہ فراموشی بادت نکنم	ولہ	کردہ گر تو فراموش مرا خود یادست
زن طبیعت از دم گیرے ما آگاہ نیست	ولہ	جو ہر شیر مار آمد میداند کہ چیست
باز آتشوخ بگاہ من آمدہ است	ولہ	دولت رفتہ من خانہ من آمدہ است
ز فقم و گرد سرے یار شبی گردیدم		گفت با شمع کہ پروانہ من آمدہ است
شدم بمیکدہ دیدم شرابغے شہیاست	ولہ	میان بادہ و خم طرفہ گرم جوشیاست
قبای پرورہ درمی باب بد قماشان است		لباس مرد ہنرمند عیب پوشیاست
دیدم ز عین مرد می اول بروئے من	ولہ	چشم تو قہم بنگاہ نخت نشیاست
این دست و پاشکستہ سر خاک روزگار		محتاج موسیای لطف درستیست
میخرامی بسر خاک شہیدان مروز	ولہ	بزمین خوردن دامان بی چینیست
تنک پوشیدہ امروز برنگے کہ چو گل		جامہ نازک خوشبوئی تو خبر بدست
ضعف چنان گرفتہ کہ در وصف نغیار		گویم اگر قصیدہ مجال گریز نیست
بشکل مجلس آئینہ می آئی		نگاہ ہر کیے بہر خود نمائی است

شب خواب هیچ کس نماند به خیال صبح
گشت بر من و شن اینخیز از روضه ماه صبح

امیدوار پیری خویش بر جوان
وقت آخر چون رسد وقت دولت میرود

روایف و احوال

برای آشنا با دید پائے آشنا افتد
وله در مجلس ایجاد چه شورست به معنید
ولہ ملاقات من آن سنگدل آنجا فدا می شد
وله سحلقش گریز از می پاکه از زر و سرب دارد
وله دلم دارا سرور از نام بر با نو میگرد
وله بدریا چون رود غواص دم در خوشن بزند
وله بند بندم بکلام چون یک سر شیرین شود
وله صفحہ کاغذ نقش کوه کے سنگین شود
وله دید می چنانکه چشم ترا هم خبر نشد
وله خود بخود مکتوب من مانند گل وامی شود
وله چشم از دیدار روشن بود خاموش بود
وله بهیمر داغ محض دل معتبر نشد
وله حرفی ست که با قوت با سنگ ندارد
وله شعر بر جسته من مطلع ابرو میو بود
وله کف دستم ز استغنا کجا زانگه گیرد
وله بهوش رفت از سرستان که پریزاد آمد

نباشد اگر کسی را دست کسی خود بکار آید
وله فکرے ز نمکدان لب بار نباشد
وله در تخته حسن بر همین زاوه دیدم
وله بسان کفش ز روزیت مسکنت با دینا
وله غریبی اگر کند یاد وطن مسرور میگردد
وله نفس در کش گراز بحر حقیقت گهر خجالی
وله آن بنامی جامه گر باندہ هم بالین شود
وله سختی دوران گران بر خاطر هموارست
وله چالاکمی نگاه توانا زم که سوسے من
وله خاطر خود و جمیع را سے غنچه کز بنایم
وله سرے پیرانه در مجلس دوش بود
وله ایجاد در حضور شریعت پناه عشق
وله ترکیب لب لعل تو بے سبزه خط نیست
وله هر کس در صفت حسن تو بیت میخواند
وله ز کس چیره گر قلم مہتمم بس نگامید
وله شیشه در دست جوان ساقی گلفامید

این دل صافی که من دارم به ائینه است	ول	بلکه در قبال پهلوی با سکندر می زند
روزی حشر ایجا دمن در سایه مهر علی	ول	خیمه خود بر کنایه جوش کوش می زند
موسیقی می ناک زندگی پیر است	ول	ما متاب طرف صبح بهاری دارد
چشم دل مرد مک دیده جانم کردند	ول	هر چه منظور نظر بود بیانم کردند
لاله زار سے بمن از دایه عطا فرمود	ول	رونق حشر خونین کفانم کردند
اگر با قاتلش دعوی کند سرو	ول	الهی حرف و بالا نگرود
کس اول گرد باید گر بگردد	ول	بگرد کعبه گردد و یا نگرود
سکشی آن قدر عطا دارد	ول	ماز بر عالم بالا دارد
گل و یدار شگفته است سال	ول	باغ نظاره تماشا دارد
بے تامل سفر از خویش کنید	ول	راه اندیشه عمر با دارد
هرگز سخنی نکر دی ارشاد	ول	از دست خموشش تو فریاد
از خانه خود نگر و بیم دور	ول	عمر تو دار و خانه آبا و
ما را چه کمان بکشد می	ول	ای خانه الفت تو آبا و
در چمن یار گلزار آمد	ول	رنگ بر چهره بهار آمد
راست می گوید که هر دو تن توام	ول	بر سر دعوی خود مصحف گل بردارد
نیت بستی نعم سنگین جان دارد	ول	دو تن آن زاد می ما بار گران دارد

تو محیطی همه آتش و یدار تواند
چون جبابه تنه دل جمله هواوار تواند

حرف راء مہملہ

پوشش خود سفیدان گلبدن آواز کرد
رنگ از روئے بہار یاسمن پرواز گیر

حرف زاء معجمہ

اگر مطلب ز خط او نمی بود
نمی شد در جهان ہرگز سخن سبزی
شمید حسن سبز شتم ایجاد
بہ محشر می کنم رنگ کفن سبز

حرف شین معجمہ

امی مصور از لباس یار دامنش کش
بر رقت دم دست اگریابی گریبانش کش

حرف صاد مہملہ

گرش حشمت تماشائے شرب روز نیست
ہمچو آن مردم کہ میند صبح و شام رقص

حرف لام

چشم زخم مردم عالم اگر منظور نیست
مہر شبنم چہرہ بستند و بازوی گل
در ہوائے گلرخان ہر کس کہ بیز خاک شد
بر مرزا و بیغشا مند بر روئے گل

حرف میم

پریشان میشود خاطر مباد از نیکبائی
من از شبہای تاریک و راز تاریکی
از دست ہمدان در شکوہ لبزیم لے
ولہ یکدم کہ ہمچو بے تصویر نشیند آواز

حرف نون

با وصف نام ہمچو نگین در تمام عمر
یکخانہ دست واد برائے شست من

حرف یاء

نیستی در بحر سستی جز جہانے ندگی
وم غنیمت دان کن خم در آخر زندگی

زود تر آئی جمع اند بکا شائے ما
نہ بسر و الفتی و ابر می نہ سولار می مینی
با مید نمک لطف تو مہمانی
صراحی و بغل ساغر کف ستانہ می آئی

من اشعار الہندی

اب کے ترے گھر جو آئین گے ہم
ماند نسیم تجھ کو ہر مسج
جو تیری زبان سے آئے کہتو
پی کر ترے منہ کی گالیاں ہی
لو ہو تر اپانی کر کے تجھ کو
پھر ہم کہے یہ تیری خاطر
اب تو رمی بندگی میں آئے
سن یار کہا کہ تجھ کو ایجاد
پہر پہان سے کہیں نجائیں گے ہم
اے غنچہ و مان ہنسائیں گے ہم
ملک ستہ سے تو منہ لگائیں گے ہم
ان باتوں کی مار کہا میں گے ہم
بادہ کی جگہ پلا میں گے ہم
یہ جو کہیں سب ٹھہائیں گے ہم
جس طرح اٹھے اٹھائیں گے ہم
ان جانوں سستی دکھائیں گے ہم

نوحہ سید الشہدائے امام حسین علیہ السلام

جان و دل قربان شاہ کر بلا
من شینم رفتہ چو نقش قدم
لعنت حق امی وفاداران کینید
شاخ مر جان رہن جو ن طہید
صحف حق را سجاوندی نمود
آخر از فرمودہ شاہ نجف
جامرادر صفحہ خود میدہند
من بلا گردان شاہ کر بلا
بر در ایوان شاہ کر بلا
بر جفا کاران شاہ کر بلا
گو ہر غلطان شاہ کر بلا
سرخی قرآن شاہ کر بلا
می شوم مہمان شاہ کر بلا
بود زو سلمان شاہ کر بلا

ساتی کو شرمادہوش کن این مقرب چرخ محو طلی بود می کند خورشید ہم کسب ضیا از رحمتت گو بنیسان بود سجہ گردید دست با خود سجده خانه اش باب اسلام حبیبیت یا علی ایجاد را محشور کن	از می عرفان شاہ کر بلا گوئے از چوگان شاہ کر بلا از مہ تابان شاہ کر بلا ریزشش احسان شاہ کر بلا طینت پاکان شاہ کر بلا ہر کہ شد در بان شاہ کر بلا با عزا واران شاہ کر بلا
--	--

افصح - می محمد علی

افصح تخلص - می محمد علی نام میث بہدی لاصل سادات رضوی سے ہیں -
مذکورہ بے نظیر کے مولف نے لکھا کہ آپ کے جدا مجرید اختیار میتمیور گورگان کے
عہد میں توران سے شہر سہنوار میں آئے - مدت تک ان سکونت پذیر رہے - جب
امیر تیمور خراسان کو فتح کر کے شہر سہنوار میں آیا - سید موصوف کو بلحاظ شرافت حسب
اپنے ہمراہ سمرقند میں لایا - بقول بعض خراسان سے شہر سہنوار میں لایا - اور اپنی
دختر سے شادی کر دی - اور شہر سمرقند یا شہر سہنوار کی قضا پر مامور فرمایا - سید مذکور
تاہرگ اسی خدمت پر بحال ہوا - پھر سید کی رحلت کے بعد انکی اولاد یہی وہاں معزز
خدمات و عہدوں پر کامیاب ہوتے رہے - اور عارض قضا کی خدمت کا سلسلہ بھی کچھ
خاندان میں نسلاً بعد نسل مسلسل ہوا - امیر تیمور کی قربت کی وجہ سے آپ کے اولاد کے
ناموں کا تاج لفظ سلطان ہوا - آپ کے والد سلطان شاہ فرزا عالم گیری زمانہ میں

وارد ہند ہوئے۔ سر بلند خان میر بخشی کی لڑکی سے شادی کی۔ شادی کے بعد محتاج
 بہ شاہنواز خان ہوا۔ میرافصح سر بلند خان کی لڑکی کے بطن سے ہندین پیدا ہوا۔
 ہند ہی کی زمین نشوونما پایا۔ اور تربیت و تعلیم بھی یہیں پائی۔ سنہ ۱۰۷۰ کے بعد کتب
 و سببہ سائنہ زمانہ سے پڑھیں۔ عالم جوانی میں تحصیل علوم و تکمیل فنون سے فارغ ہوا۔
 فرہین و ہوشیار فہیم و ہونہار تھا موزون الطبع و سنجیدہ وضع تھا۔ شاعر کی میدان
 میں ایسا قدم بڑھایا کہ معاصرین سے چند قدم آگے بڑھ گیا۔ گل رعنا میں لکھا ہے
 کہ حسن اتفاق سے ہے کہ ۱۰۷۲ ہجری میں شہر لاہور میں رونق افروز رہا۔ تذکرہ موزم دیدہ
 کے مولف حاکم نے لکھا کہ میں میرافصح سے لاہور میں ملاشاہ خوش مزاج و لائق ہے
 حسن خلق و تواضع میں ناقص۔ لیکن جب قدر لیاقت رکھتا ہے اس سے زیادہ کا مدعی ہے
 شعرائے لاہور نے میر کی تحریک طرح پر شکل زمین میں اکثر غزلین کہیں۔ وہاں چند تذکرہ
 شاعر کا لطف ہا۔ یاران بہم شرب کا جلسہ غنیمت تھا۔ پہر آپ کے والد شاہ فرزند افصح
 غفران تاب نواب صغیاہ مرحوم ادا کے ہمراہ دکن میں آئے۔ ڈاک چوکی دار و علی پر
 مقرر ہوئے۔ اور میرافصح بھی اہل مناصب میں لاہور ہوئے۔ پدر و پسر دونوں غفران تاب
 کی مازت و رفاقت میں رہے۔ جب بہت بار خان ناظم صوبہ بیجا پور ہوئے۔ آپ بھی
 مع والد ماجد ناظم صاحب کے ہمراہ معین ہوئے۔ مدت کئی ناظم صاحب کے ہمراہ بہت
 وجوہ انہرومی سے بسر کرتے رہے۔ آخر جب ناظم صاحب بہت خان افغان مہدومی حاکم
 کر نول کی تنبیہ کے لئے مقرر ہوئے۔ میرافصح مع والد بزرگوار تھے۔ حاکم کر نول سے سخت
 جنگ ہوا۔ طرفین سے اکثر مقتول و مجروح ہوئے۔ اسی معرکہ میں میرافصح اور ان کے
 والد شاہ میرز مقتول ہوئے۔ صاحب موزم دیدہ نے لکھا کہ یہ واقعہ ۱۰۷۲ ہجری سے چوتھیں

واقع ہوا۔ اور دیگر مولفین نے لکھا کہ سنگیارہ سو پچاس میں الخ اول کا قول صحیح ہے اس لئے کہ مردم دیدہ کا مولف میرافصح کا معاصر ہے۔ جو لکھا ہے اسکا مشاہدہ ہے۔

من اشعارہ

نہ بوسہ بر آن ز دلخ نوش حرام	کہ فراموش کند حق نگدان ترا
نیت پیرایہ ہر تیرہ درون جامہ فقر	رسم آئینہ دلانست نہ پوشیہا
شود معلوم ظرف نیک بدقت سخن	نمی باشد صدائے کاسہ چینی سفالی را
آہم بیا د آن قد بر بستہ رستہ است	چون نیش کر ز خاک کمر بستہ رستہ است
بہرزم اہل تمیز در آتماش کن	برین مرقع تصویر یک فلم صاوت
منور است ازان نور چشم دیو و حرم	کہ این چراغ میان دو محل فداوت
شکر خدا کہ دیدہ شاہد پرست من	ہر چند بت پرست بود خود پرستیت
مرا کہ اہلق آیام زیر فرمانست	چہ غم کہ تو سن کردون تیارہ پیشاست
ہر دلبے کہ دل نہر دایہ غم است	سروے کہ جلوہ نکند نخل تم است
از می تہی مباد کہ در چشم افروقت	پیما نہ بے شراب ہلال محرم است
تا خرامان چین آن دلجو شدہ است	سروا کشت تحیر لب جو شدہ است
ز خون بیگنہ تا ہنوز گلگون است	بہ تیغ یار چہ حاجت غلاف مغل شرح
دل خرابی می کند از زلف بیش کنید	دست پائے نیزند دیوانہ زنجیرش کنید
آسمان خم بر سر کوئے توار تعظیم شد	عمر این محوارات صرف یک تسلیم شد
نہ از رخت عرق از گرمی شراب چکید	ستارہ آب شد از شرم قباب چکید
چون رخت از می عرق و فشان شود	خانہ آئینہ چہ غان شود

دل عبت می خواهد از روز فلک عیش مدام	وله	آرزو سے می کسی از نشیئت و از رون نکرد
بدا و حق نبود شرط مومن و کافر	وله	که ابر کعبه گئے در فرنگ می بارو
دل بے درد چه اندیشہ نقصان دارد	وله	موی چینی نشو و از غم ایام سفید
خط مشکین بکرم کلغام این چنین باید	وله	تکلف بطرف صانعین شام چنین باید
مار در حلقه زلف تو هر کس بدین کرد	وله	که صبا و این چنین صبا این چنین باید
شبهیذ هر نگاه کشته افصح	وله	که همچو رنگ خاشاک ترا گ جان سبز
بجز تصور چشم تو نیست در دل من	وله	تکلف است درین باغ یک قلم نرگس
کسے کشته نگرد و به تیغ و لب خویش	وله	سز و که تیر خورد همچو ماهی از پر خویش
گردن و دعوی بخش در بزم ادب	وله	میرسد آخر به پستی سرفراز بهائے شمع
در محفل که حسن تو روشن کند چراغ	وله	پروا نه با به شمع نوید به بهر داغ
بر من کاسه سودا شده زان سبب خط	وله	که خیالات فزون می شود از نشیئت بنگ
تا دید شے سنبلی گیسو تو در خواب	وله	مشهور چمن شده به ایشان نظر گل
در طریق راستیها کرده ام از مرقم	وله	اگر چه همچو خامه در ظاهر محرف میرم

امین - امین الدین علی

امین تخلص - امین الدین علی نام - مهدی غلجی ان خطا ہے۔ آپ مبارک
بخاری قلعہ دار دولت آباد کے قرائب از ان مین سے مین - عالم فاضل فارغ التحصیل
تھے۔ فضائل و کمالات صوفی معنوی سے موصوفے تھے۔ شعر گوئی و سخن سخن مین
لائق شمار کئے جاتے تھے۔ نوی استہار و صاحب اسود خوش قمار و خوش گفتار۔

فقیر دوست غریب پرور آشنا پرست و بہان نواز تھے۔ آپ کا کلام لمچن و دلچسپ و پند و متواتر تھا
 آپ کی غزل و مثنوی کو شعر کا غزلہ سمجھتے تھے۔ آپ غفران ماب نواب آصفیہ آباد
 منصبداروں میں ممتاز تھے۔ منصب سب خطاب مراتب سے سرفراز علیہ السلام ہجری تک
 زندہ رہے آخر علیہ السلام ہجری میں فوت ہوئے۔ دولت آباد میں دفن کئے گئے

من اشعارہ

چہ تر صید دل تواند کرد	در برش تا لباس بادایت
نہ چمن نہ غنچہ نہ گلزار میخوایم دلم	چہرہ سبز بینچ یار میخواید دلم
بادہ صاف کننا آب مہتاب خوشی	ساقی امشب نشہ سرشار میخواید دلم
بسکہ دلچسپ است شیرین کا قندیش	بوسہ زان لعل شکر باری میخواید دلم
دلربائے شوخ و شنگ ہر چند دلرایی در	دلبر دلدادہ را ببار میخواید دلم
گر بے تو خورم شراب جانان	جان سوز و دل کباب جانان
در یاد تو مبدم بھروسہ	چون نشہ کہ بر شراب جانان
شاید کہ رسید روز وصلت	دار و دلم اضطراب جانان

انسان شیخ غلام مصطفیٰ مراد آبادی

انسان تخلص۔ شیخ غلام مصطفیٰ نام۔ قوم کنہوہ آپ کا مولد و منشا مراد آباد ہے
 انسان کامل عالم فاضل جامع معقول منقول تہا۔ شعر و شاعری میں مقبول تھا
 کتب معقولات ملا قطب الدین سہا لوی و شیخ غلام نقشبند لکھنوی سے تحصیل کی
 تھیں۔ ملا کے ارشد تلامذہ سے تھا۔ اور حدیث کی سند کا سلسلہ شیخ عبدالحق شمس آبادی سے

پہنچتا ہے۔ اور شیخ جان محمد صاحب قادری دہلوی کے فرید و خلیفہ شیخ کھلائے زمانہ و اولیا
 عصر سے تھے۔ علوم و دینی کے سوا علم طب نجوم فنون خوش نویسی و شانہ بینی وغیرہ
 میں مستعد کامل تھے۔ اکثر برہمہ ہندو مسائل نجوم میں آپ کے امداد و اعانت لیتی تھے
 مسائل غریبہ عجیبہ نہایت آسانی و سہولت سے حل کر دیتے تھے۔ ہندی میں شعر
 و دہنہ خوب کہتے تھے۔ فارسی میں آپ کا کلام توحید و تعریف و سلوک تصوف کے
 مضامین سے مملو ہوتا تھا۔ کلام کی بندش و ترکیب نہایت درست ہوتی ہے
 میر تقی علی آزاد بلگرامی نے لکھا کہ جمیع علوم و فنون کی کتابیں انسان کے سینہ میں
 محفوظ تھیں۔ آپ کا علم سینوی تھا نہ سفینوی۔ آپ کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی۔
 جو کچھ علوم و فنون سے تھا آپ کی زبان پر از بر تھا۔ در سبق تدریس کی وقت فوائد و فوائد
 مع حل و شرح سامع کی حیثیت کے موافق بیان فرماتے تھے۔ اکثر طلبہ علوم و فنون
 دیار و اصمار سے آپ کی خدمت میں آتے تھے اور آپ سے علوم و فنون کی کتابیں دیتے
 تھے۔ مسائل مختلفہ و مقامات مشککہ کو آسانی کے ساتھ حل کر لیتے تھے۔ آپ
 مدۃ العمر نوکر پیشہ رہے عالمگیری زمانہ میں ہند سے دکن میں منصب داری صنیعہ میں
 مامور ہوئے۔ مدت تک اسی ملک میں گزارے۔ آخر نوکری ترک کر کے بلوچ پور
 میں آئے۔ اور سکونت پذیر ہوئے۔ یہاں ایسے جیسے کمرے اٹھے۔ یہاں ایک جوان
 خوش رو و دیہاتی پر فریقہ ہوئے۔ اور اس سے تعلق خاطر ہو گیا۔ اسی محبوب کے دروازہ
 پر اقامت گزین ہوئے۔ اتفاقاً یکایک جوان مر گیا۔ آپ کو رنج و غم کا سخت صدمہ
 ہوا۔ اس کے رنج میں زمانہ درگزر ہوئے۔ کثرت غم سے دیوانہ بن گئے۔ آبادی سے نکل کر
 صحرا نور دی اختیار کی۔ انہیں ایام میں آپ کے استاد مولانا قطب الدین سہالوی

جو زیارت حرمین شریفین سے مراجعت کر کے آرہے تھے بلکہ ایلیچو میں وارد ہوئے
لوگوں سے شاکر رشید انسان کا حال پوچھا۔ معلوم ہوا کہ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔
آبادی رو رو ویرانون میں رہتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ اسکو میرے پاس لاؤ۔ گو
عرض کیا کہ وہ آبادی میں ہرگز نہیں آئیگا۔ ہم کو دیکھتے ہی فرار ہو جائیگا۔ مولانا نے
ایک رقعہ لکھا ایک شخص کو دیکے کہا کہ یہ رقعہ انسان کو دکھلاؤ۔ آپنے رقعہ میں
یہ فقرہ جو عرب کے نزدیک ضرب المثل ہے ﴿أَطْرَفَ كَرِيٍّ﴾ اطرقت کسری
۲ ان النعماء فی القرى ﴿ی مثل اس شخص کے لئے بولی جاتی ہے جو اپنے نفس پر
نازار ہو۔ یا اس شخص کے نسبت جو کلام لطیف و نرم سے دام فریب میں آ جائے۔
اس مثل کی اصل حقیقت یہ ہے کہ کبریٰ ایک پرندہ مثل کبک درمی کے ہوتے
عرب جب اسکے شکار کا ارادہ کرتے ہیں تب آہستہ آہستہ یہ فقرہ بولتے ہیں اطرقت کری الخ
وہ آواز سنکر زمین سے دیکھے پھرتے ہو جاتا ہے۔ پس اسیچا درو الدیتے میں اور اسکو
آسانی سے شکار کر لیتے ہیں۔ پھر عرب کے نزدیک یہ مثل شخص فریب خودہ کے نسبت
متعل و مرج ہو گئی۔ ہذا کا ماخوذۃ من ضرب الامثال للمیدانی۔
حب مدایت ملا صاحب شخص مذکور رقعہ لیکھا۔ اور انسان کو دکھلایا۔ انسان
رقعہ کو دیکھتے ہی مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مولانا سے نیاز مند نہ ملا۔ بلکہ
ہندوستان روانہ ہوئے۔ انسان بدستور سابق دشت و صحرا میں پراگندہ و پریشان
گہوم نے لگا۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ انسان نے اشغال سے تین سال قبل
ترک لباس کیا تھا۔ صرف ایک قمیص پرکتفا کیا ہوا تھا۔ ایک تاول وقت میں
خواب میں دیکھا کہ کوئی مانتف غیبی کہتا ہے۔ (جل خایر من یجل خایر)۔ یعنی

نیکم دوہ شخص ہے جو ام خیر کرے۔ آخر کمالہ ہجری میں فوت ہوا۔ بلکہ ایلیچپورین
شاہ عبدالرحمن عرف رحمن شاہ دولہ غزنوی کے مزار کے قریب مدفون ہوا۔ اور
گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ آقا محمد امین ایلیچپوری متخلص بونفا آپ کے ارشد تلامذہ
میں تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک وقت ناصر علی ہندی و انسان باہم ملے۔ مکالمہ میں
ناصر علی نے استادوں کے اشعار میں عیب جوئی و نکتہ چینی شروع کی۔ انسان نے
فرمایا کہ آپ ساتذہ کے کلام میں عیوب نکالتے ہیں۔ اور اپنے کلام سے خبر نہیں لیتے
چنانچہ آپ کے اس شعر میں

ماذہ ام مینائے می بطاق و حسرت کشم تو بگستاخی است شرم از روی رحمت کشم
شرم کشیدن خلاف محاورہ ہے۔ اس مقام میں خجالت کشیدن چاہئے۔ کہتے ہیں کہ
ناصر علی سخت مادم ہوا۔ جلسہ برخواست ہوا۔ انسان سلام علیک کہہ کر چلتے ہوئے۔

من اشعار

نہ براہ تو تنہا دار از نرگس چین چشمی	ولہ	بود بادام چشمی لالہ چشمی یا سمن چشمی
بازی عشق است می باید سامان باختن	ولہ	ہر بحر چون صبح جان تازہ خندان باختن
چہ عجب درویش و ہر گز افتاد حسل	ولہ	پیر شد چرخ از ان گشت دماغش مختل
روشن دل و وابستہ مذہب چہ کمالت	ولہ	ہر چہ مقابل شود آئینہ ہانست
در شان علی بخت کند شیعو سنی		حقا کہ علی بر تر ازین ہر دو بیان است
انسان چو ستمی شود از اسم آہی		ناچار از افزون شدن عبد بران است
در اسم علی چون کہ نبی عبد می فرو د		بنگر کہ درین پردہ عجب مہربان است
بستی شخص عدم چو آئینہ بپیش	ولہ	عالم بشال عکس بخویش بخویش

انسان بمثل چوتھم عکس است درو آن شخص عیان نمودہ پاک از کم و بیش
انسان نے اس رباعی میں وحدت الوجود کا مسئلہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے
بیان کیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بہر دیا ہے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے اس
رباعی کے شعر تذکرہ سرو آزاد میں لکھی ہے۔ میں یہاں اسکا ترجمہ ناظرین کے
ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہوں۔ تاکہ ملاحظہ سے استفادہ ہوں۔

قولہ ہستی۔ اصطلاح صوفیہ کرام میں ہستی سے حقیقت حق مراد ہے۔ اسکو اُس
شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو اپنی ذات کو آئینہ میں مشاہدہ کرے۔ دونوں میں تجشبہ
جامعیت کثرت ہے۔ مشاہدہ کرنیوالے میں کثرت بوجہ اعضا۔ اور ذات حق میں غلبہ
صفات ذاتیہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ کنت کنتراً مخفياً کہ دونوں ظہور کے خواہاں
و جویاں ہیں۔ ایک تناسب اعضا کی وجہ سے نمایاں۔ دوسرا اسمائے صفاتی کے
لحاظ سے عیان ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کے قول سے کہ فاجبت ان اعرف کہ پس میں
دوست رکھتا ہوں کہ پیچا نوں۔ قولہ وعدم لم عدم سے علم حق مراد ہے۔ اسکو آئینہ سے
تشبیہ دیتا ہے اس لئے کہ دونوں مبداء انکشاف ہیں۔ اور عالم کو آئینہ کے عکس سے
تشبیہ دیتا ہے اسلئے کہ عالم کے حقائق صوفیہ کرام کے نزدیک صور علمیہ ہیں۔ مرتبہ علم میں
ظاہر ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آئینہ میں عکس کہلائی دیتا ہے۔ عقلا پر ظاہر ہے جسطرح تمام
اعضا کا عکس آئینہ میں واقع ہوتا ہے اسی طرح آنکھ کا عکس ہی اُس میں واقع ہوتا ہے
اور آنکھ کے عکس میں اُس شخص کا تمام عکس نمایاں ہوتا ہے۔ پس شاعر انسان کی حقیقت
کو جو تمام حقائق عالم سے جامعیت کے ساتھ مخصوص ہے۔ آنکھ کے عکس سے تشبیہ
دیتا ہے کیونکہ وہ بھی نسبت عکس تمام اعضا اُس شخص کی آئینہ داری کرتا ہے اور اسکو

دکھلاتا ہے۔ بخلاف دیگر عکس۔ اور شیخ محی الدین اکبر قدس سرہ کے کلام سے بھی یہی مراد ہے۔ ﴿وكان آدم في الملائكة المجلوءة﴾ مشبہہ کا مشترک الاسم ہونا نہایت لطف رکھتا ہے۔ اور شاعر کا تخلص کہ انسان ہے اس معنی نے لطف کو چند گنا کر دیا۔ پس رباعی کے معنی یہ ہیں کہ ہستی نے یعنی ذات حق جو جامع تمام اسمائے صفاتی ہے اور مرتبہ علم میں آئینہ ہے ظہور کیا۔ اور عالم اس شخص کے عکس کی طرح صورت بنا ہوا۔ بخوش و خویش کے معنی یہ ہیں کہ عالم کو عکس کی طرح دو جہت پیدا ہوئیں۔ ایک کے وجود علیہ دکھائی دیتا ہے اور غیر معلوم ہوتا ہے بخوش ہے۔ یعنی مچ ہے۔ کیونکہ واقع میں وہ شخص پ ظاہر ہوتا ہے اور عکس کا وجود وہی ہے کیونکہ یہ بھی واقع میں خود وہی ہے جو اپنی ذات پر ظاہر ہوا ہے یعنی موجود فی حد ذاتہ ہے انسان کی حقیقت تمام عالم کے حقائق کے مقابلہ میں آنکھ کے عکس کی طرح ہے یعنی آنکھ کے عکس میں ذات حق نے تمام مراتب کے ساتھ جلوہ فرمایا۔ و معنی پاک از کم و بیش الخ کے یہ ہیں کہ اللہ کا ظہور انسان کی حقیقت میں اور اس کا ظہور تمام عالم میں کم و بیش نہیں ہے بلکہ انسان میں بطور جمال۔ اور عالم میں بطور تفصیل ہے۔ مثلاً انسان کی صورت آئینہ میں اور انسان کی صورت آنکھ کے عکس میں برابر ہے مگر فرق اتنا ہے کہ آئینہ میں بڑی اور آنکھ کے عکس میں چوٹی۔ اس لئے انسان کو عالم صغیر اور عالم کو انسان اکبر کہتے ہیں۔ انتہی ترجمۃ الرباعی۔

انصاف علی نقی خان

انصاف تخلص۔ علی نقی خان نام مہدنی الاصل قلعہ قبا چارت ہے۔ آب

نقد علیخان ایجاد کے فرزند ہیں۔ آپکی ولادت شہر حیدرآباد دکن میں ۱۳۰۳ھ ہجری میں واقع ہوئی چنانچہ آپ کے جد امجد نے جو تاریخ گوئی میں مینظر تھے۔ آپکی ولادت کی تاریخ اس فقرہ میں پائی کہ صاحب اقبال مبارک قدم است پرورش اور تربیت کے بعد اسی شہر میں کتب و رسمیکہ فارغ ہوئے۔ علوم حکمیہ فنون و بیہ میں مرتبہ کمال پہنچے مرزا فضل قاتل تحفۃ الشعراء میں لکھتے ہیں کہ انصاف الہیات و طبیعیات میں مینظر تھے۔ میں نے ایجاد کی زبانی سنا وہ فرماتے تھے کہ میرا فرزند فخر خاندان ہے انتہی کلامہ انصاف کا عالم شباب تھا درجہ کمال کا پکا ہم کاب تھا مزاج سحر متواج تھا۔ بزرگی کا سہرہ تاج تھا۔ طبیعت برق تھی زکارت ذہن کے بادلوں میں کٹر کہ ہی تھی مانع علم و فہم کی روشنی چمک رہی تھی فلسفی خیالوں اور حکمی مثالوں کا ذخیرہ قوت و حفظ میں محفوظ تھا اور زمانہ کے واقعات کا نوٹ خیال کے موقع میں ملحوظ تھا۔ آپ کے ذہن شعرو کی کا خیال پیدا ہوا۔ جوش طبیعت سے موزون کرنے لگے۔ ابتدا میں الدیاجہ اصلاح لینے لگے تھوڑے ہی دنوں میں زمرہ شعراء میں مشہور ہو گئے۔ آپ کا کلام مست و صاف ہے ہر ایک شعر سے مضامین پسند و معانی دلچسپ نمایاں ہیں اور ہر ایک فقرہ سے رنگین بیانی و شیر زبانی عیان ہے۔ آپ صاحب یوان ہیں آپ کا دیوان عجائب و غرائب سفینہ ہے طائف و نواد کا خزینہ ہے۔ ذہن و فہم ادیب حکیم تھے۔ شاعر خوش فکر و خوش طبع خوش مزاج و شگفتہ جبین۔ ظریف و رنگین تھے۔ خلیق و لائق تھے دوست پرست و یار نواز۔ آپ سرکار عالی نظام کے منصبداروں میں سرفراز۔ عالم فاضل و ادیب کامل تھے درس تدریس کا شوق تھا۔ چونکہ معقولات و الہیات میں مشہور تھے۔ اکثر طلبہ منتہی آپ کے اس فن کے کتب پڑھتے تھے۔ ہم عصرون میں لائق

مانے جاتے تھے۔ اور آپکو موردی شاعری کی ہی حرمت تھی۔ ہفتہ عشرہ میں اپنے مکان پر
 مشاعرہ کا جلسہ ہی منعقد فرماتے تھے۔ شہر کے اکثر شعراء کا مجمع ہوا تھا۔ خوب مزہ
 و لطف رہتا تھا۔ گل عنایں لچھمی نرائن شفیق لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۰۸۵ ہجری میں ارد
 حیدر آباد ہوا انصاف سے چند روز خوب ملاقات رہی اکثر اوقات شاعر کا اتفاق ہوا۔ شہر
 پہر دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ جناب انصاف سنہ ۱۰۸۵ ہجری میں اورنگ آباد رونق
 افروز ہوئے فقیر سے ملاقات ہوئی چند روز مقیم ہے خوب لطف لانا انتہی۔ غرض جہاں
 آپ ہے اپنے خیال موضع کے پابند رہے مدۃ العمر عمدہ طرح سے گزارے۔ قدرت احد فنا
 قدرت نتائج الافکار میں لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات سنہ ۱۰۹۵ ہجری میں شہر حیدر آباد دکن میں
 واقع ہوئی۔ آپ ہم آپکے دیوان سے اشعار ذیل شائقین کے ملاحظہ کیلئے لکھ رہے ہیں

مراثی کا الفارسی

روشن از نور نمانے اوست کے حرف ما	عقد گوہر بست حمدش در گلوئے حرف ما
چہرہ گفتار را رونق از لغت نبی	وصف آن در تہیم ست بر و حرف ما
گلشن تقریر را وصف آتش سہر بست	ناز بر فردوس را در رنگ بوئے حرف ما
قیس را آدم نمیدانیم بادیا نہا	بود یک غول بیابانی ز صحرائے شما
جان نباید داد چین را جبین ز نوک او	در حل ججامی کند در بیت بروئے شما
عباس ہر صبح بعد از گردش گردیدن شیر	رسانی بندگی از من خداوندان بطحا را
دست قاتل بدہم روز جزا دامن را	منج آنم کہ فراموش کنم احسان را
نشوم دشمن ہجران اگر مہ قتل کند	بسکہ یو مثل تبار و ست دارم جان را
مردمہ کشی خوانند شیخان ریاضت کش	تلاش تو سن بد خو بود چاکساران را

نہا یاد آرزو کردن نزاع تا جداران را	ولہ	تماشا کردن جنگ خروسان معصیت شد
صبح روشن شد ز دم امن چراغ خویش را	ولہ	روئے او دیدم نمودم خود داغ خویش را
آسمان برگشت و مشکل روزگارم برگشت	ولہ	بارها چون شیشہ ساعت درین کلفت را
از برائے عندلیبان این گل گیر شکفت	ولہ	در گلستان آبدوز گداز رخ گلہا پرید
سلیمان ہم ہر کہ نام مورے میکند پیدا		دل چون من ضعیفی از چہ نقصا گیرد بکشت
خورشید چشم پوشید وقت ظہور مہتاب		اوج نمک حرمان ہرگز نمی توان دید

میر انیس عارک الہندی

ساقی سمجھ کے دیکھہ خرابی من کیا رہا	می ہو چکی تمام گلابی من کیا رہا
چھوڑ دے بسمل کو تا کہو لکے وہ تلملے	فوج کر کے داب کیوں کہتا ہے پانوں تلے

ایما - میر بخشی عاشق علیخان

ایما تخلص - میر بخشی نام عاشق علیخان خطا - آپ خوشحال خان قلات کے نواسہ تھے آپ کے مانا عالمگیری زمانہ میں بادشاہی معزز منصب دارون میں تھے - شہنشاہ طبعیت و آزادانہ مزاج تھے - بی پروائی آپ کی ذاتی صفت تھی - آپ کو خوشی سے خوشی تھی نہ غمی سے غمی ایک وقت خوشحال خان نے جواہر و زر سے بنگلہ آراستہ کیا - عالمگیری عتاب میں معتب ہوا - کچھ پروا کی بلکہ شوخی سے کہتا تھا - ہماری خوشحالی کہیں نہیں گئی ہم ہر حال میں خوشحال ہیں - آخر خانزادی کی وجہ سے قصور معاف ہوا - بدستور اصل منصب سے سرفرازی پائی - عالمگیری زمانہ میں فوت ہوا - میر بخشی صاحب جہانہ نام کے بعد وزارت خان بن دیانت خان کے ذریعہ سے پانصدہ منی منصب خطاب خانی سے سرفراز ہوا

نظام الملک اصفجاہ کے منصبداروں میں منسلک ہوا۔ چند مدت کے بعد پریشان حال ہوا اور سیقہ جو اس زمانہ میں خلل واقع ہوا۔ اسوجہ سے دلاور خان بن دلاور خان نصرت کی رفاقت میں ہا۔ دلاور خان راجپور وادونی کی قلعہ داری و فوج داری پر ممتاز تھا۔ علم ہندی کا استاد۔ چند رسائل آپ کی تصنیف سے ہیں۔ علم عربی و فارسی میں بھی مستعد و قابل تھا۔ شعر گوئی و تاریخ گوئی میں یگانہ شمار کیا جاتا تھا۔ ۱۱۷۱ھ ہجری میں فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

چاہہ زرخدان آبروئے سالکان بوسخت
با کہ گویم غور کن این ماجرائے آشنا
جب مبارخان نظام الملک اصفجاہ کے لشکر کے قریب پہنچ کر ریائے پوزا سے عبور کر کے آگے نکل گیا اور اصفجاہ کا مقابل نہیں ہوا۔ تب تک میں شہرت ہوئی کہ مبارخان خوف سے بہاگا۔ میان ایابہی شکر میں تھے۔ تاریخ کہی

سال تاریخ پوچھتے ہیں ایران
گفتش ڈر گیا مبارخان

من اشعارہ الہندی

طیب عشق سین پوچھا زلیخا و علاج نیا
عاشق نہیں ہے تجھ کو کچھ خوف معصیت کا
کہا تجھ پہ سلا ہے سورہ یوسف کا دم کرنا
موسیٰ رضا بینکے امام ضامن اپنا
کیون نہ گہراوسے وہ کمان ابرو
واسطے جسکے کہنیتے ہیں چلے

افتخار سید عبدالوہاب دہلوی

افتخار تخلص۔ سید عبدالوہاب نام۔ سادات بخاری الاصل سے ہیں۔ زکاء سید
سید مخدوم جہانیاں بخاری سے ملتا ہے۔ آپ کا مولد و منشا احمد زکریا ہے۔ تعلیم تہریک سے بعد

مرتضیٰ خان بخاری قلعہ دار ولت آباد کی دختر سے شادی کی۔ اس تقریب آپ ولت آباد میں آئے۔ اور یہیں متوطن ہوئے۔ سن شعور کے بعد فارسی کتب سید میں استعداد وافی حاصل کی۔ پھر صرف کی تصریف ماضی حال استقبال میں مصروف رہے۔ بعد ازاں نحو کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک ماہ تک کلمہ کلام کی تعریف و رفع و نصب کے تحقیق میں گزارے۔ علیٰ ہذا القیاس معقول کے حاصل کرنے میں بھی حق ریزی و دلسوزی کی فراغت تحصیل کے بعد فریاد شعرا کا شوق لہیں پیدا ہوا۔ جناب میر غلام علی آرا بلگرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ کی شاگردی میں فائز المرام ہوئے۔ اور کتب تحصیل کی تکمیل بھی حضرت آزاد کی توجہ سے کی۔ آپ نے مذکورہ بینظیر میں حضرت آزاد کی اسادی اور اپنی شاگردی کا اقرار و اظہار کیا ہے

سہفت اقلیم سخن امر و زار استاد ما دار داین معمورہ راز بر قلم آزاد ما
 فایز الخ تحصیل ہوئے کے بعد آپ نے علم طب کو بھی حاصل کیا۔ مدت تک طب کی خدمت میں مشغول رہا۔ اکثر مطبوعات میں بیشک تشخیص و تفتیش کرتے رہے۔ حکیم حاذق طبیب فائق تھے۔ آپ ۱۲۸۰ ہجری میں نواب اشجع الدولہ بہادر بیجو جنگ متخلص بیجو کی خدمت میں قریب کے رزمہ میں اول نمبر تھے۔ نواب صاحب کی بڑی عزت و آبرو فرماتے تھے خوش حال و فارغ البال تھے۔ آپ نواب صاحب کی مجلس کی رونق تھے۔ ہر وقت لطافت و ظرافت سے نواب کی دلجوئی و خوش طبعی فرماتے تھے۔ آپ سلیم الطبع سلیم الوضع پسندیدہ سیرت و سنجیدہ طبیعت تھے خوش کردار و خوش قرار راست گفتار صاحب وقار تھے۔ ظرافت و لطافت میں مشہور فصاحت و بلاغت میں نور علی نور تھے۔ انشائی میں بلند پرواز۔ اور نظم کی شیرازہ بندی میں گویا بلبل شیراز تھے۔ کلام شمس و زکین کے

نقشبند و مضامین جربتہ و دانشیں کے نخلبند تھے۔ آپ کی انشاء و نثر کے دیکھنے سے ذائقہ کو لذت اور سامعہ کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اور لطافت نظم و نزاکت معانی کے مطالعہ قوت ناطقہ کو لطف و فرہ یافتہ کرتا ہے۔ تازہ تازہ لطائف شکوفہ شکوفہ طرائف کے ملاحظہ دل و مانع سیراب تازہ ہوتا ہے۔ آپ کا فارسی یونان روزمرہ اہل زبان ہے۔ محاورہ میں سفینہ کمال نزاکت و خوبی میں بحر طالع ہے۔ آپ کا کلام ریختہ زبان میں بھی فصاحت و ملاحظہ سے لیریز ہے۔ حسن بلاغت و نزاکت سے شعور انگیز ہے۔ ادراک سے دل آویز و کرشمہ مائے جادو آمیز سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر سامری ہے۔ کثرت آرائش و نگارشی سے ثابت ہوتا ہے کہ زیر ہوشتری ہے۔ آپ ریختہ زبان میں بھی صاحب بیان ہیں۔ آپ نے ریختہ میں روئے اور کبت در جہولہ و مکرمی اور پھیلان بھی کہی ہیں۔ آپ کا تخلص افتتاحی ہے ہم اگر آپ کو فخر و کین کہیں تو بجا ہے۔ آپ نے کلمہ ہجری میں تذکرہ شعرا مسیحی بنیظیر بالیف کیا ہے۔ اُس میں متقدمین و معاصرین کا حال تاریخ طریقی پر لکھا ہے تذکرہ کا نام بنیظیر تاریخ طریقی ہے۔ آخر آپ نے کلمہ ہجری کے قریب بت ہوئے۔ دولت آباد میں حضرت برہان الدین غریب کے روضہ کے قریب دفن ہوئے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپ کی وفات کا سنہ نہیں لکھا شاید معلوم نہ ہوا ہوگا۔

من اشعارہ الفارسی

بود فیضان دیگر چشمہ داد الہی را	زما ہی قسمت افز و متبہ بود دزدان باہی را
حامیت میکند ناموں دل یوانہ ما را	دل گل داغم چرخ غمیر و امان ست صحرار را
بود جیغی با قحبہ بازار جو شیدان	ولہ اگر راو حمیت میروی بگذار دنیا را
اسخدا از نقش پائش جبہ ما بر فروز	دلہ از زمین این سجدہ دار می بخشش نعمام

ولہ	مشت خاک خویش را فروش او ساختم	ولہ	تا باین تقریب با هم دولت پابوس را
ولہ	شب خیال و تصرف کرد دل سپرد	ولہ	حکم صاحبخانه داد آنکه شد مہمان ما
ولہ	بیقراران را ببال گیران پرواز نیست	ولہ	احتیاج دل نبود چشم سیلاب را
ولہ	رسوا کند محک زرد ناقص عیار را	ولہ	باشد همین معامله سنگ مرار را
ولہ	یک جهان جلوہ کند نور خدا در دل صفا	ولہ	آتشین نخل شود عکس چرخ غی در آب
ولہ	بگذرند از خود نکویان از نکومی نگذرند	ولہ	بومیدار و درینخ از ما چو گل گرد و گلاب
ولہ	سوختن چون شمع بر بالین جانان بہتر است	ولہ	در دگر این منزلت باشد در میان بہتر است
ولہ	آن خوب را بجائے رنگین نہاد نیست	ولہ	چون بر لباس و برا و سادہ خوشنماست
ولہ	در قف عشق تو آرام دل بتیاب است	ولہ	قائم التار کہ دیدیم ہمین سیلاب است
ولہ	ز تیغ یار چہ احسان کہ نیست بر سر ما	ولہ	بود بہر دو جهان چہرہ تہدیدان سرخ
ولہ	یا علی غیر ترا در دل من نیست گذر	ولہ	ہست شہور کہ این بادیرہ شیرے دارد
ولہ	برہمنے کہ دلم را بسوخت می گوید	ولہ	بر و بروز تو بوسے کباب می آید
ولہ	چشم گریان مرا عالم تماشا کردنیست	ولہ	آن پری را آرزوی سیرین دریا نشد
ولہ	غنچہ کیارک شاید لب خوشنوع می دہد	ولہ	خوبک بدسخنی کند لب کم گو آید
ولہ	مزاج عاشق و طفل است یکسان امتحان کردم	ولہ	بانک حیلہ خوابان بہ پیرامن نمی گنجد
ولہ	چہ از بیگانہ نال کہ رسوا از خود دید آخر	ولہ	ز شبنم شکوہ بیجا کردش ہم برید آخر
ولہ	از وفا شتم نخل چون یار شد شمع زار	ولہ	می شد مہ پروانہ گر جان دگر میداشتم
ولہ	سیر زلف تو چو گویم بچہ عنوان کردم	ولہ	ہر دم آنجا دل جمعی پیشان کردم
ولہ	مکر خانہ آئینہ روشن کردہ ظالم	ولہ	شبی در خانہ ما ہم چہ نغان میتوان کردن

میرود آن آبنین دل از سرم و نشان | لوح خاکم سنگ مقناطیس بو دی کاشکے

انور - نور الدین خان کرناٹکی

انور تخلص - نور الدین محمد خان بہادر نام - آپ ابوالمعانی بہادر کوپاموہی کے فرزند ہیں اور نواب محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ کے نواسہ بدستہ ہجری میں شہر تہتر گریں پیدا ہوئے۔ سن شعور کے بعد کتب سیہ عربیہ فارسیہ علما فضلا کی خدمت میں ختم کیں اور فن شعرو کی میں مولانا محمد باقر گاہ سے تعلیم پائی اولاً انور تخلص تے تھے ثانیاً دل تخلص اختیار کیا۔

ابتداء میں نواب لا جاہ کی کلر میں بعدہ خانانی تنجا و پر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں نیلوری کی فوجداری پر سر فراز پہرہ بان بجرم قتل معزول ہوئے۔ اور قلعہ چندر گیری میں مقید کئے گئے۔ حالت حبس میں حافظ محمد کت سے قرآن حفظ فرمایا۔ حفظ قرآن کے بعد ایک عوضی معافی جرائم کے لئے نواب لا جاہ کی خدمت میں بھیجی۔ نواب صاحب قید خانہ سے بلایا۔ اور قرآن شریف سنا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ترویج پڑھنے کا ارشاد ہوا انور نے نواب صاحب کے حضور میں شبینہ پڑھا۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے پھر نیلوری کی فوجداری پر بحال فرمایا۔ اور پلنار اور فکول کی فوجداری بھی آپ ہی کے تفویض ہوئی۔ نواب صاحب کے انتقال کے بعد بدستہ ہجری میں عمدہ الامرا بہادر کے طرف سے صوبہ داری رکاٹ کی نیابت پر مامور ہوئے۔ ایک سال کے بعد معزول ہو کر دیراس میں پہنچے وہاں عارضہ سل وقت میں مبتلا ہوئے۔ آخر ۱۲۸۱ ہجری میں آخرت کا سفر اختیار کیا شیخ محمد خدوم ساوی کے گنبد سے قریب مدفون ہوئے۔

شہور ہے کہ نور نے ایک روز ایک رباعی ستر اور نواب لاجپت کی خدمت میں پیش کی تو اس نے
انور کا منہ جاہر گراں بہا سے بہرہ و باوہ رباعی ستر اور یہ ہے رباعی

از نقد بقائیکہ عطا کرد ترا چہ رب لا رب اب	کر دی ہفتاد و صرفی راہ خدا صدق تو آ
از وعدہ این روزی کہ یک بعوض بہ رہ منی شد	مقصود حق تست بعد از اطفاف عطا ہو تو آ

صاحب یوان ہے۔ اشعار میں مثنوی تخلص جو دین کہیں انور کہیں دل جو وہ بعض نے
لکھا ہے کہ انور کے دو دیوان ایک میں انور تخلص کرتا ہے اور دوسرے میں دل بہہ بہہ
صاحب گلدستہ کرناٹک نے محقق طور سے لکھا ہے۔

میں اشعار الفارسی

طیید نہائے دل آواز خست نوید اینجا	ولہ	مگر قربان شدن باشد مبارک باد اینجا
ز فیض وادن سیر یافتیم از سر جو اینہا	ولہ	بجاشد اتفاق شمع و من در فشانہا
دل رگیوے تو شد محو پریشانہا		کر در کار جنون سلسلہ خبا نہا
خوشتراز گلبارگ می آید فغانم یار را	ولہ	کوش گل باز دست ز بہر نوائے عیب
تیر تو آمد بدل منہل خود جاگن شد	ولہ	طاقت مہمان نہشت خانہ بہمان شد
در شکن زلف یار کرد دل خرقہ رار		عشق تو دیوانہ را برد و بزدان گذشت
سینہ از بس کہ وحشت آبا و ست	ولہ	طفل شکم رمیدہ می آید
بجہ غلطیم یار ما عدم		سرو قامت کشیدہ می آید
گر بیا زلف مشکین تو گر دہم کبار	ولہ	چون سلیمانی شو دہر شک من بار
وصل ہم مانع بقیائی انور نشود		لذتین طیش آغوش تو میداند و بس
آئینہ بند و دل ساعت فریاد		باشد حیات دل طیش بشمار دل

و حشت نگر کہ چون قدم از کشور عدم ز شمع حسن تو گر چشم دل شود روشن	ولہ	برداشتم بدامن صحر گداشتم برنگ ہنر بند خندہ ہر سحر شامم
خدا نگ ناز مکش غمزہ لاتمام مکن سحر زمین گل و بلبل کند جگشن مشق	ولہ	بخون خلق فرین رست و قتل عام مکن یکی دریدن جیب و گر کشیدن آہ
من ان مشب ہر چہ گویم تنگلف میشود موزوں		خیالم مخوان بالائی موزوںست پنداری

ارسلان مولانا قاسم مشہری

ارسلان تخلص۔ مولانا قاسم نام مشہد ہی لاصل ہے۔ سید صحیح النسب، علامہ کبریا
و قہامہ عصر تھا۔ فن شاعری میں فرد فرید۔ اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہند میں رہا ہوا
تاریخ گوئی و خوشنویسی میں وحید تھا۔ چندیت تک اکبر کی ملازمت میں رہا۔ پھر
احمد آباد گجرات میں گیا۔ اور وہاں سکونت پذیر ہوا۔ چند روز کے بعد دکن کی سرکوں
نکلے اور لا احمد نگر میں پہنچا۔ نظام شاہ بھری نے جرمی خاطر دارمی مہمان نوازی
کی۔ پھر وہاں سے بیجا پور آیا وہاں کے بھیالی نے جرمی غرت و آبرو کی۔ چند روز
قیام کر کے وہاں سے گولکنڈہ میں رونق فرما ہوا۔ یہاں بھی بدستور شاہان و گھر
تعظیم و توقیر سے ممتاز ہوا۔ اور عبدالقادر قطب شاہ نے جہت کچھ سلوک کیا۔ عطیہ و صلہ
سرفراز فرمایا۔ چند روز مہمان ما بعد ازاں احمد آباد گجرات میں معاشرت کی۔ اس
میں تہا کہ وطن الوہر و روانہ ہو جائے کہ یکایک وقت موعود پہنچا۔ وہیں فوت ہوا۔
یہ حادثہ سالہ ہجری میں واقع ہوا۔ صاحب نسخ گلشن نے لکھا کہ یہ واقعہ لاہور میں
۹۵۰ھ ہجری میں۔ اور ہم نے یا فضل شعریٰ نے کہا۔ کہ اسکا مدفن احمد آباد۔ اور

نہیں معلوم کہ سند کو روغن لایا ہوتا ہے۔ صحت کلشن نے کس کتاب نقل کیا ہے۔ واصلہ علم انصاف

من اشعار الفارسی

آہ دلم گراثرے داشتے	شام امیدم سحرے داشتے
کر دست کشتی و کردے طواف	کعبہ گربال و پرے داشتے
لفظ و معنی بحال من گریند	بی گذرے در کتاب کنم

امداد شیخ غلام حسین بانی پوری

امداد تخلص - شیخ غلام حسین نام - ہاشمی النسب درمی الطریقہ ہے۔ حافظ گہانہ صفا ہمیشہ زادہ تھا۔ آپکا مولد و منشا برہانپور خاندانی تھا۔ سن تمیز کے بعد کتب سید عربیہ فیضی شہرے پڑھیں۔ لیاقت سے استعداد حاصل کی۔ شعر گوئی میں عمدہ سلیقہ پیدا کیا۔ برہانپور شہر اورنگ آباد میں آیا۔ جناب میر غلام علی آزاد بلگرامی کے حلقہ شاگردی میں داخل ہوا۔ آپکی خدمت میں مشق کرتا رہا۔ جناب آزاد کی توجہ و اصلاح سے شعر خوب کہنے لگا۔ خیالات نگین مضامین نشین ایجاد کرنے لگا۔ مدت تک ان رنگ آباد میں رہا۔ نواب نظام الدولہ ناصربنگ شہید کی ملازمت میں ممتناز تھا۔ ملازمت کے علاوہ امر کے بچوں کو بھی تربیت و تعلیم دیتا تھا۔ شہر کے اکثر مغز امرا زادے آپکی خدمت بابرکت میں بغرض استفادہ حاضر ہوتے تھے۔ امر آپکی کفیل تھے عمدہ طرح سے خدمت و سلوک کرتے تھے۔ نہایت فراغت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ آخر اورنگ آباد سے وطن ہانود برہانپور روانہ ہوا۔ وہاں چند روز زندہ رہا۔ پہرشت برین کو رحلت کی۔ آپکی وفات قریب ۹۲ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ خوش فکر خوش سلیقہ۔ ظریف الطبع شگفتہ جبین تھے

منہاج میں درویشی خاکساری تہی درویشی دوست فانی شریعتی۔ اکثر اوقات اہل اللہ
وال دکن کی خدمت میں گزارتے تھے۔

من اشعار الفارسی

از تو پنهان میکند آئینہ روی خویش را	ہر کسی منظور دارد آبروی خویش را
گل ز باطن صاحب دلان بی قصد فیض	در گریہ بستن نماند غنچہ بوی خویش را
سرگرم لغت من اغیار بود و د	دلہ اسے جان عاشقی تو چہ عیار بودہ
بر دامن دلم نہ غبار تعصب بہت	دلہ چون سانعو بلور مرصاف مشربست
گر بھو انکہ او چمن آرا گردد	دلہ شاخ آہو قلم نرگس شہلا گردد
صندلی رنگ بے گرسردان دارد	دلہ در دہم گرد سرما بتمتہا گردد
دل دستم رفت من بہم قدم ہی قاتل ہیا	دلہ گریہ می من نمی آئی برائے دل ہیا
سیر کتاب عبرت ازین باغ می کنم	دلہ از دایع دل چو لالہ ورق داغ می کنم
نظارہ شود باو ہمہ رنگ شکست ما	دلہ در صورتی کہ آئینہ گیر ذر دست ما
ماوالی قلم و مضمون تازہ ایم	دلہ در گل زمین صفحہ بود بند و بست ما
بہار شخص درین شیشہ خانہ امکان	دلہ بو حدت تو نمودند صورت مجلس
در خدمت تو سپیر معنان کہنہ بندگیت	دلہ عمری بطل عاطفت تاک ماندہ ایم
موج واری دل طیش از آب میخوایم ما	دلہ پارہ بیتابی سیما ب میخوایم ما
دارم عشق نوجوان امداد ما پیرانہ	دلہ سیر باد و گلزار گشت تاب میخوایم ما
در تحیر اشک ما خونین دلان نہوجہ	دلہ نرگس تصویر را سیراب میخوایم ما
بن گلشن کینت سلم پروردہ حسن تواند	دلہ سرواز سرکار زان تو یک نو سرواز

روشن کن آفتاب ماه نجف است	وله	رونق ده تخت شریع شاه نجف است
شاه نجف است و شاهراة نجف است		شاهی خواهی و گرتو را همی جوئی
از حرف بکسیت الم گوش گران را	وله	چون سزندان کس سخن بیده کشو
بدرهمی که نباید فروختند مرا	وله	بدانغ هجر تو ای سوختند مرا
نگه چو جوهر آئینه دوختند مرا		چنان کنم قره را و ابوسوی رویتان
با کمال اختیار خویش مجبوریم ما	وله	همچو آن طایر که بجنو دینزد و بایزند
بشکن از خاطر شکستهای پیمان مرا	وله	از دوش محو کن یارب یادنیان مرا
یا بود بر من نگه برگشته مفرگان مرا		بالباس سرمد و چشم خوبان میروم
رسد گرتیر چشمش می شود خاطر نشان من	وله	اگر گویم که چنین ابروست آن بزرگمان
هر سطر این مسوده ابر نوشته اند		آنها که زلف یار مکرر نوشته اند
مضمون اشک همه بهتر نوشته اند		امداد مرد میکهد بد رواند آشنا

مستزاد امداد

سازمی تو حیا بهانه در خون بطیم + اے باغ نگاه
 بر سزنی کلی و ما داغ شویم + خورشید و ماه
 این سئله از کدام ملت ای یار + از بر کرد که
 تسبیح رقیب و ما زیاده رویم + سبحان الله

چو موشد ناتوان دیوانه زلف گره گیرش	وله	توان از نشانه سنبلی کشیدن پانزنجیش
------------------------------------	-----	------------------------------------

نمیدانم چنان از پرده حسنش چه بکشاید
 میان چو کلک نانی است لم شد صرف تصویرش

اقدس میرضی شوستری

اقدس تخلص - میرضی نام - سادات شوستر سے ہیں - آپ کے والد ماجد اس ملک
 میں شیخ الاسلامی کے خطاب سے مخاطب تھے - آپ کی ولادت ۱۲۸۵ھ ہجری میں شہر شوستر میں
 واقع ہوئی - نشوونما کے بعد علوم و فنون کی تحصیل میں مشغول ہوئے - انیس برس کی
 عمر میں فاضل کامل ہوئے تحصیل کے بعد آپ کو سیاحت کا شوق ہوا - اولاً عراق
 و عرب کا سفر اختیار کیا - ہر ایک شہر و دیار کے علما و فضلاء سے ملا اور ان کے درس
 و تدریس کے حلقوں میں شریک ہوا - ہر ایک نجم سے فائدہ ہر ایک نشیمن سے استفادہ پایا
 اور ہر ایک خرمن سے خوشہ اور ہر ایک خان سے توشہ لیا - تانیا ہندوستان کی سیر کا
 ارادہ کیا ۱۳۰۹ھ ہجری میں بندر بصرہ سے سودا گروں کے ہمراہ بندر سورت میں آیا - چند
 سورت میں قیام کر کے براہ دریا بنگالہ روانہ ہوا - بنگالہ میں پہچان نواب شجاع الدولہ ظم
 بنگالہ سے ملاقات کی - ناظم نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی نہایت عزت و آبرو سے رکھا
 بہان نوازی و غریب پروری کا حق پورا ادا کیا سعدی علیہ الرحمہ کے شعر پر کار بند ہوا
 ہر رگان مسافر بجان پزند کہ نام نکوئی بعالم ہر بند

میرضی نہایت لجمی اطمینان سے مدت تک نواب صاحب کی مصاحبت میں رہا
 نواب صاحب کے انتقال کے بعد نواب شہ قلیخان بہادر رستم جنگ مخمور کے ہمراہ
 دکن میں آیا - حضور بندگان عالی نواب صفیہ مرحوم کی خدمت میں ملازم ہوا - اہل مناصب
 زمرہ میں شریک کیا گیا - ماہوار صرفہ یا محتاج کے لئے ساٹھ روپے مقرر ہوئی تھی -
 چونکہ خاطر خواہ ترقی نہیں پائی تھی اس وجہ سے کشیدہ خاطر و رنجیدہ دل ہو کر کمال ہمت

دستمال سے استغنا و بی پروائی کا دامن ہاتھ میں تھا مگر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی
 امر کی خدمت میں آنا جانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ آخر محمد بن نواب صفحہ مرحوم والا نشا
 کی خدمت تجنیز کی مگر اقدس نے منظور نہیں کی۔ حضور سے ارشاد ہو گیا بدولت کی
 ملاقات کے لئے ہفتہ میں ایک بار آیا کرو اقدس نے قبول کیا۔ اور عرض کیا اس شرط پر
 کہ ایک شخص کی سفارش کرتا رہو گا۔ ہنگامہ عالی نے منظور فرمایا۔ ملازمت باریابی کا دن
 سہ شنبہ تھا۔ روز نکوین میر رضی کے مکان پر ارژدہام غلام تھا۔ میر رضی نے مقبرہ
 کیا تھا جو سب سے اول نمبر پہنچے آسٹریا کی سفارش کرتا تھا۔ مدۃ العمر یہ سلسلہ برقرار رہی
 اکثر جہنم رضی کے دریعہ سے اس سرکار دولتمدار میں فائز المرام ہوئے۔ صفحہ ثانی کے
 زمانہ میں دس ہزار روپیہ محاصل کے جاگیر سے سرفراز ہوا تھا۔ شہر حیدر آباد میں رضی کا
 روٹخانہ ایرانی گلی میں اور امام باڑہ پورانی جوہلی کے قریب تھا۔ فی زمانہ اصل مکان تو
 باقی نہیں رہا۔ مگر اسی مقام میں میر عالم کی بڑی بڑی عمارتیں قائم ہیں۔ اور امام باڑہ
 والا وہ بدستور قدیم تک جو ہے۔ شہر میں ہر ایک شخص رضی کے الادب سے واقف ہے
 ملازمتی علوم و فنون میں مشہور و معروف۔ اور فضائل و کرامت سے موصوف۔ خوش
 تقریر و خوش سحر پر فصاحت و بلاغت میں ہمیشہ۔ طاقت لسانی و عذوبت بیانی میں
 بے بہاں تھا۔ علما و فضلاء کی مجالس میں مسائل حکمیہ نکات علمیہ اس خوب و آسانی سے
 بیان کرتا تھا کہ حاضریں مجلس محظوظ و مستفیض ہوتے تھے۔

ادیب کامل و شاعر فاضل ناظم و ناشر تھا۔ فارسی و عربی میں نثر و محاورہ لکھتا اور
 نظم بھی دونوں زبانوں میں نہایت ہی مرغوب موزون۔ کیا نظم کیا نثر بغیر سوچے
 سمجھے لکھتا تھا۔ جو فقہ یا مصرع آپ کے قلم سے نکلتا تھا وہ لچپ لچپ پسند ہوتا تھا۔ آپ کے

آپ کے اشعار لالی آباد و در شاہوار میں۔ اب ہم گزارش کے رشتہ میں سپر پہن
 تاکہ شائقین و نکو قوت ناطقہ کے گلے کا مار بنائیں۔

من اشعار الفارسی

آسمان تا طح دل بیتاب بخت	از سر کلک قضا یک قطرہ خون با بخت
نشہ جز بمقار می نیست اندر برم عشق	ورق ج ساقی بجای می مگر سب بخت
سالکان ہجرت را با سائش چہ کار	خامہ کی در دیدہ تصویر رنگت بخت
شوخ چشتی بکد در ساقی دوران شعار	شب نمک جام می از پر تو مہتاب بخت
سطر نامی صفحہ مضمون حلیم باشد مگر	خامہ طرح و صف کچ رفتار می جواب بخت
سیل از ہر جا کہ خیزد مقصدش دریا بود	عشق طرح منزل دریا دل مہتاب بخت
نرم شو کز سخت رویان کا صورت گیریت	خامہ فولاد گز لا تق تصویر میریت
نباشد خود نمائی مردم افتادہ از پارا	کہ رنگینی نباشد سایہ گلہائے رعنا را
ظالم از عہدہ بار بستم خویش کشد	عقرب از کج روشی بر سر خود پیش کشد
رفتہ رقمہ ظلم گردون بیشتر از عدل شد	این کمان از بسکہ کیجا اندا خر خانہ کرد
یادنت در جہاد نفس باشد حربہ مران	خوش آن پہلو کہ تر کش بند نقش بوریا کرد
سخت ریان فانیع انداز کاوش این جہان	در زمین سخت ہم کنند بنیاد نیست
دولت بی رنگان ملیرہ سنگین ملی است	خاک چون یاقوت گرد و سنگ رامی شود
تا چند بار خاطر و لہا توان شدن	یک چند بیک کشور سیاہم از روست

میر رضی ہو صوف کے دو روز دہرے ایک میر ابو القاسم الخا طب میر عالم ہا درہ دوم
 میرین العابدین میر عالم ہا درہ اولہ بعدہ وکالت فیما بین سرکار قمر سفید نگشتہ تہا

اسطو جاہ مدارالمہام سرکار عالی نظام کے فوت ہونیکے بعد عہدہ مدارالمہامی پر مامور ہوا۔ آخر
۱۲۱۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اولاد ایک فرزند میردوران عالم شباب میں لدا جاکے حیات
میں فوت ہو چکا تھا۔ اور دو لڑکیاں تھیں دونوں منیرالملک ہوا کر کے عقد میں آئیں۔ ایک کے
مرثیکے بعد دوسرے فرزند دوم میررضی مرحوم میرزین العابدین ٹیپو سلطان کی سرکار میں ملازم تھا
المتوفی ۱۲۱۳ھ ہجری بمرض سرسام۔

دونوں کا حال محبوب انجمن تذکرہ امر اور رائے دکن میں مفصل لکھا گیا ہے۔

امیر سید امیر حیدر بلگرامی نزلہ نگ آباد

امیر تخلص۔ امیر حیدر نام۔ آپ میر نور الحسن بن میر غلام علی آزاد بلگرامی خلف
ہیں۔ آپ کی ولادت شہر بلگرام میں دس تاریخ ماہ جمادی الاول ۱۲۱۵ھ ہجری میں واقع
ہوئی۔ جد بزرگوار آزاد نے تاریخ ولادت کہی۔

بغیر زندہ من میر نور الحسن پسر داد خلاق عالمی جناب
خرد سال تاریخ میلاد او رسم کرد صاحب فرقتاب
سنہ شعور کے بعد ۱۲۱۵ھ ہجری میں حسب اطلب جد بزرگوار عمرہ میر ولاد محمد خان دکا
اورنگ آباد میں آئے۔ جد بزرگوار کے سایہ عاطفت میں تربیت و تعلیم پائی۔ چند مدت
کے بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ جمیع علوم و فنون میں عمدہ مہارت حاصل کی مسائل
فقہیہ کے استخراج میں قوت اجتہاد یہ پیدا کی۔ جزیات فقہ پر زیادہ واقفیت تھی
ہزار مسائل مستحضر تھے۔ دارالامارہ کلکتہ میں خدمت اقامت پر مقرر تھے۔ سولہ برس
اسکے فناء کا کام نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ حکام وقت رعایا آپ سے

نہایت خوش تھے۔ آپ مقبول خالق و عزیز خلاق تھے۔ شعر گوئی و انشا پر دازی ماری
 میں بھی بے نظیر تھے۔ خوش تحریر و خوش تقریر تھے۔ آخر ترین سال کی عمر میں ۱۲۱۷ھ
 میں کلکتہ سے عظیم آباد روانہ ہوئے۔ مرشد آباد میں پہنچ کر آخرت کا سفر اختیار کیا قالوا ان
 الله وانا اليه راجعون۔ پھر شاد آباد فروش نے آپ کی رحلت کی تاریخ کہی
 وادلا امیر حیدر رفت پد آپ کی تصانیف سے منتخب الصرف و منتخب النحو۔ و ماریخ اکبری
 یادگار ہیں۔

من شعرہ الفارسی

<p>سرسوشت از دبسم شد بعنوان ما شیشہ نتواند شدن دام پر یزدان ما قابل صورت خود دید میولا می مرا از نگاہ میدہ محبت من پیار را نذر دگر کس از سایہ یار می میکند پیدا عازم گل دام صیا ویم ما روم و چین چون غنچہ زر گسختن شب سر دگر فوج اختر را شتاب در کا شت حیف سیر ملک منہ و سنان بختها گشت چشم را واکن کہ تو خواب غفلتها گشت از خرام قاشق من قیامتھا گشت عالم آب ز طلوع ماہ من در جوش بود</p>	<p>اج نام حق بود بزارک دیوان ما باتنک ظرفان عالم نیت ما را احتلاط یار آئینہ خود ساخت سراپا کے مرا حکمتے در دست باشد زر گس دلدار را نمی باشد شکیب پختن جویا می محبت از چمن امروز رخصت می شوم عنایت کن ز چشم خوشن ساقی شربت امیر آن نے سوار ماہ سیما و خرام آمد در سر زلف تیان بر من چہ فتھا گشت صبح پیری آمد و فصل جوا اینھا نامد سروبالا ناز ز منی در نظر آد امیر شک درینجا نہ بر لب تشنہ ساقی نوش بود</p>
---	---

ولہ	این نگویم کہ مرا از قفس آزاد کنید
ولہ	بسکہ شب اعضای من بریز از غم گشته بود
ولہ	پریشان می شود هر کس که در کویتومی آید
ولہ	در عدم هم در دود و دماغ عشق با شد بشمار
ولہ	بر عاشق خود ظلم و براغیار نرحم
ولہ	صفحه رخسار او با خالها همراه خط
ولہ	پیش آن شمع زجا ز قفس کنان برخیزم
ولہ	چشم سلمان متعجب نگردد سو میر
ولہ	چه شد شمشیر خونیرت سلامت را نمی آیم
ولہ	هر که بے مغز است نتواند شبت ز چشم امید
ولہ	رود دولت زاراب غنا آهسته آهسته
ولہ	بزرگان را بود در آن کف سرشته تمکین
ولہ	عند لب قفسم باد بهاران مدد
ولہ	همچو ماهی که قند دوز سر خشیه آب
ولہ	در چمن موسم گل نام مرایا و کنید
ولہ	پیکر از پائے تاس نخلانم گشته بود
ولہ	بزیغ شوخ منی باز م که بر روسته قومی آید
ولہ	م طفل چون پیدا شود اول بگریه از زار
ولہ	نا منصفی طبع شمارا چکنکس
ولہ	ز نیت دیگر د به همچون کتاب نقط
ولہ	کم ز پروانه از سر جان برخیزم
ولہ	صبح محشر که من از خواب گران برخیزم
ولہ	تا اسیر شکن طره جانان شده ام
ولہ	آرزوی با ده ز نه بار از تهی مینا کن
ولہ	که زائل می شود از مس طلا آهسته آهسته
ولہ	گذارد فیل در رقبا را آهسته آهسته
ولہ	بال و پر ریخته ام سوی گلستان مدد
ولہ	شنگی میکشدم چاه رخندان مدد

ارشاد میر غلام علی اوزنگ آبادی

ارشاد تخلص - میر غلام علی نام - سادات رضوی سے تھا - صحیح النسب - نسب
 سلسلہ ستروین پشت بن سید شجاع المدنی الکرمانی سے پہنچتا ہے - اور سید شجاع
 گیارہ واسطے سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا سے ملتا ہے - آپ کا مولد و نشاۃ ثہر اچین

صوبہ مالوہ ہے آپکی ولادت کا ماوہ تائیرخ { نیک بخت ازلی } ہے آپنے سنہ شعور کے بعد شیخ نظام الدین دیپالپور می اعظم شاہی کی خدمت میں علم و فضل حاصل کیا۔ آپکی آجداد کرام کا اصل وطن سنام ضلع بہرہ پور تھا۔ آپکے والد ماجد میر محمد سعید و جد امجد میر محمد شاکر عالمگیری منصب کے ضلع اُجین میں فوجداری خد متون پر مامور تھے۔ آپنے اپنا سب سے نام والد و جد موزون کیا ہے نہایت ہی عمدہ و خوشنام ہے ۛ شاکر بخت سعید کہ غلام علمی ام۔ میر محمد جعفر آپکے نانا تھے وہ بھی عالمگیری زمانہ میں برار کے صدر تھے۔ پہلا مالوہ میں اسی خدمت پر گئے آخر شہر احسن کے قاضی ہوئے۔ امانت و دیانت دار تھے۔ بادشاہ کے نزدیک وقتی اعتبار و دومی و قار تھے۔ میر شہر بہی بادشاہ کی طرف سے موروثی عہدہ قضا پر فراز ہوا مدت تک اسی خدمت پر مامور رہا۔ پھر ۛ الہ ہجری میں وطن سے شہر اورنگ آباد میں آیا۔ اور یہاں سکونت پذیر ہوا۔ سدا قادریہ میں شاہ محی الدین بن قاضی سید احمد نامی کا مرید تھا یہاں شاہ عبدالقادر بن شاہ محمد صادق اللطیفی الملتانی القادری کا بھی رابطہ رہا۔ چند روز مستعفی ہو کر رہا۔ پھر آخرین حضرت شاہ نضر الدین الترمذی حسینی سے فیضیاب ہوا۔ اسی سنہ مذکورہ میں امیر لہاک کے لشکر سے نواب موتمن الدولہ درگاہ قلیخان بہارہ اورنگ آباد میں رونق افروز ہوئے۔ ارشد نے آپکی خیر مقدم میں قیطع پیش کیا ۛ

ناظم عصر چو آید بخت بنیاد	شکر در گاہ الہی ز حد افروز باشد
دو خد گلشن دولت کہ بغل کریش	خلق ز آفت دوران ہمہ مومن باشد
شاہ در برہم تقایش الہ جاب نام	دشمن اب بمصیبت کدہ مخزون باشد
ماورئین گہبائی ایر و محفوظ	مثل آن نقطہ کہ در اُردہ نون باشد
خواستار شد ز خرد ساق و منبر خود	قدم موتمن الدولہ ہایون باشد

ارشد مدت تک نواب صاحب کی رفاقت میں رہا۔ نواب صاحب شد کی بڑی غرت آبرو کرتے
 تھے آخر نواب صاحب غرہ رجب ۱۰۹۹ھ ہجری میں اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول
 ہوئے۔ دیچچا پانچوین تاریخ سنہ مذکور اورنگ آباد سے نظام آباد میں رونق افزا ہوئے نظام
 آپ کی جاگیر تھی۔ دوبارہ بحالی کا بندوبست ہوا کہ یکایک ۱۸ جمادی الاول ۱۱۰۵ھ ہجری بمبار
 سر سام فوت ہوئے۔ نظام آباد سے نقش مبارک اورنگ آباد میں لائے۔ ان کی والد کے
 مقبرہ میں مدفون کئے۔ ارشد نے نواب مرحوم کی تاریخ میں ایک مصرع لکھا ۵ اہل عالم
 سینہ چاک ز ماتم سالار جنگ ۶ ارشد نواب مرحوم کے بعد نواب شجاع الدولہ بہادر غیور جنگ
 متخلص غیور کی خدمت میں ارباب ہوا خوشی خرمی سے زندگی بسر کرتا رہا۔ میرا نشہ ظریف
 لطیف المزاج شگفتہ جبین تھا۔ پسندیدہ صورت بخیدہ طبیعت تھا۔ تاریخ گوئی میں منظر
 خوش تقریر و خوش تحریک تھا۔ ائمہ رضی اللہ عنہم کی شان میں بہت قصائد لکھے ہیں۔
 غزل میں کم فکر ہے۔ محمد اعظم اور اسکے بیٹے بیدار بخت خان عالم جب شہید ہوئے
 تاریخ شہادت ایک کیریہ سے استخراج کیا ۷ ولند خلدہم فی الصالحین۔ اور الامیر
 حسین علیخان کی تاریخ (مضوان ۲ اللہ عنہ) اور اپنے مامون سید شاکر علیخان کی تاریخ
 توفقی مسلماً والحقنی بالصالحین) اور فیروز آں رامگاہ محمد شاہ کی تاریخ (۲۱ فی
 ذالھج ۱۲ ربی سیہدین) ہے۔ عزیز الدین عالمگیر ثانی کی تاریخ جلوسی (۲۱
 فضلہ کان علیک) شمس الدین نامی کی تاریخ تولد (خورشید و مید) ارشد
 فارسی و ہندی دونوں زبان میں شعر کہتا تھا۔

من اشعارہ الفارسی

تا بنظرہ گلگون بد نے ساخند

عاشقان دیدہ خود را چمنی ساخند

حاصل از طول امل نیست باین الهوسی	مگر از بہر تغیر سے ساختہ اند
عشق غالب گشت دل را جانب نماہ برد	ولہ این گداز قسمت آخر برد آن شاہ برد
نیت آسان و رفراقتش زندگی برد	ولہ در خیال قلمت جان قیامتہا گذشت
کاسہ کا خون دل در باغ گیتی می خورم	ولہ حیرتے وارم نہ انم لالہ زار کیستم
قدردان من نباشد کہس از اہل جہان	صیری دانم کہ من نقد عیار کیستم

من اشعار ہالہندی

جنگو خبر نہیں کہ میر حین کد ہر گیا	گر راہ لی ہے گہری تو تحقیق گہر گیا
جس نے دیکھا ہے تری خوبی حسن جہاں	بے توقف کہا سبحان جہاں کے یار
یار میر ہے اچس سن کے آتش میں	میں بھی چشم فطر انداز کو کہتا ہوں سناور
بات شیریں ہے اسکی مصری	اسکے دولب میں شاہ دعا دل
اس کیفیت کی کیف یکسر کہو نہیں	ساقی کے جام سے پیتا ہوں میں بلام
سچن یہ رو ہے تیرا شک سوج اور مہ گل	سیاہ شب تیری موار شک و سنبھل
میں تیرے ہیں جیوں آمو کہ چشمہ زگر و حور	میں لعل لب تیرے شکاوارا بے مرم و مل

آپ کی تصنیف سے ایک تہذیب شاہین فی جلال فحی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی
 امین اپنے محبوب جانی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور متہ ضمیمہ اہل کے اعتراف کے جوابات
 دے دیں و مکمل لکھے ہیں۔ اور اسی سار میں اپنے ہر کان سلف کے حالات بھی نمنا بیان
 کئے ہیں۔ آپ کا رسالہ اور الوجود بہت کتب خانہ میں موجود تھا۔ لیکن فوسکس موسی ندی کی
 طبعانی واقعہ ۱۲۳۵ ہجری میں غرق آب و سیلاب ہو گیا۔ میں نے جلد اس سال سے
 جی بیاض میں نقل کیا تھا۔ وہ میرے پاس ہی ہے۔ موقع و محل پر ایک دفعہ کو

بیان کرتا ہوں۔ میر غلام علی رشد حضرت شاہ فخر الدین ترمذی کا نواسہ و مرید و خلیفہ تھا۔

امید۔ قزلباش خان

امید تخلص۔ میر محمد رضا اصلی نام۔ قزلباش خان خطاب۔ ہمدانی الاصل قوم قراٹو سے تھا۔ عالم شباب میں ہمدان سے اصفہان میں آیا۔ مرزا طاہر وحید سے تلمذ حاصل کیا۔ عالمگیر کے زمانہ میں ہند میں پنچا منسب دار ہوا۔ شاہ عالم کے زمانہ میں قزلباش خان کا خطاب جاگیر سے سرفراز ہوا۔ ہوشیار و تجربہ کار تھا امر سے ربط و ضبط رکھتا تھا۔ زندگی عیش و عشرت و حظ و لذت میں بسر کرتا تھا۔ امر اسکی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ محمد معزال دین جہاندار شاہ کے عہد میں برہانپور کی دیوانی پر مقرر ہوا چند روز دیوانی کا کام انجام پتیارہا۔ پہلے میرالامرحسن علیخان کے ہمراہ اورنگ آباد میں آیا تو ٹھکانہ رکھ کر مبارز خان ناظم حیدر آباد کے ہمراہ شہر میں وارد ہوا۔ چست جالاک ولی و بیباک تھا۔ جب مبارز خان نواب آصفجاہ کے مقابلہ کے لئے مستعد ہوا تو اسوقت امید بھی ہمراہ ہوا۔ معرکہ جنگ میں خوب لڑا ولیر می بہادر سی خوبی کام لیا آخر مبارز خان مقتول ہوا۔ فوج میں اضطرابی پھیل گئی۔ بہت سے مقتول ہوئے اور بعض نے فرار کا ہستہ لیا۔ اور بعض آصفجاہ ہی فوج میں سیر قید ہوئے۔ انہیں امید بھی تھا۔ ایک غزل آصفجاہ کی خدمت میں پہنچی اپنے شانہ عنایت سے رہا فرمایا۔ اور بحالی خدمت جاگیر کا حکم دیا۔ مدت تک خوشحال خارج بال رہا۔ سفر حرمین یغین کی مخصت لی و نواب آصفجاہ مرحوم نے نہایت خوشی سے مرحمت کی۔ ایک سال کے بعد زیارت حرمین سے مراجعت کی۔ نواب آصفجاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نذر و تبرکات گزارے

آپنے قبول فرمایا۔ بدستور سابق خدمت جاگیر پر بحال کیا۔ پھر شہر ہجری میں نواب
آصفیہ مرحوم دلی بلائے گئے۔ نواب موصوف فی الفور روانہ ہوئے۔ امید بھی بھرا
تھا۔ اور صفیر ہوپال میں ہی ہمارا رہا۔ دلی میں پہنچنے کے بعد چند روز نواب صفا مرحوم کی
خدمت بندگی میں بسر کیا۔ جب حضور آصفیہ نے دکن کی طرف مراجعت کی امید
دکن سے نامید ہو کے دارالخلافہ میں سکونت اختیار کی۔ تحفہ الشعراء میں قافیاں لکھنے
لکھا ہے کہ حضور آصفیہ دلی میں امید سے کشیدہ ہو گئے تھے۔ سیو جہ سے امید نے
آپ کی رفاقت ترک کر کے دلی میں سکونت اختیار کی تھی۔

امید خوش اخلاق پسندیدہ سیرت شگفتہ مزاج سنجیدہ طینت تھا۔ ظریف الطبع لطیف
تھا۔ دکاوت و چالاکی میں شعلہ جوالہ ذہانت و تیزی میں آتش کا پرکار تھا۔ صحبت میں
فریفتہ۔ یاران مازنین کا شیفتہ تھا۔ فن شاعری انشا میں جدید عصر نازک خیالی میں
فرد و ہر تھا۔ ولایت رہا مگر مہدیوں کی بدولت دوسرے وقت خوب سمجھتا تھا۔ اور
ریختہ زبان میں بھی شعور و ان کرتا تھا۔ جب کہ دکن میں رہا بلند آواز رہا۔ اس طرح
دلی میں بھی تازہ زندگی خوش خرم رہا۔ امر زوے اور نواب دے آپ کی بڑی قدر کرتے
تھے۔ مہاراجہ روپے نذر دیتے تھے۔ آرام و عیش کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ موسیقی
بندی میں خوب ہر تھا۔ خوش الحان و خوش واد تھا۔ راگ و رنگ شائق۔ رباب
و چنگ کا عاشق تھا آپ کے مکان پر یازن چہ شریک مجمع رہتا تھا۔ کنبی شاعر کہیں سماع کا
جلسہ ہوتا تھا۔ ہر روز نوروز برات شب برات تھی۔ آخر امید ۵۹ھ ہجری میں اس عالم
سے نامید ہو کے بہشت میں روانہ ہوا۔ میر غلام علی آزاد سے اتحاد و محبت رکھتا تھا
میر نے مرحوم کی تاریخ وفات نہیں۔

<p>حسان سخن گستر و سحر آفرین سالن فاشش دل نالان من</p>	<p>رخت سفر بست ازین خاکدان یافتہ جان داوہ قزلباش خان</p>
<p>لطیفہ - خود امید سے منقول ہے کہ میں ایک نواب ذوالفقار خان بن سعد خان وزیر کی خدمت میں گیا اور زمانہ کی شکایت کی۔ نواب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کہاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پس آپ کیوں میرے بغیر کہاتے ہیں۔ اس وقت سے نواب نے روزانہ کہا نا ہیچنا مقرر کیا۔ خاص نواب کے دسترخوان سے کئی خوان قیام قیام کے کہانوں سے بہرے ہوئے آتے تھے فراغت سے اجاب کے ساتھ کہاتے تھے۔ اور کہلاتے تھے استنایرت و مہمان دوست تھا۔</p>	

من اشعار الفارسی

<p>سہم آن آہوئے وحشت زدہ دشت جنوں برنگ سمرمہ کہ در چشم کور بتقدیرست ز آب دیدہ ز پس پائے در گلست مرا بساکشاد کہ در بستگی شو و ظاہر پاس لبائے جگر خون شدہ چو خداید خدانا کردہ اندوہت چرا در وستان ہا گشتگی بطلانعم ہست خوشا وقتے کہ می بالید از جانان گشت روگردان ز پس آبادی از ویرانہ ام روشن شود بہ پیش تو چون شمع سویر من</p>	<p>کہ نیاورد بدام الفت صیاد مرا کسیہ ہیچ نگیرد ویرین دیار مرا سفر ز کوئے تو بسیار شکلست مرا کلید روزی است و قفل گزفلست چشم مخمور تو خود از مہمہ بیازترست شنیدم کلفتی داری نصیب شمنان ہا برگرد دست چرا نگردم برنگ ماہ نوہر شام نبی گشت آغوشم چون کمان حلقہ بیرون شد و جان ام ایک شب اگر تو ہم شینی بروز من</p>
--	---

برادر گہ دوست گناہ بخشند	ایچی	صد سالہ گنہ تہ آہے بخشند
عفو گنہم بنا تو انی کردند		زینجا ست کہ کوہ را بکاہی بخشند

امیر امیر احمد عینائی

امیر تخلص - شیخ امیر احمد نام - عینائی نسبت ہے جد اعلیٰ حضرت شیخ عینا الکنہوی کے طرف آپ کی نسب کا سلسلہ شیخ موصوف کے بچہ واسطہ منتہی ہوتا ہے - حضرت شیخ اولیائے کاملین سے تھے - صاحب کشف کرامات - جامع الحسنت والبرکات تھے - آپ کے ارشاد و ہدایت کے انشراح و خاص فیض نعمت و معرفت سے مستفید ہوئے ہیں - اب تک آپ کے خاندان میں یکے بعد دیگرے ارشاد و ہدایت کی مسند پر جلوس فرمایا ہوتے ہیں - ہر گان سلف سے خلف تک ہی سلسلہ فیض جاری ہے - حضرت شیخ کی رحلت ۳۵۰ ہجری میں واقع ہوئی شہر کنہو میں آصف لدولہ کے امام بارگاہ کے قریب میدان ریضائین مانوں ہوئے - فی زمانہ آپ کا مزار زیار گاہ خاص عام ہے - سالانہ عرس ہوتا ہے - فقیر مولف آپ کی زیارت و فاتحہ عرس سے مشرف ہوا ہے - عجب مقام نورانی و روزگاہ ملائکہ سبحانی ہے - صاحب ترجمہ کے والد اجداد مولوی کرم احمد تھے - آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۳ ہجری میں ہوئی - آپ کا مستطاب الہی شہر کنہو ہے - آپ کی نشو و نما و ان کی آب ہوا کے آغوش میں ہوئی - جب سن شعور و تمیز کو نیچے تحصیل علوم و فنون کے طرف ہمہ تن مصروف ہوئے - اولاد والد ماجد کی خدمت میں محضر ت کتب متداولہ سے فراغت حاصل کی - اور کتب مطولات علوم عقلی و نقلی اساتذہ کمال و علمائے فضلا کی خدمت میں ختم کیں - فاذیغ التحفیل کیوقت شباب عالم تھا - درس و تدریس کا شوق زمین جو شہر را نہ تھا - طلبہ کو نہایت محبت و خلق سے پڑتے تھے

عربی و فارسی و دونوں زبانوں میں دیس کا کل تھے۔ چونکہ آپ کی طبیعت فطرۃً موزون الطبع واقع ہوئی تھی۔ آپ کا میلان طبع شعری و شاعری کی طرف مائل ہوا۔ طبیعت خدا داد و عطیہ رب العباد سے مضامین و لکش موزون کرنے لگے۔ اور اپنے نتائج طبع کو سید مظفر علی خان تدمیر الدولہ اسیر لکھنوی کے ملاحظہ میں پیش کرنے لگے۔ اسیر آپ کے مضامین پاکیزہ کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ اور اصلاح کے زیور سے آراستہ فرماتے تھے۔ اسیر کو آپ کی شاکر دہی پر فخر و ناز تھا۔ واقعی سیر کا فخر بجا تھا۔ آپ کی ذات پر شعری و شاعری خود نازان ہے۔ آپ لکھنؤ کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے۔ آپ کا کلام نہایت ہی شگفتہ و جربہ ہوتا تھا جب آپ اپنا کلام حاضرین مشاعرہ کو سنانے تھے تب تمام حاضرین واہ واہ کرتے تھے اور کہتے تھے واہ میان اسیر آپ نے تو ایک ہمارے بلند پرواز تیار کیا۔ یہ ہمارا سید شاعری میں خوب پرواز کریگا۔ عجب نہیں کہ مجمع شعراء میں ممتاز ہوگا۔ تھوڑی سی زمانہ کے بعد عرکا خیال و گمان مرتبہ اذعان و یقین کو پہنچ گیا۔ یعنی آپ سے لائق و فائق ہونے کا استاد کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔ آپ کا کلام مستہ و صاف پاکیزہ و شفاف ہوتا ہے۔ آپ کی بندش الفاظ و شست معانی ایسی پچسپ و لکش ہوتی ہے کہ سامعین کے قلوب پر جادو کا اثر کرتی ہے قلوب کی وہ حالت ہوتی ہے کہ مضمون پر تاثیر سے وجد کرنے لگتے ہیں جس مضمون میں ارادہ کرتے ہیں وہی مضمون آسانی سے ایسی خوش سلوبی و خوبی کے ساتھ موزون فرماتے ہیں گویا مضمون کا مصداق دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً اگر تصوف و وحدت الوجود یا نعت رسول محمود و معشوق حقیقی کے خط و خال کی تعریف۔ یا بہار و خزان کی توصیف یا بخت و اقبال کی خوبی یا بد بختی و ادبار کی برائی بیان کریں تو واقع کے مطابق معانی و مہنیہ و مدور علیہ کا سہا نا بیان کرتے ہیں۔ آپ کے کلام ابہام و تہیام کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے ممکن نہیں کہ کوئی

او کر سکے۔ پس میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کے کلام کی تعریف محو و ذکر امانو عا ہے،
 جب آپ کی لیاقت و جادو بیانی کی شہرت بلند آواز ہوئی۔ اور آپ کی شاعری کا شہرہ
 انہی اطراف میں شایع ہوا۔ تب یقیناً کلام آپ کے حلقہ تلمذ میں دور دور سے
 آنے لگے۔ اور آپ کی اصلاح سے کلام کو مزین کرنے لگے۔ یہی طرح رؤسائے ہند آپ کو
 خواہش سے طلب کرنے لگے۔ ہر ایک میں چاہتا تھا کہ آپ میری ریاست میں آئیں
 اور اپنے فیض سے طالبین کو مستفید فرمائیں۔ آپ درویش صفت قناعت پرست
 دنیا و مافیہا کی طرف رغبت کم کہتے تھے۔ جاہ و حشمت کے خواہاں نہیں تھے۔
 آپ کا دل قناعت کی دولت سے مالا مال تھا۔ آپ چند مدت واجد علیشاہ بادشاہ کے
 دربار میں باریاب رہے۔ ہنگامہ عذر کے بعد نواب محمد یوسف علیخان بہادر الی پور
 نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ حسب طلب لکھنؤ سے رام پور آئے۔ نواب صاحب کے
 آپ کی تعظیم و توقیر و خاطر داری میں ایک دقیقہ فرو گذاشت نہیں فرمایا۔ اور آپ کے
 معتد بہ تنخواہ مقرر کر دی۔ آپ مدت تک نواب صاحب کی خدمت میں رہے۔ غرض
 سے زندگی بسر کی۔ اور اپنی عمر کا بڑا حصہ بسر کیا نہایت آرام و فراغت سے یہی
 و تصنیف میں مشغول رہتے تھے۔ اور اوقات معینہ پر نواب صاحب کی خدمت میں بھی
 آمدورفت کرتے تھے۔ آپ نواب صاحب کی مجلس کے روشن چراغ تھے۔ آپ کی وفات سے
 مجلس کی رونق بڑھ جاتی تھی۔

علی حضرت آصفیہ ششم علیہ السلام کے ہجری میں تقریباً ملاقات گورنر جنرل
 کلکتہ تشریف لیگئے۔ ملاقات سے فائدہ ہو کے بطور تبریک بنارس میں رونق اور اس کے
 حسن اتفاق سے حضرت میر بیانی صاحب نے جمعہ ہی وہاں تھے۔ بعض اوقات آپ کے

اعلیٰ حضرت سے ملاقات کی۔ اور ایک مدیہ سب سے ناز و تالیف پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت جو حکمران
 کے حکمران ہیں آپ کے کلام شیریں سے بہت خوش ہوئے۔ اور آپ کو کلام کی داد دی
 اور آپ کو حیدر آباد تشریف آوری کی دعوت دی۔ آپ طاعت و سمعہ حیدر آباد دکن
 میں آئے۔ اور آتے ہی پچیس سے بیمار ہوئے۔ بیماری کا سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا۔ خیر
 معالجہ کیا گیا۔ کوئی علاج مفید نہیں ہوا۔ آخر بمصدق کل نفساً ثقیلاً موت
 آپ بتاريخ ۹ جمادی الثانی سنہ مذکورہ میں جہان ناپائدار سے خلد بریں روانہ
 ہوئے۔ قالوا ان الله وانا انا لیه راجعون اور یوسف صاحب شریف صاحب
 قدس سرہا کی درگاہ میں مدفون ہیں۔ آپ نیک نیت و پسندیدہ طینت تھے۔ بعد
 و قریب مقیم و غریب کی دلدار می ہمدردی میں کوشش بلیغ فرماتے تھے۔ ہر ایک کی
 حاجت روائی میں دریغ نہیں کرتے تھے۔ مریدوں و تلامذہ کے ساتھ حسن اخلاق سے
 ملتے تھے۔ اور ہر ایک کو اپنی جادو بیانی سے مستحضر کر لیتے تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد
 آپ کے فرزند حقیقی مولوی لطیف احمد صاحب لدیاد کے ہمراہ یہاں آئے تھے۔
 اور نیز مرحوم کے ایک گرو رشید مولوی جلیل حسن صاحب جلیل ہمد کاب تھے۔
 جو بے مروت سامانی کے عالم میں نہایت استقلال کے ساتھ متوکل علی اللہ شہرین
 جھے رہے۔ اور امیدوار تھے کہ حضور خدا اللہ ملکہ کیا تجویز فرماتے ہیں۔ لیکن
 اعلیٰ حضرت کو آپ کی پرورش کامل خیال تھا۔ بمصدق کل امر ہون باوقا تھا
 پس اعلیٰ حضرت خدا اللہ ملکہ نے ۱۲۸۶ ہجری میں مولوی لطیف احمد صاحب اختر
 و مولوی جلیل حسن صاحب جلیل کو پانسویا نسور پکے ماہوار سے سہ روز فرمایا۔ مولوی
 اختر صاحب ہوم سکر ٹری کا مددگار کیا۔ اور مولانا جلیل کو استاد وائع کی جگہ عطا کی۔

و دون بزرگ سراپا خوش اخلاق خوش شفاق میں اعلیٰ لطیف الطبع و خندان جبین ہیں۔ اسی تذکرہ میں آپ دون بزرگوں کا ذکر خیر آئیگا۔ مرحوم بینائی کو لطیف احمد کے سوا اور بھی چار فرزند و بلند ہیں۔ محمد احمد۔ مولوی خورشید احمد۔ مولوی مختار احمد۔ مولوی مسعود احمد۔ آپ کے کلیاتیات الصالحات لائق فائق و ذی استعداد ہیں۔ اللہم سلمہم بالخیر و العافیہ۔ آپ کی خندانی و سخن سنجی کا آفتاب سیا چمکا کہ ہند کے بلاد و امصار کو تمام روشن کر دیا اور آپ کے گلدستوں و شگوفہائے اشعار رشک گلزار سے شاعروں کے مشاعرے اور سخنوروں کے جلسے گلشن بنگلے۔ آپ سبھی مضامین رنگین و معانی شیریں سے نازک خیالان سخن سنج و نقش بنیان بلند رنگ سفید ہوتے ہیں۔ آپ کے الملیفات سے مسدس و ہواں نعت و غیرہ مطبوع ہو چکے ہیں ہند و دکن میں متداول ہیں کون ایسا ہے جو آپ کے کلام سے واقف نہ ہوگا۔ بناء علیہ بطور نمونہ مختصر آچکے نتائج طبع کو گزارش کرتا ہوں۔

ہو صدکا

الف آدم میں ہے محدود احمد میں ہے بزرگ کا	سب سے ہے کہ اس کا یہاں ایسا یہ تھا قد کا
گمان ہوتا ہے جنت سے بھی تر اے بھر ہو کر	اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمد کا
یارت کو چلوں یارب پرے غلامین میں	غلام آیا محمد کا غلام آیا محمد کا
نظر آباوہ چہرہ موتے مچھنے رنگ گچی حشرت	اٹھانی اس نے چلوں بگیل پڑہ گریبان کا
وہ زخمی ہیں تپ کیسی چہر کتا اگر نکات مل	وہاں خیم سے ہم چوم تے منہ نکدان کا
جبارانی ہے اسے دست جنوں اعلیٰ کی ہے	گریبان سے گلے ملنے چاہے چاک امن کا
بعد و دن شہر عصیان میں ایسا آک ب	خاک سے میرے تیم بھی فوہ ہو جائیگا

بتوں کے ظلم سے بھی اپنا مدعا نکلا	کہ منہ سے شکر زبان سے خدا خدا نکلا
سو جہا ہے بچو دی میں یہ مضمون مرکا	پر دے میں دخت رز کی ہے جلوہ حضور کا
گل خود تھے بے ثبات گلستانِ برین	گلچین غریب مفت میں بدنا ہو گیا
وہ کون تھا جو خرابات میں خراب تھا	ہم آج ہوئے کیا کہی شہادت تھا
لحاظ ہم سے نہ قاتل کا ہو سکا و قتل	سنبھل سنبھل کے ٹپتپتے وہ خطر تھا
شکایت آنے کوئی گالیوں کی کیا کرتا	کسی کا نام سبکی طرف خطاب نہ تھا
زلف آئی ہے لٹک کر رو جاناں کی طرف	پاؤں پھیلائے ہیں کافر نے قرآن کی طرف
آسمان بہر عدو دھونڈ رہا ہے لیکن	ایک ذرہ نہیں ملتی ہے کہیں گردِ مال
مہمانی کی یہ ہے رسم عجب کیا ہے گر	سامری کا ذکر ہے دعویٰ موسیٰ میں جلال
مرے آنسو نے مجھ کو بخشوایا	بڑے کام آئے یہ بڑے مچل گیا
تیزی کا تصور دل محرم میں جو گزرے	ٹہرنے سے قاضی کے ٹہیرے کہی تقصیر
ظاہر میں ہم فریفتہ حسنِ ثبات کے ہیں	پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں
گم شدہ دل کی تا کجا جستجو کریں	مان اور دل ملے تو تری آرزو کریں
دل ویران میرا آباد رہے	ایسے ویرانے کہاں جوتے ہیں
آئی ہے شب ہجر رولانیکے لئے	میں ایک نہیں سب کے مٹانے کیلئے
اشکوں میں مرے ڈوب رہا ہے عالم	آنکھیں مری روتی میں بانے کے لئے

مسلسل

آج کیسا راس آیا انقلاب آسمان	گر گیا تسکین خاطر اضطرابِ آسمان
اٹھ گیا آنکھوں کے آگے سے حجابِ آسمان	گر گئے نظروں سے ماہِ و آفتابِ آسمان

	اپنی گردش دیکھ کر خود آسمان چکر لگیا گردش چشم حسین کا عین عطف لگیا	
لیلیا بوسہ جبین کا دولت بیدارنے منہ چھپا یا دامن اقبال میں دبا نے		لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی لدارنے رخ سے برق کو ہٹا یا شاید سراسر نے
	باغ امکان میں بہار کا مافی آگئی پیر گردن پر نئے سرے جوانی آگئی	
کل تو تھی کچھ اور صورت آج صورت اور ہے دل کو حیرت اور ہے آنکھوں کو حیرت اور ہے		زنگ عالم دیکھئے اب بیٹہ رینت اور ہے کیا یہ سیرنگی کوئی سمجھے حقیقت اور ہے
	رات سے دن ہو گیا اسد کیونکر ہو گیا زلف تھپی چاند سا چہرہ منور ہو گیا	
دل سے کلی آرزو نہ نکلا جگر سے خار ہم دست ہمت بنکے کانٹوں نے لئے اپنے قدم		کون گھر سے اس طرح نکلا ہتھے جیسے ہم سیر گرد راہ چہاٹی صورت ابرکرم
	صبح عزت ہے کہ خود راغوش پہلا ہو شام عزت ہے کہ سینی لطف بکھیر ہو	

انتیاز میحسین اسرار ٹکلی

انتیاز تخلص۔ میر محسن نام مدرسی، لاسل ہے۔ جامع فضل کمال منشی ہے۔
 تھا۔ انشا پر راز می عبارت نویسی میں مزید بعد تھا اور بیدل کی پیروی کرتا تھا۔ اور بیدل
 کی طرز نامہ کلی معقد تھا۔ عزت نشین دنیا و مافیہا سے متغیر تھا۔ گوشہ عزلت بے ضرورت

کبھی قدیم باہر نہیں کہتا تھا۔ اکثر اہل مدراس کو درسِ تدریس سے مستفید کرتا تھا۔
مولانا رائق مصنف صبحِ وطن آپ کے تلامذہ میں سے ہے۔ شاعر خوش گو و شیریں سخن
تھا۔ اس کے کلام سے شیرینی و رنگینی عیاں ہے آخر ۱۹۰۹ء ہجری میں جہان فانی سے
ملک جاودانی کو روانہ ہوا

من اشعارہ

از عدم رنگین کفن گردیدہ می آمد برون حسن شمع آئینہ با بر طاق قرنگا جہ پیا	غنچہ میدارد مگردر سینه پیکان ترا این چمن طبعان نگار دستہ بند گل کنید
گرد راہ ما غزالان را سواد دیدہ شد	تا خراب ناز چشم سرمہ سا گردیدہ ام

آٹھم سید ابراہیم حیدر آبادی

آٹھم تخلص۔ سید ابراہیم نام۔ آپ کا اصلی وطن حیدر آباد دکن ہے۔ آپ کی تربیت
و پرورش اسی شہر میں ہوئی۔ آپ نے عالم شباب کے شروع میں کتبِ سیہ فارسیہ میں بقدر
ضرورت استعداد حاصل کر لی۔ موزونِ بطع و خوش فکر تھے۔ شعر گوئی بھی شروع کی
موزون کرنے لگے۔ کلام درست و سنجیدہ ہوتا ہے۔ فی الحال آپ کی عمر قریب پچاس برس ہوئی

من اشعارہ الہندی

مضمون بنا ہے دل میں مرے زلف یار کا فرقت میں بعد مرگ بھی نکہیں کہلی ہیں	رکھا ہے میں نے نافہ میں نافہ تار کا کیا پوچھتے ہو حال شبِ انتظار کا
کیا خوب فائنچہ کا بہانا ملا آ نہیں سکر و غم فراق تجاہل سے کہتے ہیں	نعوذ تک مشاگئے آ کر مزار کا اب کہئے کیا ہے حالِ مقبرہ کا

آثم وہ رکھے نور میں یا پینکے میں | جو حکم ہے بجا ہے مرے کردگار کا

اشک سید جمال الدین لکھنوی

اشک تخلص - اشک تخلص سید جمال الدین حیدر نام ہے۔ لکھنوی الاصل میں آپ کے بزرگ نواب مبارز الملک سربلند خان صوبہ رکاٹ کے قرا بتدار تھے۔ آپ ذمی استعداد و لائق میں شعرو شاعری میں بے نظیر ہیں۔ آپ کا کلام مستند و سنجیدہ ہے مطالعہ سے لطف فرماتا ہے۔ آپ کو مولوی شیخ محمد بخش شہید لکھنوی سے تلمذ حاصل ہے۔ آپ صاحبِ یوان میں آپ کا دیوان مسیحی باسم تاریخی دستور الشعرا مطبوع ہو گیا آپ کی عمر تخمیناً ستر برس کی ہوگی۔ آپ کو لکھنوی چھوڑے ہوئے تخمیناً چالیس برس کا زمانہ گزرا ہے۔ چالیس برس سے حیدر آباد میں سکونت پذیر ہیں۔ سرکار عالی نظام میں منصب سب پر ممتاز ہیں۔ خوشحال فارع اقبال ہیں۔ خوش خوراک و خوش پوشاک ہیں۔

من اشعار الہندی

ہو گئی بخشش کی صورتِ جذبات بڑھ گئی | اجتماعِ قلوب جان ہوتے ہوئے رہ گیا
دیکھئے آلودہ ہون ان کے سیر | آج بھی واقف نذران ہوتے ہوئے رہ گیا
ہو گئی بخشش کی صورتِ جذبات بڑھ گئی | جس قدر عصیان بڑھے تنہی ہی جہت بڑھ گئی
چل گئی دل پر چہرہ ہی دیکھا جوائے سے | تمل کے سامان ہو جسدِ غایت بڑھ گئی
بعد میں بھی دیکھا یا تیرہ بختی نے اثر | یا بگہل کر رہ گئی یا شمع تربت بڑھ گئی

افسر سید احمد حیدر آبادی

افسر تخلص - سید احمد نام حیدر آبادی المولود و المنشأ ہے۔ آپ فارسی میں عمدہ ہا

واستعداد رکھتے ہیں۔ جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان میں تیز قدم ہیں۔ مزاج میں جستی کلام میں شوخی ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں خوب مرغوب ہوتا ہے۔ نواب میرعباس حسین خان ششدر حیدر آبادی سے اصلاح لیتے ہیں۔ صاحب دیوان و مثنوی ہیں۔ آپ کا کلام صاف شستہ و با محاورہ ہے۔ رقتہ رقتہ درجہ استادی پہنچ جائیں گے۔ فی الحال آپ کی عمر تقریباً پچیس چھتیس ہوگی۔ خدائے تعالیٰ خوش و خرم رکھے۔

من اشعار الہندی

خطا دیکے نامہ بر نہوسا ہن جواب کا	اپنی سلامتی کا دو گانا ادا کرے
بنوایا میری آنکھ سے حلقہ رکاب کا	ظالم نے کی قبول قدم دیکھنے کی عرض
وان جا کے مجھے ہوش نہیں ہو سکا	احسان نہ رہا فرط خوشی بخت رسا کا
یاں ضعف سے اٹھتا ہی نہیں ہاتھ کا	اندیشہ شب وصل عدو کہنے کا بیجا
جان سیکھتی ہے دل سے قربان ادا ہونا	ہے شوق کی افزائش الفت میں فنا ہونا

الف - محمد جمال الدین مدرسی

الف تخلص۔ محمد جمال الدین نام۔ آپ مولوی تاج الدین بخت مدرسی کے خلف اصدق ہیں۔ آپ مدرسی المولد ہیں۔ آپ کے والد ماجد سے کتب درسیہ تحصیل کیں۔ ذی استعداد و لائق ہوئے۔ شعر گوئی و سخن سنجی کا شوق ہوا۔ شعر موزون کی مشق والد ماجد سے کرتے رہے۔ چند روز کی اصلاح۔ یہ کلام درست ہو گیا۔ کلام سے پختگی و شستگی ظاہر ہونے لگی۔ آپ کا کلام نعت و حمد میں ہے۔ آپ کے اکثر قصائد حمد و نعت میں لکھے ہیں۔ اور بزرگان عظام و اولیاء کرام کی مدح میں بھی موزون ہیں۔

جناب لفت نے خوب کیا توشہ یعنی ہے۔ آپ کی عمر قریب اٹھ برس کے ہے بیشتر
ریاست حیدرآباد میں سرکاری خدمت پر مامور تھے۔ اب سبب کبرسنی و خلیفہ خوار میں
دریں رئیس مسماتے ہیں۔

من اشعارہ الہندی

ہے روکش تہاں جہاں کوئی محمد	رونق وہ گلہائے جہاں روئے محمد
واشتمس ہے تفسیر دو رخسارہ انور	واللیل ہے تعبیر دو گیسوئے محمد

من اشعارہ الفارسی

حکام جہاں تابع فرمان محمد	شاہان جہاں اندکدیان محمد
چون شرح دہم منزلت رفعت والا	نہ چسبج برین پایہ دیوان محمد
پاسنگ بود ثقل گنابا تو لفت	بس سیت گران یلہ احسان محمد

احسان - میرعباس علیخان حیدرآبادی

احسان تخلص - میرعباس علیخان نام - آپ نواب سہام جنگ کے فرزند ہیں
آپ حیدرآبادی انمول ہیں۔ آپ نے فارسی کتب پڑھ کے بقدر ضرورت لیاقت پیدا کی
گر عالم طفولیت سے شعر گوئی کا شوق تھا اکثر استادوں کے دوا میں فراہم کر کے
ان میں سے ہزار ہا اشعار یاد کر لئے۔ اور آپ بھی طبیعت کی صفائی اور فکر کی رسائی سے
شعر موزون کرتے تھے۔ کلام سلیس و معجز اور دہونا تھا۔ خوش خلق و خوش مزاج تھا۔ خوش
خورک و خوش پوشاک تھا۔ رات دن لعب و لعب میں مشغول رہتا تھا۔ مرغ اڑانا۔ کبوتر
اڑانا۔ مرغ بازی۔ کبوتر بازی میں ہزار ہا روپیہ صرف کرتا تھا۔ چناب نری کا فریقہ
تھا۔ ایک کبوتر اور مرغ۔ سو روپیہ کو بیٹا تھا۔ منیر ملک صاحب دروازہ میں ملک کے ہاتھ

فروخت ہی کرتا تھا۔ آپ کو ہجو گوئی کی استعداد تھی جب چاہتے تھے سبکی بھی
ہجو کہہ دیتے تھے۔ لچھی نرائین صاحب تخلص راگ بادبی نے اعظم الامرا بہادر کے
نسبت چند اشعار مناسب لکھے تھے۔ آپ نے اوسکارو کیا اعظم الامرا کی سرکار
جاگیر انعام سے سرفراز ہوا۔ آخر ۱۲۳۰ ہجری میں عالم ہستی سے عدم کا سفر ہوا

من اشعارہ

<p>آستین سے تری باہر جو کلائی ہوتی نہ کام اس چرخِ دوں پرور سے نکلے فلاطون سا مدبر تھا سو بھولا پراسپر بھی ارسطو جاہ دانا کرے کیا فوج نے اُسکو ندی تن سورن کو جیت کر اب سرخرو ہو اُڑا دوں یہاں سے یوں مضمون صاحب نہ سمجھا نا قیامت فہم اتنا تو پہر کیا حال ہووے دشمنوں کا نکل آیا وہ یوں خورشید تابان یوں نکلا کفر سے وہ اسم اعظم ریاست پہرے سر سے جو چمکی</p>	<p>شمع فانوس سے باہر نکل آئی ہوتی مگر شاہنشاہ قنبر سے نکلے نہ جکا اب کوئی ہمسر سے نکلے بڑی فطرت میں سکندر سے نکلے مگر جو خال ادھر سے نکلے قسم ہے لالہ احمر سے نکلے خزف جبطر کسی گوہر سے نکلے کہ جب وہ شیر نر اودھر سے نکلے کہ آہ شعلہ زن ہر سر سے نکلے کہ مہ بدلی کی جیسے گہر سے نکلے شرر جوں چیر کر تپھر سے نکلے چراغِ خضر ہر ایک گہر سے نکلے</p>
---	--

ترجمی تضمین پر تحمیل احسان

محبت حیدر و صفدر سے نکلے

آزاد۔ ابو الحجید لکنوی سلمہ

آزاد تخلص۔ ابو الحجید نام۔ آپ کا اصلی وطن لکنہو ہے۔ آپ نے سن شعور کے بعد فارسی عربی میں بقدر ضرورت استعداد حاصل کر کے شعر گوئی کی طبع موزوں خوش فکر تھے۔ خوب کہنے لگے۔ نواب مرزا خان دانع دہلوی سے اصلاح لینے لگے۔ جناب دانع کی عنایت توجہ سے لائق شاعر ہو گئے۔ کلام سلیم و با محاورہ ہے۔ ایہام مبہم سے پاک صاف ہے۔ آپ چند سال سے کلکڑی عالی نظام میں ملازم ہیں۔ خوش خلق و نیک سیرت ہیں۔ عمر تقریباً چالیس پچاس برس کے ہے۔

من اشعار الہندی

<p>یا غضب آیاستم ٹوٹا قیامت ہو گئی وہ تماشائی ہو جبکہ حیرت ہو گئی منزل دل رکھذا ریاض حسرت ہو گئی رہنمائی کے لئے آگے مصیبت ہو گئی اٹھ گیا آزاد دنیا سے فریفت ہو گئی</p>	<p>وان سب اقرا صرف فیہ نیت ہو گئی واہ اسے نیرنگی قدرت ترا منو ہو گئی جھوٹے وعدوں کی کیمیا کو دیا فنا خرا جب تلاش شاہ مقصود میں کہا قدم آج عشق و عاشقی کا ہو گیا جگر تمام</p>
--	--

ایما۔ میر حسن علی خان اورنگ آبادی

ایما تخلص۔ میر حسن علی خان نام۔ آپ شرفاء اورنگ آباد وکن سے تھے۔ صاحب فضائل و کمالات تھے۔ شعر گوئی میں لائق اقران و امثال میں فائق تھے۔ آپ کا کلام فصاحت و ملاحت میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔ ہر ایک شعر نزاکت و لطافت میں تو لا ہوا ہوتا تھا۔ ہر ایک مصرع جبرست و شہتہ ہوتا تھا۔ آپ خوش گفتار و خوش گزار تھے۔ نظر لباس وضع و قیاس اہل ہندی طرح رکھتے تھے۔ آپ ویران آبادی کے تھے۔

خیر آباد آئے۔ مہاراجہ چند لال بہادر کے دربار میں باریاب ہوئے۔ مہاراجہ نے آپ کی بڑی عزت و آبرو کی پانسور پیئے مہوار مقرر کر دیے۔ آپ اکثر اوقات مہاراجہ کی مصاحبت میں رہتے تھے۔ آپ کو ایک وقت حضور سکندر جاہ بہادر نے یہہ فردی کہ اسکو اردو اشعار میں تضمین کر کے پیش کرو۔ فردی کنون کرادماغ کہ پرس۔ نرباغیان۔ بلبل چگفت و گل چہ شنید و صبا چہ کردہ آپ نے اسکو تضمین کر کے پیش کیا۔ پانچ سورو یہہ صلا پایا تضمین یہہ ہے

ایمان ساکنان چین سے کیا سوال کیفیتیں بہار کی ہم سے بھی کچھ کہو غنی جو سکر کے ویا چٹ میں جواب	ہم ہی تو تھے خزان تمہارا شریک اردی بہشت دی کی ہوئی کس طرح خبر تو فی سنی نہیں کسی استاد کی یہ فرد
--	--

کنون کرادماغ کہ پرسدز باغبان
بلبل چگفت و گل چہ شنید و صبا چہ کرد

آپ نے آخر ۱۲۳ ہجری میں اس عالم فانی سے بہشت برین کو رحلت کی۔ آپ صاحب دیوان تھے اردو و فارسی و نوزبانوں میں خوب شعر کہتے تھے۔

ادیب مولوی محمد سیف الحق دہلوی

ادیب تخلص۔ محمد سیف الحق نام۔ آپ کا اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ کی زکب سلسلہ مولوی شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے پہنچتا ہے۔ آپ نے سن شعور کے بعد علم ادبی کی خدمت میں کتب درسیہ علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ذرا طبع و فہم تھے طبیعت میں چستی و چالاکی خداداد تھی۔ اور آپ کے ولیمین اس بات کا جوش و خروش تھا کہ

حالت موجودہ سے کسی خاص فن جدید میں ترقی کرنا چاہئے۔ چند روز تک آپ اس تردد و تفکر میں رہے۔ مگر قوت فیصلہ سے کوئی خاص امر طے نہیں پایا تھا کہ ایک طبیعت کا اقتضائے فن شاعری کی طرف متوجہ کیا۔ جولائی طبیعت و رسائی فکر سے مضامین سنجیدہ و معانی پسندیدہ کو بیان کے قالب میں ایسی طرز سے ڈالے کہ نہایت ہی خوشنما و مرغوب نظر آنے لگے۔ اس وقت مرزا اسد اللہ خان غالب زندہ تھے۔ اور ان کی استاد کی کل ہند میں سلم الثبوت تھی۔ آپ نے غالب مرحوم کو اپنا کلام دکھلایا۔ مرحوم لبتہ ایک کلام دیکھتے ہی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ہونہار بروا چکنے چکنے پات۔ استاد مرحوم کا یہ فقرہ ادیب کے دل پر موثر ہوا۔ اور آپ کا شوق بہ نسبت سابق و چند ہو گیا۔ اس فن میں خوب کوشش و جانفشانی کی۔ اور استاد مرحوم کی یہی توجہ کامل رہی۔ چند روز میں استاد کی رتبہ کو پہنچ گئے۔ آپ کی شاعری معاصرین کے نزدیک بھی سلم الثبوت ہو گئی۔

آپ خوش نویسی خوش خطی میں بی نظیر تھے۔ اور تاریخ گوئی میں بھی عظیم المثال ^{الطبع} نظیرتھے۔ ولطیف موضوع تھے یا ران ہم شربے خوش طبعی خوش مزاجی سے ملتے تھے۔ اشفاق و اخلاق میں شہرہ آفاق تھے۔ آپ فارسی ہندی دونوں زبان میں کہتے تھے۔ ہلم کے اشعار بہار ذیل میں گزارش کرتے ہیں۔ تاکہ ناظرین لطف فرما اٹھائیں۔

جناب دیدہ ہی سے یا حسبت۔ رہا دین آئے سر کا غالی نظام دین مازم ہے۔ چند سال تک سرکار ہی خدمت مغوضہ کا انتہام عمدہ طرح کرتے رہے آخر ۳ صفر ۱۲۹۴ ہجری میں تہر حیدر آباد وکن میں مسافر عدم ہوئے۔ انا سدا وانا الیہ رجعون۔

مِن اشعار البندی

کہاں توں تخیل پہنچے جو سے حسرت نشان ہے مرے کج مزار کا

<p>ہو جان پر جو ایک مصیبت تو روئے سوت آگئی مجھے ہر شام فراق سے کر چشم و دل کی خیر سے طلب ادیب کیسا کٹا ہے غیر جو دو چار ہو گیا خوف افشا سے ستمہائے نہانی کیجئے غیر تک ملتفت حال ہوں ہے میرا سوج دریا کی حقیقت بھی کہلی ہے یاد</p>	<p>دل بھی بیان ملا تو ترے اختیار کا دشمن نے آج کام کیا دوستدار کا پکا برا پڑا ہے تجھے انتظار کا میرا دم اسکو خنجر خونخوار ہو گیا ناتوان کیکتے ہیں دیدہ مردم مجھکو جاننا واقف اسرار نہان تم مجھکو جوش گریہ نے دکھایا جو ملاطمہ مجھکو</p>
---	---

اعزاز - مرزا دین محمد بیگ کابل

اعزاز تخلص - مرزا دین محمد بیگ نام - آپکا اصلی وطن کابل ہے - نشو و نما دہلی کی
آب ہوا اور دہلی کی خوشنما غذا میں ہوا ہے اور سن شعور کے بعد اپنے وطن کے علما سے
کتب درسیہ علوم متداولہ و فنون متعارفہ تحصیل کی تھیں - علم و لیاقت و فضل و قابلیت
میں متعدد و لائق تھے - آپ وطن سے دلی میں آئے اور وہاں متوطن ہوئے - چند مدت
امرا کی ملازمت و سفارت و کالت میں رہے - مال زر خوب حاصل کرتے تھے - جہاں
رہے وہاں خوش رہے - آپکا مزاج آزادانہ اور شرب فلسفانہ تھا - صلح کل کے طریقہ
کے پیرو تھے - آپ خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر ایک بشکر کو کیا ہندو کیا مسلمان آدمی
سمجھتے تھے - ہر ایک کے ساتھ بطف و مدار فرماتے تھے - دلی سے آپ نواب میرالدولہ کے
زمانہ میں ریاست ٹونک میں آئے نواب سے ملے نواب صاحب نے آپکو سفارت کے عہد پر
مقرر فرمایا - مدت تک اسی خدمت پر مامور رہے - خوش خرم تھے کسی قسم کی تکلیف

نہیں تھی۔ آپ ٹوکے نواب صرالدولہ بہادر کے زمانہ میں حیدر آباد دکن آئے۔ مولوی محمد حسین صاحب جو مقرب حضور تھے انکے مکان پر فرکوش تھے۔ مولوی صاحب آپ کی بڑی خاطر داری کرتے تھے۔ آپ نے ایک کتاب اسمی اخلاق محمدی نواب کے نام پر لکھی اور مولوی صاحب کے ذریعہ سے حضور میں پیش کی معلوم نہیں حضور نے منظور فرمایا یا نہیں کتاب سمب اسمی مضامین اخلاق پر شامل تھی ہر ایک فقرہ و کلمہ سے خلق محمدی عیان اور ہر ایک حکایت و نقل سے خود خلق مجسم نمایاں تھا۔ اسکی متعدد باب ہیں۔ ہر ایک باب میں مضامین اخلاق کو مع شواہد و نظائر لکھا ہے۔ دیکھنے سے لطف آتا ہے۔ آپ کو سیر و سیاحت کا شوق تھا۔ عراق عجم و عراق عرب کی خوب سیر کی ہے۔ ملا بخارا و خوارزم و بلخ و بخشاں تک گئے ہیں۔ سندھ و ہند میں بھی بگہوڑے ہیں۔ ہر ایک مقام کے رسم و رواج اور ہر ملک کی طرز معاشرت سے واقف تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک کتاب امی نسا فی سیاف کی۔ اسمین ہر ملک کی عورتوں کے رسم اور انکی فرعونیات عمدہ طرح سے بیان کئے ہیں۔ گویا یہ کتاب مذہب و عجم کے مسائل و عقائد کا آئینہ ہے۔

آپ فارسی میں نظم و شعر عمدہ لکھتے تھے۔ آپ کی تحریر و تقریر میں مضمون آگاہی مدہنی۔ بغیر سوجھ سمجھ لکھتے تھے۔ آپ کی عبارت رنگین و شیریں ہوتی تھی۔ نظم میں آپ عزا و تخلص کرتے تھے اور شعر میں بہت گفتار۔ آپ کا کلام بہت کی تصدیق کرتا ہے کہ بیشک آپ ان دو اسموں کے مستثنیٰ و مصادیق تھے۔ آپ حیدر آباد سے برائے۔ اور وہاں حکام کی قدر دانی سے ملکا پور ضلع بلڈانہ میں منصفی کی خدمت پر مقرر ہوئے۔ دو ڈوہائی سال تک اس خدمت پر مامور رہے عدالت کا کام نہایت امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ مقدمات کی تحقیق میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کی سفارش سنتے تھے۔

حق کو باطل سے علیحدہ کر دیتے تھے۔ اہل مقدمات و رآن کے متعلقین سے گہر نہیں
 ملتے تھے۔ رشوت کے نام سے کشیدہ و رنجیدہ ہوتے تھے۔ یکساہی و تحفہ بہنیں لیتے تھے
 جب برابر سے فارسی دفتر موقوف ہوا۔ اور اسکی جگہ مرہٹی دفتر قائم ہوا۔ اور نصف ہی
 موقوف ہوئے اور آپ بھی قوف ہو گئے۔ تب ملکا پور میں جامع مسجد کے میر و فی حرج
 میں سکونت اختیار کی۔ ملکا پور کے قاضی خواجہ محمد صاحب جو برار میں نامی معروف
 و مشہور ہیں آپکی خدمت و جہان نوازی نہایت سیر چشمی سے کرتے تھے۔ ایسا معلوم
 ہوتا تھا کہ قاضی صاحب و رضر صاحب و غالب ایک جان میں۔ پہر آپ حکام کی قدر و
 سے عہدہ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ جگہ گاون ضلع آکولہ کے تحصیلدار ہوئے
 دو تین سال تک کام عمدہ طرح سے کرتے رہے۔ افسران بالا آپ کے کام سے نہایت ہی
 خوش تھے۔ آپ خوش مزاج و خوش طبع تھے۔ ظریف بذلہ سنج و لطیف گو تھے
 اہل مجلس کو اپنے کلام نگین سے رنگین فرماتے تھے۔ لطائف و طرائف سے اس قدر منسلک
 تھے کہ پیشون میں بل پڑ جاتے تھے۔ خندہ پیشانی و شگفتہ دل تھے۔ آپ کے مزاج
 میں غرور و کبر کا نام و نشان نہیں تھا۔ فقیر مولف کو بھی آپ سے نیاز تھا۔ نہایت
 توجہ و عنایت سے حکم فرماتے تھے۔ لیکن پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔ میں اس وقت
 طالب علمی کرتا تھا۔ میری عمر اس وقت تقریباً بارہ برس کی ہوگی۔ میں اکثر آپکی خدمت
 میں حاضر ہوتا تھا۔ اور آپ کے فیض رس سے مستفید ہوتا تھا۔ آپ صاحب التالیف
 و التصنیف تھے۔ چند کتب آپ کی تالیف سے میں از انجملہ اخلاق محمدی۔ شان نشہ
 فتاویٰ نسائی۔ دیوان غیر مرتب میں۔ عجائب الکلمات۔ مراتب الخصال۔ آپکی
 یہ کتابیں میرے کتب خانہ میں موجود تھیں افسوس کہ موسیٰ ندوی کی طغیانی میں تمام

غرق آئے نذر سیلاب ہو گئیں۔ آخر آپ ۲۷ ہجری میں مقام قصبہ جلاگانون ضلع
آکولہ برار میں عالم بقا کی طرف مسافر ہوئے۔ انا سندوانا الیہ راجعون۔ اور اسی
نصبہ میں مدفون کئے گئے۔ آپ کی تاریخ منشی رام سیوک صاحب متخلص گہرا نے کہی

چو مرزا دین محمد بیگ عزاز	ازین دار فنا شد جاوہ پیا
چلہ عزازیکہ سلطان سخن سنچ	بلوغ و ناشرو ہم فخر شعرا
ہمای فکر اور آشیان عش	نہنگ طبع اور قعر دریا
ید بیضا مضامین منیرش	خیالاتش چلہ عجاز سجا
گذشت آن منشی بکتامی دورا	کسے دیگر نگیر و نام اشا
ازین ماتم دو ماہ پشت فلک شد	دماغم این چنان گرفت سوا
گوتاج بلاغت چون بیفتا و	تباخیش دریناوائے و یلا

اسوقت برار میں مرزا صاحب مرحوم کے دوست عنایت فرما دستور تہجی و بہن جی
باشندگان پونہ مغر خدایات پر مقرر تھے۔ مرزا صاحب کے انتقال سے بہت ہنجیدہ ہوئے
اور مرزا صاحب کے تمام مال اسباب حفاظت سے مانتا رکھا۔ اور مرحوم کے فرزند مرزا جہر علی
بیگ کو دلی سے بلایا۔ مطلب فرما آئے۔ دونوں مغزیں نے اپنے پیارے دوست کے
نحت جگر کو اپنے دو تنخانی پر مہمان رکھا۔ اور مہمانی و ملاقات میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت
نہیں فرمایا۔ اور ان سے کہا اگر آپ بیان کو کبریٰ کرنا چاہیں تو ہم کوشش کر کے کر سکتے ہیں
مرحوم کے فرزند نے انکار کیا۔ آخر دونوں بہا میوں نے مرحوم کا تمام مال اسباب
فرزند مرحوم کے حوالہ کیا اور اپنے حبیب خاص سے بھی معتد بہ رقم دیکے دلی روانہ کیا
مرحوم کے فرزند نے دونوں بزرگان فرشتہ طہنیت کا شکریہ ادا کیا۔ اور وطن مانوہرہ وانیہ

دونوں بزرگان برا کھضائل کی ہمدردی خالصاً وجہ امتد آفرین و تفریق کے لائق ہے
ہم کو ایسے بزرگوں کی پیروی کرنی چاہئے۔ افسوس فی زمانہ مروت ہمدردی عنقا
صفت مجہول الہم و معروف لاسم ہے۔

من اشعار الفارسی

<p>نذر در میخانہ کنم نقد روان را خاموش آب چشم ساز و شتر ار را از زبان گل مبارک باد می آرد صبا مردم گوید ز راہ دیدہ اورا مر حبا دور کردی جانم از تن برہ جان مرا ہمچنان قطرہ در میان جباب این خیالیت دیدہ ام در خواب آن کسیت در جہان کہ دلش بزدانست این گریہ بسیار نمی دانم چیست می کشد دل چہ دامن زویرست خنجرش را ز تن لاغر من عار آمد می قد شاخ و رخت خشک از چشم بہار نمود از چہرہ گل رنگ پرواز امروز پشیمان شدہ افتاد بپایش غنجہ را محو بہ پیش منش می بینم</p>	<p>نستم کہ بوسم قدم پیرمخان را عذر م اثر پذیر شد طبع یار را چون بقامت راست سازد شتر از من قبا گر گذارد پا بچشم دل خیال از او در سفر بروی رقیبا از چہ جانان مرا بتیو در خانہ ایم خانہ خراب گفت قاصد کہ یار می آید از گردشش مانہ کسے را فرایغ نیست وضع دل خونبار نمی دانم چیست حلقہ زلف او گلو گیر است خواست آلودہ کند پنچہ بخون من را در تہمتی مناسبت قرب دوستا رحمت پر توئی در گلشن افتاد گل برہ مگر رشک ز دامن قبائش می شوم آب چو چاہ و نقش می بینم</p>
---	--

بر سر تربت اعزاز بنا زاد گشت	ولہ	گشتہ کیست کہ خون ز کفش می میغم
می شود آخر همان کار سے کہ میدار و نشد	ولہ	مفت بہر کار خود در پیچ و تاب دہ ایم
شده ام سپہ تنہائے جوانی دارم	ولہ	شاید از دہر کف خط آمانی دارم
شد ہی دستی از ان سیر و سامان	ولہ	مانہ بیند کس غبار از گوشہ دامان
از سر خاکم چرا بر چیدہ دامان میری	ولہ	روی گردان از سر خاک غیبان میری
ہر غم کہ درین زمانہ صورت دارد	رہا	در پیش من آمدن ضرورت دارد
من میکنم ضیافت از خون جگر		با این ہمہ خاطرش کدورت دارد

آفاق - محمد عیسیٰ خان دہلوی

آفاق تخلص محمد عیسیٰ خان نام۔ آپکا اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ دہلی کے شریف زادوں میں سے تھے۔ علم و فضل کے زیور سے آراستہ تھے۔ مستعد طالب علم تھے۔ شعر گوئی پر شیفتہ تھے۔ طبیعت میں قدرتی تیزی و چالاکی تھی۔ شعر کہنے لگے قائم دہلی سے اصلاح لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ کلام میں پختگی و مستحکم آگئی۔ درجہ کمال پہنچے۔ شہرہ آفاق ہوئے۔ دہلی سے حیدرآباد دکن میں آئے۔ اور نواب شمس الامرا بہادر کی سرکار میں دوسو روپے ماہوار سے ملازم ہوئے۔ مدت کثرت رہے۔ آخر ۱۲۵۳ھ ہجری میں اس دنیا پائیدار سے دارالفرار کو روانہ ہوئے۔ جناب لینا میسرین فیض نے تاریخ رحلت کہی ہے۔

○ زاقصائی آفاق آفاق رفت

تضمین بر غزل قائم

کہتے جو ہو مثل گل چاک جگر چائے اور بزرگ صبا جلد گذر جائے

سب سے ہے بہتر یہی اب کے اگر جائے	گلشنِ نفیسے دل سے یہ مٹ جائے
دماغ بدل جائے دست بسر جائے	
کیا کہوں تجھ سے دلا طرفہ ہے اک ماجرا	نگہت گل کا گیا آگے نکل قافلا
پہلے تو وہ رنگ تھا اب یہ نیا گل کھلا	کر کے ہمیں پیشوا کہتی ہے بار صبا
مین کوئی کوئی دم مین چلی آپ مہر جائے	
کیا کہوں کیا بات ہے ایک طلسمات ہے	مرگ کی شب بات ہے ظلم سے ظلمات
ہجری یہ رات ہے غم سے ملاقات ہے	دل ہی نہیں سنا تہہ ہے عالم برسات ہے
ہات سے تیرے کدھر دیدہ تر جائے	

ایمان شمسید خان حیدر آبادی

ایمان تخلص - شیر محمد خان نام محمد عاقل خان نایک فرزند ہے۔ حیدر آبادی
 المولد ہے۔ آپ کے والد سرکار نظام میں وقایع نگاری کی خدمت پر مامور تھے۔ اور خجائونی
 کا بھی کام کرچے سپر تہا۔ ایمان نے نشوونما کے بعد شہر کے علما و فضلا کی خدمت میں کتب
 عربیہ و فارسیہ تحصیل کیں گیانہ روزگار ہوا۔ اور ورنی فن میں بھی مینظیر سرکاری تمام
 اخباریوں کا فاضل تہا۔ وکن کے تمام واقعات اس کے حافظہ کے خزانہ میں محفوظ تھے۔
 سرکار میں ممتاز و مغر ز تہا۔ اکثر اوقات سفر و حضر میں اعظم الامر کا مصاحب ہے
 شعر گوئی و شعر فہمی میں ہمیشہ تاریخ دانی و وقایع نگاری میں بے بدل تہا شعراء و حاکم
 آپ کی استاد کی کے قائل تھے۔ ۱۳۰۰ ہجری میں حضور صفحہ ثانی کے زمانہ میں محل کمان
 انجی بیگ میں مشاعرہ قرار پایا تھا۔ تمام شعراء جمع ہوئے۔ مگر انہیں آئے تھے سب کا

انتظار کر رہے تھے۔ بعض کی رائے ہوئی کہ غزل خوانی شروع کی جائے۔ اکثر نے کہا جب تک ہمارے ہون کچھ غزل و مطلق نہ ہوگا۔ آخر آپ کے وجہ تاخیر بیان کئے سب کا شکریہ ادا کر کے غزل خواہی کی۔ مشاعرہ بڑی عظمت شان سے ہوا اسمین شعراء ہند و کن جمع تھے۔ آپ کا کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا ہے۔ صنائع و بدائع کے زیور سے آراستہ اور آرائش جلالت و ضلع سے پیرستہ ہوتا ہے۔ آپ کے کلام میں ایہام بھی استعمال کرتے ہیں۔ آپ صاحب دیوان ہیں آپ کا دیوان بعض کتب خانوں میں موجود ہے۔ آپ تاریخ گوئی میں کامل مہارت و قدرت رکھتے تھے۔ فی البدیہہ تاریخ کہتے تھے۔ آپ کے حضور آصفیہ ثانی کی تاریخ میں ایک قطعہ لکھا۔ اس کے چوتھے مصرع سے دو مادہ تاریخ برآمد ہوتے ہیں۔ مقبرہ کے دروازہ پر مکہ مسجد میں یہی قطعہ کندہ ہے

بر روح پاک میر نظام علی مدام زمین مصرع عجیب و تاریخ را بخوان
خواند با وضو ہمہ اشخاص فاتحہ مستوجب بہشت و با خلاص فاتحہ

اور دوسرے شعرا نے بھی تاریخیں کہیں مگر آپ کی تاریخ مطبوع عام ہوئی۔ اس وقت مقبرہ کے دروازہ پر کندہ کرائی گئی۔ آپ خوش خلق خوش سیر تھے۔ پاکیزہ شامل و حمیدہ خصائل تھے۔ عزیز خلائق مقبول خالق تھے۔ آخر سنہ ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ کی تالیف سے رسالہ شطرنج و رسالہ غرض و غایہ و دیوان شہور ہے۔

من اشعارہ - ضلع میوہین

آہا نہیں زخم پہ انگوہ بیان	آسیب جنگ عشق کر نہیں عیان
سردیکو ہی تو ناشپاتی ہے کہاں	سویہ ہوا فال سے یونہی معلوم

ضلع پٹنہ میں

آرام نہ کیونکر اب یہ بنیے بہو لین
کسطح خوشی سے نہ پلنگ پہ جو لین
پایا تھا کہ ہونہ سات پیٹری میں یہ وہ کہ
پٹی پڑی ایسی کہ اکٹھ گئی چو لین

صنلے لٹو مین

لٹو ہے تیرے یہ ہر کوئی اب یار
آخر کو چے مین اُسکی جا کر جالی
سہر گر چشم سے اپنی وہ خوش برو پونچے
ہستین کا مین کس کو کی نہ ہوا دست نگر
رنگ گلشن کا شفق رو فلک سے اڑ جا
رنگ لب جان کو سہر زیادہ ہے
روا ہے کون سے مشرب مین اویا مین ہا
ٹپک پڑتا ہے خون دل مرا ایمان کہ ہوں
اور حال پریشان سے نہیں کہتا ہوا
پہتا تھا اسی آس پہ وہ سو سوار
گرد خجالت کو سد دیدہ آہو پونچے
میری باتوں نے آخر میرے آنسو پونچے
اپنے ماتھے سے وہ کافر کہی کو پونچے
اور وزن مین برگ گل و سہر زیادہ ہے
دل پر وزیر خوش ہو خاطر فرما د مخزون ہو
مئی گلگون کل جسم زم زمین غر جہلکتا ہے

افسر - میر باقر علیخان

افسر تخلص - میر باقر علیخان نام - آپ نقد علیخان ایجاد کے فرزند دوم مین
آپ علم و فضل کے زیور سے آراستہ و پریرایہ حسن خلق و کمال سے پیرستہ تھے
خوش سلیقہ خوش سیرت تھے - شعر و شاعری کے شیفتہ - ہستند و خدا دہتی -
اصلاح کلام و الدما جد سے لیتے تھے - آپ کا کلام لچپ و دلپند ہے -

من نتائج طبع

امروز میر و دجلستان نگار ما
از دست میر و دول بے اختیار ما

دوستان ہوسم گل آبدہ دل شاد کنید | ولہ دست درگرون ہم زمزمہ بنیاد کنید

اختر مولاوی لطیف احمد صاحب

اختر تخلص - لطیف احمد نام ہے۔ آپ حضرت امیر حماد مینائی لکھنوی کے فرزند سوم ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت شہر لکھنؤ میں ہوئی۔ (بلند اختر سے آپ کی تاریخ ولادت بحساب حمل برآمد ہوتی ہے۔ یعنی ۱۲۸۵ ہجری۔ آپ کی نشوونما لکھنؤ کی آب و ہوا مردم خیز میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر مفت سالہ ہوئی۔ تب والد ماجد نے آپ کی تعلیم شروع کی۔ آپ نہایت ہی ذکی الطبع و ذہین تھے۔ آپ کے چہرہ مہر و سچائی چالا عیان تھی۔ عزیز قریب یہی کہتے تھے یہ صاحبزادہ ہونہار معلوم ہوتا ہے چشم بدو خدا عمر خضر نصیب کرے۔ والد ماجد تعلیم کی طرف بہت توجہ فرماتے تھے۔ والد ماجد کی توجہ کی برکت سے آپ پندرہ یا سولہ برس کی عمر میں فارسی عربی کتب دیر و علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ شعر و شاعری کے طرف بچپن ہی طبیعت مائل تھی۔ مائل کیوں نہ ہو یہ شعر گوئی و سخن دانی آپ کی موروثی ملک تھی والد ماجد ایم طالب علمی میں اگرچہ شاعری و شعر گوئی سے مانع ہوتے تھے۔ لیکن مقتضائے طبیعت مبادرت کر ہی جاتا تھا۔ آپ کے نتائج طبع والد ماجد و دیگر اعزہ و کنبہ کے متعجب ہوتے تھے تحصیل سے فارغ ہونیکے بعد آپ شعر و شاعری کے میدان میں جولانی کرنے لگے۔ اقران و اشراف میں فائق ہونے لگے۔ آپ کو بلند والد ماجد ہی سے تھا۔ اپنے نتائج طبع والد ماجد ہی کے ملاحظہ میں پیش کرتے رہے والد ماجد ہی کی اصلاح سے ہندو کی تہ کو پہنچے۔ بمصدق الولد - شریاویہ لکھنؤ کے

ہیں۔ آپ کے اخلاق و عادات سے بزرگان سلف کی شان نمایاں ہوتی ہے۔ مرد
 و بہرہ رومی آپ کا پیرو یہ فتوت و جوانمردی آپ کا سرمایہ ہے۔ آپ کی کسر نفسی خاکسار کی
 یہ حالت ہے ہر کس و ناکس کے سامنے جھکے جاتے ہیں۔ نہد شاخ پر پھوسنبر کے قندیں
 سر غریب نالہ و نووار و بلد سے ایسے ملتے ہیں جیسا کہ کوئی اپنے عزیز قریب سے ملتا ہے
 آپ کو علوم و فنون سے ایسی دلچسپی ہے کہ ہر وقت آپ کی مجلس میں علوم و فنون کا
 تذکرہ اور شعرو شاعری کا چرچا ہوتا ہے۔ اور خاص آپ کی عادات سے ہے کہ بزرگان
 سلف و خلف کو بہلائی سے یاد کرتے ہیں۔ اور آپ نے ایسا طریقہ و ضابطہ رکھا ہے
 کہ حاضرین مجلس سے کوئی سیکی شکایت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی سہواً سیکی نسبت
 کہے تو آپ اسکے قول کو ایسے ڈسنگ بدل دیتے ہیں کہ وہ خیر محض ہو جاتا ہے
 یا اشارۃً و کنایۃً اس طرح کلم کرتے ہیں کہ عاقل شاکی شا کر بجاتا ہے۔ فقیر مولف کو
 تہوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ آپ سے نیاز حاصل ہوا ہے۔ مجھے اس تہوڑی ہی مدت میں آپ کی
 ملاقات سے جو لطف و مزہ حاصل ہوا ہے۔ اس طرح مدت کے احباب کہہ نہیں سکتے۔
 میں اختر صاحب مولانا جلیل کو سچے دل سے ایسا سمجھتا ہوں کہ گویا یہ میرے قدیم
 عنایت فرما میں۔ مدعیان عیب میں میرے اس فعل پر قہقہہ ماریں گے۔ کہ یہ مولوی
 تملقاً دونوں بزرگوں کی محبت کا دم ہوتا ہے۔ یہ نہیں سمجھیں گے کہ دونوں
 بزرگوں کی خوش خلقی کی کرامت ہے کہ میں ان کو اپنا عنایت فرما سمجھتا ہوں۔
 فی زمانہ احباب اختر صاحب مولانا جلیل امام الشعراء و استاذ البلغاء میں۔ آپ کی توجہ
 و اصلاح کی برکت سے دکن میں شعرا کا گروہ بہت بڑھ جائیگا۔ اور شعرو شاعری کا
 بازار گرم ہو جائیگا۔ اکثر شاعر شاعر ہو جائیں گے۔ سخن سنجی و سخن فی سے ماہر ہوں

شاعر کو آپکی شاگردی پڑا نہ ہوگا۔ موزنین سلف کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ نظم
 کلام ریختہ کا وجود اولاً زمین دکن میں پیدا ہوا۔ ابھی سکی پوری نشوونما نہیں ہوئی تھی
 کہ وطن سے غربت اختیار کیا۔ دکن سے ہند میں پہنچا۔ کبھی لکھنوکبھی ملی میں آمد و رفت
 کرتا رہا۔ اور اپنے اصلی وطن کو فراموش کر دیا تھا۔ اب مدت کے بعد اپنے اصلی وطن کو
 مراجعت کرتا ہے۔ عجب نہیں کہ یہاں بھی دونوں بزرگوں کی توجہ سے سکونت
 اختیار کرے۔ اور شعر کے نزدیک لکھنو و دکن دہلی کی زبانیں مستند سمجھی جائیں۔
 آپکا کلام آسمان فصاحت و بلاغت کا نیل غریم ہے۔ بندش جربستہ و ترکیب ایستہ کا
 اختر معظم ہے۔ آپکا کلام صفائی و شستگی میں ڈوبا ہوا ہے۔ نزاکت و لطافت سے
 بہرہ ہوا ہے۔ جشور و امد سے پاک صاف۔ تعقید لفظی معنوی سے شفاف ہے
 سامعین کے ولون پر سحر سامری کا اثر کرتا ہے۔ اور کلام کے سنے سے دل کو سرور
 حاصل ہوتا ہے اور صاحبان کمال وجد کرتے ہیں۔ جناب اختر اس وقت ہوم ٹری
 کے مددگاری کی خدمت پر مامور ہیں۔ خدمت مفوضہ کا کام نہایت عمدگی سے
 ادا کرتے ہیں۔ ارباب حاجات سے خلوص حسن لوک سے ملتے ہیں۔ غور و فکر سے
 منزلوں دور رہتے ہیں۔ آپکی انکساری دیکھ کے کل فتر کے ملازمین صاحبانِ اختر
 فرمان بردار و حلقہ گوش بنتے ہیں۔ تہواری ہی مدت کی ملازمت میں وہ قبولیت
 عامہ حاصل ہوئی کہ دیگر برسوں کے ملازمین کو ہمدست نہیں ہوئی۔ ادنیٰ سے علی
 تک تمام آپ کے شکر گزار ہیں۔ کوئی آپکی نسبت شکایت نہیں کرتا ہے ہر ایک کو بہلائی
 سے یاد کرتا ہے۔ اختر کے لئے قبولیت عامہ کا ہوا عطیہ عظمیٰ۔ ذاک فضل بدیوتیہ
 من نیشا و طوائف نامہ کا آپکو معذرا دینا نعمت کبریٰ ہے۔ آپ کے حالات لفظاً

آیات بشمار میں۔ میں نے طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر کے اسے قدر پر اکتفا کیا۔ اب آپ کے نتائج طبع گذارش کرتا ہوں **ھو ھذا**

<p>دیکھا دے آج امی اختر کہ جو دت ایسی تھی ہے ثنا ہو شاہ آصف کی اور ایسی کہ سب کہہ دین جمال شاہ دیکھا تھا کہ دل پنا پکارا ٹہا خدا رکھے یہی غل غلامین اب خدا کی میں علی کا ہو جو محبوب سکی عنائی کا کیا کہنا غلط کیا ہو کہ آپ صفت کے پریمین سلیمان میں فلک میرے محبوب علیخان کا زمانہ ہے وہ طرزِ حکمرانی ہے وہ رنگِ شرفانی ہے مظالم کو مٹا دینا غریبوں کی خبر لینا جہان بانی سلیمانی مسیحائی دارائی بشر کیسے فلک بھی قدم لینے کو جھکتا ہے ہزاروں دل ہیں سب سے بجا کائنات صفت کی</p>	<p>سخنور اسکو کہتے ہیں طبیعت سی تھی ہے بلاغت نام سکا ہی فصاحت ایسی تھی ہے خدا سے پاک کی بندوں چہرے ایسی تھی ہے جوان میں کسی میں کج بلا ت ایسی تھی ہے نہاروں صورتوں میں ایک صورت ایسی تھی ہے سیکئی قاف سے آفاق شہرت ایسی تھی ہے جو گھر گھر ایسی عشرت ہے مستر ایسی تھی ہے حکومت خود یہ کہتی ہے حکومت ایسی تھی ہے سیاست کے معنی میں ریاست ایسی تھی ہے کوئی بوجہ تو ہم کہہ دین کہ حضور ایسی تھی ہے اسو کتے میں فحش نشان و شوکت ایسی تھی ہے حقیقت تو یہ ہے کثرت میں ت ایسی تھی ہے</p>
--	---

آزاد۔ میر غلام علی حسینی البکرامی

آزاد و تخلص۔ میر غلام علی نام۔ آپ کا مسقط الراس محکمہ میدان پورہ واقع قصبہ
 بلگرام صوبہ اودھ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت پچیس تاریخ ماہ صفر بروز کاشنبہ ۱۱۶۱
 میں واقع ہوئی۔ آپ کی نسب سلسلہ عیسیٰ موصوم الاشبال بن زید شہید بن امام بن العابدین

رضی اللہ عنہ سے بنتی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانہ عامر دین لکھا ہے
 گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جہن عیسیٰ جان بخش شیر نغم باد نغم
 آپ بیا حینی واصل و اسطی و وطن بلگرامی ندباً حنفی و طریقہ چشتی تھے جب کہ
 نشوونما کے میدان میں قدم رکھا۔ سروروان کی طرح بڑھنے لگے۔ اعزہ و اقارب
 آپ کے رنگ ڈنک کو دیکھ کر کہتے تھے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ آپ کے چہرے
 مہرے اور عضا و مفاصل کے قیافہ سے مترشح ہوتا تھا کہ یہ قباب خاندان جہان کو
 روشن کریگا۔ فضائے عالم کو اپنے فیضانِ نعمت سے گلشنِ نبیگا۔ اور محافلِ علم و فضل
 کو زینت دیکامعقولات و منقولات کے نکات ظاہر کریگا۔ بناء علیہ الدما جد و دیگر اعزہ
 خاص جبہ ادری علامہ میر سید عبد الجلیل بلگرامی کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ ہوئے
 اور عمدہ اہتمام کیا۔ اساتذہ کرام و علمائے نحاریہ سے آپ کی تعلیم شروع ہوئی۔ آپ درجہ
 بدرجہ ترقی کے اوج پر عروج کرتے رہے۔ چنانچہ خود صاحب ترجمہ نے اپنے مولفہ تذکرہ
 خزانہ عامر دین لکھا کہ میری تحصیل پانچ اساتذہ کرام سے درجہ تکمیل کو پہنچی۔ اول
 مولانا میر طفیل احمد بلگرامی قدس سرہ سے کتب سید پرہیز۔ آپ کے قصیدہ افتخاریہ
 شعر سے ثابت ہوتا ہے

شاگرد خاص میر طفیل محمد م اور علوم عقلی و نقلی ست بہر م
 دوم علامہ زمان میر عبد الجلیل سقی اندر السبیل سے لغت و حدیث و سیر نبوی
 و فنون ادب حاصل کیا۔ چنانچہ ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں
 آزاد و ماہ فضل و کمال بہر ساند خدایت نمود حضرت عبد الجلیل را
 ستوم بحر تواج علوم میر سید محمد خلف علامہ مرحوم سے عروض و قوافی و فنون ادب کی

تکمیل کی۔ چہارم صاحبیات بنیات مولانا شیخ محمد حیات سندی روح اسد روح سے
مدینہ منورہ میں صحیح بخاری کی سند و صحاح ستہ و سایر مفردات کی جازت حاصل کی
پنجم جامع کمالات شیخ عبدالوہاب طحاوی سے مکہ معظمہ میں بعض فوائد علم حدیث
اخذ کیا۔ تحصیل علوم فقہیہ سے فارغ ہونیکے بعد ۱۳۳۰ھ ہجری میں حضرت قدوۃ العارفین
سید لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ الغیر سے بیعت حاصل کی انتہی کلامہ۔

آپ پندرہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ عالم شباب تھا طبیعت سحر علوم و فنون
سوانح شعرو شاعری کے میدان میں شعلہ جوالہ تھی۔ اور دلمین سیرو سیاحت و تلاش
ملازمت و تحصیل نفع و شہرت کا شوق جوشن تھا۔ چنانچہ آپ نے خزانہ عامرہ
میں لکھا کہ مجھ کو مدت العمر میں تین سفر واقع ہوئے۔ سفر اول شاہجہان آباد۔ آپ
۱۳۳۰ھ ہجری میں علامہ حرم کے ملنے کیلئے بلگرام سے میر غنیمت اللہ خیر بلگرامی کے ہمراہ
شاہجہان آباد روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کے علامہ کی خدمت میں دو سال تک رہے
اس مدت میں فوائد علم و فضل سے مستفید ہوئے وطن مافوقہ تشریف لائے۔ سفر دوم
سیوستان واقع سندھ۔ سیوستان میں آپ کے مامون میر سید محمد بیخشتی گرمی قانع نگار
پر یا مور تھے۔ حسب الطلب میر ۱۳۴۲ھ ہجری ماہ دیحہ میں وطن سے سیوستان روانہ ہوئے
شاہجہان آباد و ملتان وراج وغیرہ بلاد سے عبور و مرور کرتے ہوئے بتاریخ دہم ربیع الاول
۱۳۴۳ھ ہجری میں شہر مذکور میں مع الخیر پہنچے مامون صاحب کی ملازمت سے مشرف
ہوئے۔ میر صاحب ہمیشہ زادہ کے دیدار سے بہت خوش ہوئے۔ اور ہمیشہ زادہ کو
نیابتاً دونوں خدمتوں پر مامور کر کے خود بلگرام روانہ ہوئے۔ آٹھ سال تک دونوں
خدمتوں کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ آپ کے انتظام حکام بالادست جوشن ہوئے

آپکی لیاقت و خوبی انتظام کی تعریف کرتے تھے۔ چار سال گزرنے کے بعد میر صاحب
 وطن سے واپس آئے۔ اور اپنے ہمشیرہ زادے آزاد کو بلگرام روانہ فرمایا۔ پس صاحب ترجمہ
 آزاد کے امیر جری میں سیوستان سے روانہ ہوئے۔ جب شاہجہان آباد میں پہنچے وہاں
 معلوم ہوا کہ آپ کے والد میر محمد نوح مع تمام اہل بیت آباد میں آئے ہیں۔ آپ شاہجہان
 آباد ہوئے۔ سید ہے اکبر آباد سے۔ الہ آباد پہنچے۔ تین سال تک ان والد ماجد کی خدمت
 میں رہے۔ اس مدت میں دو مرتبہ بلگرام میں بھی گئے تھے۔ کچھ نرائن شفیق شاگرد و اصحاب
 ترجمہ تذکرہ گل رعنا میں آپکی ربانی نقل کرتا ہے کہ جناب زاد نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ نواز
 مبارز الملک سہیل خان تونی صوبہ الہ آباد اپنے فرزند میر محمد و المناطبت شام نواز خان
 کو نیابت صوبہ میں مقرر کر کے خود شاہجہان آباد میں محمد شاہ بادشاہ کے پاس گیا
 اور میرے والد میر محمد نوح نواب شام نواز خان کی سرکار میں میسلانی کی خدمت پر موبہ
 تھے۔ ایک روز والد محکوم اور میرے بہائی میر غلام حسین کو نواب شام نواز خان کی ملازمت
 کے لئے لیگئے۔ نواب بنگلہ مرتضیٰ میں رونق فرماتے تھے۔ اور میرے والد نواب کے قریب
 کھڑے ہوئے افراد کا غذات پر دستخط کر رہے تھے۔ اور ہم دونوں بہائی دور کھڑے ہوئے
 اس انتظار میں تھے کہ نواب ہمارے طرف کیے کہ ہم تسلیم سجالا میں۔ نواب دستخط
 کرنے میں ایسے مشغول تھے کہ دیر تک ہمیں طرف نہیں دیکھا باوجود حسب چوہداروں نے
 باادب و باقاعدہ کہہ کے چلایا لیکن نواب نے چوہداروں کے چلانے سے بھی ہار پر
 نہیں دیکھا۔ اسوقت میرے دل میں غیرت و حمیت نے جوش کیا کہ مخلوق کے
 دروازہ پر استفادہ و انکسار کرنا فضول ہے۔ خالق حقیقی کے طرف جمع ہونا افضل ہے
 میں سلام گاہ سے ٹوٹا۔ چوہدار نے پوچھا حضرت کہاں جاتے ہیں۔ میں نے کہا ابراہیم

چو بدرون کے آداب سے گراؤ نہ کور دکتے ہیں۔ اور روندہ کو نہیں روکتے چو بدرون کے
 محکو نہیں روکا۔ مین سید ہا گہر آیا۔ اور میر بہائی دمان ٹھہرا رہا۔ بعد میں نواب کی
 ملازمت تسلیم سے مشرف ہوا۔ جب الہ آباد دربار سے گھر میں آئے۔ مجھ سے پوچھا
 کہ اپنے نواب کی ملازمت ترک کئے آخر کیا کرو گے میں نے عرض کیا جو کچھ دیر میں ہو گا

سفر۔ زیارت بیت اللہ شریف

آپ نے اس وقت ولعین عزم جنم کیا کہ آپ کے خالق کے دروازہ پر چلنا چاہئے۔ پس
 بلگرام سے تیسری تاریخ ماہ جنسہ ہجری مطابق مادۃ تاریخ (سفر خیر) زیارت
 بیت اللہ کا احرام باندھا۔ اور شہر سے نکلنے وقت سیکو گاہ نہیں کیا۔ نہیں تو
 سدا رہتے۔ اہل بیت کو تین روز کے بعد معلوم ہوا۔ افسوس کرنے لگے۔ آپ کے
 حقیقی بہائی غلام حسن تین منزل تک تعاقب میں گئے۔ آخر آپ کو نہیں پایا۔ لاچار ہو کر
 واپس آئے۔ آپ غیر معروف تھے۔ پیادہ پاسہ و بیچ ضلع مالو تک آئے۔ آپ نے
 غیر متعارف طریق سے اختیار کیا تھا تاکہ کوئی خبر وار ہو کے مانع نہ ہو۔ اس وقت
 عالیجناب آصفیہ اولیٰ شکر فیروزی اثر اس ملک میں جلوہ افروز تھے۔ ان کے
 ایک غیر نیک محضر نے بے سابقہ معرفت آپ کی خاطر مدارات کی۔ اور ہمارے
 کے نواز م پور سے آوا لگے۔ اور آپ کو ایک تہہ تکلف ساز و سامان سے آراستہ سواری
 کے لئے عطا کی۔ سبحان اللہ اس زمانہ میں اہل زبان کیا فلاح حوصلہ و ہمان نواز و غبار
 ہوتے تھے۔ غبارے نابلد و دراندگان بیوسیلہ کے ساتھ جان و مال سے ہمدردی و
 مساعدت فرماتے تھے۔ فی زمانہ باوجود معرفت سابقہ انماض کرتے ہیں بچاؤ
 غریب بلکہ قریب بھی کوئی ہمدردی نہیں کرتا۔ کچھ بزرگان سلف کے واقعات سے

سبق لینا چاہئے اور قلم بقدم چلنا چاہئے۔ اسلاف کی پیروی میں داریں کی
 بہبودی و نمیکنامی ہے۔ اسی ضلع میں حسن اتفاق سے بتاریخ دوم شعبان
 سنہ مذکورہ میں نواب صفحہ سے ملاقات حاصل ہوئی۔ اور آپ نے ایک رباعی
 پیش کی۔ رباعی

اے حامی دین محیطِ جو و حسان حق داد تر خطابِ آصف شایان
 او تخت بدر گاہِ سلیمان آورد تو آلِ نبی را بدر کعبہ رسان
 نواب عالیجناب باعی دیکھ کے بہت محظوظ ہوئے۔ اور رازِ درِ حاکم کا کامل مستند
 کر دیا۔ آزاد اسم با سہمی تھا بجز اس باعی کے کیلکی طرح سہمی نہیں کی۔ اور نہ کسی
 صلہ طلب کیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ باعی ہی بیت اللہ شریف کے سفر کیلک
 ہے نہ اپنی ذاتی منفعت کے لئے۔ بقول صاحبِ گل ہر خدا آپ پاوہ سے آسائش
 و آرام کے ساتھ بہتہ بہتہ منزل مقصود کو پہنچے۔ یعنی بدر گاہِ سورت میں داخل
 ہوا۔ اور سجنۃ المرجان میں خود آزار نہ لکھا کہ میں مبادین و شوار گزار کو وہ ہائے
 ناخجاہ کو پیادہ پا طی کر تا ہوا جاتا تھا راہ میں سوائے فوقِ دل میر کوئی رہنما و رفیق
 نہیں تھا۔ آخر خدائے تعالیٰ نے مجھ کو اس مقام پر پہنچایا جسکی مجھ کو امید نہیں تھی یعنی
 میں بدر گاہِ سورت محروسہ میں پہنچ گیا۔ اور وہاں سے جہاز پر سوار ہوا۔ چند روز
 کے بعد جدہ مکہ کی کنارہ پر وارد ہوا۔ اور وہاں فوکش ہو کے خدا کا شکر ادا کیا
 چار روز تک اسی مقام پر فضا میں قیام پذیر رہا۔ اور چار روز کے قیام میں تندرست
 و شگفتہ رہا ہو گیا۔ پھر وہاں سے کعبہ معظمہ میں مع الخیر و العافیۃ بتاریخ ۲۹
 محرم ۱۲۵۰ ہجری داخل ہوا انتہی کمزور۔ چونکہ حج کا موسم باقی نہیں رہا تھا۔

تین روز مکہ معظمہ میں قیام فرمایا طواف بیت امد و مقامات متبرکہ کی زیارت سے
 مشرف ہو کے مدینہ منورہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے
 شوق میں روانہ ہوا۔ ۲۵ تاریخ ماہ صفر مدینہ منورہ میں حضرت کی زیارت سے دل کو تازہ
 و سیراب فرمایا۔ خود فرماتے ہیں کہ زیارت کے شرف ہوتے ہی غریب کے مصائب و رنج
 اور میں قبۃ عالی و روضہ صافی کے سامنے نہایت ادب کھڑا ہو گیا۔ اور آستانہ مقدس
 کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا۔ اور وہاں کے قیام کو نعمت عظمیٰ سمجھا۔ پس قیامت کے
 زمانہ میں حضرت شیخ محمد حیات سندھی سے صحیح بخاری پڑھی اور اسکی سند اور صحاح ستہ
 اور مفردات کی اجازت بھی شیخ سے حاصل کی۔ جبکہ صدر میں کور ہو چکا ہے
 آپ مدینہ منورہ میں تقریباً دس مہینے تک رہے اور عید الفطر وہاں کر کے ۱۴ تاریخ ماہ
 شوال سنہ مذکور میں مدینہ منورہ سے دیدہ گریبان و سینہ سوزان ہر آمد ہوئے
 آخر عشرہ میں بیت اللہ شریف میں پہنچے۔ وہاں شیخ عبدالوہاب طنطاوی سے
 احادیث نبویہ میں فوائد کثیرہ حاصل کئے۔ پھر حج کے لئے احرام باندھا۔ اور حج
 کے مناسک فرائض و سنن کل داکئے اور ادا کئے حج کی تاریخ عمل عظم ہے۔ خود
 صاحب ترجمہ نے مذکورہ خزانہ عامہ میں لکھا کہ سالہ شمسی نے میرے اور اپنے حال
 کی نسبت کہا ہے

حجۃ فطرت بردہ عینبر شیخا اللہ لغفتم بس یاور
 این عید و مدینہ نخت من طامین انشاء اللہ مکہ و عید و گمر
 آخر ماہ ربیع الثانی ۱۲۵۱ھ ہجری میں طائف گئے۔ وہاں کے باغات میوہاں سے
 طائف کی سیر کی اور سیدنا عبداللہ بن عباس کی زیارت سے مشرف ہوئے مکہ میں

مراجعت کی ماہ مذکور کے آخر عشرہ میں مکہ عظیمہ سے اہل خیال کے تعلق والہین
 کی محبت کی وجہ ہند روانہ ہوئے۔ قیسری تاریخ جمادی الاولیٰ قعدہ سے جہاز پر سوار ہو کر
 آٹھ روز میں منجھامین پہنچے۔ حضرت سیدنا علی بن عمر شاذلی کی زیارت کی ماہ
 چار دن قیام کر کے ۲۹ ماہ مذکور کو سترہ مسرورہ کے کنارہ پر اترے۔ اور دو مئی تاریخ
 ماہ جمادی الثانی بلدہ مامورہ بصرہ میں داخل ہوئے۔ اپنی مراجعت کی تاریخ (سفیر نجر)
 ہے۔ پانچ مہینے تک بصرہ میں رہے۔ پہر آپ تاریخ ماہ ذیقعدہ و ماہ سے برآمد ہو کر
 ۲۷ ماہ مذکور میں شہر اورنگ آباد کو قدمہینت ازوم سے رشک گلشن فرمایا۔ اور
 عارف ربانی شاہ مسافر نجد و انی قدس سرہ المتوفی ۱۰۲۵ھ ہجری کے تکیہ میں
 گوشہ نشین ہوئے۔ دنیا و مافیہا سے کنارہ کش۔ ساتھ میں تکیہ مذکورہ میں بنائے
 رہے ۱۰۲۵ھ ہجری میں بطور سیر حیدر آباد و بیدر گئے تھے۔ چند روز بسر کر کے سال مذکور
 میں منجھامین آئے بدستور تکیہ میں تھے۔ جب ۱۰۲۵ھ ہجری میں نواب نظام الدولہ
 ناصر جنگ شہید والد ماجد نواب صنعہ کے طرف سے صوبہ داری اورنگ آباد پر مقرر کیا گیا
 ہوئے آئے۔ اس وقت نواب نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا۔ آپ حسب طلب نواب کے
 پاس گئے۔ نواب نے آپ کی بہت تعظیم و توقیر کی۔ اور آپ کو اپنے حلقہ کے امیر بن مقید
 کر لیا۔ ہر چند کہ آپ کنارہ کش جوتے تھے لیکن نواب شہید آپ کو نہیں چھوڑا تھا۔ ابتدا
 ملاقات سے مدت حیات تک ان کو محبت و اتحاد کے نام سے کبھی آزار نہیں کیا۔ نواب
 شعرو شاعری کا فریقہ تھا۔ آپ سے اصلاح لیتا تھا۔ آزار و خزانہ ہمارے میں تھے۔
 کہ نواب نے جو اشعار فقیر کی ملاقات کے بعد لکھے ہیں بے سقم و حجب ہیں۔ جب سب سامنے
 موزوں فرماتے تھے تب اس وقت اصلاح لیتے تھے۔ اور ان کا ہاتھ کہتے تو لغو و منہ بدمذکر کے

میرے پاس پہنچتے تھے۔ فقیر اشعار اصلاح کردہ کو سہرہ ہر کر کے بھیجتا تھا۔ خود نواب
اصلاح کردہ اشعار شائقین کو سناتے تھے۔ اور دیوان میں داخل کرتے تھے۔ نواب کے
جو اشعار فقیر کی ملاقات سے قبل موزونی کئے اصلاح طلب میں۔ مجھ کو اپنا دیوان اصلاح
کے لئے دیا تھا۔ میں دیوان کا تہوڑا حصہ درست کیا باقی کے لئے دماغ وزمانہ نے موقع
نہیں دیا۔ نواب نے ایک اٹ غزل موزون کر کے فقیر کے پاس بھیجی۔ اصلاح باقی کے لئے
دماغ وزمانہ نے موقع نہیں دیا۔ نواب نے ایک اٹ غزل موزون کر کے فقیر کے پاس بھیجی
اصلاح کر کے بھیج دیا۔ صبح نواب دیوان خانہ میں رونق افزا ہوئے۔ اور مراد شعری رکاب
مثلاً صمصام لہور شاہنواز خان، موسوی خان جرات، درنگ آبادی و رضی خان داماد
موسوی خان مذکورہ و نقد علی خان ایجاد وغیرہ حاضر تھے۔ نواب غزل اصلاح شدہ پڑھنے لگے
ایک شعر میں سرو خراں بمعنی درخت سرو باندھا تھا۔ جرات نے اعتراض کیا کہ سرو خراں
معشوق کے قامت پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر کیوں کر صادق ہو سکتا ہے۔ نواب نے
فقیر کے طرف دیکھا۔ میں نے کہا یہ تراصاً میرے سرو خراں سے درخت سرو وارد کیا
ہے چنانچہ کہتا ہے

ایک ہر آرازمیں سست نگارین رحمن "اوستہا پنہان کند سرو خراں در غل
نواب بہت خوش ہوئے اور بیت کو فوراً یاد کر لی۔ جرات نے کہا میرا سے تعجب ہوتا ہے
کہ سروزمین گیر کو سرو خراں کہا۔ میں نے کہا جناب شعر کی بنا تخیل پر ہے۔ درخت
ہوا کی طرح کھڑا ہے جنبش کرتا ہے گویا خرام کرتا ہے۔ چنانچہ سلمان ساد جلی اس امر کی تصحیح کر کے
سرواز صبا گرد چمان تا چونق تباشیر
ایسا ہی عربی میں غصص تباشیر و شجر تباشیر کہتے ہیں تباشیر و تباشیر عربی میں غصص تباشیر و شجر تباشیر کہتے ہیں تباشیر و تباشیر عربی میں غصص تباشیر و شجر تباشیر کہتے ہیں

چند روز تک شاہ مسافر کے تکیہ میں آزاوانہ رہے۔ جب نواب صمصام الدولہ شہنشاہ بن گیا
۶۷ سالہ ہجری میں نواب میر الممالک خلف آصف جاہ طاب ثراہ کی خدمت منصب
وکالت سے سرفراز ہوئے حیدر آباد گئے۔ وہاں سے آزاوانہ صاحب ترجمہ نہایت شوق
و اشتیاق سے طلب فرمایا حسب سہ مذکورہ میں حیدر آباد شریف لیکے۔ پھر
۶۸ سالہ ہجری میں بلدہ اورنگ آباد میں مرجعت کی پہر اورنگ آباد میں ایسے جہم کہ
مرکے اٹھے۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاوانہ فرماتے تھے کہ جب بیت اللہ
کی زیارت سے واپس آیا تب میں نے دل میں مشورہ و مطارحہ کیا کہ فقیری متعذر الا
ہے از انجملہ کونسی قسم اختیار کرنی چاہئے۔ آخر یہ فرمایا کہ بندہ شیخت و سیرمی میری
سے آزاوانہ چاہئے۔ راہ راست پرتابت قدم۔ اس لئے کہ دیوبندی معاملات میں دُشمن
کو فروغ نہیں ہوتا ہے اور دیوبندی معاملات میں بطریق اولیٰ۔ چنانچہ حضرت کرامات
گوئی و سلسلہ پیری و مریدی مندرجہ ذیل رہتے ہیں۔ رستی و درستی خوش معاملگی
بن زندگی بسر کرتے ہیں شاید بخانہ و پیرانہ ناش نہیں کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ
فرماتے تھے کہ عرس و زمرہ رائی ریاکاروں کی شہرت و شکار کا وسیلہ ہے۔ خلایق کو
کرتار کر نیکو دام ہے۔ اپنے اپنے لئے خاص کوئی تکیہ خانقاہ نہیں بنایا۔ فرماتے تھے
کہ تکیہ داری میں خانہ داری سے زیادہ مضر ہے۔ اس لئے کہ اگر خانہ داری میں صاحب
سے قصور و خطا واقع ہو جائے تو اہل بیت زن و فرزند تعجب بخلق جزئیت
معاف کرتے ہیں۔ اور تکیہ داری میں اگر قصور و فتور واقع ہو جائے تو وادین
و صا دین مختلف طبایع چشم پوشی نہیں کرتے۔ بلکہ لعن و طعن کا بازار گرم کرتے ہیں
چنانچہ آپ کے ایک شعر سے یہی مضمون ترشح ہوتا ہے۔

تیکہ داران نسبت از خانہ داران محکم بہ شکر حق را و از رسم شان دار و فرایح انتہی کلام
 آزاد صاحب جمہ کے تذکرہ میں معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے لکھا کہ جب میں نے سفر حجاز
 سے مراجعت کی دل بند مسورت میں آیا۔ اور وہاں سے اورنگ آباد میں پہنچا۔ گوشہ نشینی
 و توکل پر قدم جمایا۔ تقریباً دس برس تک فاقہ عجز و تنگدگی بسر کی۔ کسی کی پروا نہیں کرتا تھا
 آخر عمر چالیس برس سے زائد ہو گئی۔ امور ضروری کیلئے استعانت کی نوبت آئی۔ گرمی شری
 کے سہنے کی تاب تو ان باقی نہیں رہی۔ ایسی حالت میں توکل سے کام نہیں چلتا تھا۔
 پس انہیں آیام میں نواب نظام لدولہ ناصر جنگ شہید نے آپ سے رفاقت کی خواہش کی
 آپ نے بامجبوری قبول کی۔ اور آپ نواب کی فاقہ میں شہادت تک ہے۔
 آپ فرماتے ہیں کہ نواب کی رفاقت کے بعد یقیناً معلوم ہوا کہ ایک امیر کی نوکری توکل سے
 بہتر ہے۔ اس لئے کہ ایک امیر کے طرف محتاج ہونا ہر امیر کے طرف سے بہتر ہے۔ جب
 انسان کی نظر تمام جانب سے بند ہو جاتی ہے تب دل جمعی سے زندگی بسر کرتا ہے۔ جو
 کام پیش آتا ہے اطمینان سے انجام دیتا ہے۔ آپ توکل کے معنی اس طرح بیان فرمایا کہ
 متوکل پر اگر پے در پے فاقے واقع ہوں مگر اسکے لمین یہ خطرہ نہ ہو کہ کوئی کہانا
 لائے اگر توکل میں یہ مرتبہ حاصل ہو تو توکل مبارک ہے۔ اگر توکل میں یہ مرتبہ نہ ہو تو
 وہ توکل توکل نہیں ہے بلکہ پراگندگی ہے۔ جو متوکل منتظر قیوم ہو گا۔ اپنا دل پراگندہ
 کریگا۔ اور وقت عزیز کو برباد کریگا۔

جان بہتر لیں کہ صاحب جہاد باشد
 تقرب با خداوندان لٹ طلوعی شد
 نیرین جامعیت سیماں بستی شد

توکل را نظر بر خود بر خود خد متی باشد
 آئینے میانرا در شاوکار محتاجان
 سوا و فقرا را پر تو دولت چرخان کن

ہمدردی و دستگیری غریب و فقرا کا ذکر

آزاد صاحب جہ کے مزاج میں ہمدردی و دستگیری غریب و فقرا جو شہ ناز تھی۔ اہل جہا
کی حاجت روائی و فیض سانی و وسوسائی خلق میں زبان و قلم و دم سے دینے نہیں تے
تھے۔ یہ صفت ہمدردی خاص کی ذات بابرکات میں ایسی تھی کہ سلف سے خلف تک
کسی میں دیکھ گئے نہ سنی گئے۔ چنانچہ نواب نظام الدولہ نے مظفر خان کے فیروز پانی
اسوقت ملک رکٹ میں رونق افزا ہوئے۔ اسطر کے تمام عمال و حکام حضور طلب ہوئے
ہر ایک سے محاسبہ لینے لگے۔ آپ سزا میں نواب مصداق الدولہ کے خیمہ کے قریب وکس
تھے۔ آپ ایک زنواب کے خیمہ سے برآمد ہوئے۔ ایک شخص آپ کے پاس وڑتا ہوا آیا۔
اور آپ سے کہا کہ حاجی عبدالشکور نام عامل معزول کہتا ہے کہ میں حوالات میں ہوں۔
جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا ہوں۔ شکوہ بلا میں مبتلا ہوں۔ آپ یہاں تک شریف لا
ایہ میرے حال پر نظر رحم فرمائے۔ باوجود این معنی کہ آپ اور عامل سے تعارف و شناسائی
سابقہ نہیں تھی۔ آپ زرومی مروت سے پاس گئے۔ دیکھا اس نے محاسبہ و قید کی
شکایت کی۔ آپ اسوقت نواب مصداق الدولہ کے پاس رجعت کر کے آئے۔ نواب سے
کہا حاجی عبدالشکور نام ایک عامل ملوں کے زمرہ میں آپ کے آستانہ پر حاضر ہے۔ آپ
بیچارہ غریب روبرو بلائے۔ نواب نے فرمایا عامل محاسبہ کو روبرو طلب کرینکا ضابطہ نہیں
آپ نے فرمایا کہ میں آپ کو یہ نہیں کہتا ہوں کہ اسکو محاسبہ سے معاف فرمائے۔ صرف
یہ چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ روبرو بلائے۔ نواب انکار فرماتے تھے اور آپ طر کرتے تھے
آخر نواب نے اسکو روبرو بلایا اور اسکی حالت دیکھی۔ بہت مہربانی کی۔ فرمایا کہ گل
و بیڑہ ہی پر حاضر ہیں اور چوہدر کو ناکید کی جب حاضر ہو جائے تو ہکو مطلع کرنا

حسب الحکم دوسرے روز حاجی دیوڑھی پر حاضر ہوا۔ چوہدری نے خبر دی۔ نواب صاحب الدولہ نے نواب نظام الدولہ سے عرض کیا کہ حاجی عبد اللہ کو محاسبہ دار حاضر ہے۔ میر غلام علی آزاد نے مجھے سے کہا کہ ایک مرتبہ سکور و بر و بلائے۔ ہر چند کہ میں نے انکار کیا لیکن میرے مجھ کو معذور نہیں کہہا۔ بامر لا چاری رو بر و بلایا۔ اسوقت میں بھی حضور میں عرض ہو کہ حاجی کو ایک مرتبہ رو بر و بلائے۔ حکم صادر ہوا کہ حاضر کریں۔ فوراً حاضر ہوا۔ نواب نظام الدولہ نے دیکھا کہ پیر نو سالہ کوزہ پشت پیر میں زیب بدن و دستار سبز بر سر عصا و سبح ہاتھ میں تھا مے ہوس ہے۔ نواب نے دیکھتے ہی پیہر فانی کو پاس بلایا۔ اور حال استفسار فرمایا۔ فرد محاسبہ قریب پیش لڑکے تہی معاف فرمایا۔ اور پیہر فانی کے لئے روزینہ معین کر دیا۔ سرکار سے سواری غنایت کر کے رخصت فرمایا۔ اور آفیتا تھے کہ باہم زمانہ میں اتفاق پیدا کرنا بہتر ہے۔ اور انقطاع بے مہتری آدمی کو چاہئے کہ عالم شنائی و محبت میں نقدی التیام و محبت کو ضائع نہ کرے۔

عظمت و رفعت

امراءے جلیل تقدرو رؤساءے عالی جو ہر یک بزرگی و عظمت کی نظر سے دیکھتے تھے اور آپ کی تعظیم و تکریم بجالاتے تھے۔ آپ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی میسر و میرے خواستگار نہیں ہوتے تھے۔ امر آپ کی ملازمت و خدمت کو فخر جانتے تھے۔ اور آپ سے اسوریاست میں استعانت لیتے تھے۔ آپ کی رائے صاحب سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ نابزدگی مستغنیانہ رہے آپ خزانہ عامر کے خطبہ میں لکھتے ہیں کہ۔ میں بدو العمر کسی امیر کی مدح نہیں کی نہ اپنے نامہ کو کسی ائمہ کی متاثر سے یاد کیا ہے

مہربان کر و آزاد ارشنائے اغنیاء نیست رہا بے مال بار و دیوانہ

آپ فرماتے ہیں ہر چند کہ میں امر سے ارتباط و رُوسا سے اختلاط رکھتا ہوں۔ لیکن استغنائی و بی پروائی کو ترک نہیں کرتا ہوں۔ اور فقر کے فخر کو تو نگہری کے دروازہ پر ذلیل نہیں کرتا ہوں۔ چنانچہ بلبل گل کی مصاحبت سے خواہان رہ نہیں ہے۔ نہ مچھلی سیپ کی مجاس سے گوہر کی خواستگار ہے۔ اسی مضمون میں کہا ہے ۛ

جہاں ہمشت من از گوہر منت نہی آمد نباشد عیب گر خود را بدیرا آشنا کردم
اور آپ نے فرمایا کہ خادم الخلائق کی نیت کا مدار اس بات پر ہے کہ اگر تہی دستی کی وجہ سے دستگیری نہ ہو سکے تو حاجتمندوں کی حاجت روائی میں اعانت کے طریق پر چلنا چاہئے اور حاجتمند کو امیر و وزیر کے پاس لیجانا۔ اور منزل مقصود کو پہنچا لیا جائے۔ اگر انگشت میں گرہ کشائی کی قوت نہ ہو تو بذریعہ زبان قلم حاجتمندوں کی سفارش کرنی چاہئے۔ یہی کلام آپ کی سفارش کی رقعہ کبیرہ نے عبا و فقرا آپ کے رقعہ کو آیہ رحمت جانتے ہیں۔ جس شخص کو آپ کا رقعہ ملا گویا اس نے رقعہ زریا یا۔ امر آپ کے رقعہ کو مانتے تھے۔ آپ کی سفارش سنتے تھے۔

برو باری کا ذکر

آپ حلیم طبع و سلیم مزاج و متواضع تھے اگر آپ کسی اہل جاہل سے سخت کلامی و درشتی سنتے تو چشم پوشی فرماتے تھے۔ اور فرمودہ الہی (واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاماً) پر عمل کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ کلام تلخ ایسی دوائے تلخ ہے کہ اس کا پینا مفید ہے شور و شر کو دفع کرتا ہے۔ اور کلام تلخ کا جواب قند و شکر سبب ہے۔ ایک وقت کسی بزرگ نیک محضر نے مرتبان کلان مبرا سے بھری ہوئی آپ کی خدمت میں مدیہ بھیجی آپ نے جانی نام خادم کو الہ کیا۔ جانی اڑا کے لے گیا۔ پھر آپ نے مرتبان کو ایک کتبے کے بعد

دیکھا برج حصہ خالی ہو گیا۔ آپ کو گمان ہوا کہ جانی نے تصرف کیا۔ اُس سے اس طرح پوچھا۔ اے جانی اگر تو نے مرتبان میں ہاتھ نہ دھوکے ڈالا ہے تو بہتر ہے نہیں تو باقی تمام مرتبا بیکار ہو گا۔ جانی نے کہا کلمہ میں نے ہاتھ نہ دھوکے مرتبان میں ڈالا تھا۔ آپ نے فرمایا بہت خوب کیا۔ آپ کی چشم پوشی و معافی سبحان اللہ کیا خوب تھی۔ اللہ اللہ بزرگان سلف کیسے ملائک صفت ہوتے تھے۔ عفو و کرم و علم و تواضع ان کا خمیر ہوتا تھا واقع میں یہی شرف انسان کامل ہوتے تھے۔ فی زمانہ ہم غلام کو ان کے خلاف پاتے ہیں۔ اب تو خادموں زیر دستوں کو فوراً اسی تقصیر خطاب پر سخت سخت سزاؤں دیتے ہیں بلکہ کو توالی میں پیچتے ہیں۔ ان کی قدیم خدمتوں کو بھول جاتے ہیں۔ رعب و غرور میں ایسے مست ہیں کہ عفو و کرم و علم و تواضع کے مفہوم کو نہیں جانتے اللہ تعالیٰ ہم تمام کو نیکائیت کرے کہ ہم بزرگان سلف کے طریقہ پر چلیں۔ اور اُن کے واقعات کو عبرت کی نظر سے دیکھیں۔

گل رعنا کے مولف لچھی نرائن نے لکھا کہ ورنگ آباد میں ایک تپکی شال چور گئی چند روز کے بعد ایک دست فروش نے فروخت کے لئے بازار میں لایا۔ آپ کے کسی دوست یا شاگرد نے شال کو پہچانا کہ یہ حضرت کی شال ہے۔ خرید کے بہانہ سے حضرت کے پاس لایا۔ اور عرض کیا کہ دست فروش کو گرفتار کرنا چاہئے۔ اور اس سے استفسار کیا کہ یہ شال کہاں سے لایا۔ آپ نے مخبر کی بات نہیں سنی اور فرمایا۔ کہ یہ معاملہ حاکم و قاضی کی پیشی میں جائیگا۔ میں مدعی ہوں گا۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا ہوں کہ عدوی میں حاکم کے اجلاس میں بازاری آدمی کا مقابلہ ہوں۔ شال اُپس کر دی اور سارق کو چھوڑ دیا۔

عقل و فراست فہم و کیا است

آپ کی عقل و فراست فہم و کیا است اسد جہ پر تھی کہ اسطو آپ سے سبق لیوے
اور افلاطون اصلاح چنانچہ اکیروز جناب لانا فخر الدین اور نگ آبادی کے پاس
ایک شخص مدیہ لایا۔ اور مولوی صاحب نے مدیہ کو رشوت سمجھ کے رو کیا۔ اس وقت
حضرت آزاد حاضر تھے۔ آپ نے شخص کو روکے کہا کہ اگر یہ مدیہ جھکو دیتا ہے تو میں
لیتا ہوں۔ اس شخص نے برضا و رغبت دیا۔ آپ نے مدیہ لیکے۔ مولوی صاحب کے
سامنے رکھا۔ اور فرمایا مولانا یہ میری ملک سے میں آکھو دیتا ہوں لیجئے اس وقت
کی آمیزش نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے مسکرا کے قبول کیا۔ حاضرین مجلس
اس معاملہ کے دیکھنے سے تعجب کرنے لگے۔

نقل ہے کہ اکیروز سید غلام حسن مولوی فخر الدین کے درمیان نغمہ کی حلت حرمت کی
بابت بات ہم مباحثہ ہونے لگا۔ سید صاحب نغمہ کی تحریم کے لائل بیان کرتے تھے۔ او
مولوی صاحب لائل حلت۔ حاجی حسام الدین علامہ سیاح سید کا طرفدار ہوا
یہ مباحثہ بہت بڑ گیا حضرت آزاد سہی سی مجلس میں شریک تھے۔ ہر خند کہنے
رفع مناقشہ میں جب تک کوشش کرتی تھی اور اکی لیکن کوشش مفید نہیں ہوئی
بامر لا چاری ایک تدبیر سوچی۔ حاجی حسام الدین پوچھا کہ آپ نے کہاں کہاں کی
سیر سیاحت کی۔ فرمائے۔ ہمد علیہ السلام کی قبر کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا مین مین
آپ نے فرمایا نہیں نام مین ہے۔ حاجی نے کہا میں نے ان کی قبر کی زیارت مین مین کی
آپ نے کہا کہ میں نے ایک معتبر کتاب مین دیکھا کہ شام مین ہے۔ حاجی اپنی راستی پر
مبالغہ کرنے لگا۔ حضرت آزاد بھی معارضہ کی زنجیر لگاتے تھے۔ مولوی و سید

اپنا مناقشہ چوڑ کے آزاد و حاجی کے مناقشہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نغمہ کا مذاکرہ
بہول گئے۔ جب آزاد نے دیکھا کہ مناقشہ نغمہ منقطع ہو گیا۔ تب آپ نے حاجی فرمایا
آپ جو کچھ کہتے ہیں وہی صحیح ہے ہود کی قبر میں ہے۔ آپ نے مناقشہ کو حکمت عملی
سے دور کیا۔

قوت حافظہ و لطیفہ گوئی۔ حسن ظرافت

آپ کی قوت حافظہ نہایت ہی قوی تھی۔ جو بات بٹ فوستے وہ حافظہ کے صفحہ پر
نقش کا لکھ ہو جاتی تھی۔ پھر کبھی نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے سر آزاد و مین سید
عظیم الدین بلگرامی کے ترجمین لکھا کہ ایک وقت قاسم کا ہی کی یہ بیت ان کے
سامنے پڑھی گئی۔

چون زکس علی رضش آئینہ برگ گل شود گروان آئینہ طوطی بنگر و بلبیل شود
بہت محفوظ ہوئے۔ انہیں یامین احمد آباد گجرات اپنے والد یہ بیجا بکے پاس گئے
پہر پانچ برس کے بعد بلگرام میں آئے۔ آزاد سے پوچھا کہ وہ بیت خوب پنے سنائی تھی
فورا آزاد نے سنا دیا۔ سید متعجب ہوا۔

آپ لطیف طبع و شیریں لہو وضع تھے۔ قوامیہ فیاضی آپ کی یہ (الذی جعل
لکم من الشجر الاخطاراً) یعنی خدا کے امان کے تمہارے لیے۔ جو جس کے (پیدا کی)
کی تفسیر میں کہتا ہے مثلاً جب مرغ کی شاخ کو غلامی تلخ پھر گزرتا ہے سن مائیک کے
رونوں سے پانی ٹپکتا ہے آخر تک ہونے لگتی ہے جو ہری سراج میں کہتا ہے کہ
مرغ و وفار و درخت میں ایسے آگ لیتے ہیں غلام و ریشہ مرغ۔ وہ ہے۔ آپ نے
بہتے المربان میں لکھا کہ فیاضی الیسیا کہتا ہے۔ تلخ برائے سن۔ لہذا صومعہ

زیادہ پرہیز۔ لیکن قاضی نے قول الہی پر عمل کیا۔ فاتو حاکم انا شہید ہر اپنے قاضی کے جانب خوش طبعی کے ساتھ جواب یا کہ یہ کا معنی یہ ہے کہ تم مباشرت کرو بی بیوں سے جس طرح چاہو۔

لطیفہ دیگر۔ سیف لدولہ بخششی آصفیہ تانی کی زوجہ کو در ذرہ عارض ہوا۔ ولادت میں دیر ہوئی۔ حاجی علی اکبر امی تعویذ نویس ج بخششی کے دو تھانہ پر حاضر تھا۔ آسانی ولادت کے لئے اُس سے تعویذ طلب کیا گیا۔ حاجی مذکور نے تعویذ لکھ کے دیا۔ حق تعویذ گیارہ پیسے مقرر ہوئے۔ اتفاقاً بچہ مردہ شکم سے برآمد ہوا اُسی دن حاجی کی دیاں بھی فوت ہوئی۔ حق تعویذ گیارہ پیسے حاجی کو دئے۔ اُس وقت کسی ظریف الطبع نے کہا بچہ مردہ برآمد ہوا۔ حاجی صاحب جبرت کیوں لیتے ہیں۔ حضرت آزاد صاحب ترجمہ فرمایا۔ مایاں کا کرایہ لیتے ہیں۔ اسلئے کہ میر بخششی لڑکا پیادہ نہیں چل سکتا ہے۔ حاجی کی گٹھوی پڑھو جائے لطیفہ دیگر۔ حضرت نادر شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر عجب روانی کے تکیہ میں سکونت پذیر تھے حسن اتفاق سے ایک مغل تازہ بخارا سے آیا۔ عصر کی وقت تکیہ میں وارد ہوا۔ حضرت شاہ محمود نے اُسکو آزار کے حجرے کے پہلو میں اُتارا مغل نے رات اپنے حجرے میں گذاری۔ باوجود عدم آزار صبح آزار کے حجرے میں آیا۔ اور کہا میں آپکا مہمان ہوں۔ آپ نے میری ضیافت نہیں کی آپ نے فرمایا باوجود آشنائی قدیم ہمارے لئے کیا تحفہ لایا۔ ضیافت طلب کرتے ہیں بعد ازاں ماحضر سے اُسکی عورت کی بغل بخاری مرہون منت ہوا۔

لطیفہ دیگر۔ ایک وزیر ایک فقیر جو مدعی فضیلت تھا۔ اور خود کو شعراء عرب سے شاکر کرتا تھا آپ کے پاس آیا۔ اور عربی قصیدہ اپنا طبع زاد پڑھا۔ قصیدہ تمام پڑھنے کے بعد تخمین تقریف کا امیدوار ہوا۔ چونکہ قصیدہ شعرا کے عادات کے خلاف تھا و قواعید عربیت و موزونیت سے

خارج تھا۔ آپ نے اسکی تعریف اسطرح کی کہ آپ کا قصیدہ خرق عادت ہے۔ آپ کی مجلس میں کبھی سیکی برائی نہیں ذکر کی جاتی تھی نہ آپ کی زبان قلم سے یا قلم زبان سے لغو و بیہودہ لفظ و حرف نہیں نکلتا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ۷

زحرف تلخ بہتر است خانہ آزاد کہ زہر رنجن از نیش کرمی آید
لطیفہ دیگر آپ نے سرو آزاد میں لکھا کہ فقیر کو عالیجناب غفران پناہ آصفیہ سے
محبت و اتحاد کامل تھا۔ اکثر اوقات مصاحبت ہی ہے۔ اتفاقاً ایک وزعین
مجالس کے وقت ایک ہندو باارادہ اسلام آیا۔ شرف اسلام سے مشرف ہوا عرض کیا
نے عرض کیا کہ نام کا امیوار ہے فرمایا کوئی نام یہاں رکھنا چاہئے کہ دین اسلام پر لا
کرے۔ آزاد نے عرض کیا کہ دین محمد نام رکھو آصفیہ نے فرمایا کہ کلمہ ایک شخص
ہوا اسکا نام دین محمد رکھا گیا۔ آزاد عرض کیا دین محمد حنفی زیادہ ہو جائے بہتر ہے
اللہ اعلم فیہ نصر دین محمد نواب بہت خوش ہوئے یہی نام رکھا گیا۔

لطیفہ دیگر آپ نے فرمایا کہ میور کے سفیرین نواب نظام الدولہ اور میں ہاتھی پر سوار
تھے۔ میدان نامہوار و صحرائے ناخجاریں گزر ہوا۔ تمام میدان سوار و پیادہ معمور
ہو گیا۔ جدھر نظر پڑتی تھی اور سوار و پیادہ دکھائی دیتے تھے۔ نواب نے مجھ سے کہا
کہ شکر کی رفتار کو ملاحظہ کرنا چاہئے۔ میں نے کہا جبر و اختیار کا مسئلہ مشکل زیادہ
مسائل انجیل سے ہے یہاں مل جاتا ہے کہ تمام خلایق کی حرکات ایک ہی شخص کے
تابع ہے اور اسے ایک کے حکم سے حرکت کرتے ہیں۔

مقبولیت بارگاہ ایزدی

گل رخا کے مولف نے لکھا آپ جب کہ معظمین سکونت پذیر تھے، سوفت ایک

عجیب و غریب واقعہ غیبی و کثر شئمہ وہی نمود ہوا جس سے آپ کی مقبولیت بارگاہ انور میں
متشجیع ہوتی ہے۔ متعقدین پیر پرست و مستان الست کہیں گے کہ کثر شئمہ و کرامت گویا
خرق عادت ہے و حکمائے فلسفی مشرب اس کیفیت کو نجات اتفاق محمول کریں گے جو
آپ کو میں سکونت کے زمانہ میں ایک روز جبل ثور جو کہ معطیہ سے دو تین میل کے فاصلہ
واقع ہے۔ اور اسی پہاڑ کی چوٹی پر ایک غار برج ثور کی مانند واقع ہے حضرت سالک پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم شب ہجرت اسی غار میں رونق فرماتے۔ خود آزاد صاحب ترجمہ
ماثر الکرامین لکھتے ہیں کہ میں نے اسی تاریخ ۱۲۵۲ھ ہجری میں جبل ثور کی زیارت کا
ارادہ کیا۔ اس وقت گراما کا موسم یا سخت تھا کہ بادِ سموم مند و تیز برق تاز و حرارت
خارگداز تھی۔ فرود گاہ سے چند قدم برآمد ہوا کہ تشنگی کی حرارت نے غلبہ کیا۔ رہا
خشک مٹنے لگی۔ اور ہر گاہ پانی اس خیال سے نہیں لیا تھا کہ راستہ میں بلحاظ سیرت میں
کہیں پانی بھر عرق نہیں نظر آتا تھا۔ راستہ میں چند آدمی ملے جنکے پاس تھوڑا سا پانی
تھا۔ بلحاظ شرم ان سے سوال نہیں کیا۔ خود ان کے پاس استفادہ ہے کہ انکو کافی نہیں ہے
سائل کو کیا دین گے خاموش ہو گیا اور چلنے سے باز نہیں بلکہ مشقت تمام رہتے
نشب فراز کو طی کیا۔ میرا جگر حرارت کی سوزش سے کہتا ہے۔ مشکل کام پائین پہاڑ چڑھا
اب سہری صیبت پیش آئی کہ باوجود تشنگی و کان پہاڑ چڑھنا چاہئے۔ اقلان خیران
مکروہ تک چڑھ گیا لیکن طاقت سے طاق ہو گیا۔ آگے بڑھنے کی قوت باقی نہیں رہی۔
ایسی حالت میں کہ میں پانی کے شوق و خیال میں تھا۔ میرے آئینہ دل میں عجیب و غریب
کیفیت نقش پذیر ہوئی۔ دیکھا کہ ایک بزرگ چہرہ دو تین آدم آگے چڑھ رہا ہے اور اس کے
پاتھ میں صراحی ہے۔ یکایک اسکی صراحی تہہ سے ٹکرائی۔ اسکا نصف حصہ علی عزیز کے پاتھ میں

اور نصف اسفل کا سکہ طرح لمبندی سے نیچے آ رہا تھا۔ اور اس میں پانی محفوظ تھا۔ فوراً اسکو
دونوں ہاتھ سے اٹھ کر لیا۔ اور اسی عزیز مالک سے اجازت لیکے پیا۔ بخدا وہ پانی ایسا شیرین
و با مزہ تھا کہ اتنا کافہ حلق زبان میں موجود ہے۔ جب خیال کرتا ہوں لطف و مزہ
خاص پاتا ہوں۔ اسوقت خدائے جل شانہ نے بندہ غریب و سوختہ دل کو آبِ حیات سے
سیراب فرمایا۔ فسبحان الذی ھو یطعمنی ویسقین انتہی کلامہ

۲ ایضاً

جب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید و مظفر جنگ کے درمیان پہلچری میں مقابلہ و معرکہ واقع ہوا
نصارائے فرانس میں مظفر جنگ کے معین مددگار تھے۔ مقابلہ تمام روز رہا۔ طرفین میں
عدل میں برابر تھے۔ شام تک جنگ فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ نواب لکھنؤ نے ناز و غرور
ادائی آزاد صاحب ترجمہ نام تھے۔ نواب مرہٹہ بھی تھے۔ آپنے نماز میں تفتاد لا
سورہ اذاجار نصر اللہ و الفتح الخ پڑھے۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد تمام مقتدیوں نے
تحسین و تعریف کی کہ سورہ مد قع پڑھا گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور ہم فیروز کامیاب
ہوں گے۔ مخالفین بمصلحتی میں داخلون فی دین اللہ اطاعت اسلام کے دوسرے میں
داخل ہوں گے۔ آپنے فرمایا کہ میں نے عدا تفتاد لا اسی سورہ کو پڑیا۔ دوسرے دن نواب
نظام الدولہ کو فیوزی و کامیابی حاصل ہوئی۔ اور آپ کی فال واقع کے مطابق ہوئی
تمام آپکی کرامت کے قابل ہوئے۔

۲ ایضاً

جب ۱۳ ہجری میں احمد شاہ درانی نے بہاولپور میں ہڑتے پر مقام پانی پت میں فیوزی
پائی آپنے فتح سے چہرہ میں شہر تفتاد لا ایک غزل موزون کی تھی۔ چنانچہ آپ کی فال کا

آخر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غزل یہ ہے۔

شاہ ہے رسید و ہند سینہ نام را گرفت شکر خدا کہ کذلک نصیج حک نمود چون ریشخوش شد علف تیغ بیدریغ آخر نہ تیغ خسرو غازی بریدہ شد انجام کار غیر ندامت چہ صرفہ برد نازم باقتدار سلیمان کا مگار آمد خبر نہ دہلی محروس در دکن	ما ہے طلوع کرد و سر شام را گرفت نقش غلط کہ صفحہ آیام را گرفت آن برہمن کہ سلطنت مائم گرفت زلف ایاز کز دل خود کام را گرفت فیلے کہ راہ خانہ احرام را گرفت از دست دیوشکر اسلام را گرفت آزاد ما بسیکدہ کل جام را گرفت
---	--

حمد ملی

آپ قیق القلب و جیم الفواد تھے۔ کسی انسان و حیوان کو ایذا نہیں دیتے تھے حتی المقدور
جان کی حفاظت میں کوشش فرماتے تھے۔ آپ نے سرو آزاد میں لکھا کہ جب نواب
نظام الدولہ بطور دورہ ارکاٹ میں رونق افزا ہوئے۔ اسوقت صحرائے پرفضا و مخرارہ
روح افزا میں شکار کے لئے گئے۔ حنبط بطہ قراولوں نے ہرن کو نواب کے خیمہ کے قریب
لاکے بٹھلائے۔ نواب نے حاضرین محفل سے کہا کہ اس ہرن کو شکار کرنا یا آزاد کرنا چاہئے
حاضرین نے دیکھا کہ نواب شکار کی طرف ٹائل ہے۔ نواب کی مرضی کے موافق کہا کہ شکار کرنا
چاہئے۔ آخر نواب نے آزاد سے دریافت فرمایا۔ آزاد نے عرض کیا۔ اسوقت ایک قتل
یا دہائی ہے اگر حکم ہو تو عرض کروں۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ آزاد نے عرض کیا کہ سلاطین
سلف سے کسی ایک بادشاہ نے کسی قیدی کے قتل کا حکم جاری کیا۔ رسم عام ہے کہ جب کسی کو
قتل کرنا چاہتے ہیں اس سے دریافت کرتے ہیں اسوقت جو چیز مطلوب ہو ظاہر کرے اگر وہ

جو حکم کرے اسکی تعمیل کرتے ہیں۔ جب سیر سے ہتسما رکئے۔ اُس نے کہا میری
 یہ تہ زور ہے کہ میں ایک مرتبہ بادشاہی دربار میں باریاب ہو جاؤں۔ اسکی خواہش کے موافق
 دربار میں حاضر کئے۔ اور اُس سے استفسار کیا کہ کچھ عرض کرنا ہے جو بددیوانہ خیر۔ جب
 بادشاہ دربار سے برخاست کرنے لگا۔ قیدی نے عرض کیا کہ میں اگرچہ واجب القتل
 ہوں۔ لیکن بادشاہ پر حق مصاحبت ثابت کر دیا۔ بادشاہ اسکی حسن تقریر سے
 بہت خوش ہوا اور اسکو آزاد کر دیا بالفعلا اس سہرنے حضور پر حق مصاحبت ثابت
 کر دیا۔ آپ مختار میں جو چاہیں کیجئے۔ نواب نے مسکرا کے آزاد کر دیا۔ میرزا جلال اسیر کا
 شعر حسب حال ہے۔

کباب آمو نک۔ خلاصی او اگر ز مئی مروت قدرے چشتی با شنی

۲ ایضاً

صاحب ترجمہ ستر ازاد میں لکھتے ہیں کہ نواب نظام الدولہ نے اورنگ آباد میں سات عرب
 دعوت کی۔ قہوہ کا دور چلنے لگا۔ نواب نے بزرگان سلف کی طرح قہوہ دوست بننا
 سادات میں سے ایک نے جو عقل نہ رہے خالی تھا کہا ع القہوۃ محرمة عند
 بعض العلماء نواب نے آزاد سے پوچھا۔ آپ کیا فرماتے ہیں مولانا نے عرب کے قول کی
 ایسی توجیہ کی کہ نواب خاموش ہو گیا۔ توجیہ یہ ہے۔ یہ عرب فرماتے ہیں کہ بعض علمائے
 نزدیک قہوہ معظم ہے فقط محرم مادہ احترام سے ہے۔ آزاد کی توجیہ سے نواب نے سکوت
 اختیار کیا موصیاً جس سے بحث و گفتار زمین کی مجلسین خواست جو نیکے بے رتید عرب نے
 آزاد کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا مر جہا مولانا آپ نے میرے کلام کی خوب توجیہ کی۔ نہیں تو
 نواب مجھ سے سخت رنجیدہ ہوتا۔ انتہی کلام۔

بدیہی گوئی

آپ کو نظم فی البدیہ کہنے میں قدرت کاملہ تھی۔ جب بارہ کر کے فوراً موزون کرتے تھے، طبیعت میں مضامین کی آمد تھی غور و فکر کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ حضرت آزاد صاحب جمہ ایک مجلس درس تدریس میں فرما رہے تھے کہ مجمع النفائس میں سراج الدین علیخان آزاد بابا افغانی کے ترجمہ میں لکھتا ہے کہ بابا افغانی کی یہ ایک بریت مجکو نہایت خوش مزہ معلوم ہوتی ہے ۷

نخل قدرت کہ از چمن جان برآردہ شاخ گلے بصورت انسان برآردہ
پہر اپنے فرمایا شاخ کا برآمد ہونا انسان کی صورت میں محض ارعا ہے۔ انسان
میں برآمد ہونا وقوعی ہے۔ اسوقت آپ نے بابا افغانی کے جواب میں ایک مطلع موزون
کیا۔ ۷ طفلی بطرز نور دستان برآردہ ۷ یعنی پسری بصورت انسان برآمدہ

ایضاً

ایک روز نواب معین خان بہادر ناظم اورنگ آباد نے آپ سے کہا کہ میرے والد فرخ نژاد خان
تحسین تخلص نے ایک ایسا مصرع موزون کیا ہے کہ اسکا ثانی مصرع غور و نہیں سکتا ہی
وہ مصرع یہ ہے ۷ کاغذ سوختہ ام خندہ من نزع من است۔ اپنے اسوقت فی البدیہ
یہ ایک مصرع موزون کر دیا۔ وہو هذا صبح افروختہ ام خندہ من نزع من است
صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است ۷ پہر اسی غزل کو تمام کیا۔ وہو هذا

برق فروختہ ام خندہ من نزع من است
دو طرفہ وختہ ام خندہ من نزع من است
خوبک موختہ ام خندہ من نزع من است

صبح دل سوختہ ام خندہ من نزع من است
شمر یا بر کاہم کہ نظر بر رخ غنم
در شبستان جہان رسم طرب گلر نیز

گفت آزاد برین مصریح تحسین غزلے کا غزل سوختہ ام خندا من نزع سبت

صلح پسند

گل رعنا کے مولف نے لکھا ایک تہ تبریب عرس حضرت محبوب جانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ حضرت غلام حسن صاحب قدس سرہ کے مکان پر تمام شہر کے مشائخ و امر مجتمع تھے۔ شاہ محمود خلیفہ شاہ مسافر ہی تشریف لائے۔ سید موصوف رعونت تعظیم کے لئے نہیں آئے۔ شاہ محمود بخیدہ و کبیرہ خاطر ہوئے۔ سید ہی بدستور شاہ صاحب کے طرف متوجہ نہیں ہوا۔ دیر تک سید و شاہ صاحب الم سکوت میں رہے۔ حضرت آزاد اس فکر میں تھے دونوں بزرگوں میں باہم صلح ہو جائے۔ اور شیخین کے دلوں سے کدورت دور ہو جائے۔ آپ نے دونوں کے قریب آئے۔ اور بیٹھ گئے۔ اس فرستید صاحب چھیٹ نہرا کہ جیتہ زیب بدن کئے ہوئے تھے۔ انہراہ اس چھیٹ کو کہتے تھے جس کے گل و بوٹے مختلف ہوتے تھے آپ نے دونوں بزرگوں سے خطاب کر کے فرمایا اے حضرت اس چھیٹ میں صوفیہ کرام کا مسئلہ شاہدہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی تجلی میں نگرار نہیں ہوتی ہے۔ آپ کے اس قول سے دونوں بزرگ مسکرائے۔ اون کی بستگی کشادگی ہو مبتدل ہو گئی۔ دونوں بزرگ باہم کالمہ کرنے لگے۔ اور اٹھے اور فرمایا خدا تعالیٰ عالم ہستی خارج ہے۔ اور عالم کے ہر ایک جز میں جو ہے واحد کی طرح۔ علمائے حساب حد کو اعداد نہیں شمار کرتے ہیں اور وہ تمام اعداد میں موجود ہے۔ یہ مضمون رباعی میں معجزوں کیا گیا ہے۔ رباعی

اما پیدا بجلہ افراد دست

لیکن موجود در ہمہ اعداد دست

اسد برون ز عالم ایجاد دست

شک نیست کہ واحد نمودار اعداد

پہر فرمایا کہ اس عالم میں جو تمام سے کمتر ہے۔ عالم آخری میں تمام سے بزرگ و بہتر ہے
جیسا کہ کتاب کے صفحہ میں آنتہائے صفحہ کا کلمہ اس صفحہ کے تمام کلمات سے موخر ہے
لیکن دوسرے صفحہ کے تمام کلمات فقرات سے مقدم ہے آپ نے اس مضمون کو
موزون کیا۔ ھو ھذا

فرز آں بھان باشد دلیل بھان حرف ختم صفحہ تلج صفحہ آئیدہ بہت

آپ کے علم و فضل کا ذکر

آپ جامع کمالات انسانی و مظہر انوار تجلیات ربانی تھے۔ برہان قاطع معقولات
و میزان عدل منقولات شیرازہ بند و قمر صلیح کل۔ آب رنگ بہار تفضل۔ پیشوائے
ارباب بلاغت و قدوہ صاحبان فصاحت و منقح کنوز الہی۔ و مصباح رموز اتنا ہی
آپ کا تجر علم و فضل علمائے معاصرین کے نزدیک مسلم الثبوت تھا۔ آپ کی
طبیعت فطرۃ موزون تھی۔ شعر گوئی و شعر فہمی کی استعداد خدا داد تھی۔ آپ علوم
و فنون کی تکمیل سے پہلے ہی شعر موزون کرنے لگے۔ آپ کے اشعار سنجیدہ و پسندیدہ
ہوتے تھے۔ رمضان شب بیستوارہ کے زیور سے آراستہ ہوتے تھے۔ جب آپ تحصیل
علوم و فنون سے فارغ ہوئے۔ تب آپ سق تدریس میں مہمتن مصروف ہوئے اور
شعر گوئی کے میدان میں ایسی سبقت کی کہ امثال اقران میں مقدم ہو گئے۔ اور اساتذہ
کے رمرہ میں شمار کئے گئے۔ عربی و فارسی و نون زبان میں موزون فرماتے تھے۔ اور اپنے
جاد علی مولانا عبد الجلیل بلگرامی اور اپنے مامون سید محمد بلگرامی سے اصلاح لیتی تھے
آپ کا کلام کیا ہے گویا الہام ہے باوجود بسیار گوئی کلام کو خوبی و خوش اسلوبی کے غالب
میں بطور عجیب و غریب مالتے ہیں۔ خیالات نفاس کا فوٹو نہایت خوشنما سیر میں

کہنچے میں۔ مضامین کو تشبیہ و استعارہ کے نوادر پرورد سے سجاتے ہیں۔ آپ کا کلام
 معجز نظام اعجاز عیسوی کا دم ترا ہے۔ اور اپنے ید بیضا سے سحر سامری کا بازار سرگرتا ہے
 آپ صاحب تالیف تصنیف ہیں۔ عربی و فارسی میں آپ کے متعدد دیوان مدون ہیں
 چونکہ آپ کے اکثر قصائد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں ہیں۔ آپ کو
 حسان لہند کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ آپ نے عربی اشعار کو ایسی ایسی شبیہات سے
 آراستہ فرمایا کہ اہل عرب آپ کی تقلید کرنے لگے۔ ہند میں ان تبدلے فتح اسلام سے کوئی شخص
 ایسا پیدا نہیں ہوا۔ اکبری عہد کے بعد آپ ہی ایک ایسے بزرگ ہیں کہ مذکورہ نویسون میں
 مقدم و مستعد مانے جاتے ہیں۔ تاریخ و تذکرہ نویسی میں قوت کاملہ و مکملہ تارکیتے تھے
 آپ کی تصنیفات سے متعدد کتابیں مندرجہ متعارف ہیں۔ از انجملہ تذکرہ خزانہ عالم
 و ید بیضا۔ و سر و آرزو۔ و غزلان لہند۔ شرح بخاری تاکتاب لکڑ کوۃ۔ و شامہ لہند
 فی ذکر لہند۔ تسلیۃ الفواد۔ سند السعادات فی حسن خاتمہ مساوات۔ روضۃ الاولیاء
 خلد آباد۔ مائتہ الکرام۔ سنجہ المرحان فی آثار ہندوستان۔ و دیوان عربی سنہ اشعار
 دیوان فارسی پنچہزار بیت۔ خود آرزو صاحب ترجمہ خزانہ عامرہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے
 کلام عربی کو طرز خاص سے ادا کیا ہے۔ اور بابل کے افسانہ گوئیوں کا بازار سر دیکھا ہے
 میں طوطی ہند ہوں قمریان عرب کے ساتھ ہمدم و ہم نوا ہوں و نغمہ سنج پور ہوں
 باخوش نوا یاں حجاز ہم آواز۔

من قولہ

سخن عربی را بطرز خاص را میکشم و بازار افسون خوانان بابل می شکم۔ طوطی ہند ہم با قمریان
 عرب و مساز و نغمہ سنج پور ہم باخوش نوا یاں حجاز ہم آواز۔ دیوان فقیر در حیرتین یغین

و بلاد میں و مشہورست و محافل عرب عربا باین غربت تازه وارد و معمر گویا شوکت
بخاری از زبان من گوید

شنیده اند بتان میں کلام مراد نوشتہ اند باب عقیق نام مراد انتہی کلامہ
گل رخما کے مولف نے لکھا کہ سید حسین بغدادی جو عالم فاضل شاعر علامہ تھا بغداد سے
عازم ہند ہو کے شہر اورنگ آباد میں وارد ہوا حضرت آزاد سے ملا چند روز باہم خوب ملاقات
رہی آپ کے قصائد نعتیہ سنکے و جد کرتا تھا آپکی فصاحت و بلاغت کی اور دیتا تھا۔
جب سید بغدادی اورنگ آباد سے عازم بغداد ہوا آپکے دیوان کے دو نسخے عمر لیکیا
بندر مسقط میں پہنچ کے ایک خط عربی عبارت میں مورخہ ۲۹ ماہ جنبر ۱۱۸۰ ہجری کی
خدمت میں پہنچا۔ خط مذکور بتاریخ و ہم رمضان سنہ مذکور شہر اورنگ آباد میں پہنچا۔ آپ
لکھتا ہے کہ حسن اتفاق سے یہاں بصرہ و بحرین کے علما و شعراء اکابر جمع ہوئے
آپکا عربی دیوان علما کے مجمع میں پیش کیا۔ تمام نے دیکھا اور پڑھا بہت پسند کیا ایک
مرحبا مرجا واہ واہ کہتا تھا۔ اشعار کے مضامین پر و جد کرتے تھے۔ اور تعجب کرتے ہیں
کہ ہندی الاصل جسکی نشوونما ہند کی سرزمین ہوئی ہو کسطح زبان عربی اہل زبان کی طرح
کہتا ہے اور اشعار میں مضامین فصاحت و بلاغت امیر باندہتا ہے بنجلہ علمائے متبحرین
حضرت شیخ عبد العلی بحرینی نے جو اجل علماء سے ہے کہا۔ واللہ لو ادعی النبوة
فی الہند صاحب ہذا الدیوان بصحت دعوا لا یغنیہ قسم خدا اگر دعوی نبوت
کند و ہند صاحب میں دیوان ہر گز نہیں صحیح شود انتہی مضمون المکتوب۔

میرزا محمد امین مثل قطعہ خواجہ حافظ شیرازی جسکا اول یہ ہے
بعہد سلطنت شاہ ابو الحق بہ پنج شخص ملک فارس بود آباد الخ کہتا ہے

درین زمانہ کہ ارباب فضل کیاب اند یکے امام زمان سیدی غلام نبی کلام فائق آن شہرہ دیار عرب نگاہ دار ہمیشہ آکھی ایشان را	ز بلگرام دو شخص اند در سخن استاد رساند فطرت و شعر مند را بمراد ز خوبی سخن این بہند شور قناد بمرسل عربی و آلہ الامجاد
---	---

حضرت آزاد صاحب ترجمہ نے دیوان فارسی سے چند اجزا خان آرزو کے پاس کتاب
سے دہلی بھیجے۔ خان آرزو نے جواب میں لکھا کہ میں نے آپ کے اشعار اول سے آخر تک
دیکھے کوئی شعر طعنت فرے سے خالی نہیں آتھی کلامہ۔

بخدا خان آرزو کی زبان سے حرفت و درست مطابق واقع برآمد ہوا۔ دیوان کے
مطالعہ سے آپ کے کلام فصاحت و لہجہ کی خوبی و نازک خیالی معلوم ہوتی ہے۔
جب آپ سچے المرجان کی تصنیف سے فارغ ہوئے۔ چاہا کہ ایک نسخہ دیار عرب میں روانہ کریں
بمقتضی وقت انہیں ایام میں فیما بین نصاری و اعراف مناقشہ واقع ہوا بسبب فتنہ و شر
علما و اکابر تجار بصرہ و بحرین سے حفظ جان و مال کے لئے سرزمین مسقط میں پناہ گزین تھے۔ آپ نے
ایک نسخہ مع خط عربی بنام سلطان مسقط امام محمد بن سعید نواب عمالدولہ حاکم بندر سورت
کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ آپ اپنے ذریعہ سے امام مسقط کے خدمت میں روانہ کریں۔ نواب
موصوف نے کتاب مکتوب کو روانہ کیا۔ امام نے نامہ کا جواب بتعظیم نام و تعریف کتاب
مع مدیہ بھیجا۔ **خود خدا۔**

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من عبد اللہ المتوکل علیہ المعتمد باہام المسلمین احمد بن سعید بن احمد
بن محمد ابو سعید ی الی حفظہ الفصحۃ الامتہ لساننا وابرعہم بیاننا واحد

عقل و اثباتہم نقلوا الشیخ الاستاد علامۃ الدھر وفیلۃ العصر اذ ای الحسنى
 الواسطی البلیغی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اُسکی رسوم الفصاحت بعد ان
 عفت و اطلع شمسہا بعد ان انکسفت و اجری میاں ہا بعد ان غا
 و نشید اراکنا بعد ان انحصات الخ چونکہ خط دراز ہے تخمیناً پچاس فقرے
 نشر میں اور چند اشعار نظم میں تھے۔ طوالت کی وجہ سے باقی فقرات کو قلم انداز کیا۔

ضمیمہ وقت

آپ کن میں تمام عمر اعزاز و اکرام کے ساتھ رہے۔ اہل کن امر و فقر کل سے مانوس
 و موافق تھے۔ سرکار نظام خلد اللہ ملکہ کی نظر میں آپ مغرور و مکرم تھے۔ نواب نظام الدولہ
 نا صر خٹک شہید آپکی بہت ہی خاطر و مداراة فرماتے۔ آپ کو تابہ شہادت اپنی مصاحبت
 میں نہ کہا۔ آپ کے دائرہ تلمذ میں داخل ہوا۔ آپکی صلاح سے اپنا کلام درست کرتا رہا
 آپ نا صر خٹک کی مجلس کے رونق تھے اگر رات ہو تو روشن چراغ۔ اگر دن ہو تو آفتاب
 روشن تھے۔ سفر و حضر میں سایہ کی طرح ہمراہ رہتے تھے۔ شہید مرحوم آپ سے جدا رہنا
 پسند نہیں کرتا تھا۔ آپکی صحبت کو غنیمت سمجھتا تھا۔ اس طرح نواب نظام علی خاں خٹک
 بہادر آصف جاہ دوم بھی آپکی بہت قدر کرتے تھے۔ چنانچہ مائثر آصفی کے مولف نے لکھا کہ
 جب حضرت آزاد بقرب سیر یا سحلب بعض حباب حیدر آباد شریف لائے
 اور شاہ علی بندہ پر قریب دروازہ علی آباد لب سٹریک پر فروکش ہوئے۔ قائم الدولہ نے
 آپکی تشریف آوری سے خبر دی آپ نے فرمایا۔ کہاں فروکش ہوئے وہ ہمارے جہان میں
 انکو مکان عزیز پر آنا چاہئے۔ قائم الدولہ نے فرمایا کہ علی آباد کے دروازہ کے قریب
 فروکش ہیں فرمایا آج ہم اس راہ سے تفرجاً جائیں گے۔ محل فرد گاہ کے قریب

سواری پہنچے تو حکو مطلع کرنا آپ حسب قرار دوسرے پہر کو ماہی پر سوار دروازہ کے قریب پہنچے نقیب نے عرض کیا حضور یہ آزاد کا فرود گاہ ہے۔ آپ ہاتی سے اُتر کر تھے کہ حضرت آزاد حاضر ہوئے نذر و کہلائی۔ حضور خیر عافیت دریافت کر کے روانہ ہو گئے۔ سیر سے مرجعت کر کے آئے۔ قائم الدولہ کو حکم کیا کہ حضرت آزاد کے لئے ایک ہزار روپیہ فروقدوم و شست سہر پہنچا دیجئے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی۔ حضرت آزاد نے عطیہ حضور کو منظور فرمایا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ دوسرے روز آپ حضور سے ملے۔ حضور آپ کی ملاقات سے بہت مسرور ہوئے۔ پوچھا آپ کب تک یہاں رہیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ چند روز۔ حکم صادر ہوا۔ کہ آپ ہمارے یہاں رہیں ہر روز صبح و شام آپ کے لئے خاص ہمارے خاصہ سے ماحضر طعام بھیجتے رہیں۔ جب تک آپ ہے خاصہ کے طعام سے سرفراز رہے دیکھو سرکار آصف جاہ اول کے زمانہ سے اس عہد تک ہی شانِ مہمان نوازی۔ و علما و فضلا کی قدردانی۔ اور ہر ایک اہل ہنر کی جوہر شناسی فلا بعد نسل میراثاً ابا عن جد سلسل نظر آتی ہے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت قدر قدرت تو مہمان غریب کی ایسی مہمانی و خاطر دار فرماتے ہیں کہ وہ وطن کو غربت اور کن وطن قرار دیتا ہے۔ اور آپ کے سایہ عاطفت میں ایسا جتنا ہے کہ مر کے اٹھتا ہے۔ اندر جل شانہ ہمارے اعلیٰ حضرت قدر قدرت فلک شوکت میر محبوب علی خان نظام الملک فتح جنگ مظفر الملک آصف جاہ ششم مع صاحبزادگان بلند اقبال و انعم و قائم کہے آمین ثم آمین۔

تعمیر عاقبت خانہ کا ذکر

آپ نے شہنشاہِ مجری میں عزمِ جنم کیا کہ اس سافر خانہ ناپائیدار سے دارالسر پر پائیداری رحلت ضرور ہے۔ پس اس دورِ حیات کی فکر کرنا چاہئے۔ رات دن اعمال خیر و افعال پسندیدہ

کئے جاتے تھے۔ اور کان اصلی و وطن ابدی کی طرف جانیکے لئے مستعد ہوتے تھے۔ اپنے
 جسم خاکی کے دفن کیلئے ایک قطعہ زمین روضہ خلد آباد قریب مزار حضرت شاہ برہ اللہ
 غریب خرید کیا۔ اور وہاں قبیر بنوائی۔ تاکہ اس قابل سے روح کے ہر مدہ ہونیکے بعد آسانی سے
 جسم خانی کو اس میں دفن کریں۔ اور اپنے اسکانام عاقبت خانہ رکھا۔ عاقبت خانہ کی
 آبادی و تعمیر کا جشن بزرگ عرس عظیم الشان منعقد فرمایا جشن میں شعر و امر و شایع کو
 دعوت دی۔ عمدہ عمدہ کھانے پکوائے اور طرح طرح کے حلویے بنوائے۔ حاضرین دعوت کی
 خاطر و مداراۃ و تواضع میں ایک دقیقہ فرو گذاشت نہیں ملتے تھے۔ اور کہتے تھے یہہ جشن
 و داعی ہے۔ غنیمت ہے خدان با صفا و دوستان با وفا کا جمع آپ ہر ایک سے ملتے ہیں۔
 ہذا فراق بینی و بیدار آپ کے اس فقرہ سے ہر ایک کے دل پر حیرت رقت موثر ہوتی تھی۔
 آپ ہشاش بشاش تھے ملتے تھے یہہ جدائی چند روز ہے آخر ہم سب عقبی میں باہم ملیں گے۔
 یکے بعد دیگرے اسی مقام اصلی میں پہنچ جائیں گے۔ فرق اتنا ہے کہ کوئی آگے کوئی پیچھے
 پہنچے گا۔ طعام سے فارغ ہونیکے بعد آپ نے تمام حاضرین جشن کا شکریہ ادا کیا۔ اور ہر ایک سے
 معافی چاہی۔ شعرانے آپ کے عاقبت خانہ کے تعمیر کی تاریخیں کہیں۔ اور آپ کی مدح سرائی
 میں قطعات راجیہ و عایہ لکھے۔ میں نے یہہ قطعات کتاب سنی تبدیلیت اکین نے
 جلال حضرت محبوب جانی مولفہ غیر غلام علی رشد تخلص میں دیکھے۔ اور یہی اسمیں برسلکام
 تذکرے تھے۔ افسوس نسخہ ناوار الوجود و موسیٰ کی طغیانی میں برباد و تلف ہو گیا۔ اگر
 کم ہونے پر محکوم سخت رنج و الم عائد حال ہے۔ بامرا چارمی صبر و شکر اختیار کرتا ہوں۔ اس
 جشن کے بعد آپ پانچ سال تک زندہ رہے۔ آخر سنہ ۱۰۲۰ ہجری میں اس دار فانی سے عالم
 جاودانی کی طرف رخصت ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی رحلت سے

مشاہیر و مشائخ کرام و ائمہ عظام کو بہت رنج و غم لاحق ہوا۔ تمام شائخ و بزرگان شہر نے آپ کی تجہیز و تکفین کر کے آپ کا جنازہ اعزاز و اکرام کے ساتھ لیجا کے خانہ معہودین دفن کیا۔ کسی شاعر نے آپ کی رحلت کا مادہ تاریخ نکالا۔ **آہ غلام علی آزاد** ۱۲۰۰ھ

سخن دانی و سخن فہمی کا ذکر

آپ ایسے ذکی الطبع و سیریع الفہم تھے اشعار و لایاچل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ اساتذہ و قدامکے کلام کی توجیہ واقع کے مطابق فرماتے تھے۔ محاورات و اصطلاحات ماہر تھے استعارات و تشبیہات کے رموز سے واقف تھے۔ کلام کی بلاغت و فصاحت کو خوب پہنچتے تھے مضامین کی خوبیاں معنائی کی نازکیا لان۔ و صنایع بدایع کی ہوشکافیاں صراحت و وضاحت کے ساتھ حسن تقریر سے کرسی ظہور پر جلوہ افروز فرماتے تھے۔ معین و طالبین آپ کی تقریر و لہجہ سے محفوظ ہوتے تھے۔ اور کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوتے تھے۔ آپ کی طبیعت جامع العلوم و الفنون تھی۔ اور خاص آپ کی طبع سلیم ہر ایک علم و فن سے مناسب تھی جس فن و علم کا طالب آپ کی خدمت میں آتا تھا استفادہ ہوتا تھا۔ آپ کے چہرہ فیض سے سیلاب کامیاب ہوتا تھا۔ آپ رنگ آباد دکن میں شاہ مسافر کے تکیہ میں سکونت پذیر و گوشہ نشین تھے۔ قطب کی طرح جسے ہوئے نابزدگی مقام تکیہ سے نہیں نکلے آپ کی شہرت ہندو مند عرب عجم کے اطراف میں کہوہم ہی تھی۔ آپ شب و روز درس فرماتے تھے و اصلاح شعر و شاعری میں مصروف رہتے تھے۔ آپ کی مجلس میں مذکورہ علوم و فنون کا جو ش و شعور شاعری کا خروش رہتا تھا۔ آپ کے حلقہ درس میں طلباء عرب عجم رہتے تھے۔ آپ کی بدولت دکن میں اکثر پیرویہ علم سے آراستہ ہو گئے۔ مثلاً مولانا عبدالوہاب افتخار مولف تذکرہ بزرگ فطیر رجبہ القادر مہربان فخری۔ و افضل بیگ خان قاضی مال مولف سحیفہ الشعرا

ولجہی نرائن شفیق مولف گل عنا وغیرہ و غلام علی ارشد مولف تنبیہ اشاکین۔ و مولانا
 رفیع الدین قندھاری۔ و نواب صبرجگ شہید وغیرہم۔ یہ تمام آپ کے خوان نعمت سے
 مستفید ہوئے ہیں۔ اب میں بطور نمونہ آپ کی تحقیقات مسائل مختلفہ و حل مشکلات
 مالانجیل سے دو ایک مثالیں ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتا ہوں تاکہ میرے کلام کی
 تصدیق۔ اور حضرت آزاد صاحب ترجمہ کی زکاوت و ذہن و سرعت فہم کا اندازہ ہو جا
 ایکروز وقت صبح نواب شہید کے دیوانخانہ میں شعر و امر مجتمع تھے۔ نواب نے غزل پڑھی
 شروع کی ایک شعر میں سرو خرا مان بمعنی درخت سرو باندھا تھا۔ موسوی خان جرات
 نے کہا کہ سرو خرا مان معشوق کے قد پر صادق آتا ہے۔ درخت سرو پر اسکا اطلاق کیونکر
 ہو سکتا ہے۔ نواب نے آپ کے طرف اشارہ کیا آپ نے فرمایا کہ میرزا صاحب نے سرو خرا مان سے
 درخت سرو مرولی ہے چنانچہ وہ کہتا ہے ۛ

ایک برآر آستین دست نگارین چین ناستہا پنہان کند سرو خرا مان در غل
 نواب شہید بہت محظوظ ہوئے اور بہت کو حفظ کر لی۔ جرات نے کہا میرزا سے تعجب ہے
 کہ درخت زمین کیو خرا مان کہا۔ آپ نے جواب میں فرمایا شعر کی بنا تخیل پر ہے۔ جرات
 ہوا کی تحریک سے ہلتا ہے گویا خرا مان کرتا ہے۔ ایسا ہی آپ نے سلمان سادجی کا شعر بھی
 تائید بیان کیا ۛ

سرو از صبا گردو چنان تا چون تباران ہر چند بخرا مان سرو خرا مان کی رسد
 آپ کے نظائر و شواہد سے تمام حاضریں مجلس خاص مولانا جرات خاموش ہو گئے۔ اور آپ کی
 معلومات و شعر فہمی کی تعریف کرنے لگے۔ آپ کی سخن دانی و سخن فہمی کا مل اندازہ آپ کی لایفقا
 و تصنیفات دیکھنے سے ہوتا ہے۔ طوالت کی وجہ سے صرف ایک ہی مثال پر اکتفا کیا۔ اگر

کوئی طالب تحقیق و شائق ہو تو آپ کی تالیفات کو دیکھے۔

تاریخ گوئی کی مہارت کا ذکر

آپ تاریخ گوئی میں فرد کامل تھے اکثر واقعات خوشی و غمی کی تاریخیں موزوں فرماتے تھے۔ اشعار موزوں میں ایک مصرع یا نصف یا زائد مادہ تاریخ و سن واقعہ تھا ہے بحساب جمل حروف سجدی پورا سند برآید ہوتا ہے۔ آپ کے قطعات تاریخی بیشمار ہیں اگر جمع کئے جائیں تو ایک کامل کتاب مفید ہو جائے۔ میں چند تاریخی قطعات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ تاکہ ملاحظہ سے لطف اٹھائیں۔

۱۱۰۰ ہجری میں محمد شاہ بادشاہ ہند۔ وزیر الممالک اعظم والدہ و قمر الدین خان بہادر و نواب میر قمر الدین خان نظام الملک فتح جنگ صفحہ بہادر یہ راہیں ثلاثہ یکے بعد دیگرے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے باسقاط شش عدد بمعیہ تاریخ کہی۔ ۱۱۰۰ گشت تاریخ چون کشیدم آہ موت شاہ و وزیر آ صفحہ

ایضاً

سہ رکن مملکت ہند از جہان رفتند
برائے رحلت این ہر سہ یافتہ تاریخ
نقاد حیف سہ در یگانہ از کف ہر
نماد شاہ زمان با وزیر آصف ہر

تاریخ شہادت نواب ناصر جنگ بہادر مرحوم

نواب عدل گستر عالیجناب فوت
در ہند ہم راہ محرم شہید شد
فرصت نداد تیغ حوادث شتاب فوت
تاریخ گفت نوہ گری آفتاب فوت

تاریخ وفات ساجع الدولہ

کرد از عالم فانی رحلت
سرور غالب صاحب مصلحت

گفت تاریخ این ظفر آزاد	نصرت بادشاه عالیجاه ۱۱۶۳ هـ
ایضا	
شاه باؤ را پس از دتابه کشت سوزنای خامه تاریخش نواخت	کرد در انجام و در آغاز فتح شاه دیرانی نموده باز فتح ۱۱۶۴ هـ
۲ ایضا	
باؤ با فوج خود تلف شد تاریخ شکست فوج کفار	از دست مجاهدان قتال فرمود خرد غنیمت یا مال
تاریخ فتح کشمیر	
کشمیر گرفت بار دیگر فرمود زبان تیغ تا ریخ	سلطان احمد بنور شمشیر اوست نمود باز کشمیر ۱۱۶۵ هـ
منه تاریخ رحلت میرزاخان رسا	
شیرازه نظم میرزاخان تاریخ وفات او خرد گفت	هم نشر بفکر ادب باهی پیوست بر حمت آکهی ۱۱۶۵ هـ
منه تاریخ رحلت موسوی خان جرات	
موسوی خان کلک گه بار گفت تاریخ رحلتش آزاد	آبرود او شعرو انشار کرد جرات و دواع دنیا را ۱۱۶۵ هـ
منه تاریخ رحلت سراج الدین علیخان آزاد	
خان والا شان سراج الدین علی زود رقم آزاد سال رحلتش	شمع رونق بخش نیرم گفتگو رحمت کامل بر روح آرزو ۱۱۶۶ هـ

منہ تارینج میر محمد فضل آبادی ثابت

استاد زمان کہ کرد تسلیم
تارینج برائے رحلت او

اعجاز سخن جلک صامت
فرمود خرد و در جیل ثابت

اب میں آپ کے اشعار آبدار فارسی بہ ترتیب روایف گزارش کرتا ہوں۔

الہی نالہ گرمی دل دیوانہ مارا
بدہ و دوست ز نگار ہوس آئینہ دل را
کریمان را نظر بزرگشتی مہمان نمی باشد
درین محفل مکن از دست مردم آبریزی
بر از زبد بسم شد تیغ خوش مقامی را
چو آن زلفی کہ بعد از شانه کردن بربد
نگاہے بہت چشم پار را با چشم گرمی انجم
گر چہ سرموز بند قفس آرا و مرا
بلبلے ووز ز گلزار برار می میگفت
کرد تا آہ سنگ رفتن محل جانان ما
مزاج کم کسے را الفت اول بجا ماند
بے فوائے خود میسر نیست دیدار شما
منکہ باشم تا شوم و در نرم والا باز آ
سفیدی آدہ بیوقت زلف پر خم را
اسیر دام و معشوق می شو و رسوا

کرامت کن نہال تشینی دانہ مارا
ز حسن خویش کن آباد حیرت خانہ مارا
مہراز باغ بیرون سبزہ بیگانہ مارا
تو کردش دہ بزرگ آسمان پیمانہ مارا
مستخر کن سواد اعظم نازک خیالی را
بجہت رساند صبر من آشفته حالی را
کہستان دوست میدارند ابر شکاری را
گشت بیرون قفس منت صیا و مرا
خاطر عا طر گل کاش کند یاد مرا
چون جرس سینہ می غلط دل لایان ما
بر در یکی سی سنجیدہ ام بسیاران را
می فروشد خویش را اول خریدار شما
میکنم سر را فدای پائے دیوار شما
مبین بچشم حقارت بلائے رقم را
بر آوردن چمن آفتاب شبنم را

کردم علاج درو دل خود و درو دل
 در وصل بپقرار نمی عاشق نمی رود
 ز خود گشتم دور عالم دیگر ز فتم
 و چشم او دل آزا در از پانگند
 با سر سر و کار ندارد و بصرا
 و اندک ما طاقت پرواز ندارد بریم
 اسه مصور از تو آید انقدر تدبیر ما
 التماس شنایان را میفکن بر زمین
 ساقی ما جا و بجا میسد پیمان را
 می واد چشم یار دل ز جسم دیده را
 خطش و مید و وحشی دل را میگرد
 پیری رسید بر در طاعت مقیم شو
 نازم به صاحب که مرا پاموت است
 با گل پیام گفت ز برگ گیاه ما
 تسخیر دل نمود بطوریکه واه واه
 همچو گل رنگین لباس صلح کل پوشیده ایم
 با تو امانیت روزا تو ان روشن شود
 با و شما خاطر آزا در آباد کن
 دست طلب غبر و گوهر شیدنی است

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

از می توان شکست خمار شراب را
 دایم گواه خویش گل آفتاب را
 مریض عشقم و تبدیل می کنم جا را
 و توان زده بر خاک کینا را
 خاک قدم یار بود در نظر ما
 صیا و چرا می شکند بال پر ما
 باشی بی آن پری پیکر کش تصویر ما
 قابل گوش تو باشد گوهر تقریر ما
 یا آکنی هوش ده این قاسم دیوانه را
 و اندک نافع است جراحت رسیده را
 تو چاکری گرفت غزال میده را
 ضایع مساز حلقه قد خمیده را
 آزاد کرد و پیر غلام خریده را
 شنا باش بر نسیم سفارت پناه ما
 هر چند خور و سال بود با دشا ما
 تار و پود شعله آب است در دمان ما
 گر گمان را افکنی در آفتاب ما هتاب
 ننگ سلطان است در قلعیم و شهر خراب
 یکبار طره و سخن او شنیدنی است

بی فیض تابل و م تیغ جل بود
 نامه در پیش پایے قاصد فکندی سنج
 گفتیم آن یار یکہ باشد شمع این مجفل سنج
 بیا کہ چون گہم متوجشم تر باقی ست
 توان رساند ببالین حضرت صیاد
 دل با علو و ہمت خود از جہان گذشت
 با من نسیم صبح حدیث صحیح گفت
 در ہجر از خبرابی احوال ما پیرس
 دست ہوس مزین کمر یار نازکست
 دل از غمار عاشیہ خویش شکست
 اسے باد صبح مرضی او ویدہ عرفین
 بودہ آہوے صیاد شناس
 شراب خوردہ در میخانہ شد روان کج معج
 معاشران سبب پیچ و تاب می پرند
 خوش قدان ساغر کف چو شاخ گل نشاند
 کسے چہ رنگ اقامت درین زمین نبرد
 سپہ پایہ دولت تبلخ رو بخشند
 عمرے بسوے عکدہ ما گزر نکرود
 با آنکہ صبح و شام ازین راہ میرود

شاخے کہ برگ بار نذر و بریدنی ست
 خاکساری اثر ما در و حصول مدحت
 آمد آوازیکہ در دل چو گفتیم دل کجاست
 تمام خشت شد مہم لیکن انیتقدر باقی ست
 ز مرغ بسمل و شست بال و پر باقی ست
 بر شیت این براق رتہ آسمان گذشت
 بیمار شد سیکہ برین گلستان گذشت
 یعنی کہ در قلمرو ما بادشاہ نیست
 شوخی مکن چو آبلہ کہ این گل نازکست
 این شیشہ لطیف چہ مقدار نازکست
 پیغام من کہ نازک و بسیار نازکست
 وام و در راہ تو چیدیم عجب
 کلاہ گوشہ بہ حرف زور بان کج معج
 ندیدہ اند مگر زلف جابجا کج معج
 شاید ز دست کسی نستان گیر قدح
 نذر آبلہ خار این بیابان سرخ
 رخ محیط نماید ز شاخ مرجان سرخ
 روزیکہ کہ ز رود گذشت و خیز نکرود
 یکبار جوے گور غریبان نظر نکرود

در برزم دوش جانب با ملتفت نشد	اینهم غنیمت است که مارا بدرز کرد
خط مشکین خال خساره تر بر سر رسید	فوج منهد و ستان تبخیر ملک غنبر رسید
پیش گل بی رتبه می گردد بهار پهن	قدر مفلس نیست در بر می که حساب بر رسید
سرکشی سرایه نقصان دولت می شود	نیشک را بنده بالا کم حلاوت می شود
ساقیا امروز بر تخته جست باران میرسد	فکر ساغر کن که وقت عیش باران میرسد
میتوان تا دامن صحرای استقبال رفت	در چنین روزی که ابراز کوهساران میرسد
کیست تا باره نگه دارد عنان هوش را	بانهاران ساغر گل فو بهاران میرسد
در کوئے یار از دل من ناله میرود	دل نیز عنقریب بدنباله میرود
دار و شراب طرفه دمان و چشم یار	هوشم ازین ثلاثه غتاله میرود
اشکم ز بلبلگرم بر آید بسوئے شوق	مانند رود گنگ بر بنگاله میرود
دلارام مرا گیسوئے مشکین بر قدم افتد	چو هندوئے سیاه می که در پاک صمیم افتد
ابروئے یار چشم ترمان نظر کنید	ماه ربیع آب ان را نظر کنید
سجبان باین عبارت نگین سخن نکرد	تقریر آن دو نگرش هلا نظر کنید
نیلو فرازه شگفتن شبها ادا کند	چون یار رفت دیده خود بر که واکند
یکبار هم بطرف مزارش نمیروند	این جبریم کسی که بخوبان وفا کند
صیاد لا ابالی من صید تشنه را	در وادی که آب ندارد دریا کند
عطر حسن خلق وز روخته که یکجا میشود	قدر صبا و دلان چمن گل و بالامی شود
میکند طوطی سخن آتاپس از آموختن	بلبل خوش سخن بی ستاد گویا می شود
چشم دارم که مرا گوشه صحرای بخشند	راضیم کرد و گرنه راهم دنیا بخشند

دل آرام طلب عیش و وبالا خواهد
 چه خوشدل بخت مغرور از دید این باغ میگردد
 این پرستگه اندیشه جوان خواهد شد
 خورد سالی که خورد شیرستان کرم
 گل جهان به که ز خویش بلبل بخت
 صبح دیدم بدر میکرده میخواره چند
 چیت حاصل تماشا سبیلان چند
 نگار ما دل شب در نظر نمی آید
 وداع کرد جهان را اگر نیم علیل
 بود ضرور شعور مرا جدا نیها
 دل از شنیدن پیام آشنا شگفت
 ز گرم جوشی آن آفتاب دل و اشد
 منم شهید خا بند قاتل آزاد
 شیشه نازک سنگ را پیدا می شود
 همچو صیاد که فی را وصل سازد و کار
 عمر همیشه نقد نصیب تار شد
 نگاه نگر خوابیده ات ز جان نافذ
 بلا بود مرض مسری که چشم تیرست
 زن بود در زبان بهندی نار

کاش رسایه آن سرور مرا با بخشند
 گل صد برگ دل و جوانی داغ میگردد
 هست گریه نوی بدر جهان خواهد شد
 پدر مشفق اینان زمان خواهد شد
 بعد چند سیه تاراج خزان خواهد شد
 ساغر چند خریدند بدستای چند
 گر بپایم نخل خار مغیلا نه چند
 که جزب شام و سحر زهره بر نمی آید
 که بدست ز جانا ن خبر نمی آید
 تقرب امر از هنر نمی آید
 که غنچه از مد و حضرت صبا شگفت
 چو آن گل که بهنگام استوا شگفت
 همیشه بر سر خاکم گل حنا شگفت
 گاه می باشد که دیقان ده میز را می شود
 کار ظالم از تنی مغرور و وبالا می شود
 تنخواه با نسیه عمر دوباره شد
 خدا نماند تو ناجسته ز نشان نافذ
 که شد چشم زدن در دل جهان نافذ
 وقتا ربنا عذاب النار

می شکند بگستان طرف کلاه از غوغا
دل عنان گرداند زیار کهن بوی و گریه
علاج خسته دلان کرده خنده لب یار
رو به رگه آهی چه نمائی فردا
همچو زلفی که رسد تا کمر صاحب ناز
مژگان بدور مردم چشم بیاور
آتش رویم پیکر خود را ز داغ خویش
فرو سوز داغ چو طائوس کرده ام
دلی که زلف نگار بود شبستانش
کجا نصیب که چنیم گل ز بستانش
من از خزان او گوهری نمیخواهم
مرا ز خایت آن طفل آرزو این است
بفرمانت روم بآئین بوسه حبابیل
چه واقع شد که اکنون نقش پای او نمی بینم
بسکه شوخیهاست پنهان در سینه حال
صهبا خوش است وقت بهاران علی الخصوص
هنگامهای میکرده بسیار دلرباست
یاران نیازمندی من در جناب او
رسم و بجلقه مخلص نگا دارد

چشم نمائی تو هست نرگس شوخ را غوغا
قبله را تحویل کرد از طاق ابروی و گریه
ز یک انار بر آید مراد صد بیمار
بیکه خود فوت شو می پشیم از فوت ناز
می کشد تا بعدم سلسله عمر دراز
استاد کرد کعبه مدور صف نماز
ما سوختیم پیکر خود از چراغ خویش
گل گل شکفته ز تماشای باغ خویش
ز شاه هند فروز است شوکت شانش
غنیت است مرا گهت گشتاش
نمی بس است مرا از سحاب نیسانش
که خاکروب شوم بر در بستانش
که می آئی ز سیر لیلۃ المعراج گیش
خوشا و قتیله بالین سمن بود از نویش
می تواند کرد بر خسار آتش فام قصص
در حالت ترشح باران علی الخصوص
انداز رقص و کشتان علی الخصوص
کردند عرض آئینه داران علی الخصوص
در بارگاه کوه و قارار علی الخصوص

ولہ	نیت خود داری میت شعلہ جوالہ را
ولہ	ترازا بدن جابے ماچہ بود عرض
ولہ	دل شکستہ قابل فشار نبو و
ولہ	زمین آئینہ راخلصانہ بوسیدی
ولہ	سوائے این کہ کن پاسب حکیم پیریان
ولہ	خون مرا حلال مکن میکنی غلط
ولہ	حال بتان ہمیشہ بنجا طرنگدار
ولہ	شراب خورده کجا میرود خدا حافظ
ولہ	ہزار حیف کہ پروانہ قدر خودت خست
ولہ	چہ واقع است کہ آن طفل در شب یک
ولہ	جدا از شہر شور خندہ کبکے ہی وارد
ولہ	موسم طفلی عجب جنت بود طائوس را
ولہ	عداوت غراب میکنی رہے انصاف
ولہ	ز ساغر تو در محض میخو اہم
ولہ	مرا اگر چہ نسبت نامست با سہیل مین
ولہ	اگر دوام بلا با نجات میطلبی
ولہ	بلند رہ تبہ کند از قبول منت ننگ
ولہ	دو چشم شمع تو با من کر شہما وارد
ولہ	حسن بیزنگ مرا شد بلا عالم رنگ
ولہ	از طعید نہاے دل صوئے کند نا کام قص
ولہ	بجز نوا حقن آشنایہ بود عرض
ولہ	ز تاب دادن کا کل ترچہ بود عرض
ولہ	بحیر تم کہ ازین التجا چہ بود عرض
ولہ	ز پیر میکنہ آزاد را چہ بود عرض
ولہ	ز نہار این خیال مکن میکنی غلط
ولہ	اینکار خال خال مکن میکنی غلط
ولہ	کشادہ بند قبا میرود خدا حافظ
ولہ	پیش شمع چرا میرود خدا حافظ
ولہ	دویدہ پا بجایا میرود خدا حافظ
ولہ	چہ عشرتہا کہ در کوہ و بیان است واقع
ولہ	در جوانی زائش اندیشہ کرد داغ داغ
ولہ	تلاش کشتن با میکنی رہے انصاف
ولہ	جواب صاف ادا میکنی رہے انصاف
ولہ	نمیر و طیش سینہ جز آب عمیق
ولہ	مشو اسیر تا اہل مرد سچاہ عمیق
ولہ	بیا حق جیبہ زبرگ حنا گیر درنگ
ولہ	بحیر تم ز نہر ماے کافران فرنگ
ولہ	کرد دم شستہ ماشائے تصاویر رنگ

مینداز فیض جاری میم هوا بر شکال
 خطر را شنیدی عارض را زلف آراستی
 چون بلانا زل شود سازند سازان هم
 نیست صف نهائی قسمت از اوگان
 بی مشقت نیست ممکن وصل آن سرسپه
 نواز و گریا هنگام اثر را نفس بلبل
 و مانع عاشق شویره هم دارد بلندیا
 که کند در شکنج زلف ترا غنچه اری دل
 من از سر رشته طول بل دلدار با کردم
 مرا چون غنچه کے شد فرصت نظاره هستی
 گرانی کرد باز زندگی از دام پرودش
 میرو و مکتوب و من و انعم ز نجات نارسا
 هر کس بر داشت یک چنین را با جبین
 بخودم از نشاء و حدت برینگ حشمتیار
 چو سابه و رقعه هر دو سرفراز توام
 دلم را کرد غارت زلف جانی که من دارم
 درین ماتم سر کرد ندبا و دلاب هم زنگم
 کشیده اند ز رنگ نیاز تصویرم
 کبوتر را چو طوطی کاش باشد خوش بانی هم

و له
 محو ساز و از زمین و آسمان گرد لال
 عامل مغزول از رحمت کردی بحال
 تارهای مختلف را کوک ساز و گوشمال
 جاده پیدای کند در خود زمین یا نال
 خارستی از قیدبان هست گرد این نال
 و له
 دبد هر غنچه خاموش را شو جبرین بلبل
 نشستن بر ساطر برگ گل دارد هوش بلبل
 و له
 نشود گوش تو با قرب بکان بر می بل
 و له
 بزور این مهر را بیرون کاظم را کردم
 نفس گردید تاراج صبا تا چشم را کردم
 چو شاخ میوه دار از پنجه گی سر را کردم
 و له
 کاش من هم بال مرغ نام ببرم
 و له
 من ازین نیای فانی دست بستم
 و له
 خود قاج گردان خود محمود خود میخانه ام
 و له
 مرید سلسله کیسوی و از تو ام
 و له
 بدست کافر افتاد قرآن که من دارم
 و له
 حامل شد بگردن چشم گریان که من دارم
 و له
 خط شکسته از خوشنویس تقدیرم
 و له
 که یار از راه رساند نامه پیغام بانی هم

امید تو تم در وقت پیری نیست از صہبا
 شبی آزد ما پروانه شدن شمع سوز
 چشم بر لطف تو در درخت بے سامانیم
 شیر ابل وار دوشته از آفتاب
 گوهرم را آسمان هر چند دارد در گره
 گیر تنگ مرا تو اسیر دام تو ام
 تو بعد سوختنم قصد کشتنم داری
 از عنایت کم بیش ما میدانم
 جوابت تکلیم بجایان ندهم
 ثبات نیست سفید و سیاه عالم را
 نگاه محترش نیست جز باطل جنون
 قماش مذہب بر شخص نظر دارم
 خواهم که کار خانه ایجاد بشکنم
 یاران بهم شستن فردا که دیده است
 اینقدر چشم ز تصویر کشتن میدارم
 کرد از لب که مزللف بتان زنجیرم
 وصل آن ماه کند چاره بیماری من
 منع کردی که کسی حرف شفاعت نزد
 تو خداوندی من بنده سرکار تو ام

که محتاج عصا چون تاکب و دم جوانی هم
 بجا آورد آداب غلامی جانفشانی هم
 زانشین تنی اتو جامه عریا میسم
 ماه می باید که گیر و نور را از پیشانیم
 آخر از قید صدف بیرون برد غلطانیم
 بلطف تربیت کن که نو غلام تو ام
 کش مرا که چرا غمی بر آشتام تو ام
 چو عند لمیب یکے را هزار میدانم
 که قدر این گهر آبدار میدانم
 نظر ز گردش لیل نهار میدانم
 دمانع عالی فصل بهار میدانم
 مرقع عجب از صلح کل ببر دارم
 گردست من رسد و جهان بهم نم
 باید شمر و صحبت امروز مستنم
 که فروشد به بازار بتان تصویرم
 نیست مرقع و مصور که کشد تصویرم
 قرص کو کب تواند که کند تدبیرم
 شرح کن بنده نواز چه بود تقصیرم
 خواه کشتن خا هر با کن که گرفتار تو ام

جان من یزیدم باشد و جانش بهر
 باغبان بلبل نو و اردستان تو ام ^{وله}
 قبله عالمیان کعبه حاجت طلبان
 داد و بر باد جفا سے تو اگر بنیاد ^{وله}
 و رقص باید چمن کردم و خود را کستم
 منتظر دار و مرایا کر فم فرامی من ^{وله}
 سالم المالب از اطهار طلبی
 بسکه جاجون چرخ بر طاق بلند می اند
 بخود از مزار از سرمه آن چشم فیهین ^{وله}
 آسان درین جهان نیست مگر بر رفتن ^{وله}
 روزیکه کامیاب شوم از قفای او ^{وله}
 شریک صحبت ناخشنو نهیام مشو ^{وله}
 خدرا ز پیاله دارم شب متناوب ^{وله}
 صنما سر تو کردم شب ماه جلوه فرما
 نه بخانه می نشینم نه بیانغ انس گیر
 بعدالت قیامت چو حساب من سپرد
 ماه من از شب نمیدانم که همان که
 سالها شد در مهر نعت مهر صحرادادم
 من هم آخر درو مندی چشم بهار تو ام

چه قدر خون زر گل گشته دستار تو ام
 قبله من زر گل ده که ثنا خوان تو ام
 خیر از حالت من گیر که قربان تو ام
 می توانی که کنی از سر نو آبادم ^{وله}
 کاش در سایه گل فن کند صیادم
 ویر می آید چو عیسی صاحبیای من ^{وله}
 حالتی چون ماه نو پید از سیاه من
 دست خارا را تصرف نیست بهینا من
 که درو نه نشین جام بالاشد ز گردن ^{وله}
 سوراخ میشود گوش از بهر زر گرفتن ^{وله}
 بے اختیار گریسم و اقم پیای او ^{وله}
 کنار ه گیر ابو بکر سبزه وارشو ^{وله}
 بدمان مار ماند قدح شراب بتو ^{وله}
 بخدا که چشم من شد گل متناوب بتو
 که بود چشم گریان همه جا حراب بتو
 سخن فرشتگان از اند هم جواب بتو
 گرم رفتی از نظر شمع شبستان که ^{وله}
 اے غزال حیرت در بیابان که
 اسی بقربانت روم در فکر دمان که

تا توفیق یکتا کلمه کتب خراب قیاس است
 خاطر آزار دارد سخت بے جمیعیتی
 در نظر با سچ انداز نمایان شده
 باد سیراب گلستان توار آب بقا
 نزار حیف که از مخلصان جدا شده
 دل من از بهوایت گشته و آهسته آهسته
 اگر چشم قنار از بام سوائی بدست من
 دل نو مشق را در کوی می شد طاق جویان
 پیش آفتاب و هر دم سایه می کا بد
 ز جانان در کند و حدت خود میکنم بوی
 چه لازم تا کشم از سبزل منت بیجا
 نشاط آدمیان کنم غم زانده زیادت
 آتشی تا زخم در هر خم گیسو آه دوستی
 به پیش او دل بیمار میکشد آه
 دلا بران و قن نو دمیده خط شین
 مرا بسمل نمودی زنده باشی
 تا کجا تشنه خون من با کام شوی
 ز خود آسودگان اند آئین حق آگاهی
 درین عالم که همراه موافق میکند پید

طفل شیرین حرف من شور و ستان که
 خیر باشد و آله زلف پریشان که
 چشم بد دورا ما صنف خوبان شده
 بر سر تربت آزاد گل قشان شده
 بگو برای خدا یا که آشنا شده
 برنگ غنچه گل از صبا آهسته آهسته
 نمی ترسم که بزخاتن ماند صد آهسته
 گذارد طفل در قمار پا آهسته آهسته
 شدم در پر توروش فنا آهسته آهسته
 درین منزل شستم بهر خیر نیرادی
 کفایت میکند بر مرقد من هر آرزادی
 برای گریه و چشم برای خنده و مانع
 که است کن مرا چون شاخ سنبلیله بود
 علاج می طلبد از طبیب بد خواسته
 محب در شب تاریک بے سر چایه
 ز پا انداختی پائیده باشی
 آنقدر هم کنی جور که بدنام شوی
 درین دار الخلافت میرسد منصور شاهی
 نیا مد راست از خضر و کلیم مدد می

آگاہ۔ مولوی محمد باقر ناعط مدرسی

آگاہ تخلص۔ محمد باقر نام۔ قیدہ بنو ناعط سے ہیں۔ آپ کے بزرگ گان سلف و طنائیجا پوری تھے۔ یکشش آنجورش مدراس میں آئے شہر ویلور میں سکونت اختیار کی۔ آگاہ صاحب ترجمہ شہر مذکور میں پیدا ہوئے۔ وہاں کی ہزرمین میں نشوونما پایا۔ سن شعو کو پہنچ کے اساتذہ کرام و علماء عظام کتب علوم فنون کی تحصیل درجہ تکمیل کو پہنچائی۔ فراغت تحصیل کے بعد درس تدریس میں مشغول ہوئے۔ اکثر طلبہ مدراس میں آپ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ آپ سخیانی و سخن شناسی کے صدر شین آپکا کلام مثل اہل زبان با محاورہ فصاحت بلاغت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ آپ کے اشعار آبدار سے سامعین شائقین کو لطف و مزہ حاصل ہوتا ہے۔ شمع نجمین کا مولف آپکی نسبت لکھتا ہے۔ کہ درجیا بان کرنا ملک ہچو اونہالی سہر بالکدرہ۔ واز گل زمین مدراس مثل و گلے خوش نگ ندیدہ انتہی کلامہ۔ آپ صاحب التالیف و المصنیف تھے۔ فضائل انسانی و کمالات روحانی سے بھی موصوف تھے۔ آخر ۱۲۸۷ھ میں اسرار فانی سے ملک جلا و دانی کے طرف روانہ ہوئے۔۔

من اشعارہ

عصا آہ بود جسم ناتوان ما	غم فراق تو از بکہ کاست جان ما
آخر فکندہ ام بربت باز خویش را	ستم بطرہ تودل ز راز خویش را
ظاہر اباد دختر ز خواستگاری میکند	شیخ درینجانہ باہرست یاری میکند

امین۔ محمد امین

امین تخلص۔ محمد امین نام۔ ہند ہی لاصل تھا۔ شہر رکاٹ میں سکونت پذیر تھا۔

نواب سعادت اللہ خان ناظم صوبہ کراٹھ کی خدمت میں میرنشی تھا۔ نظم نوشتہ
میں استعداد کامل رکھتا تھا۔ تحریر و تقریر میں فنشی بنظر تھا۔ انشا و گلشن سعادت
و دیوان شعر اسکی تالیفات سے یادگار ہے۔ خوش فکر و سخن سنج تھا۔ اسکا کلام اہل زبان
کی طرح ہوتا تھا۔ آخر سہ ہجری میں فوت ہوا۔

من کلامہ

بجابت ہر کرہ چون مہر بارفت قبرین باد | اگر برچرخ چہارم فرشتہ پیش من باد

باب الباء و موحده

بدیع - ملا بدیع

بدیع تخلص۔ ملا بدیع نام۔ سمرقندی الاصل تھا۔ سمرقند کے مشاہیر سے
تھا۔ فن معما و تواریخ میں استاد مانا جاتا تھا۔ وطن سے دکن میں آیا۔ شہرین
اس کے فن معما و تواریخ دانی کا ذکر کوچہ و بازار میں ہوتا تھا۔ اسکا کلام دلچسپ
و شیرین ہوتا تھا۔ بلکہ جنیر کو کن میں مدت تک ما۔ وہاں اسکو کافی کامرانی ہوئی
آخر وہیں رحلت کی۔

من اشعارہ

چشم تو بیدار ساز فتنہ مست است | زلف تو ہنر و آفتاب پرست است
شبہ در خواب را بار قیدبان بچشم بدیم | نہ بیند بچک در خواب یار بچشم بدیم
ترا ایگل چو خندان صبح دم در بدستان بدیم | ز شبنم غنچہ را ز آب حسرت ز زبان بدیم

بسمل میر محمد یوسف خان

بسمل تخلص۔ میر محمد یوسف خان نام۔ آپ میر امام بدخشان کے فرزند ہیں

آپ طن الموفہ سے حیدر آباد کو گن میں آؤ۔ مبارز خان صوبہ دار حیدر آباد کی ملازمت اختیار کی۔ مدت تک خان موصوف کی خدمت میں رہا۔ جب ۱۳۰۳ ہجری میں مبارز خان و نواب آصفیہ کے فیما بین جنگ ہوئی۔ بسل صاحب ترجمہ خان موصوف کے ہمراہ معرکہ میں تیسری تاریخ ماہ محرم سنہ مذکور میں تلوار و نیزوں کے زخموں سے بھل ہو گیا۔ بسل صاحب ترجمہ کے فرزند واقربا قلعہ فرخنگر میں بتقریب مدت قلعہ داری میں منت پذیر تھے۔ شاعر خوش فکر و تیسرین زبان تھا۔ دلیری و بہادری میں بے نظیر تھا۔ شعر و شاعری کا شائق تھا۔ بشہ طر فرت کبھی کبھی شعر موزون کرتا تھا۔ آپ کا کلام و محاسب و دلپسند ہوتا تھا۔

من نتائج طبعہ

زاد تو صبح و شام غبت شعور می کنی	انشاء ہو اکبرست ز امد اکبرست
شوخی نچیز برہم میزند یک دام را	تا بنودا بتدل من لک اہتر شد
از گردش نگاہت شد نیم شب بسل	اگر دہ تو گروم یک غمزہ بار دیگر
از غم جگر فکار ہر دویم	این گل بر مزار بردیم
صحرائے عدم ز لالہ پر شد	تا مادل داغدار ہر دویم
از حیرت ما نمود واقف	آئینہ پیش یا ہر دویم
اسے اہل و فانداشت قدر	این جنس بہر دیا ہر دویم
خاک رہ او شد یکم بسل	از سرمہ چہ اعتبار ہر دویم

بیش - سید مرتضیٰ مدنی

بیش تخلص - سید مرتضیٰ نام - میر صادق علی حسینی کے سنہ ز ندین۔

مشہدی سے ہیں۔ نسب سلسلہ حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے پہنچتا ہے آپکی جدِ اعلیٰ شہدِ مقدس سے ملک کن میں وارد ہوئے۔ گلبرگہ میں اقامت گزین ہوئے۔ آپکے احفاد میں شاہ ابراہیم مصطفیٰ حضرت خواجہ سید محمد بندہ کیسوراز کے مامون تھے۔ شاہ نور اللہ جو شاہ ابراہیم کے اولاد میں سے تھے۔ نواب سعادت خان کے زمانہ میں شہر ارکاٹ میں سکونت پذیر ہوئے۔ شاہ نور اللہ سید ابراہیم بنیش کے جدِ حقیقی ہیں۔ شاہ صاحب نواب لاجاہ کی عنایت و حرمت کی وجہ سے مدرسہ سکونت پذیر ہوئے۔ ۱۲۲۶ھ ہجری میں بنیش کی ولادت شہر مدراس میں واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد علماء مدراس سے کتب درسیہ عربیہ فارسیہ تحصیل کیں۔ تحصیل کے بعد شعر گوئی کا شوق دل میں پیدا ہوا۔ اولاً والد ماجد و برادر سے مشق سخن کرتے رہے۔ ثانیاً مولوی قنفذ سے استفادہ ہوئے۔ ذکی الطبع و صحیح الفکر و خوش تقریر و حاضر جوابی میں ہمیشہ۔ شعر و شاعری میں بیدل نہا۔ حیدر آباد میں مدت تک مقیم رہا۔ پھر مدراس میں پہنچا مشاعرہ اعظم میں شریک ہوا۔ شعرا معاصرین سے خوب مناظرہ و معارضہ کرتا رہا۔ آخر ۱۲۶۵ھ ہجری میں مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ راہ میں بہت سی تکلیفیں اٹھائیں آخر فائز المرام ہوا۔ حج فریارت سے مشرف ہوا۔ ایک سال کے بعد وطن مالوفہ میں مراجعت کی۔ چند مدت کے بعد وطن میں مسافر عدم ہوا۔ وفات کا سن کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔

من اشعارہ الفارسی

دل از خود رسیدہ مارا
از سبزہ و میدہ خاک مزار ما

نتوان یافت جز بکوچہ یار
آستار عشق سبز خطن جلوہ میدہ

دلہ	نشار بادہ این نبرم خمار آمو دلا
دلہ	دلہم از زلف بتان ربط نہاں میدار
دلہ	خط شمع نیست کہ از پنجہ جنون
دلہ	چشم گہرا شکند بقدمش
دلہ	از وطن آوارہ گردید از نظر افتادہ
دلہ	غزو چہاں بکوی تو از صغیر تا بکبیر
دلہ	گر خاک شوم پائے حباست تو بوسم
دلہ	روز افزون حسن تو یا ماہ یا آزار من
دلہ	ہستیت پر شکن یا زلف یا پیش نیم
دلہ	خال مشکین طرف چشم با انگیزش
دلہ	بنیش بہر دیکہ صفاموج منی زند
دلہ	ہر دم از رنگ گل عارض غنچہ
دلہ	سہر بسور پیہر سو ذریا نیست اینجا
دلہ	دائہ سبحہ کند رشتہ زنا رطلب
دلہ	گشت است تا زار گریبان آفتاب
دلہ	گر یک صبا زان گل رخنا خبر آرد
دلہ	برق عالم سوزش سوختن ما و انما
دلہ	باشد ہمیشہ آہ رسایم عصای دل
دلہ	ور سمرہ شوم چشم سیمہ مست تو بوسم
دلہ	گرم تر حوی تو یا خورشید یا بازار من
دلہ	وست شہ گوہر نشان یا بریا افکار من
دلہ	مست افتادہ سیاہی بدر میکند
دلہ	نایاب گوہریت بہا زار زندگی
دلہ	بنیوا گل کف را کنون بجا لہم چہنی

بہار سید علی مدرسی

بہار تخلص - سید علی نام - آپ سید عبدالحق ندوی صاحب مشہور قادری مولد
مدراسی کے فرزند ہیں تیس تیس برس کی عمر ہے - جوان صالح و مستعد طالب علم
ہیں - فارسی و اردو دونوں میں شعر کہتے ہیں - اوائل میں سید صادق حسین شریف
مدراسی سے مشق سخن کرتے تھے - اور اخیر میں غشی امیر لکھنوی کے شاگرد ہو
صاحب یوان ہیں کلام شیریں و زکین ہے -

من اشعار الہندی

نیم بسل مرے قاتل نے مجھے چھوڑ دیا عکس آئینہ میں اوس نے بگڑ کر پوچھا سختیان بعد فنا بھی ہی باقی ہیں بہار آتی ہے بوئے محبت آج دود شمع سے یہ تیری بھی نگاہیں کہہ ہی ہیں صاف	اور آفت میں پڑا رحم کے قابل ہو کر آپ ہی آئے ہو کیا بوسہ سائل ہو کر سنگ میری چہ پاتی پر ہاسل ہو کر جل بچھا شاید کوئی پروانہ اس صفل میں ہے جیسے بڑھ کر وصل کا اراں تیرو لبیں ہے
--	---

بلیغ - محمد غریب الدین فچپوری

بلیغ تخلص - محمد غریب الدین نام فچپوری ہسودہ کے رہنے والے ہیں مکتبہ بیہ درسیہ
فانچ تحصیل میں - جامع معقول و منقول میں - آپ نے علم حدیث میں مولوی محمد شاہ صاحب
محدث دہلوی سے سنا پائی ہے - وہی تعداد و لائق میں ہر ایک علم و فن میں لیاقت و قیادت
رکتے ہیں اور آپ کے شعر گوئی میں حکیم نواب نیاز احمد خان ہوش بریلوی سے تلمذ ہے
شعر خوب کہتے ہیں - کلام صاف و شیرین ہوتا ہے - خوش طبع و خوش خلق ہیں دیکھ
حیدر آباد کن میں وارد ہیں - معلوم نہیں کہ آپ کس محکمہ میں ملازم ہیں - آپ کی عمر قریباً
پینتیس برس کی ہوگی - بارک اللہ فی عمرہ

من اشعار

اون کی خنائی ماتہ میں جام شمر ہے یہ بات ہے جو کہتے نہیں خط کا وہ جو آ اوٹھے اگر نقاب تو باقی رہی حیا	یا جلوہ گشتی میں فلک آفتاب ہے ایک ایک حرف خط کامیری لاجواب ہے بے پردگی بھی آپ کی عین حجاب ہے
--	--

آنکھیں دکھائیگا جو مجھ پر غما ہے
تو تو نہال باغ بن بوترا ہے

سپر بلا نہ لائے لشکا کے زلف کو
مٹی تری خراب نہوگی کبھی بلینے

بیان خواجہ حسن اردو ہوی

بیان تخلص۔ خواجہ حسن اشد نام۔ آپ کا اصلی وطن دہلی ہے۔ آپ نے عالم شباب میں علم و فضل کے حاصل کر نیکے بعد شعر گوئی کا شوق کیا طبیعت میں زور و ہمت خدا داد تھی۔ موزون کرنے لگے۔ جناب جانجانان منظر کے شاگرد ہوئے۔ استاد کی توجہ و اصلاح چند ہی روز میں درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ کا کلام شیریں و دلاور نمکین و مشور انگیز ہوتا تھا۔ آپ نے معاصرین و اقران سے بڑھ گئے۔ خوش خلق و خوش سیرت تھے۔ طریف الطبع لطیف المزاج تھے یاران ہم مشرب سے نہایت خوشی و خرمی ملتے تھے خندہ روٹ گفتہ پیشانی تھے۔ مولانا فخر الدین اور گنگا بادی کے مرید تھے۔ مرشد کے عاشق تھے مرشد کے معتقد و مطیع تھے۔ آخر آپ دہلی سے حیدرآباد دکن میں وارد ہوئے چند مدت تک زندہ رہے پھر آخر ۱۲۰۶ ہجری میں فوت ہوئے۔

من اشعارہ

تڑپتا ہوں بھڑکتا ہوں کوئی پڑ نہیں کہتا
کانون تلک تو اسکے توانا رسا پہنچ
ولہ رکھتا تھا کان تک مری فریاد کی طرف
شیریں گز نکچیو فریاد کی طرف
ولہ ظالم یہ تیری نگاہ کیا تھی

قفس میں مین ہائی کیلئے کیا کیا نہیں کہتا
کہتا نہیں میں غش پر ہونا لہ جای پہنچ
باتوں میں آدھی لگا یا رسی بیان
ہو و گانہ فوق حسرت دیدار میں لعل
ولہ جاوہر تھی کہ سحر تھی بلا تھی

ولہ	مست آئیو اسے وعدہ فراموش تو ابھی
ولہ	بیان کون ہے ابتلاک پوچھتے ہو
ولہ	وصل کی شرب کا اجر کیا کہوں تجھ سے منتہین
ولہ	شب سے لیکے صبح تک وہی نہیں نہیں ہی

بندہ میر محمد میرزا بک آبادی

بندہ تخلص - میر محمد میرزا نام - سید صحیح النسب شریف الحسب میں - اصلی وطن بک آباد
 وکن ہے - آپ رسی و عربی میں ذہنی استعداد طالب علم تھے - زبان ریختہ میں نہایت نزاکت
 و لطافت سے کلام موزون فرماتے تھے چند مثنویاں ہندی زبان میں ربابی ول کی تالیف
 و توصیف میں تالیف کیں - لکھی زراں صاحب کے دوستوں میں سے ہیں - صاحبستان
 شعرا میں لکھتے ہیں کہ میر صاحب تبار میں میر تخلص کرتے تھے جب مجھ سے ملاقات ہوئی
 تو میں نے کہا کہ میر تقی میر تخلص آپ کے ہننام و تخلص ہندی میں موجود ہیں میر سے نزدیک
 اشتراک تخلص خوب نہیں آپ نے میری بات قبول کی اوسے روز سے بندہ تخلص یا انتہی کلا
 آپ حرف گیون کے بیان میں ایک مثنوی لکھی ہے - ہم فقیر کی چند اشعار لکھتے ہیں ہنوہ

مثنوی

کہ اوں کی حقیقت ہے انیسریان	سنو کتہ چینیوں کا نجسے بیان
و لیکن وہ کہتے زراہ خلاف	کیا اگر شعر ہے خوب صاف
ہر اک جائے پر بچہ میں شکست	کہ اس شعر میں کچھ نہیں بندوبست
یہ کہتے ہیں وہ سارے زراہ کین	کسی کا ہے مضمون اگر بہترین
کہ اسکو کہا ہے اسیہ و کلیم	یہ مضمون مدت سے ہیگات دیم

کسی نے اگر تازہ مضمون پڑھا	کہ جس کے معانی ہے بس بے بہا
یو کہتے ہیں وہ نکتہ چین از حسد	یہ مضمون کسی سے نہیں ہے ند
سروشما و ہو گئی حیران	شعر جب چین میں ترا خرام ہوا

بیان آقا مہدی صفحہانی

بیان تخلص - آقا مہدی نام - ابو طالب کلیم کا ہمیشہ زادہ ہے - ہمدانی المولد اصفہانی المنشأ ہے نشوونما کے بعد اصفہان میں علوم فنون میں استعداد وافی و ہمت کافی حاصل کی - جامع علوم و فواضل تھا - تحریر و تقریر میں بے نظیر زمین خوش مزاج و حلیم تھا - طرفیاطبع و لطیف الودع تھا - تکبر و غرور سے نفور صاحب عزت و غیور تھا - شاعری میں استادانہ کلام شستہ و پختہ کہتا تھا - عالمگیری زمانہ میں وطن سے ہند میں آ رہا ہوا - دلی و لاہور آ کر وہ میں چند مدت تک بسر کرتا رہا آخر گو لکندہ و کن میں آیا او سوقت عباد اللہ قطب شاہ زندہ تھا - بادشاہ کے حضور میں باریاب ہو کے منصب سب سے سرفراز ہوا - اسوقت گو لکندہ و کن میں و باکی بیماری پیدا ہوئی - اکثر خلایق اس مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے بیان بہائی ہی مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہوا - یہ واقعہ سن ۱۱۰۰ ہجری کے آخر میں واقع ہوا - صاحب بیاض الشعر اور صاحب تذکرہ کے بیان صاحب جمہ کے حال میں اختلاف کرتے ہیں - صاحب بیاض الشعر کا قول فقیر مولف کے موافق ہے - اور صاحب تذکرہ کی نظیر کہتے ہیں کہ بیان اولاً وطن سے کشمیر میں وارد ہوا اور وہاں سے چند روز کے بعد الہ کے آخر میں وطن کی طرف مراجعت کا ارادہ کیا

کشتی میں سوار ہوا کشتی کو آگ لگ گئی آگ دریا میں حریق و غریق ہو گیا

من اشعارہ الفارسی

شب خوابت و دل خلقی ز کف افریزد	ولہ	خوب سستی آن بہت بیدار کردہ است
بیان خاک بہت گمزدید عمر بہت	ولہ	بزیبہ پازگاہے میتوان کرد
خندگت بہر غم و امید گزارد	ولہ	اگر در سینه ام جا میگذارد
گذشت تیر جانان را ہلاکم		کہ پیکان را بدل و امی گذارد
از ان خار سر را ہم بکویت		کہ آنجا مدعی پا میگذارد

بیجان - لالہ جیکشن و اس اورنگ آبادی

بیجان تخلص - لالہ جیکشن اس نام آپکا وطن اورنگ آباد ہے۔ آپ نواب صلابت جنگ بہادر کی وارالانشا میں تھے۔ منشی خوش تحریر۔ اور خوشنویس۔ میں جواہر سلم - شعر گوئی ریختہ کا فریقہ تھا۔ اور شاہ سراج اورنگ آبادی کی خدمت میں کلام کی اصلاح لیتا تھا۔ مضامین نازک معانی لطیف و موزون کرتا تھا۔ خوش خلق نیک سیرت درویش و ست و صوفی شہر تھا پچھلی اٹھ چھٹان شعرا میں نقل کرتے ہیں کہ ایک روز مجھے شاہ سراج نے نقل کی کہ جیکشن نواب صلابت جنگ کے شکر جانے کے لئے تیار ہو کر میرے پاس رخصت کے لئے آیا اور ایک شعر تازہ جو کہا تھا پڑھا اور اصلاح کا خواہاں ہوا شعر یہ ہے

ترمی یاد کر سے یوں عدم میں مل گیا بیجان کہ غالب بھی نیا وے
گو کوئی اسکا کفن کہوے نہ حاصل کلام رخصت ہو کر چلا گیا اتنا سک

تیاو نشان نہیں انتہی کلامہ -

من اشعار الہندی

انڈیا ریات میں بجلی ہی چمکی خدا حافظ	ولہ	نگہ کی جوت پتلی کی نین سیتی نمایاں ہے
شاخ بنض لہ ہمارے مرجان پہولے	ولہ	یار ہندی بہری ماتون سی اگر ہو طیب
وہاں کی زنجیر کے والے سے گلستان پہولے	ولہ	قید میں عاشق اگر یاد کرے گلرو کو
آنکھ کے اشارت سے تجو ادیتا ہے	ولہ	بانع میں کرے نہ کس عرض حال اگر اپنا
دل بیجان میں جان آیا ہے		کیون نہ حاصل ہو خوشی جگمین

باقی - راجہ گرد ماری پرشاد آبادی

باقی تخلص - راجہ گرد ماری پرشاد نام بنسی راجہ عرفی ہے۔ آپ کے بزرگوں کا اصلی وطن چمپرا منو ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ آصف شاہی رمانہ میں جن طن سے حیدر آباد دکن میں آئے بندگان عالمی سرکار نظام کی قدردانی سے خدات جلیلہ پر مامور ہوئے۔ ہر ایک خدمت مفسوضہ کا کام دیانت و امانت سے انجام دیتے رہے۔ امانت دیانت وقتاً فوقتاً آپ کی بزرگوں کی ترقی کا باعث ہوتی رہی۔ آپ کا خاندان ہمیشہ ترقی کے اوج پر عروج کرتا گیا۔ روز بروز عزت و اکبر و بڑھتی گئی۔ فی الحال زمانہ کے امتداد سے اور خاندانی سلسلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی پانچ یا چھ پستین گذرین ہیں۔ برابر آپ کے بزرگ مسلسل طور پر اس راست میں معزز و مکرم ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت اسی شہر فیض بہرین ہوئی۔ نشوونما بھی یہیں کی ہو مابین ا ابتدائے تعلیم و تربیت کے بعد اپنے شروع شباب میں علماء حیدر آباد سے کتب و

فارسیہ کی تحصیل کی۔ اور عربی میں مختصرات نحو و صرف کو حاصل کیں۔ انتشار و رازی
و عبارت نویسی میں منشی تبدیل ہوئے۔ فن حساب سیاق میں جو آپکا موروثی و محاسب
بے مثل ہوئے۔ طبیعت میں چستی و چالاکی موجزن۔ اور طبیعت میں شوق و مہیا کی
شعلہ زن تھی۔ مزاج میں جولانی اور مانع میں سجد کی کا جوش۔ اور قوت ناطقہ میں بازیگری
اور خیال میں نازک خیالی کا خروش تھا۔ طرفہ یہ ہے کہ شاید عالم ہرگز ریشہ تازہ دم
ایسے زمانہ رشک بہار میں آپکو سخن سنجی و شعر گوئی کا شوق و لمین پیدا ہوا۔ تلاش مضامین کا
ذوق پیدا ہوا۔ آپنے اکثر استادوں کے دروین فارسی وار و جمع کئے۔ اور ہر ایک یوان
کو ابتداء سے انتہا تک خوبجہ و فکر سے ملاحظہ کیا۔ مواد و اسباب قہر کم حافظہ کے خزانہ میں
موجود تھا۔ وروین کا دیکنا کیا تھا کہ آپ یوانہ مستانہ بن گئے۔ جوش دل سے مازہ ناز
مضامین شگفتہ شگفتہ معانی کے ساتھ موزون کرنے لگے۔ سننے والوں کو آپکے کلام سے
حیرت ہوتی تھی۔ اور اکثر کثرت تعجب سے عالم سکتہ میں مہم بخود ہوتے تھے۔ آپکا کلام و نون
زبانوں میں نہایت ہی شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے۔ ہر ایک شعر لطافت نزاکت میں
ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ آپ حضرت شمس الدین فیض کے ارشد تلامذہ سے ہیں۔ چنانچہ
آپ فرماتے ہیں

میں فیض صاحبے دین تانا دکن سے جائیں کیوں ہندو تاجم

آپ بظاہر امیر مگر باطن فقیر ہیں۔ فقرا دوست و غریبا پرور ہیں۔ آپکا کلام ہمارا اس
قول کی تصدیق کا محض ہے۔ اکثر آپکا کلام صوفیانہ ہوتا ہے ہر ایک شعر و مصرع سے
توحید و وحدت عیان ہے۔ ہر ایک فقرہ و کلمہ سے انا الحق کی کیفیت نمایان ہوا ہے
صوفیانہ کلام سے صوفیائے کرام کو وجود و حال تا ہے۔ ایک ربا عیات میں بھی یہی کیفیت

غزلیات میں عاشقانہ جوش و خروش ہے کہیں خط و خال کی تعریف ہے۔ کہیں سہرا پاک
حسن و جمال کی توصیف ہے۔ کہیں شدت فراق ہے کہیں لذت وصال ہے۔
اور آپ کے قصائد مدحیہ اور ہیروکے کہیں مدوح کی سیرت و صورت کی بہار ہے
کہیں شجاعت و سخاوت کا گلزار ہے۔ کہیں مین واقعہ کا مرقع۔ کہیں فتنہ و نزاکت کا
تراشا دکھایا ہے۔ عرض کرتا ہوں جامع الکمال ہیں۔ ظریف الطبع و لطیف الوضع ہیں
سلیم المزاج و حلیم الخصال ہیں۔ آپ کی عمر قریب ستر برس کی ہو گئی۔ ماشاء اللہ چشم بدو
روشن دل تازہ دماغ ہیں۔ ابھی تک طبیعت میں جوانی کا دلولہ و ترقی کا حوصلہ موجود ہے
حسن اتفاق و اشتقاق میں شہرہ آفاق ہیں۔ آپ کو خلافت کے ساتھ کیا خاص کیا عام
اتفاق ہے۔ پیشتر ننگا نعلی متعالی حضور پر نور کی متعرب تھے۔ رات دن مورد عنایت
و محبت تھے۔ بعد از ان نظم جمعیت میں عہدہ جلیبہ سرشتہ داری پر مامور ہوئے
صاحب التالیف و التصریف تھے۔ کلیات یادگار باقی۔ کنوز التاریخ۔ دیوان لغائی
قصائد باقی۔ سیاق باقی۔ پیروی عروض۔ آئینہ سخن و غیرہ میں
آخر آپ نے ۹۳۰ ہجری میں اسرار فانی سے عالم جاودانی کے طرف و انہ ہوئے۔

من اشعارہ الفارسی

تھے اے ترک ابواب بربر و باکشا	کلمہ ازہر بنہ بنشین کمر و کن قباکشا
یہ بستان ز گشت ہلا پیشوخی دیدہ می بازو	تو نیز انجوا شمع بیدار چشم سہر ساکشا
بس اے حقیاد رحمی کن بہار آمد رمانی وہ	چنین بابفس بند داری تاکجا کبشا
بیا و باروہ در بند خارم تاکجا داری	در میخانہ اے پیہ پیغان بہر خداکشا
نگر و در سپیرم از شیشہ سائے توامتی	سہر طل و سہو و اکن خم سہرستہ راکشا

<p>بجستہ ترا حساب گیران را فرصتی باشد بنایان زلف بر بند و کا کل ازادکشا ہمہ فانیست الا حق بان درجست لاکشا بہ بند از نقش چشم و صنعت نقاشی انگہ تماشا سائے دو عالم دیدنی وارو چو آئینہ</p>	<p>تو باقی دفتر آوارہ خود را جداکشا آن بست و کشا و این خاطر و ستہ را کشا بجز او کسیت باقی چشم عبرت اتما کشا مکن صورت پرستی دیدہ معنی ناکشا بہ بین از پائے تا سر دیدہ حیرت ناکشا</p>
<p>من اشعار الہندی</p>	
<p>جلوہ فرما جو کہی وہ مہ انور ہوتا بلبل تش نفس ہون درمی کیا صیا کا لے گا خضر کو اپنا پتا کب آگ دیتا ہون جگر کو دل سے شور گریہ سے زمانہ کی ہوا بدلی ہے ایک گل میں بھی نہیں ہو وفا اپنی قی</p>	<p>شرف منزل خورشید میرا گہر ہوتا شعلہ آواز سے پہو کون قفس نولا د کا روان ہیں صورت ریگے ان ہم حق ہمایہ ادا کرتا ہون سرکایدیدہ ترا بر سے کیا بدلی ہے اندون گلشن عالم کی ہوا بدلی ہے</p>
<p>روایف ہائے فارسی</p>	
<p>پروانہ - شاہ ضیا الدین برہانپوری</p>	
<p>پروانہ تخلص - شاہ ضیا الدین احمد کا مسقط الرأس السورہ برہانپور ہے اور آپ کے بزرگان سلف و زکات آئے اور سکونت پذیر ہوئے۔ آپ بھی بزرگان سلف کے ساتھ ہیام طفلی میں آئے۔ ورنہ شہرین نشوونما پایا۔ اور میں شعور کو پہنچے کہ تہذیب متداولہ اساتذہ کرام سے حاصل کیں۔ اور شعرو ساعی میں حضرت آزاد بلگرامی</p>	

اصلاح لینے ہے۔ آزاد کی اصلاح سے درجہ کمال کو پہنچے۔ چنانچہ میر کی خدمت میں
اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتا ہے

پیشتائے نسیم صبح عرض مطلبی دارم رسائی حضرت آزاد از من بنیج سہی
پروانہ صوفی شربت فقیر دوست تھا۔ شاہ سراج الدین اورنگ آبادی کامید و خلیفہ تھا
نازندگی پیار اورنگ آباد میں قیام پذیر رہا۔ میر کی رحلت کے بعد سیر و سیاحت کا عزم کیا
سیر و مرشد کی قبر و مکان کی عمدہ تعمیر کی۔ تعمیر کے بعد بید گیا۔ اور وہاں اپنے لئے
ایک تکیہ تعمیر کیا۔ وہاں کے حکام و اعزہ آپ کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ گل رعنا کا لقب
لکھتا ہے ایک ماہ میں ہم دوستان موافق یعنی میر اولاد محمد زکا و میر عبدالقادر مہربان
و میرزا عطاء ضیا۔ و شاہ پروانہ صاحب ترجمہ غیر ہم کا مجمع ہوتا تھا۔ باہم حسن محبت
و اخلاق سے لطف و حظ حاصل ہوتا تھا۔ شعر و شاعری کا تذکرہ و مباحثہ رہتا تھا
انتہی کلامہ۔ پروانہ صاحب ترجمہ ہندی فارسی دونوں زبانوں میں کلام موزون
کرتا تھا۔ لیکن شعر گوئی ہندی کی طرف زیادہ مائل تھا۔ کبھی کبھی غزہ و اجاب کی
خواہش سے فارسی ہی موزون کرتا تھا۔ دونوں زبانوں میں آپ کا کلام نگین خوشنواں
آپ ۹۰ ہجری میں بطور سیر جہانگیر میں رونق افزا ہوئے تھے۔ بمقتضائے آجوب میں
چند مدت تک مان سکونت پذیر ہے۔ اس سکونت کی وجہ سے بعض نے آپ کو احمد پوری
اور بعض نے بیدری لکھا۔ واقع میں آپ مولد ابراہیم پوری نشوونما کی وجہ سے
اورنگ آبادی تھے۔ کسی تذکرہ نویس نے آپ کا سنہ وفات نہیں لکھا۔ لیکن اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ۹۰ ہجری میں رحلت کی۔ والعمم خدا شد

من اشعارہ الفارسی

در جناب حق ز تلمیذ تو لایسم ما	بیک سر غیر خدا تیغ تبر لایسم ما
که شناسد هستی با چشم پوچ هر جناب	در نظر با قطریم و عین در لایسم ما
در میان احباب نیست جز پندار ما	آئینه شد حد فاصل شنا بدو مشبه و ما
که می نهاد بجز عشاق قدر کم نگا ہی را	تفا فلها کے صیادست دام مرغ ما ہی را
بدست خنجر و در دست دیگر تیغ می آید	خدا حافظ دل خود داده ام طفل سا ہی را
بمن پروانه و پرو حرم این حرف میگوید	که در هر شمع دیدم شعله نور آ ہی را
روز عید از دست خود فرمود قربانی مرا	خلعت بسیار رنگین کرد از زانی مرا
زنگ دامن کرد و سوا قاتل میرحم را	آه گشت از خون خود و حاصل بشیانی مرا
چه بخت سبزه دارد بر که می بوسد دامنش را	بمن هم ططف کن یارب بفضیلت پانش را
اگر بت بود بدل ایچنین که تخلص شود یقین	پرو بال سوخته را بین بطو اشع لکن و را
انحراف از هوا دارد مزاج عند لیب	می توان از قرص گل کردن علاج عند لیب
کبیت از سلسله جویان که گرفتار تو نیست	نیست در مصر غریزه که خدیو تو نیست
سید هم لنگار سے که وفائے دارد	پازده آئینه من که رسم کار تو نیست
دوش پروانه با شمع خود آرائی گفت	که بجز من سبب گری بازار تو نیست
ندارد و برکت ساتی این پیاله عجب است	نکرده ایم با و نقد جان حواله عجب است
پائے من وقت خزان گشت بدان محتاج	فصل گل دست جنون شد بگریبان محتاج
نه از تراوش می و ش شور قلقل بود	که خواند شبیشه اورا و خوان دعا قحج
ز شمع گریه پروانه ماند خاکستر	و آب چشم صراحی نجا کپا کے قدح
بهت درستان اگر صحن درو دیو ایتمخ	در بیابان از کف پایم بود هر خار سبخ

چون شمع مرا شعله آتش بسراقتاد	ولہ	ستر ما قدم سوخته در چشم ترا افتاد
زند دم بوالہوس گس بر رخ ز روے نادانی	ولہ	چو شمع گشتند از سوز و روفم دود بخیزد
ز شوقی بسکہ داری در دل من آمدورفتی	ولہ	عجائے کز تو بر خاطر نشیند زود بر خیزد
وید چون نقش مرا پیر سید این بقول کنیت	ولہ	ویدہ و دانستہ میدانم تجاہل می کند
غنجہ سان خوابیدہ گانرا کیسہ زر می بندد	ولہ	ہوشیارانرا چو شبنم دیدہ تر می بندد
نغانم غفلت آسوگان خاک ہم زد	ولہ	دل بیتاب افتد الہی چنین باشند
نہی ماند ز فتن شمع گرا آتش بسر بارو	ولہ	رے سالک اوراجان اگرچی چنین باشد
خیالت و دل تنگم ہر آنکس بد می گوید	ولہ	کہ تار یکی چنین یوسف چنین چاہو چنین شد
تا حال دل خود بد لارام نویسم	ولہ	اے اشک می باش مشو دشمن کاغذ
خدا برون آورد از گلدام آزاد م نکرد	ولہ	منع دست آموز تکمیل شستہ برپایم منونہ
بازبان تیر خواہم گفت حرقت را جواب	ولہ	بوالہوس جو ہر مشیر عیانم پیرس
جز دل کہ خدا را کی توانی یافتن	ولہ	قبلہ گر میجوی از قبلہ نا غافل سبک
بر بلبلے کہ زانے شود ہم نوائے او	ولہ	باشند باو چو غنچہ خموشی ہزار فرض
کی کند با سرو پا در گل بہستان خیال	ولہ	گر کند قمری بان سرو حرمان اختلاط
لالہ و سنبل مگر در کوہ و صحرا کرد گل	ولہ	دست سرو بوانہ دارد با گیربان اختلاط
خیال روے توان ز دل نمی شود زرا کل	ولہ	برنگ آتش خار است در وطن محفوظ
سو فتن و محفل عشاق چون مکر و شمع	ولہ	ویدہ را اول را اشک آتشین نکر و شمع
موسم خط و رسا طارلف و یکدل ماند	ولہ	کہنہ دولتمند یارب پریشان شد دروغ
جان و او در پیش دل امیدوار حیف	ولہ	آن طفل نے سوار نیامد ہزار حیف

ولہ	یک روز ہم نکر دگزاران سیاہ چشم
ولہ	رخت ہر شب شورا در دیدہ یعلیٰ نمک
ولہ	در بیج گاہ یار بیک جو نمیخزند
ولہ	بیاد سرود لجوئے قیامت لہا کردم
ولہ	بگوش گل سان پیغام در آووش تافان
ولہ	نقش تصویر ہم سراپا انتظار کیستم
ولہ	ہمین کہ فال شہادت گذشت دروں من
ولہ	عشق بازان دید ما سازند پا انداز او
ولہ	زکات بود فرض بر لب است شب
ولہ	باد از حزمین در کو می او میگفت با یوسی
ولہ	چشم سفید شد برہ انتظار حیف
ولہ	کرد پید در جهان یارب جنون مانک
ولہ	آرد اگر چه یوسف مصری ہزار دل
ولہ	چو قمری مشت خاک خویش اندوہا کردم
ولہ	بہ پیشیت عرض حال خود امی باد صبا کردم
ولہ	کیست و اندتا مرا جز خود دوچار کیستم
ولہ	رسید خنجر عیان بدست قاتل من
ولہ	رخصت تشریف فرمودن و ہد گنہاز او
ولہ	کہ ماہ حسن رخت صاحب نصاب شدہ
ولہ	ز نم برنگ ستر چندا لم دست افوس

پناہ - محمد پناہ اورنگ آبادی

پناہ تخلص - محمد پناہ نام - اورنگ آبادی لاصل ہے - پچھی نرائن تحقیق کے رفیقوں
میں سے تھا - شاعر خوش سلیقہ تھا - فارسی و ہندی دونوں زبانوں میں موزون کرتا تھا
کلام پاکیزہ و صاف ہے جو کچھ کہتا ہے خوب کہتا ہے - سنہ ۱۱۸۵ ہجری میں زندہ تھا - سنہ ۱۲۰۵ ہجری
کے قریب میں فوت ہوا -

من اشعار الہندی

ترجی و زلف سبب کی قسم ہے امی و لبر	علاج جلد مرا کر لڑا ہے کالاناگ
حسن کے دریا میں تیری طلقہ در کی قسم	ماہی و کومری نہ بلف جالا ہو گیا

جناب نجم الدین صاحب نے حیدر آباد میں بلگرام کی براق کی نقل یہاں حسینی علم
قریب قائم کی۔ اب تک ہر سال ہ محرم میں وہ براق قائم ہوتی ہے۔ اکثر اہل کربلا زنگل
وچراغ چڑھاتے ہیں۔ شہر میں آپ کے نام پر مشہور ہے۔ لوگ پنجپی کی براق سے نام زد
کرتے ہیں۔ یہ خاص میری تحقیق ہے۔ اسکو کسی مورخ یا مذکرہ نویس نے نہیں لکھا
آپ سنہ ۱۲۰۰ ہجری کے قریب اسی شہر میں فوت ہوئے۔

من اشعاره الهندی

کفر و اسلام کی کچھ بات نہ پوچھو ہمیں
وہ بد زمانہ و فریاد کیا رسم ہر چند
اس قدر ادا نہ نہیں ہو سکتا کہ وہاں تہ نشین

ابرو کمان چڑھا کے کہتے ہو با اگر کی شاید کہ آج آدھے پیچھی تر اتما شتا صنیم بتا تو خدا کا تجھ کو کیا نہوا کہاں آتا ہے رحم و سکون کا جو مرا جانے چہی نہیں ہو حقیقت داغ دل میری گلشن بتنگ آتا ہے ایسی قید کے جینو سے جی میرا قیامت ہے تر گنوگے کے اوٹو نہیں لٹکا جانا نئی تم سے چلی ہے ناز کی یہ طرح دنیا میں	ولہ ولہ ولہ ولہ ولہ	جی تو کیا ہمارا اب کیا کر گئے لڑکے یہ پڑکے ہے آنکھ پر دم دلو لگے ہے دھڑکے نہرا رشکر کہ تو بت ہوا خدا نہوا مرحو کوئی یا جئے صیدا و ظالم کی بلا جانے وہ لالہ جانتا ہی باغبان جانے صبا جانے تقص میں کب تلک قسمت ہمارے خدا جانے بلا انکھیاں سوا لکھیاں کس نہ سنسکر ٹٹکا جانا کہ دیکھو اور سے چھلکے نملنا اور ٹٹٹکا جانا
---	---------------------------------	--

حرف التاء

تجلی - محمد حسین کاشی

تجلی نخلص - محمد حسین نام - کاشانی المولد ہے - استعداد و ضروری حاصل کر لیا بعد
شعرو کی کا شوق ہوا سخن سنجی و مکتبہ پروازی میں عظیم الشان تھا - طبیعت میں بلند پروازی
تہی مضامین نگین معانی و نشین کی شیراز بندھی کرتا تھا - آپ کے کلام سے نزاکت نمایاں ہے
ہر فقرہ سے لطافت عیان ہے - وطن بلوچہ سے ہند میں وارد ہوا گجرات میں سکونت اختیار کی
مولانا نظیری کا معاشرہ مشاعرہ میں لانا کے ساتھ ہم طرح ہوتا تھا - بطور سیاحت
حیدرآباد دکن میں بھی آیا تھا اور قطب میہ سلاطین سے انعام و اکرام پا کر پھر کرم سے
گجرات میں مراجعت کی آخر ۱۳۲۰ ہجری میں فوت ہوا خاک گجرات میں مدفون ہوا -

من اشعاره

دلہ	برجائے خدنگ تو دہد بوسہ شادی
دلہ	تو کشتی بادہ و تجلی آہ
دلہ	چہ شد کہ رخ نمود می دین دل بڑی
دلہ	و می در ہزم بخوارن خون خالی نخواشد
دلہ	بر فرار ارا شہیدان نے چرائے وئے گلے
دلہ	صید تو کہ آرد بوسے زخم دہن را
دلہ	آتش آنجہ بلند و دود اینجا
دلہ	کر وئے بستہ جیرغان زند قافلہ ما
دلہ	اگر ساغ کند دوران پس نمرن گل مارا
دلہ	ہر طرف پروانہ و طوفان و ہر بلبلی

تابع خلیفہ سداستوی نریل برہانپوری

تابع تخلص - خلیفہ سداستام - آپکا اصلی وطن تہہ سندھ ہے۔ وہاں سے شہر برہانپور میں آئے مدت تک متوطن ہے۔ پہر وہاں سے بندہ سورت میں پہنچے علی نواز خان جو سورت کے متصدی تھے اُن کے مصاحب ہے۔ تاہم مغل کی خدمت میں بلکی بسر کرتے تھے۔ آخر سورت میں ۹۵ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ شعر گوئی کے عاشق و شائق تھے۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ دو شعر آپ کے طبع زاد ہکو تذکرہ مردم دیدہ لے میں لکھے جاتے ہیں

راہ سفر وصل تو تا سر شود اید و ست	پیش قدم در رہ شوق و سر قناد
ایدل تو پیر و از بر من یکد و قدم پیش	راہے بسر کو چہ آن و بر من قناد

تسلیم محمد قلی برہانپوری

تسلیم تخلص - محمد قلی نام - برہانپور میں المولد ہے۔ آپ کے بزرگ جدانی الہی ہیں آپ معونی المشرعیانی المذہب تھے۔ گوشہ نشین و تارک دنیا تھے زندگی آزادانہ گذارتے تھے

توکل و قناعت کا سہارا تھا۔ رات دن زبان پر صبر شکر کا نعرہ تھا۔ جوش محبت و عشق
 الہی میں جگر پارہ پارہ تھا۔ دل شفیقہ مجنون کی طرح جنگل و صحرا میں آوارہ تھا۔
 نواب منور خان خوشگلی المتوفی ۱۲۵۶ھ ہجری آپ کے معتقد تھے ہمیشہ آپ کی خبر گیری کرتے
 تسلیم نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے زمانہ میں زندہ تھے۔ نواب شہید کی شہادت
 کے بعد برہما پور میں فوت ہوئے۔ تقریباً ۱۷۹۰ھ ہجری میں وفات واقع ہوئی۔

سخنوری و سخن گوئی میں لائق تھے۔ ہم عصر نہیں فائق تھے۔ دی علم و فہم تھے۔ آپ کے
 اشعار دلکش و دلاویز۔ شور انگیز و شکر ریز ہیں۔ صاحب دیوان تھے آپ نے ایک مثنوی ایک
 لڑکے برہمن راوی تعریف میں لکھی تھی ہم اشعار کے ساتھ مثنوی کے بھی چند شعر گزارش
 کرتے ہیں تاکہ ناظرین مخطوطات ہوویں۔

من اشعارہ

فکر خود و ذکر بالائے تو عالمی کردہ ام	زان کمر بار کیترا زک خیالی کردہ ام
در فراقت نیست غیر از سر کرانی بانسیم	داع پہلوئی تو گلہائے نہاکی کردہ ام
این غزل را مصرع نواب بر کر نشاند	من بقدر دم درین صحرا غزالی کردہ ام
حرف حرفم خوش نگاہا بر زنا خند	بسکہ تعریف بروئے ہلاکی کردہ ام

من المثنوی

کر ساند بگوش صاحب بام	و حسی تازہ اوقادہ بدام
دل من مہر نقش و تیوبست	گو بگو نیند آفتاب پرست
شعلہ سوزہ تسلیم دل حرف کلیم	ولی می کشد ز خار و رین بادیہ دایان از من
نواب نور الدین خان بہادر فوجدار سیکا کول نے ایک عرضی نواب نظام الدولہ ناصر جنگ	

شہید کی خدمت میں لکھی عرضی میں جوش شوق ملازمیت ظاہر کیا ہے۔ عنوان نام پر
یہ ایک بیت تھی۔

ہر دم از شوق آستان بوسی میثوم محبوبت را رہا
جن زمانہ میں نواب صوف کے پاس عرضی آئی آپ سوقت نواب شہید گمان تھے۔ اپنے
بھی اسی بیت کی طرح میں غزل لکھی۔ غزل یہ ہے۔

چہ نگارم بر معیت را رہا	معیت را رم با انتظار رہا
چہ گلہ از غفلت یا رست	چون ز خود نیست چشم یا رہا
سوخت کز بہر شمع پروانہ	شمع را بہر کیت زار رہا

تجلی۔ شاہ تجلی علی حیدر آبادی

تجلی تخلص۔ شاہ تجلی علی نام۔ آپ کا اصلی وطن حیدر آباد دکن ہے۔ آپ نے
نشوونما کے بعد عالم شباب میں علماء حیدر آباد سے کتب رسیہ عربی و فارسی تحصیل کیں
مستعد و لائق ہوئے۔ تجرید و تقریر میں فائق شمار کئے گئے۔ شہر میں سب گ کیا عام کیا
خاص کی تعظیم توقیر کرتے تھے۔ جامع علوم فنون تھے۔ فن زرگری و آنکری نجاری
میں ہوشیار تھے۔ اور ان فنون میں عمدہ قدرت کہتے تھے اور تصویر کشی میں مصویر مثل
تھے۔ آپ کے مات کی قلمی تصویر اس طرح صاف شفاف ہوتی تھی کہ ناظرین کو عکسی معلوم ہوتی
تھی ذرہ برابر یہی فرق نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے نواب غفران ماب آصف جاہ ثانی کی تصویر
خاکہ پر برابر قد مبارک کینچی تھی۔ اور جو قیمتی جو نگارنہالی سے عنایت ہوتے تھے
اس پر مزین کئے۔ اور قسام قسام کے رنگوں و طرح طرح کی پیل بوٹون سے اسکو سجایا

تیار ہو نیکے بعد حضور پر نور میں پیش ہوئی۔ بندگا نغالی اور اہل دربار نے پسند فرمایا آپ کو پانچ ہزار روپے انعام ملا۔ آپ فن خطاطی میں بھی استاد کامل تھے۔ انواع و اقسام کے خطوط لکھے تھے۔ آپ نے اس فن میں حضرت شاہ معین تجلی قدس سرہ ایرانی سے جو شہر حیدر آباد میں نریں کمال حاصل کیا۔ اور آپ درویشی میں شاہ صاحب صوف کے مرید خلیفہ تھے۔ حسن راد کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے تھے۔ آپ کے مرشد اسی شہر میں فوت ہوئے۔ اولاً آپ کو بیرون دروازہ علی آباد مدفون کیا۔ آپ نے چار مہینہ کے بعد مجھ خلیل مدخان کو جو آپ کے مرید خاص اور بندگان عالی حضور آصفیۃ ثانی کے استاد اوتھے خواب میں خبر دی کہ مجھ غصنی زمین سے نکالو دوسرے مقام میں دفن کرو خانم صوف اسی وقت قریب نصف سو دو سو ملازم سپاہیان ہمارہ لیکر قریب حاضر ہوئے اور قبر کو کھولا سب نے دیکھا کہ نقش مبارک مع کفن بچسہ موجود ہے۔ سٹری نہ گلی۔ گویا آج ہی کی میت تازہ ہے۔ اسی وقت نقش کو پلنگ پڑا لکر اپنے دولتخانہ پر چڑھا تو پتہ پڑا میں تھا لیکنے اور اپنے خاص باغ میں مدفون کیا۔

آپ شعر گوئی و تاریخ دانی میں عدیم المثال تھے۔ صاحب ایف تصنیف تھے۔ فارسی میں ناظم و ناشر کامل تھے۔ اہل زبان کے ساتھ فارسی میں اسطرح مکالمہ کرتے تھے کہ اہل زبان آپ کی تقریر کو کچھ کو دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ شخص ہندی نثر اور نہیں ہے ضرور فارسی اصل ہوگا خوش گفتار و خوش کردار تھے۔ ہر ایک دنی و اعلیٰ کے سامنے کسر نفسی سے جھک جاتے تھے۔ نہایت عاجزی و خاکساری سے ملتے تھے۔ شاعری میں خوش مذاق و ظریف تھے تازہ تازہ مضامین کو بیان کے سانچے میں ڈالتے تھے۔ معانی رنگین و شیریں بیانی کا فوٹو کھینچتے تھے۔ آپ فارسی وارد و دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ کلام سے لطافت

فراکت ٹپکتی تھی۔ سامعین لذت و حلاوت پاتے تھے۔ ہم آپ کے کلام ذیل میں ہدیہ
ناظرین کرتے ہیں

آپ کو سبب جامع الفنون العلوم ہونیکی وجہ سے حضور پور آصفیہ ثانی۔ و اعظم الاما
ارسطو جاہ و نواب شمس المہار ہر وقت یاد فرماتے تھے۔ آپ نے روزانہ اوقات تقسیم
کر دے تھے۔ ہر ایک مقام میں وقت معینہ پر جا ضرہوتے تھے۔ اور آپ کو ہزار روپے خلعتین
عنایت کرتے تھے۔ آپ حقیقت میں فقیر امیر تھے آپ نے ترک صفیہ تالیف کر کے عظم الاما
ارسطو جاہ کے توسل سے ہندگان عالی آصفیہ ثانی کی خدمت میں پیش کی حضور کے
پسند ہوئی۔ ارسطو جاہ نے امر اور راست سے نقد پچاس ہزار روپیہ لوایا اور حضرت ہندگان عالی
شاہ تجلی کی لڑکی کی شادی میں ان کے مکان پر رونق افزا ہوئے اسروز پچاس ہزار روپیہ
کا سلوک فرمایا گویا یہ صلہ ترک آصفیہ کا تھا۔ راجہ راجندر کہ تو عمر راو پیشکار سرکار عالی
ترک آصفیہ کو با تصویر تعلیق خط میں لکھوایا۔ اور اسکی جداول طلانی۔ اور رنگ آمیزی
نصا ویر میں تین ہزار روپے خرچ کئے۔ تیاری کے بعد حضور ہی کتب خانہ میں داخل کی گئی
صاحب گلزار آصفی لکھتا ہے کہ ایک حضور ہی کتب خانہ میں موجود ہے۔ صاحب گلزار آصفی
بریانہ حضرت ہندگان عالی ناصر لدولہ مرحوم زندہ تھا سلسلہ ہجری میں کتاب کو تالیف
کیا۔ میں یقین کرتا ہوں کہ فی الحال بھی حضور ہی کتب خانہ میں نسخہ مذکورہ موجود ہوگا
سردار الملک گہانسی میان شاہ تجلی علی سے بہت محبت و اتحاد رکھتے تھے۔ شاہ صاحب
ساتھ عزیزانہ و برادرانہ سلوک کرتے تھے۔ معلوم ہوا تھا باہم یکدیگر قرابت داریہ میں۔ وادہ
حسن محبت و اتفاق۔ فی زمانہ باب بیٹوں میں محبت و اخلاص عجیب معلوم ہوتا ہے
یہی بد بختی و پہنکار ہے کہ ہم ذلیل و خوار ہیں۔

شاہ تجلی آخر ۱۲۵۰ ہجری میں بہشت برین روانہ ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون
 آپ کے خلف الصدق مرزا محمد تخلص بمزاد گار تھے۔ مرحوم الیہ میر موسیٰ کے
 دائرہ میں مدفون ہوئے۔

من نتائج طبعہ تاریخ فیروزی سیر رنگ پٹن

<p>بسم اعظم و عفتل ر سطو روان شد از پے تنبیہ بد خو بدست آمد سرنگ پٹن و میو ماہ اورج سلطنت عالی قرب الاحب کنگاہ فیض عامش جہ و عزت سبب گر گہ پاشی کند وقت حکم از د لب می سز و گر میکند فغفور چین کز سبب میکشاید ہر کہ پیش باب دست طلب انفس جان صبح و مسا و ہم ملک در روز و شب</p>	<p>مشیر الملک از تائید حیدر بہرہ اسکندر جہ غازی خرو تا ریخ این سال نگو گفت شاہ دین پرور سلیمان چشمہ آصف چشم امید جہان روشن ز گرد راہ او میشود غلطان بخون لعل گران اشک خاک راہ ز گش در بوتہ چشم ہوس سینہ میگردد و راند و دو اگر نشاط بہر دفع چشم حاسد میکند و ردعا</p>
---	---

حرف بالشار مثلتہ

نقاب - محمد احسان سدخان بدایونی

نقاب تخلص - محمد احسان سدخان نام - مولوی نصر الدخان بہادر صدر الصدوق
 اگرہ کے فرزند ہیں۔ آپکا اصلی وطن بدایون ہے۔ آپ نے عربی فارسی و انگریزی میں ارس

انگریزی میں تحصیل کی۔ مدراس کے سنیافتہ میں ہمیشہ وہیں ہیں۔ منورون الطبع
و خوش فکر ہیں۔ شعر گوئی شروع کی متفرق استادوں سے مشق کرتے رہے۔ اولاً
حافظ خان محمد خان نزیل بہوپال سے۔ ثانیاً محمد حسن کا کوہی سے۔ ثانیاً مولوی فضل رب
عرشی نزیل حیدرآباد سے اصلاح لیتے رہے۔ استادوں کی توجہ سے شاعر بن گئے۔ کلام پاکیزہ
و شایستہ ہوتا ہے۔ فارسی اردو دونوں زبان میں کہتے ہیں۔

من اشعارہ الفارسی

مہندار اے پہر کہ شست کمان میں	تیر فغان و ناوک آہ رسا گرفت
رودا کہ نامدہ است در و جز نفسے چند	بشنو لب کشتہ خود ملتے چند
ز دوست کہ جا گرم کنم ہر شاخش	المنتہ شد کہ شکم قفسے چند
ما صبح چہ وزا ہد کہ وکے آمد و رفت	مارا چہ چیز ازین گاو خے چند

من اشعارہ الہندی

تیری نمود ہے کف ہرزہ سے عیان	جلوہ ہے تیرا ہر گ سنگ شرار میں
اک لطف ہے شرابے ساقی ہی شوق تنگ	نماقب سا ہمنشین ہے روز بہار میں

حرف الجیم

جانی۔ میرزا جانی ترخانی

جانی تخلص۔ میرزا جانی نام۔ ساکن بہکے ہے۔ قبیلہ ترخانیا سے تھا۔ اسکا جد
میرزا عیسیٰ تنہاں المتوفی ۱۰۷۹ ہجری بہکے من اعمال سند کا بادشاہ تھا۔ اُسکے بعد
محبوباتی میرزا پدر میرزا جانی قائم مقام ہوا۔ اور اکبر بادشاہ کا تابع تھا۔ ہمیشہ فیما بین

سلطان محمود بہکری بادشاہ سابق و محمد باقی میرزا کبھی جنگ کبھی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آخر ۹۸۲ھ ہجری میں اکبر بادشاہ نے محب علیخان کو بہکری کی تسخیر کیلئے بھیجا۔ انہیں ایام میں سلطان محمود بہکری فوت ہوا۔ اور بہکری تصرف میں آیا۔ اور بعد ازاں محمد باقی ہی ۹۹۳ھ ہجری میں فوت ہوا۔ اور میرزا جانی صاحب جمہ باپ کی جگہ قائم ہوا۔ اور حکمرانی کرنے لگا۔ پہلے اکبر بادشاہ نے خانخانان عبدالرحیم کوتاہ کی تسخیر کے لئے ۹۹۹ھ ہجری میں روانہ کیا۔ اولاً میرزا جانی اکبر سے خلاف کرتا رہا۔ اور مقابلہ کے لئے مستعد و قائم رہتا تھا۔ آخر عاجز ہوا۔ اور خانخانان سے ملاقات کی اور اسے ہجری میں خانخانان کے محلہ درگاہ اکبری حاضر ہوا۔ اور امرائے رزمہ میں شریک ہوا۔ اکبر نے تہہ کو اسکی جاگیر میں مقرر کیا۔ انہیں ایام میں بادشاہ اسیر کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا۔ میرزا جانی بھی ہم کاب برہانپور میں آیا۔ اور وہاں ۱۰۰۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔ تاریخ طاہری میں لکھا ہے کہ بہادر پورہ میں فوت ہوا اور وہیں دفن کیا گیا۔ موزوں الطبع تھا۔ شعر گوئی کرتا تھا۔

من کلامہ

عشقی خواہم کہ از خود می پاک کند	آب قرۃ کہ دہر نمناک کند
پائے کہ بیا بان امل را سپرد	دستی کہ گریبان بوس چاک کند

جہرت - میر محمد ہاشم

جہرت تخلص - میر محمد ہاشم نام۔ موسوی خان خطاب۔ اورنگ آبادی مولد ہیں آپ کے نسب سلسلہ میں اسطے سے امام ہاشم سے ملتا ہے۔ ابتدائیں آپ کے جدید علی

زمین گیلان سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اور آپ کے والد میر محمد شفیع بھی ہمارے تھے۔
 علوم و فنون میں مہارت کامل کہتے تھے۔ عالمگیری زمانہ تھا علم و فضل کا بازار گرم تھا
 جدو والد بادشاہی ملازم ہوئے۔ بحکومت شہزادہ اورنگ زیب و متعین ہوئے۔ اور اس
 شہر میں سکونت اختیار کر لی۔ ۸۸ھ ہجری میں موسوی خان پیدا ہوئے۔ والد کے
 سایہ مرحمت میں تربیت و تعلیم پائی۔ تحصیل سے فارغ ہوئے کے بعد امیر الامرا حسین خان
 بابرہ کی ملازمت میں پہنچ کر بارہ روز ضلع اورنگ زیب کی قلعہ داری پر مامور ہوئے۔ جب ۱۱۳ھ ہجری
 میں جب کہ کچھ ہندو گوروانہ ہوئے تب موسوی خان صاحب بھی ہمارے ہوئے۔ دہلی میں
 پہنچ کر علما و معززین کے ساتھ ملاقات و ملازمت میں داخل ہوئے۔ بلگرامی وغیرہ سے ملے۔
 ہر ایک سے استفادہ کیا۔ سادات بابرہ کی خرابی کے بعد حضور ہندوگان عالی آصفیاء کی
 خدمت میں آئے غفران پناہ نے عنایت مرحمت سے ممتاز و فخر فرمایا۔ اور منصب
 ڈپٹی سیکریٹری اور دارالانشاء کی میونسپلٹی گری سے سرفراز کیا۔ غفران پناہ کے انتقال بعد
 نواب نظام الدولہ ناصر جنگ کے زمانہ میں بھی بدستور دارالانشاء کی میونسپلٹی گری پر مامور رہے
 منصب چار سیکریٹری اور معزز الدولہ کے خطاب سے مہمند ہوئے۔ امیر لکھنؤ آصف الدولہ
 صلابت جنگ مرحوم کے زمانہ میں سبب ضعیفی خانہ نشین ہوئے۔ اور اپنے فرزند
 مستعد خان کو ۳ برس کی عمر میں دارالانشاء کی خدمت پر قائم مقام فرمایا۔ آخر
 ۱۱۷ھ ہجری میں جہان فانی سے عالم باقی گوروانہ ہوئے۔ اورنگ زیب کے غریبی
 جانب میں دفن کئے گئے۔ جناب میر غلام علی آزاد نے آپ کی رحلت کی تاریخ کہی

آبروداد شعرواں شاہ
 کرد جرأت و داع دنیا را
 ۱۱۷ھ

موسوی خان زکلا گوہر بار
 گفت تاریخ رحلتش آزاد

موسوی خان سخندان و سخن سخنانشا پر دازی و شعر فہمی میں فرید زانہ تھا۔ ایک وقت
نواب آصفیہ کے ہمراہ محمد شاہی دربار میں باراب ہوا تھا۔ اسوقت آصفیہ نے
دربار میں بادشاہ کے حضور میں کہا کہ موسوی خان اس زمانہ کا ابوالفضل ہے
میرزا و عبد الجلیل و مرزا عبد القادر بیدل خان آرزو وغیرہ کا معاشر تھا۔ آزاد
اور آپ میں بہت ہی محبت تھی۔ زمانہ دراز تک ہم صحبت ہے با یکدیگر علیٰ کراہ
رہتا تھا۔ اکثر آپس میں غزلین طرح کرتے تھے۔ اور دونوں میں کہتے تھے۔ ہفتہ
عشرہ میں مشاعرہ ہی ہوا تھا۔ خوب لطف رہتا تھا۔

من اشعار الفارسی

رسم است اینکہ گیرد دست چکیان را	دلہ	ایاد ابرویش را کردیم نقش در دل
از نسیم صبح می جویم سراغ خویش را	دلہ	تا توانی ہمخان بوی گل ارد مرا
ما یم کہ باشد نسب ما حسب ما	دلہ	آنکس کہ بنار دہ نسب مردہ فروش است
ہر کہ را ندان نباشد دوست در آتش را	دلہ	وضع ہموار است مرغوب ملاطمینان
سیاحی دل کن کہ دیارے بزمین نیست	دلہ	در یاد خدا باش کہ کارے بزمین نیست
نگہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست	دلہ	بے بہار خلق شہرت با ہنر مسا ز نیست
شمع را آئینہ انجام جز آواز نیست	دلہ	منہائے کار عشق از بدایت روشن است
کاش عیا فی من رنگ کتانی مید است	دلہ	ہوس زخم بہ منتاب تجلی دارم
ہنوز باتن مجروح نسیم جانی ہست	دلہ	تو آن خدنگ نگاہے بسو ما افکند
گفتم آن شیفتہ بے سرا حاضرت	دلہ	آمدنیشہ دنیا بطلب گری دل
از جہان رو سیاہ بایہ کرد	دلہ	چون قلم مردم سخن چین را

خلق عالم گرسا فریتند	دلہ	خیمہ گردون چیرا برپا بود
کاشن دنیا با جو اندھی سپریا کند	دلہ	مادہ است این بیوفا شاید برے پید کند
شکے در برم چمن طرب آمادہ بود	دلہ	وانہ انکور قندیل چیرا عبادہ بود
قرب شہان مجھ کو تنکایہ می شود	دلہ	با آفتاب چہم سایہ می شود
فایغ از ہر دو جہان بندہ حسان تو ام	دلہ	سر و آزدوم و پابند گلستان تو ام
نہ بہر آنکہ منزل دور و پالنگت می نام	دلہ	دلہم چون جبریں جا طشت نکست می نام
بسکرم کردی و بر می طلبم آزرده مشو	دلہ	میکنم رقص کرد و ذیل شہیدان تو ام
شد صرف سوز عشق پیایے کیا فتم	دلہ	مانند شمع سوخت بانی کہ یا فتم
منظور از نظارہ حسنت شہادت	دلہ	از فعل بد ترست مانی کہ یا فتم
راز جانان نیز معشوق ست بیا پیش دلا	دلہ	بہرین یلی نباشد بہتر از دل محلے
پاسن ل گریبنوانی شہت سلطانیشوی	دلہ	این نگین اگر بدست آری سلیمانیشوی
بے غبار کینہ توان ریستن اسادہ لوح		از صفائے سینہ چون آئینہ حیران می شود
تا شنیدم پندناصح می گیرم از شراب		چون گرد کس سگ دیوانہ می ترسد ز آب
دل خون گشتہ ز چشم چہ بتا خیر چکید		وانمی شد گردہ الفت او دہر چکید

جویا - محمد فاضل سہرندی

جویا تخلص - محمد فاضل نام - آپکا اصلی وطن سہرند ہے - اوسط عمر میں وطن سے
 اوزبک آباد کن میں بارہویے - خواجہ کامگار خان اوزبک آبادی کے ہم صحبت تھے
 مزاج میں یوانگی تھی - عزت نشین رہتے تھے - اہل دنیا سے کم ملتے تھے - گذر اوقات کا یادگار

اطفال منہو کی تعلیم رہا۔ آپ سرکاری ملازمت سے تنفر تھے۔ آزادانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ درویشانہ رنگ رہتے تھے۔ شعر گوئی میں زمین و فہم تھے۔ جولانی طبیعت و رسائی فکر سے تازہ تازہ مضامین ایجاد کرتے تھے۔ اور اشعار میں نئے نئے رنگ دکھلاتے تھے۔ خواجہ موصوف آپ کی مدح میں کہتے ہیں۔

سخن فہمی عیو یا ختم شد چون حسن معنیو کہ پیش از جنبش لب یافت معنی طبع چالاکش
لچہ ہی نرائس شفیق اور نگاہ دی نے تذکرہ گلرخا میں لکھا کہ آپ دوسری تاریخ
ماہ شعبان ۱۲۸۶ ہجری میں بہشت برین روانہ ہوئے۔ بیرون شہر رنگاہ و دفون ہوئے

من اشعارہ الفارسی

دلہ	بال بلبل آشیان گردید و از پر واز ماند	دلہ	بسکہ لبرست گلشن از بہار جلوہ ات
دلہ	آب گردید و دلم آئینہ ایجا دکنید	دلہ	سرکشان از مرغ حیرانی من یاد کنید
دلہ	مشت خاک کی بسخت شمشاد کنید	دلہ	پیش سر و قدر عنای کسے از قمری
دلہ	غبار پیر کنگان سر و چشم زینجا شد	دلہ	ز غیرت عشق چشمی غیر می بند تماشا کن
دلہ	فکر نقاش بی پرید کہ تصویر کہ بود	دلہ	شوخی رنگ کستہ است صدی لہ چون گل
دلہ	بر مرارش سایہ از شاخ مغالان می شود	دلہ	غم نہار دشت چشم تو از خورشید حشر
دلہ	سہا سحر از شمع نے درنا خن روانہ بود	دلہ	شب کہ یاد غیرت او شمع این کا شاد بود
دلہ	خبر از صبح محشر رسیدہ حال بنا گوشش	دلہ	بال آسا پئے بیداری دل مرگاز چو یا
دلہ	کہ دل شد پرہ زنبور یا و شج غر با لم	دلہ	ندانم تا چہ ساز و بانقاب آن شوخی تر گان
	کہ نتوان دید اندر خانہ آئینہ متنا لم		چنان از خانان آوارگی دارم بیتابی
	خوبان برق جلوہ درین دام کرہ ایم		مور کہ از خضاب سیف نام کرہ ایم

تعوذ بہ ست صبا در گلوئے گل
کہ موئے چینی افلاک گردیدہ آغوش

جویانہ شبنم ست کہ از شکند لب
ز فیض عشق میر آئینک حیرت نالہ دارم

جولان - میر حسن علی خان حیدر آبادی

جولان تخلص - میر حسن علی خان نام حیدر آبادی المولدین - شہر کے مشاہیر
شرفارمین سے تھے - مہر کار عالی نظام کے منصب دار تھے - دی استعداد و لائق آپ کو
عالم جوانی میں شعر گوئی کا شوق ہوا طبیعت کی تمیزی و چالاکی سے موزون
کرنے لگے - کلام سنجیدہ و با محاورہ ہوتا تھا - ملاحظہ لطافت میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا
ہم کو نہیں معلوم ہوا کہ آپ کس شاعر سے اصلاح لیتے تھے - میرا گمان ہے کہ
آپ بمصداق اشعار تلامذہ الرحمن فیض الہی سے فیض پاتے تھے - آپ
۲۵ ہجری میں زندہ تھے - رحلت کی تاریخ کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھی -

من کلامہ المہندی

کہ جب کو دیکھ کے زار کے منین آ پانی بہر

اب ایسی جام ساقی شرابِ غوانی بہر

جوش - مرزا غلام حسین مدراسی

جوش تخلص - مرزا غلام حسین نام مدراسی لاہل میں - مدت سے حیدر آباد
دکن میں سکونت پذیر ہیں - فارسی میں استعداد و لائق - شعر گوئی کے شائق
میر محمد زکی مگھنوی سے اس فن میں مشفق کی ہے - استاد کی اصلاح سے چند ہی روز
میں آپ کا کلام صاف درست ہو گیا - نچنگی و شستگی کلام سے نمودار ہے - آپ

نیک کردار و پسندیدہ گفتار و حمید رقائبین فی الحال تخیلاً آپ کی عمر چالیس کی ہوگی

من اشعارہ الہندی

یہ کتنا فی ہے اونکار و می زیاد کی صورت ہے	ہم اسے قلب و شن کا سوید ازل کی صورت ہے
ہوئے ہم بخود حیران ہے لب نہر خاموشی	یہ رخ کی یہ مان بار کی تیل کی صورت ہے
جگر و سب دماغ سے بہنے دل آتش غم سے	ہوئے لالہ دیوان میں بھی اصل کی صورت ہے
نہوں دریا و لوں کے قریب سے کم ظرف ستغنی	صد کے کفین کی گیسو سائل کی صورت ہے
گر یہ بھی توں کی چہرہ سمین کا ہے شستہ	عیان آئینہ سیاب میں بسمل کی صورت ہے

جرات - سید رضوی خان

جرات تخلص - سید رضوی خان نام - سادات صیح النسب سے تھے۔ عالم فاضل و نشی کامل تھے۔ کتب درسیہ فارع التحصیل۔ انشا پر داری میں منشی ہیشی شاعر گوئی میں شاعر بے بدل تھے۔ نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کی سرکار میں ملازم تھے دارالانشاء کے منشی تھے۔ نواب شہید کے مقبرین میں داخل۔ میرزا و بلکہ اچھی بہت محبت رکھتے تھے۔ جب ملاقات کرتے تو نہایت خلوص اخلاص سے کرتے تھے پچھی نرائن گل رعنا میں لکھتے ہیں کہ میرے حال پر بہت ہی مہربان تھے۔ آخر آپ بمقتضائے قضا و قدر رکاٹ گئے۔ نواب سراج الدولہ بہادر محمد علی خان بن نواب انور الدین خان شہامت جنگ گویا مودی سے ملے۔ نواب نے آپ کی بڑی تعظیم و توقیر کی دیوانی کی خدمت پر مامور فرمایا۔ دو تین سال تک دیوانی کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر سال ہجری میں رکاٹ میں فوت ہوئے۔ اسی مقام میں مدفون ہوئے

جباب میرزا و بلگرامی نے آپ کی رحلت کی تاریخ لکھی ہے
 رضوی خان منشی ہمیشہ یک قلم طبع زار اور سامی
 سال تاریخ فوت و حیات گفت دل فیت منشی نامی
 چونکہ آپ کے تالیف طبع بہکودستیاب نہیں ہوئے اسوجہ سے گزارش نہیں کئے گئے

جلیل۔ مولوی حافظ جلیل حسن صاحب اُستاد علی حضرت خلدیہ ملکہ

جلیل تخلص۔ جلیل حسن نام ہے۔ آپ مولوی حافظ عبدالکریم صاحب کے
 فرزند ہیں۔ آپ کا وطن اصلی مانک پور ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت
 ۱۲۸۳ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور آپ کی نشوونما بھی وطن ہی کی آب ہوا میں
 ہوئی۔ آپ ابتدا سے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ آپ کی طبیعت نہایت چست چالا
 تھی۔ ذکاوت و فطنت کے میدان میں جولانی کرتے ہی۔ اولاً آپ نے وہ سالہ کی عمر میں
 حفظ قرآن سے فراغت پائی۔ بعد ازاں طالب علمی شروع کی۔ لکھنؤ میں آپ کے
 متعدد اساتذہ سے کتب متداولہ درسیہ عربی و فارسی حاصل کیں۔ اور آپ کو تحصیل
 علم کے بعد شاعری و سخن گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت مولوی امیر محمد مینائی
 کی خدمت میں آئے اور آپ کے سلسلہ ملذبین وابستہ ہوئے۔ اور آپ کے رامن
 خدمت کو ایسا تھا کہ تاہرگ امیر مرحوم کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ کوئی وقت
 ایسا نہیں ہوا کہ آپ حضرت مرحوم سے دور ہوئے ہوں۔ آپ مرحوم کے ارشد تلامذہ
 ہیں۔ مرحوم آپ کو اپنے فرزندوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ جلیل کے کلام صلاح و
 فرماتے تھے کہ کلام الجلیل جلیل کلام ہے۔ آپ کی طبیعت سخن سنجی و شاعری کی بلند تھی

عروج کر رہی تھی۔ شعلہ جوا کہ طرچ آسمان ہم کی طرف مرتفع ہو رہی تھی اور طبع میں
 قوتِ سخنور ایسی تھی جس مضمون کو چاہتے نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ نہایت مایک کرتے
 تھے۔ اور استاد کے ملاحظہ میں پیش کرتے تھے۔ استاد کی پیرائش و آرائش سے آپ کے
 شاہد سخن کا حسن و بالا ہو جاتا تھا۔ آپ کی نازک خیالی و شیریں مقالی کے زیور سے شاید
 سخن کی وہ حالت ہوتی تھی شعراے وقت فریقہ و شیفقہ ہوتے تھے آپ کے کلام کی
 نزاکت و لطافت کیا ہے گویا کرامت و خرق عادت ہے۔ معترضین میرے کلام
 پر فریقہ لگائیں گے۔ اور کہیں گے کہ جلیل کی تعریف حضور ہی تعلق کی وجہ سے تعلقاً
 کر رہا ہے۔ بخدا میں کسی تعریف تعلقاً و مذمت عدوئاً نہیں کرتا ہوں بلکہ واقعہ کو
 واقع کے مطابق بیان کرتا ہوں۔ اگر کسی نکتہ چین کو ہمارے کلام کی تصدیق و تکیذ
 مطلوب ہو تو حضرت جلیل صاحب ترجمہ دیوان مستمعی تاج سخن جو فی الحال مطبوع ہو
 شایع ہوا ہے مطالعہ کرے۔ ہمارے کلام کی تصدیق و تکیذ صریح ہو جائیگی عجب
 نہیں کہ معترض نکتہ چین کلام کی کرامت کے اثر سے اس بات سے توبہ کرے گا کہ
 میں نے مولوی صاحب پر بیجا اعتراض کیا۔ اور انکو تعلق کے طرف منسوب کیا
 میں فی زمانہ حضرت جلیل کے دیوان کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ کا کلام مجھ پر جادو کا اثر
 کر رہا ہے ہر وقت میرے دل زبان سے یہی آواز برآمد ہوتی ہے واہ واہ کلام جلیل
 جل جلالہ۔ جلیل شاگرد۔ اور امیر استاد میں تمیز کرنا امر دشوار ہے۔ اگر کوئی ناواقف
 شخص کے سامنے دونوں بزرگوں کے کلام کو پیش کریں۔ اور حکم بنائیں کہ دونوں
 میں بائیکا کر کیا نسبت ہے تو غور و فکر کے بعد یہی کہیگا کہ دونوں استاد جلیل الاستعداد
 ہیں یہ نہیں بتلا سکیگا کہ ایک استاد و دیگر شاگرد ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر مینائی

جو نقاد سخن تھے جلیل کو مثل نخت جگر سمجھتے تھے۔ اور جلیل کی شاگردی پر ناز کرتے تھے۔ میں نے دونوں بزرگوں کے کلام کو خوب غور و فکر سے دیکھا ہے اور میزان عقل میں دونوں کے کلام کو تولد ہے تو دونوں میں عام خاص میں وجہ کی نسبت پائی۔ اگر میں بمصدق پسربہ ازید کہوں تو میرا قول بیجا نہوگا۔ لیکن بعض نکتہ چین میرے قول کو مبالغہ پر محمول کریں گے یا سخن فہمی میں ناقص کہیں گے۔ جو اہل سخن منصف فراج ہوں گے وہ تسلیم کریں گے اور کہیں گے جلیل صاحب ترجمہ کی تعریف واقع میں حضرت امیر مرحوم کی ہی تعریف ہے۔ پہلے میں لکھ چکا ہوں کہ آپ استاد مرحوم کے رکاب میں ہر وقت سفر و حضر میں سایہ کی طرح ہمراہ رہتے تھے جب امیر مینائی مرحوم طلب نواب الی رام پور۔ رام پور گئے۔ تب آپ بھی ہمراہ تھے جدیدیت رام پور میں خوشی و خرمی سے بسر کیے جب اسٹیم ہجری میں اعلیٰ حضرت کلکتہ سے واپس آئے تو بنارس میں فروکش ہوئے تب امیر مینائی رام پور سے بنارس آئے آپ سے ملے اور سندس مولفہ کو پیش کیا۔ اعلیٰ حضرت سندس کے ملاحظہ سے بہت مخطوط ہوئے۔ اور امیر مرحوم حیدر آباد ہمراہ لائے۔ سو اتفاق سے حیدر آباد میں پہنچتے ہی پیش سے بیمار ہو گئے پیش کیا تھی گویا موت کا سفیر تھی۔ ایک مہینہ تک پیش کا سلسلہ جاری رہا آخر اسی مرض میں واصل حق ہوئے۔ یہ واقعہ تاریخ ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ ہجری میں واقع ہوا۔ پس حضرت جلیل صاحب ترجمہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ امیر مرحوم کے فوت ہوتے ہی افسوس و حسرت میں مبتلا ہوئے۔ اور حیدر آباد میں اسی مہینہ کے سہارے پر انتقال کیا تھا کہ اعلیٰ حضرت قدر قدرت اپنی فیضان کرم سے سرفراز فرمائیں گے نہ مذکورہ سے ۳۲ھ ہجری تک سرکے آخر اعلیٰ حضرت نے آپ کو عزاء واکراما

پانسور و پیہما ہانہ کے تقرر سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ کو استاد کے لقب سے ممتاز کیا
 اعلیٰ حضرت کبھی کبھی آپ کو اپنا کلام دکھلاتے ہیں۔ حضرت جلیل صاحب مجاہد
 اِن مع العسر یسر صبر و قناعت و استقلال کی برکت سے فائز المرام ہوئے۔ اب
 فراغت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ آپ خوش خلاق و مقبول آفاق ہیں۔ سیرتاً
 فرشتہ و صورتاً انسان برگزیدہ ہیں۔ متقی و پرہیزگار۔ صوم صلوٰۃ کے پابند و معروف
 و نہی منکر پر پورے کا بند ہیں۔

الحمد للہ فی الحال ظاہراً آپ کی شان و عظمت درجہ عروج پر ہے مگر آپ کو اس شان پر
 غور ہے نہ ناز ہے۔ آپ کے مزاج میں وہی خاکساری و کسر نفسی ثابت و قائم ہے
 آپ بظاہر امیر ہیں لیکن بباطن درویش۔ آپ اکثر اوقات درو خانہ و قرات
 قرآن میں صرف کرتے ہیں۔ اور شائقین شعر و شاعری کے کلام کو اصلاح سے
 درست فرماتے ہیں۔ آپ کا دربار دربار عام ہے۔ غریب و فقرا اعزہ و امرائے شگفتہ
 جبین و خندان روی سے ملتے ہیں۔ ہر ایک خواہ امیر ہو یا فقیر، موعبر یا حسن خلاق سے
 ملاقات فرماتے ہیں۔ چند مہینے گذرے کہ فقیر مولف کو بھی آپ کے ملازمت حاصل ہوئی
 ہے بخدا مجھ کو آپ کی ملازمت سے بہت لطف مرہ حاصل ہوا ہے۔ آپ نے اپنا
 خاص یوان مطبوعہ جو محکومہ دیتہ عطا فرمایا ہے اس کے لیکنے سے ہر وقت لکھو اباسر
 و مرہ ہمدست ہوتا ہے کہ میں اس لطف کو زبان قلم و قلم زبان سے ادا نہیں کر سکتا ہوں
 آپ کا کلام نہایت شمسہ و پاکیزہ۔ شگفتہ و تازہ ہے۔ جنس و زوائد سے پاک و صاف
 تعقید لفظی و معنوی سے مبرا ہے۔

آب میں آپ کے تاج طبع سے چند اشعار گزارش کرتا ہوں۔

کلام الجلیل جلیل الکلام ہے

شکریہ فراموشی

جو دن پہرین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
 جس میں پہونے پہلنے کی نوبت ہی جاتی ہے
 راجا جوشہ کی نظر و نغم تیری اسکو لازم ہے
 چکاتے ہیں سوج کی کرن اچھی جاتی ہے
 توجہ چاہئے تھوڑی سی شاہ بندہ پرور کی
 جودل سے ہو راجا حضرت کا پیرسکو کمی کیا ہے
 مرے گلزار میں بگشت ان کب تک رہتا
 توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہیں جاتا
 اشارہ چاہئے پھر شکل آسان ہو ہی جاتی ہے
 کسی درد دل ہو بے ثریہ بغیر ممکن ہے
 مسیحا جب کہ فرما ہو پیر پوچھنا کیا ہے
 تجھ سے یہ مقصود کا ضائع نہیں جاتا
 عقیدت جمع ہی پوری تو کیسا پڑہ دوری
 بجای ہے اب عروشِ عربی کا دُون کی لینا
 گل مضمون جو کل تک خشک تھے اسکا تعجب کیا
 نہ میں چہا نہ میرے شعر چیتے بات تہی ہے

شبِ علم لاکھ لانی تھوڑا کا ہو ہی جاتا ہے
 دکن میں بار و نخل تنہا ہو ہی جاتا ہے
 ملا دیاسے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے
 درشتہ کا گداؤنی سے علی ہو ہی جاتا ہے
 فقیر کا جہان میں بولنا ہو ہی جاتا ہے
 موافق آسمان تابع زانا ہو ہی جاتا ہے
 کہ اکدن فصل گل کا دور دورا ہو ہی جاتا ہے
 یہ دیکھا ہے کہ فضل حق تعالیٰ ہو ہی جاتا ہے
 سہارا چاہئے پیر پوچھ لگا ہو ہی جاتا ہے
 مریضوں پر کرم فرما سیجا ہو ہی جاتا ہے
 دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے
 وہ اک دن ریت غوش تنہا ہو ہی جاتا ہے
 رخ محبوبِ لعلین جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے
 شباب آتا ہے تو جو بن بولا ہو ہی جاتا ہے
 خزان کے دور میں ہر پول کا ٹہا ہو ہی جاتا ہے
 جسے چہا کہیں کا راجا ہو ہی جاتا ہے

جلیل زار کو دیکھو جلیل تقدیر کو دیکھو
تجربہ کیوں کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر
یہ ایسی سرفرازی ہے یہ وہ درہ نوازی
حد کوئی کرے کسو اسطے شب بیدار ہے
لکھوں اب یہ کیسا تہ کچھ نہ شہ لا
یہ مدح شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کر نیکا

نقشب شاہ سے ملتا ہے یہ یا ہو ہی جاتا ہے
خدا کا فضل ملتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے
نہ کچھ کہئے مگر لوگوں میں چرچا ہو ہی جاتا ہے
کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے
کہ اس موقع پر لمبین جو شوق پیدا ہو ہی جاتا ہے
ارادہ میں نہیں کرتا ارادہ ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمال شاہ پر نسان پیدا ہو ہی جاتا ہے
نظر جسکی پڑی آئینہ روئے مبارک پر
سوار کی کمان سوار دیکھا ہے مگر پہر ہی
زہے سرفراز ہی بخت دولت ہی کیتھیں
خدا کہتے شہ حجاجہ کا ہے رعب اب ایسا
تجلی محو کر دیتی ہے ایوان معالی کی
کسی آزاد کی اس پر آزاد میں چلتی
بہت دور کو کہیں جو کوئی فائدہ کیا ہے
دلون پر کیوں نہ ہو قبضہ دیکھو دگر زمین
مثال ماہان انجمن آرا جو ہوئے مین
کمال شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے
جہان مجرم کوئی پہن کر ہو سائل مانی کا

جمال شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے
نصیب اسکو سکندر کا نصیب ہو ہی جاتا ہے
سلیمان کا شہ آصف وہو کا ہو ہی جاتا ہے
تمہیں جو دیکھ لیتا ہے تمہارا ہو ہی جاتا ہے
کسی کا بخت پیرا ہو تو سید ما ہو ہی جاتا ہے
ورشہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے
کرم کا خلق کا احسان کا بند ہو ہی جاتا ہے
خدا کا لطف کا شہ کمال شاہ ہو ہی جاتا ہے
یہ وہ جادو ہے جس سے غیبا ہو ہی جاتا ہے
تو شانمان جہان کا حلقہ ملا ہو ہی جاتا ہے
کوئی ارمان ہو وہ مہین پورا ہو ہی جاتا ہے
مروت آہی جاتی ہی اشارہ ہو ہی جاتا ہے

غائب ہا ہی خالی نہیں شانِ ترحم سے
 نکل جاتی ہے خدمتِ تہمتی زہین جاتی
 سزا کی واسطے زمین کو پہلو نہیں آتا
 مرے شہ کی سخاوت مشک کی تاثیر کتنی ہے
 ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
 عجب عہدِ مبارک ہے کہ جب چاہو جہاں چاہو
 مسافر کو سفر میں دھوپ کی نذر نہیں دیتی
 اسی درپر تو پہل ملتا ہے غلِ خاکسار کی
 دل آئینہ ہے اور آسمینِ صحنِ خسرو ہے
 سبق دیتے ہیں تقانِ فلاح و نجات ہو کر
 زہے تیرا فکری نکلے نہ نکلے تیرا چٹکی سے
 کلامِ خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
 خدا رکھے جہاں دو گل کہ ہر گلِ طبعِ گلین نے
 زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
 قلق کو داغِ آتش کو جلن کا مٹی پہنوشی
 بجا ہے سامعین کا مثلِ قمری نغمہ زور ہونا
 زمینِ سخت میں بھی معنیِ موتی نکلتے ہیں
 بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی جست جا کیا
 دسے ہیں شاہ کو خالق کیا کیا چاند کے کمرے

ہوا جو بظرف اسکا وظیفہ ہو ہی جاتا ہے
 یہی وہ بات ہے جس پہ پیدا ہو ہی جاتا ہے
 عطا کی واسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے
 چھپا کر لاکھ دین عالم میں شہر ہو ہی جاتا ہے
 لٹا تا ہے جو موتی دکانِ دریا ہو ہی جاتا ہے
 خوشی کا عیش کا سامان ہوتا ہو ہی جاتا ہے
 کمر پر دامنِ دولت کا سایہ ہو ہی جاتا ہے
 جو قدر میں پرچکا اسکا سوچا ہو ہی جاتا ہے
 کیا رازِ دل ہوا آشکار ہو ہی جاتا ہے
 ہوا جو بندہ بیدار دانا ہو ہی جاتا ہے
 دلِ حُما دینِ خونِ نمنا ہو ہی جاتا ہے
 شہِ مکتا کا ہر مضمون مکتا ہو ہی جاتا ہے
 گلستانِ بوستان کا رنگِ سبک ہو ہی جاتا ہے
 بیان پر بلبلِ شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے
 صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے
 کہ اک اک شعرِ موزون مہرِ غنا ہو ہی جاتا ہے
 صدف میں درجِ حیرتِ بلبل پیدا ہو ہی جاتا ہے
 طبیعت ہو جو باکی شعرِ بانکا ہو ہی جاتا ہے
 قمرِ حجب کیتا ہے گھٹکے آدھا ہو ہی جاتا ہے

<p>نہ کیوں دشمن ہوں سب کے دیدل نشانہ روئے مجھے دعویٰ نہیں لیکن ثنا جنت کی لکھنا ہو کوئی مانے نہ مانے میں تو ہوں اس فیض کا قائل جلیل صف کے حق میں جو دعا دل نکلتی ہے</p>	<p>کہ مہراہ سے گھرا جالا ہو ہی جاتا ہے سخن کو اپنی کتیا میں کا دعویٰ ہو ہی جاتا ہے زمین شکل سے مشکل ہو قصیدہ ہو ہی جاتا ہے اشرف فضل خدا سے اُس میں پیدا ہو ہی جاتا ہے</p>
--	--

اشعار منتخبہ دیوان

<p>جس نے دُرخن سے بہرہ مند جلیل کا امد سے حوصلہ ترے عبد دلیل کا طائر سدرہ تک نشانہ ہوا ہائے پامال دل حنا نہ ہوا مگر ایک دافع دل جدا نہ ہوا شجر آرزو ہر آنہ ہوا تم آؤ گے تہا سے آؤ اور دیکھ لینا ذرا پہرا دا سے اور دیکھ لینا قیامت ہو چکی پہر ہی رہا دہر کا قیامت کا مرے پہلو میں دل کیا ہے خزانہ محبت کا سننے والوں کو بھی یوانہ بنایا ہوتا مری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا دیکھا تو دُورے دُورے میں اسکا ظہور تھا کوئی ہو ا نہیں دل جلا نے سے طلب</p>	<p>ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا خود فرش خاک پر ہے نظر عشق پاک پر ناوک اُسکا کبھی خطا نہوا تیرے قدموں سے کیوں رہتا دل سے صبر و قرار سب بہا گے نہ ملا یا ر سرو قد افسوس مرے جذب دل کا اثر دیکھ لینا ابھی ہے ٹہپنے کا ارمان باقی ابھی باقی ہے آقا قبر پر اس قند قامت کا قلع اسمین ٹپ اسمین الم اسمین ہے سچ اسمین مرے وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا مر کے بھی روح نہ پینے کو ترستی ساقی پرودہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا نہ وہ شمع دیکھین نہ پروانہ دیکھین</p>
--	---

آہی جا بیگا محبت میں انتر آجے آپ
 پہلو سے وہ اٹھے سو کہا دل نے مائے دوست
 اُنسے ملنے کا ہے سوال عبت
 چمک کر بولی وہ برق نظر آج
 کہو اُنسے بچاؤ دامن اپنا
 یوں تو سہل ہے ترسا را بچا میری طرح
 گل گر بجلی سے چوٹا آج صرصرے اڑی
 موسم گل ہے پہول پہولے میں
 ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جو ان ہو کر
 نصیبوں سے ہو کر تا ہے مرزا اچھی رت پر
 تو کل کا یہ نقش ہے کہ اطمینان پیدا کر
 صبا کو ہے بلبل نانشا کی تلاش
 قسمت نے دی نجات نہ محکو تلاش سے
 اشد سے تیری زلف سیہام کے خواص
 کیا نصیب کے زبردست ہیں خال عارض
 کہاں ہم اور کہاں اب شراب خانہ عشق
 غلط ہے صاحبِ دل کو گر غنی کہے
 کیا کیا شب غم ہم نے نصیب نہیں دیکھی
 دیکھیں ہیں طر حدار جلیں مکہ سے لاکھوں

ہوئی جائیگی انہیں میری خبر آپ کی
 آ بار ہو کے لٹ گئی دولت سرائے دوست
 جان بچنے کا ہے خیال عبت
 کہ لو لگی خرمین دلکی خبر آج
 کہ ہے شعلہ فگن رانج جگر آج
 پڑ پڑ چنے لوٹنے والا کہاں میری طرح
 ہونہ دشمن کا یا رب نسیانہ میری طرح
 دیکھنا باغ کیا ہے سرخا سرخ
 ہماری باغ ہستی میں بہار آئی خزانہ ہو کر
 خدا نسا ہمیں تو ناز ہے اپنی محبت پر
 نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر
 بلبل میں ہم کہ ہے صبا کی تلاش
 دلبر ملا تو ہے دل نانشا کی تلاش
 اک مرغ جان کنج میں ہیں سوام کے خواص
 جنکو حاصل ہے شب روز وصال عارض
 نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانہ عشق
 غنی وہ ہے جسے مدد سے خزانہ عشق
 اتنی ہے کمی صبح قیامت نہیں دیکھی
 دل جبکا ہے آئینہ وہ صورت نہیں دیکھی

جعفر - مرزا جعفر بیگ قزوینی

جعفر تخلص۔ مرزا جعفر بیگ نام۔ آپ بدیع الزمان قزوینی کے خلیفہ الصدوق
میں۔ اکبر و جہانگیر کے عہد میں معزز و ممتاز رہا۔ فن شاعری میں استاد کلام تھا
ثنوی شیریں خسرو اسکے کلام شیریں کی یادگار ہے۔ اپنے عم بزرگوار کے فوت ہونے
کے بعد مخاطب بہ آصف خان ہوا تھا۔ ۲۱ لہ ہجری میں بلدہ دار السور
برایں پور میں فوت ہوا۔ کبھی عمر نے تاریخ وفات اس فقرو سے نکالی ہے
صدیف از آصف خان۔

من اشعاره

<p>درباد صبا بوئے کسے بہت کہ یعقوب ہزار بلبل شوریدہ خاک شد جعفر درستی ہمہ کس در شکست نپذیری ای صبا در شکم اما دل میں جوش میگیرم شہر گنجائش غمہائے دل چون دست ز شوق آنچہ آنجا دید فرما د</p>	<p>چشمے کہ ندارد برہ قافلہ وار د مہنوز رسم خود آرائی چمن بہت شکست زلف کجا و دل شکستہ کجا کہ این گستاخ است نتوان بہر و با بست آفریدند برائے دل ما صحرا را مرا اینجا قلم از دست افتاد</p>
---	---

حروف الحاء حطی

حفظی۔ نواب حفظی اللہ خان

حفظی تخلص۔ حفظ اللہ خان نام۔ آپ نواب سعد اللہ خان وزیر اعظم
کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت ہند میں واقع ہومی سن شعور کے بعد علما و قلماء

کتب و تصنیف کیں۔ لائق و فائق ہوئے۔ بادشاہی منصب سے فرما رہے تھے۔ آپ خوش خلق و باخیر نیک طینت و نیک صورت تھے۔ علما و شعرا و فقہر انہایت اخلاص و محبت رکھتے تھے۔ ماہ ربیع الاول میں میلاد شریف کی مجلس نہایت عظمت و شان سے کرتے تھے۔ ایک ہزار سے زیادہ اہل عوت ہوتے تھے۔ کہانے سے اول آخر وقت تک خود بذاتہ آفتابہ و سیلابچی ہاتھ میں لیکر تمام اہل عوت کے ہاتھ دہکتے تھے۔ اس فعل خیر سے ثواب اخروی حاصل کرتے تھے۔ عالمگیری زمانہ میں شہر و سیستان کے صوبہ دار تھے۔ صوبہ داری کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے۔ آپ کے زمانہ میں تمام رعایا امن و امان میں تھی۔ آخر سال ہجری میں سیستان میں آخرت کا سفر اختیار کیا۔ جناب میر غلام نزا و بلگرامی نے آپ کی وفات کی تاریخ کا مادہ ایہ کریمہ پایا قلہم جنات الماویٰ نزلوا کا نوا یعلمون۔ خوش گواچے، مگر ہ میں لکھا ہے کہ آپ ہوزون الطبع تھے کبھی کبھی رباعی یا غزل موزون کرتے تھے۔ ایک وقت آپ کی مجلس میں کسی میر نے ناصر علی سرہندی کی رباعی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھی

پیش از ہمہ شان غیور آمدہ	ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
اسے ختم رسل قریب معلوم شد	دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ
آپ رباعی کو سنکر حسرت کرنے لگے اور فرمایا کاش یہ رباعی میرا حصہ ہوتی تو ہر روز قیامت باعث نجات ہوتی۔ پھر فکر کر کے ایک رباعی کہی یہ ہے	
ورا بنجن و ہر سخت آمدہ	زرا کہ گو نہ کشاکش شد آمدہ
اسے ختم رسل اگر چہ در بزم وجود	دیر آمدہ ولے در ست آمدہ + انتہی۔

من اشعاره الفارسی

اے کہ می گوئی کہ می آئم نمی آئی چہ
پائے شوق را مگر نگار خناینجیر است
اے آنکہ سراپا ہمہ طیف نمکی
ولہ بر برگ گل تازہ چکیدہ نمکی
جنر شیفہ رستان حلاوت نمکی
پیغمبر خوبانی و اما نمکی

فائدہ نواب متوسل خان بہادر بندگا نعلی حضور صفیاء کے داماد اور صفا ترجمہ کے تحت جگرتے اور ہدایت محی الدین مظفر جنگ بن متوسل خان آپ کے پوتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو دکن سے خاص تعلق تھا۔ اسی تعلق کی وجہ دکنی شمار کئے گئے تھے۔ ہم نے یہی بزرگوں کے وجہ سے نواب حفظ اللہ خان کا ذکر اہل دکن میں شامل کیا قافل ولا تنکن من الغافلین۔

ہمیشہ بہار کے مولف نے لکھا کہ حفظ اللہ خان دی استند و کوال دوست تھا علوم عقلی و نقلی میں مہارت کامل رکھتا تھا۔ عالمگیری عہد میں صوبہ دار می لاہور پر مقرر تھا۔ ناظم و ناشر تھا۔ من کلامہ

تردماغی می کند پروانہ در پروانہ شوقی بہ روغن بادام گویا در چرخ عشق زندہ نہی کلامہ

حشمت محتشم علی خان

حشمت تخلص میخترم علیجان نام۔ سادات بدیشان سے تھے۔ آپ کے اجداد میں ایک بزرگ اور مہند ہوئے۔ آپ کے والد میر تقی محمد یار خان صوبہ دار دہلی کی رفاقت میں مدت تک ہے صوبہ دار عالمگیری امر میں تھے۔ حشمت کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ سن شعور کی بعد دہلی میں علما و فضلا سے کتب رسیت تحصیل کیں۔ پہر آپ کو

شعرونی کا شوق پیدا ہوا۔ شعرونی شروع کی خوب شعر کہنے لگے ہندی فارسی نوزبانوں میں
کلام مزون کرتے تھے۔ آپ کا کلام دونوں زبانوں میں پاکیزہ و صاف ہے۔ اس کے شعری عبارت
سلیس و محاورہ ہے۔ اپنے سخن خوری میں ممتاز ہے مدت تک میر محمد افضل ثابت و شیخ عبدالرضا
متین مرزا بعد نقاد و ریدل آزاد کے مصاحبیت و محاسنت میں رہے اکثر ارباب معاصر کے ساتھ
مشاعرہ میں شریک تھے تھے۔ ہم طرحی غزلوں پر شاعرہ کا بازار گرم کھتے تھے۔ آپ کی فائز
۶۳ لکھ بھری میں واقع ہوئی۔ علی قلی خان الہ ریاض الشعرا میں لکھتا ہے کہ میں کبیر و
حشمت کے دیوان کو دیکھتا ہوں کہ یہ ہریت میری نظر سے گزری ہے
نہ برابرانی ہم طرح حشمت می تواند نہ ہر چینی فروش نیم فغفور می گردد
چون چند کسل مردم پران بعنوان سوداگری دلی میں چینی فروش کی تے میں
ہندوستان میں ایرانیوں کے لئے دوکانداری کرنا لگا ہے۔ اس نے ہندی اور
کل ایرانیوں پر چینی فروشی کا طعن کرتے ہیں۔ مثلاً کسی و ہندی نے کہا ہے
ما زبان اہل ایران را ہوئی بستہ ایم دست این چینی فروشان را ہوئی بستہ
ان ابیات کے دیکھنے سے میرے دلیں جھپٹ و غیرت نے جوش پیدا کیا حشمت کے
دیوان کے حاشیہ پر یہ دو بیت لکھیں اور حشمت کے نزدیک دیوان کو بھیجا ہے
باستادان ایران ہندی ہم طرح میگردد بچینی میرند پلو سفالین کا سہ بنگی
حریف نالہ و لہائے زار ما حشمت من انگشت بر لب چینی فغفور مارا
پس حشمت صاحب ترجمہ بیات کو دیکھ کر پشیمان ہوا معذرت کی انتہی کلام ہے۔
آچھا حب دیوان میں تقریباً سات ہزار اشعار ہیں۔

ولہ	کشتہ شمع را چو سحر اہل بزم گفت
ولہ	رونق از دیوانہ کشور سودا گرفت
ولہ	گر چنین شہر بسودا تو دیوانہ شود
ولہ	بار قیباں نغمہ سجدہ خاک در دست
ولہ	سہر نقش ہستی عقدہ کار دل من شد
ولہ	نگاہ گرم چہ سان در بغل کشتہ نگش
ولہ	صبر و بی طاقتی آنروز کہ قسمت شد
ولہ	جان بقریان کمان تو کہ زدا خر کار
ولہ	پیر گردیدم و سرمی گردود
ولہ	از رنگ لالہ و داغش عیان است
ولہ	قتقہ از بالائے ابروئے تو آفت می شود
ولہ	بیا کہ ز اشک سوزانیم با ہم بلبل گل را
ولہ	زین پیش کہ دل نالہ و آہ ہے میگرد
ولہ	گریبان گریان رو ورمیدارم داد
ولہ	این روز بود اول شب در نظر مرا
ولہ	دشت از ما بود کو مجنون روز می جا گرفت
ولہ	ہمچو زنجیر ہر کو چہ فغان بر خیزد
ولہ	این نمازیت کہ بے شرط جماعت ہا
ولہ	خط پینہا نیم چون قفل بجد شکل من شد
ولہ	کہ از فروغ در کوشش دیر در نگش
ولہ	بیقراری من و صبرا یوب رسید
ولہ	تیر صافی کہ بداد دل ما خوب رسید
ولہ	آسیا وقت سحر میگردود
ولہ	کہ حسن عشق با ہم تو زمان است
ولہ	آفتاب قبلہ سزد قیامت می شود
ولہ	تو گل را کن خجل در حسن من عشق بلبل
ولہ	چشمش من التفات گاہے میگرد
ولہ	خندان خندان من گاہے میگرد

مستمر

ہمیشہ نہ زلف شک سا تو رسد مار گناہ	باینہ بزم دلکش اتور سدا ایجا
دل خون نشود و خوابا تو رسد پشیمان	ما خاک شویم و سہر منظور قدہ و غیم زینک
میر در نے نکات اشعار میں لکھا کہ محترم شعراء ہندوستان سے ہے۔ سید صاحب سب سپاہی عمدہ تھا فارسی ہندی میں سخن گوئی کرتا تھا۔ خوش خلاق و کھاسا تھا	

ہر ایک سے نہایت عاجزی و انکساری ملتا تھا۔ عزیز دل شہرولی میں سکونت پذیر تھا۔ آپ کی بڑے بہائی میرو لایت اللہ خان تھے جسٹمت مدت سے خانہ نشین تھے ریختہ میں صحیح الفکر کی الطبع تھا۔ یہ دو بیت میر کے تذکرہ سے نقل کیجاتی ہے

نگہت گل نے جگایا کسے زندان کی بیج	پہر کر زنجیر کی جنکا پڑ گئی ان کے بیج
بہار آئی دیوانے کی خبر لو	اگر زنجیر کرنا ہے تو کر لو

گلشن بیچار کا مولف لکھتا ہے کہ میر محمد شمس علی خان جسٹمت خلف میر باقی بدخشاہی دہلوی المولود ہے۔ فارسی زبان میں رنگین خیال و شیرین مقال تھا۔ میر محمد فضل ثابت و شیخ عبدالرضا متین کا ہم صحبت ہم طرح تھا۔ ۱۲۰۱ھ ہجری میں ہمرگ مفاجات فوت ہوا۔

حقیر - ہما سنگہ و رنگ آبادی

حقیر تخلص۔ ہما سنگہ نام کتہا مل عرف ہے آپ کا مولد و نشا اور رنگ آباد ہے۔ غشی جو اہل علم و دبیر عطار درویشم ہے مضمون نگاری انشا پر دازی میں بلند پرواز۔ ایجاد معانی و سخن سازی میں سحر پر داز ہے۔ طبع نقاد و دہن مفاد سے لائی آبدار اشعار کو رشتہ نظم میں پروتے ہے۔ تحریر و تقریر میں بان و قلم سے موتی روتے ہے۔ خوش وضع و خوش مزاج ہے۔ نیک رفتار و پسندیدہ اطوار ہے۔ باوجود لیاقت و استعداد کسری سے ہر ایک کے مقابلہ میں اپنے کو حقیر و ناچیز سمجھتے ہے۔ سیراج دکنی و آزاد بلگرامی کی ہم صحبت ہے۔ جناب انطبام الدولہ ناصر خٹک شہید کے دارالانشا میں ملازم ہے۔ ۱۲۰۱ھ ہجری میں شہر لورنگ آباد میں فوت ہوئے۔

من اشعار الفارسی

<p>از بہار سبزات سرسبز بخت باغبان در چمن از حال بلبل پیچکہ آگاہ نیست تا تا شامی نگاہ چشم آن گلرؤ کند از ہوائے قنات شمشاد و شکش شد حقیر چون از زلف برآزین باقیم شمشاد طلب سخن از پستہ گفتم بر لبش نگہ کردم حقیر این مصرع موزون ز شہر دردمند</p>	<p>وز لب چون غنچات گلرؤ بخت باغبان خار با دارم بدل از طبع سخت باغبان ز گستان گشتہ در گلشن در باغبان در زمین سب طنبہ دی سبز بخت باغبان دعای زریادہ عمر او در نیم شب کردم باین حسن طلبان پستہ لب طلب کہ دم جلوہ ریزہ آدم در دامن رطلبم</p>
--	--

حامد محمد خان النخاطب علیخان آبادی

حامد تخلص - محمد خان نام۔ حامد علیخان خطاب ہے۔ آپ نے لٹ آبادی میں -
شیخ ابو بکر الہ آبادی چشتی کے شاگرد و مرید تھے۔ جنفی مذہب صوفی مشرب حریفان
ہم مشرب کی یاد و رنگین فرا جان ہمدم کے دوست دار تھے۔ شعر گوئی و شعر فہمی میں قابل
وائق تھے۔ نواب نظام الدولہ ناصر خاں شہید کے ہم صحبت مشاعرہ تھے۔ اکثر اوقات
نواب شہید کی ترغیب غزلین کہی ہیں۔ تعریف و تحسین کے مورد ہو میں پیہر کی
وصیت سے شعر کم کہتے تھے کبھی کبھی فارسی زبان میں موزون کرتے تھے۔ علوم
ادبیہ میں مستند و کامل تھے گاہے گاہے عربی میں کہتے تھے۔ بدیہ گوئی میں ضرب
تھے ایک روز ایک جوان لڑکا خوش لباس کے سامنے آیا۔ آپ نے اس وقت پیہر موزون
داد صدر نگ خوشدلی بدلم جامہ سبز و چہرہ گلزار

ایک وقت نواب صفحہ نظام الملک بہادر کے جشن سالگرہ - دوسرا ایک کسبہ بانی لکھا
 از بہر شہنشاہین خلد و بدجہان لعل و گہر آمدہ ز کان عجمان
 بارہ وے جہان فرور و روزن خورشید و رآمدہ سراج منیران
 ان صنم کن فی الجلباب کنت رائیۃ بل حوشم و شفقت زطرت فی المصل
 ان دو تین اشعار کے سوا ہلکے آدھے کلام نہیں ملا - شاید تلف ہو گیا ہو - تحفہ الشعراء میں
 افضل نقل قشالی نے جو آپکا معاصر ہے یہی اشعار لکھے ہیں - شاید میان حاد پیر قضا
 کی وجہ سے اشعار کی حفاظت نہ کرتے ہوں -

حفیظ - شیخ حفیظ دہلوی

حفیظ تخلص - شیخ حفیظ نام آپکا اصلی وطن ملی ہے - آپکی بزرگ سپاہ پیشہ تھے
 سپاہ گری کے پیشہ میں زندگی بسر کرتے رہے - مگر آپ سن شعور کے بعد عالم شائیں
 طالب علم ہوئے - چند مدت میں علما و فضلا کی خدمت میں ضروری لیاقت
 حاصل کر کے فن شاعری کے طرف متوجہ ہوئے - آپکی طبیعت تیسری میں شعاعہ جوالہ
 ہتی طبع والا فکر رسا سے شعور و زون کرنے لگے - کلام شیریں و رنگین ہونے لگا
 معاصرین دیکھ کر تعجب کرتے تھے - رفتہ رفتہ آپ نے جہ استاد کی کو پہنچ گئے - سب
 معاصرین آپکی استاد کی کے قائل ہوئے - آپ فارسی و اردو دونوں زبانوں میں
 کہتے ہیں - دونوں زبانوں میں آپکا کلام سنجیدہ و با محاورہ ہوتا ہے - پاکیزہ و شستہ
 آپ ہند سے اور گنگا و دکن میں آئے - راجہ مہپت رام کے خدمت میں باریاب ہوئے
 راجہ صاحب آپکی لیاقت و قابلیت دیکھ کر بہت خوش ہوئے - اور آپکو نہایت اکرام

واعزاز سے اپنے پاس کہا۔ اور آپ کے لئے معقول تنخواہ بھی مقرر کر دی۔ چند مدت
 راجہ صاحب کے مصاحب بنے۔ جب راجہ صاحب کا کام درہم و برہم ہو گیا۔ تب
 راجہ سے علیحدہ ہوئے۔ آپ بھی مجبوراً دیوان سے حیدر آباد آئے۔ اور راجہ چند و عمل
 مہاراجہ بہادر سے ملے ایک قصیدہ بھی پیش کیا۔ مہاراجہ بہادر نقاد سخن تھے اسوقت
 آپ کو خلعت اور ہزار روپیہ مہوار سے سرفراز فرمایا۔ پھر آپ حیدر آباد میں ملک استغفری
 کے درجہ کو پہنچے۔ اور مہاراجہ بہادر کے مصاحب بنے۔ آپ نے اپنی خوش کلامی
 و جادو بیانی سے مہاراجہ کو مسح کر لیا تھا۔ مہاراجہ بہادر آپ کے کلام پر فریفتہ و شیفتہ
 آغوش اخلاق و نیک طینت تھے۔ نازک مانع و پاکیزہ خیال تھے۔ ہر روز دربار
 میں تازہ و نیا لباس پہنکرتے تھے۔ باوجود جاہ و شہرت فقر و سست غبار پرور
 تھے۔ مہمان نواز و فیض گستر۔ کلمہ خیر میں بڑے جواغرد تھے۔ ہر ایک سفارش
 کرتے۔ آپ کے نزدیک آشنا و بیگانہ مساوی تھے۔ آپ کی بدولت ہزار مان غبار و فقرا
 مہاراجہ بہادر کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔ اور صد ہا آدمی سلسلہ ملازمت میں
 شریک ہوئے۔ ایک عالم آپ کا ممنون منت تھا۔ آخر آپ ۱۲۷۷ھ ہجری میں جنت کو
 روانہ ہوئے۔ اور حیدر آباد میں مدفون ہوئے۔

من اشعار الہندی

لب جانان سے جی آو اس آیا	مہکو آب بقانہ راس آیا
میں وہ شمع مزار بیکس مہون	کہ تپنگانہ جس کے پاس آیا
ہم اسے بادہ گلزار گلاتے ہیں	خانہ باغ آئینہ رخ کو بنا دیتے ہیں
ہمارے دل میں بہتہ دوالم کا جوش ہا	کہ سینہ داغون سے دوکان گل فروش رہا

خیال کا کل شکنیں یہ چکودوش رہا ہزارہ نالہ محشر تہا نہ لب تہے خط میں کچھ حسن طلب تہا نہ سوا اسکے جسے تپش پیر کیا قاتل پیارے کو چاک سینہ ہو گیا دل سے صد آنے لگی لڑکوں نے یکے لڑے جون ہی ستے سنگے	کہ مثل کعبہ مراد دل سیاہ پوش رہا کیکا پاس ادب تہا خموش رہا ما بخیر و سلامت بشما کہتے ہیں آپ فرمائے قبلہ سے کیا کہتے ہیں کہتے ہی اس کی جنت کی ہوائے لگی دیوانگون کی خون سے ہوا رستے رستے نگ
--	---

آپ نے ایک باغی حضور سکندر جاہ نور اور مدد کردہ کنی نذر کی تھی۔ رباعی

کوئی نام خدا لے کے حرم تک پہنچا خوش طالعی میری ہے کہ لیکر کہہ میں بند محبت آہ کیا کیا رنگ عاشق کو دکھائی روبر و غیروں کے شکوہ کیا کروں میں کیا	کوئی پوچھتے ہی دیر صنم تک پہنچا تجربہ کندر کے قدم تک پہنچا اگر یکدم ہنسائی ہے تو پھر پھر لاتی ہے ہو رہی سنگی پیر کرو باتیں ہمار ہی آپ کی
---	---

حنا - مہدی حسین خان لکھنوی

حنا تخلص - مہدی حسین خان نام آپ محمد حسین خان لکھنوی کے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت شہر لکھنؤ میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت بھی اسی شہر میں پائی۔ استاد علمی کے بعد شعر گوئی شروع کی۔ مولوی خان مولوی لکھنوی ۱۲۶۸ ہجری کی خدمت میں سخن کی مشق کی۔ استاد کی توجہ کی برکت سے لائق و ممتاز ہوئے۔ دس گیارہ برس حیدرآباد دکن میں کسی سرکاری خدمت پر مود میں چست چالاک ہوشیار دنیا کا میں خوش سیرت نیک عادت میں محبت دوستی کے لائق میں شگفتہ جبین و خوشنویں

من اشعارہ

بار آمدنی بقا نہ

زبان ہی نہیں صرف التجا کے لئے

قلم ہے کیا جو ہے عرض مدعا کے لئے

تمہارے لب جو کرین دعویٰ سیجائی | مرض لے نہ کہین نام کو دوا کے لئے

حبیب - محمد کاظم صاحب کنتوری

حبیب تخلص - محمد کاظم نام - آپ کا مولد ونشا قصبہ کنتور ضلع لکھنؤ ہے آپ کے نسب کا سلسلہ جناب سید حمزہ بن حضرت امام موسیٰ کاظم سے ملتا ہے۔ آپ کے بزرگ سادات نیشاپور سے تھے۔ زمانہ سلف میں وطن اصلی سے ہند میں ہجرت فرما کر وہ قصبہ کنتور نزدکور میں فروکش ہوئے۔ اسوقت کنتور میں فضلاء و اولاد سکونت پذیر تھے۔ آپ کے جدا علی گہی و دین سکونت اختیار کر لی۔ آپ کے بزرگوں میں اکثر علما گذرے ہیں۔ علوم عقلی و نقلی میں بے نظیر ہوئے ہیں۔ زمانہ حال تک بھی اسی موروثی علم کا خاندان میں اثرباتی ہے۔ آپ کے ابتدا شعور میں سید تقی خاں غازی و عربی کتب پڑھیں تھیں۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کو شعر و شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کی طبیعت کا میدان شعر گوئی کے طرف رجوع ہوا۔ اور طالب علمی حالت میں خلل واقع ہوا۔ آپ تحصیل علوم کسب و فنون سے محروم ہوئے۔ مگر شاعری میں استقامت کے مترتبہ کو پہنچ گئے۔ آپ کے سخن کی شوق جناب سید لطف اللہ قادر مرحوم سے جو آپ کے ناما تھے کی۔ آپ کا کلام نزاکت و لطافت میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ جو موضوعات و خوش فکر میں فی الحال آپ کی عمر قریباً پینتالیس برس کی ہے۔ چند سال سے اس ریاست میں ملازم ہیں معتمد دارالمہام سرکار عالی نظام کے میونسپل ہیں۔

من اشعار الہندی

دسوز کون تھا ہمیں روتا جو بعد مر | ہاں کیسی کار کہتی ہے شمع مزار عمر

اسیبری میں بلانا زنی موعی حشمت کے نکلے	ولہ	چلے صحرا سے زندا کو گریبان پہاڑ کر نکلے
ہمارے ساتھ جاتے ہیں علم کو حشر واران		یہ حسن اتفاق اسوقت چہ ہم سفر نکلے
بے چلی مین دلو سوئے کوئے قافل حشرین	ولہ	کس تر دین ہے میر کاروان شام و سحر
عش پر ہو گا دماغ رہزراں کوئے عشق		آسان پر ہے غبار کاروان شام و سحر
عکس ہے یار ہے تصویر پشت آئینہ	ولہ	دیکھئے حکمی ہے کیا تقدیر پشت آئینہ
خط تقدیر ہے پہر جبے سمجھ میں جو ہے		نگلے میں غم سے ہم تصویر پشت آئینہ

حشمت میر حشمت علی حیدر آبادی

حشمت تخلص - حشمت تخلص - میر حشمت علی نام - آپ کا مولد و منشا حیدر آباد وکن ہے۔ آپ میر حیدر علی مرحوم کے فرزند ہیں۔ مرحوم لہ میر کار عالی نظام کے صدر مٹینہ خانہ کے میزبانی تھے۔ آپ نے سن تیز کے بعد علما حیدر آباد سے کتبہ سیکہ تحصیل کی۔ انشاء پر رازی و عبارت نویسی میں خوب مہارت پیدا کی۔ مزاج میں سخن سنجی و شعر گوئی کا دلولہ تھا۔ اور طبیعت بھی سنجیدہ تھی۔ شعر گوئی کے میدان میں سبقت کر کے خوب جولانی کرنے لگے۔ حیدر حسین خان حیدر المتوفی ۱۲۸۵ء ہجری سے کلام کی اصلاح لیتے رہے۔ کلام سے نزاکت و ملاحظ نمود ہوتی ہے۔ آپ کی عمر دنیا چچاس برس کی ہوگی۔ متنو سطر قد گندمی رنگ نائل بہ سیاحی۔ خدایتعا آپ کو گزشتہ زندہ رہے

من اشعار الہندی

مرگ عاشق پر جی اس طرح علم کہاتے نہیں	صبر کی جا ہے مر کے ساتھ مرجا نہیں
ہو گئے ہیں جاگے شاید کوئے جانان میں مقیم	حضرت آل ج پہلو میں نظر آتے نہیں

بخشش حیدر کا دربار معلّا عام ہے	اس جگہ شہت سینخندان فیض کب پائین
گورے ہاتھوں جو دفناؤ گے منت لگی	ولہ گور تیرمین نہ پر شمع کی جاب ہوگی
چیننا شور مچا ناسر مدفن کیسا	روح عاشق پہاچی اور قیامت لگی

حسب محمد حبیب رآبادی

حسب تخلص۔ محمد حبیب نام مشاعرہ شعراء حیدر آباد سے ہے۔ تذکرہ نویسوں
 آپ کی پوری کیفیت نہیں لکھی سنہ لاؤٹ فاکت کہی کچھ کہ نہیں کیا کلام معلوم ہوتا ہے
 کہ آپ شاعر لائق و فائق تھے۔ مضامین تازہ خوب تلاش کرتے تھے۔ خوش فکر
 و خوش خیال تھے۔ تقریباً آپ کا یہی انتقال سنہ ہجری میں واقع ہوا ہے۔

من اشعارہ الہندی

نہ گئی چشم سے آنسو کی روانی آخر	رہ گئی صرف یہی یار کی نشانی آخر
ہنس پڑا باغ میں مینا بلبل کی دیکھ	کہل گئی یار تری غنچہ دمانی آخر
موند کر لکھ کر کیا دوق سے سویا تھایا	نہ سنی حیف مری پیچہ کہانی آخر
دل بیدل کی یک تسلی کو	کچھ تو اپنی نشانی دو جاناں
گلبدن پہول کی مت توڑ تو ڈال آری	دیکھ بہی شور کرین بلبل مالی آری

حسن۔ امیر حسن ہومی

حسن تخلص۔ امیر حسن نام۔ نجم الدین لقب ہے۔ آپ میر علاء بخاری کے فرزند
 ہیں۔ آپ کا مسقط الراس شہر دلی ہے۔ آپ کی نشوونما و تربیت و تعلیم یہی وطن کی رہی ہے۔

ہوئی۔ عالم شباب کے ابتدائیں علوم و فنون کی تحصیل سے فارغ ہوئے۔ شعر و شاعری کے میدان میں سبقت کرنے لگے۔ اپنی طبیعت میں سخن سنجی کی قوت خدا وادہی۔ آپ کا کلام تصوف و تجرد و وحدت الوجود اور دنیاوی اسباب کی بے ثباتی پر شامل ہوتا ہے۔ حقائق کامل و بزرگان صاحب آل کے کلام کے سننے سے وجد کرتے ہیں اور نیم سہل کی طرح ترپتے ہیں۔ دنیا و مافیہا سے بیخبر و مست ہوتے ہیں و مقام است و بڑی کے طرف رجوع ہوتے ہیں۔ آپ فطرۃً زہد شرب فقر طلب تھے۔ مرات الخیال کے مولف کے تاریخ ہند سے نقل کیا کہ آپ مکارم خلاق لطافت و طرافت و استقامت عقل میں بے نظیر تھے۔ اور روش صوفیہ و تجرید و تفرید و بے تعلقی دنیا میں بے مثل تھے۔ زندانہ استغیانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور آپ کی توبہ کا سبب یہ لکھا کہ آپ یک روز ایک نہائی کی دوکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اس روز قدوۃ السالکین حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہ مع مریدین بازار سے گذر رہے تھے اور امیر خسرو بھی ہمراہ تھے۔ یکایک امیر کی نظر فقیر یعنی حسن صاحب ترجمہ پر پڑی۔ امیر نے دیکھا کہ صورت زیبا لائق و قابل سلوک ہے آگے بڑھ کے خواجہ حسن صاحب ترجمہ سے سوال کیا کہ ناں و کچھ کس طرح بیچتا ہے۔ حسن نے جواب دیا کہ روٹی کو تیرا رو کے پلٹرے میں رکھتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دو سو روپے پلٹرے میں زرقمیت رکھے۔ جب خریدار پلٹرے میں زر رکھتا ہے اس وقت اس کو روٹی دیکر روانہ کرتا ہوں۔ امیر قدس سرہ نے کہا اگر خریدار منغل میں تو کیا صورت ہوگی۔ حسن نے جواب دیا کہ اُس سے دو روپہ یا قیمت لیتا ہوں۔ امیر قدس سرہ آپ کے جواب سے متعجب ہوئے۔ واقعہ کی پوری کیفیت حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں گزارش کی۔ شیخ قدس سرہ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ لیکن حضرت کی توجہ باطن نے حسن کے دل پر اثر کیا کہ

اس وقت حسن کا حال متغیر ہوا۔ اور رد و طلب مانگیں ہوئیں۔ فوراً ان بانی کی روکان سے
 اہم کر حضرت کی خانقاہ میں آیا اور توبہ کی اور حضرت کی بیعت سے سرفراز ہوا۔ یہی
 حضرت کی توجہ تیرہ ہدف تھی۔ بزرگان دین و اہل شد کی نظر بے اثر نہیں ہوتی ہے
 پیر ہون تو ایسے ہوں۔ خدائے تعالیٰ ہکوا ایسے بزرگوں سے ملائے کہ ہم نیا و فیہا
 سے سبکدوش ہو جائیں۔ فی زمانہ پیری مریدی کی نسبت اگر گویشم کل اگر گویشم کل
 باملا چاری شوق ثانی کو اختیار کرتا ہوں۔ اور دم بخور رہتا ہوں خدائے ہم نام کو نیک
 ہدایت کرے۔ بزرگان دین کی توجہ مؤثر کی بابت کسی شاعر نے کہا ہے
 آنرا کہ بدایم کہ او قابل عشق ست رمرے بنائیم و دوش را بر بایم
 آپ میر خسر و کے معاصرین گویا دونوں بزرگ سخوری میں برابر ان توام ہیں۔ اور
 دونوں بہ مصداق ہذاں لسا حراں فن شاعری میں جا دو گر ہیں۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ امیر خسرو و امیر حسن میں باہم الفت و محبت اور نہ
 تھی۔ دونوں شانہر دے سلطان محمد بن غیاث الدین بلبن کی ملازمت میں
 ملتان گئے۔ امیر خسرو شانہر دے کی مصحفی رومی پر خواجہ حسن دوات دار تھی
 امور تھے۔ شانہر دے کی شہادت کے بعد دہلی میں آئے۔ ملازمت کے زمانہ میں دونوں
 ہم نوالہ و ہم پیا لہ رہتے تھے۔ لیکن امیر حسن امیر خسرو پر تقدم رکھتا تھا۔ تقدم کے
 مختلف باب ہیں۔ امیر حسن کے قصائد و قصائد سلطان غیاث الدین بلبن کی
 میں نہ دین۔ اور امیر خسرو کے قصائد سلطان کی مدح میں کم ہیں۔

اور مولف نے یہ بھی لکھا کہ خواجہ عمر ۵۶ سالہ حوض شمس کے کنارے شرب
 و کباب میں مصروف تھا کہ یکایک اس طرف حضرت شیخ نظام الدین ولیا کا گذر ہوا

خواجہ حسن نے آپ کو دیکھ کے یہہ دو بیتیں پڑھیں ۛ

ساہبا باشد کہ ما ہم صحبتیم گرز صحبت ما اثر بودے کجاست
نزد ناں فسق از دل دور نکرد فسق بایان بہتر از زہد شماس

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا: صحبت مؤثر ہے۔ اگر حسن بنیت سے ہو۔ کامیابی کا وقت پہنچ گیا تھا۔ فوراً شیخ کے قدموں پر گرے اور تمام گناہوں سے توبہ کی۔ اور حضرت کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ اور ایک غزل کہی اسکا مطلع یہ ہے ۛ

یک سر مگوشت سفید نشد هیچ موہر نت سیاه ماند
اے حسن توبہ انگہی کردی کہ ترا قوت گناہ ماند

آپ کی غزلیں و قصائد درو آمیز و شور انگیز ہوتے ہیں فصاحت و بلاغت کی خوبیاں مضامین معانی کی موثکافیان کلام سے ظاہر ہوتی ہیں۔ آپ حبیب و یاران ہیں۔ آپ نے ایک کتاب تسمیٰ نواید الفوائد جو حضرت شیخ کے حوالہ اقوال پر مشتمل ہے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے لکھی ہے۔ رسالہ مہانت لفاظ و لطافت معانی سے مرکب مرتب ہے۔ نقل کرتے ہیں کہ امیر خسرو رسالہ کی نسبت فرماتے تھے کاشکے اگر میری تمام تصانیف حسن کے نام ہو تیں اور یہ کتاب میرے نام پر ہوتی بہتر ہوتا۔ اور میں اس سعادت بادی سے مشرف ہوتا۔ اور دارین میں اس سعادت پر فخر کرتا۔ امیر خسرو کا یہہ کلام صحبت و اتحاد کی وجہ سے ہے۔ خواجہ حسن صاحب ترجمہ شعر گوئی و روشن عری میں سعدی شیرازی کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ خود کہتا ہے ۛ

حسن گلے ز گلستان سعدی گوشت کہ اہل معنی گل چین از ان گلستانند
سعدی شیرازی کی پیروی کرنے سے آپ کو سعدی شیرازی کہتے تھے مولانا عبد الرحمن صاحب

بہارستان میں لکھا کہ خواجہ حسن غزل گوئی میں طرز خاص اختیار کیا ہے۔ اکثر قوافی
تنگ و ردیفین اور اختیار کین۔ آپ کے کلام کی حالت مجتہدہ اگرچہ ظاہر نظمیں کسان
معلوم ہوتی ہے لیکن ایسا کلام کہنے میں شوار و مشکل ہوتا ہے۔ بناء علیہ آپ کے کلام کو
سہل متنع کہتے ہیں۔ ملاک اشعار شیخ فیضی کہتا تھا۔ امیر حسن آئے وار د کہ عاشق آن تو آئید۔
گو امیر خسرو یوسفیان بود چنانچہ خود میفرماید

احسن بر آستین نظم خود کو کج طراز خاصہ میں ساعت کہ طرز خاص پیدا کردہ
اتہی کلامہ۔ طائف شمرنی کے مولف نے لکھا کہ آپ طیف الطبع و لطیف المزاج تھے۔
آپ جب مجلس حباب میں جلوہ فروز ہوتے تھے تب حباب جلسہ کے وجوہ رونق پیدا
ہوتا تھا۔ آپ کے طائف و طرائف سے اجاب کو لطف مزہ حاصل ہوتا تھا۔ بحسب اتفاق
خواجہ حسن کی بیماری لائق ہوئی۔ عارضہ کی شدت سے بیہوش ہو گئے۔ چند اجاب مثلاً
امیر خسرو و منصور وغیرہ عیادت کے گئے اور آپ کو آواز دے کہ خواجہ صاحب! کیا ماری شناسید
یا کیا نیم؟ و آخر گفتند ماچہ ساینم۔ خواجہ نے انکبہ کہو لکر کہا کہ ما بندہ سخن اولیتم
تمام آپ کے کلام طرافت انجام سے محفوظ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ ایسے وقت میں بھی
کو ترک نہیں کیا۔ تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے لکھا کہ میں نے طیف المزاج ویم الطبع
و خوش خلاق مثل خواجہ حسن کیونہیں دیکھا۔ طافت مزاج و خوش خلقی میں نے نظیر نہ
سلاطین اور آپ کے ساتھ خاص جہ کہتے تھے یعنی آپ کے کمال و حسن بیاد کے خیر بار
ہوتے تھے۔ آخر عمر میں جب سلطان محمد تغلق شاہ نے دہلی کو حراب کر کے دیوگڑھ دکر کو
دارالسلطنت بنا کے دولت آباد نام سے موسوم کیا۔ تب تمام باشندگان دہلی حسب حکم
دیوگڑھ میں آئے۔ آپ بھی تمام کے ساتھ آئے۔ چند روز کے بعد جلد بریں و آئے ہوئے

انجمن اولیا { تاریخ رحلت ہے۔ بحساب مہ سوار تیس سو تھے ہیں۔ انجبالا صفیا
کے مولف لکھا کہ ۳۷۰ ہجری۔ اور مرآت النجبال کے مولف نے ۳۷۰ ہجری
لکھا۔ سند رحلت بقول مرآت النجبال صحیح معلوم ہوتا ہے۔ والعلیٰ عند اللہ۔

روضہ خلد آباد میں قریب مقبرہ شاہ برہان الدین غریب غفرلہ مدفون ہوئے۔ دکن میں
حسن شیر نام سے مشہور ہیں۔ بہہ خرابی و تصحیف حسن شاعر کی ہے۔ اچھا حب دیوان
تھے آپکا دیوان ہندو دکن و عرب عجم کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اب میں آپ کے
گلزارِ همیشه بہار دیوان سے گلہائے رنگین و شگوفہائے شیریں انتخاب کر کے بطور گلہ
ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں تاکہ اسکی خوشبو سے دل و مانع کو معطر و نازہ کرین

ہو خدا

نیست یار یکہ تنہا می گزارد یار را
بگذر چو نسیم گل وقت سحر سے۔ بر پا
چون کنم جائے نمی یا بزمِ دیوانہ را
آشنا ہر کہ کہ برگردو چہ غم بیگانہ را
گرد چمن برائے چہ بند خار ما
کافران را نیست از آتش نجات
خون او بہفت آسمانِ خون بہا
کان آفتاب شب و مژگان آسمان
سرچند کہ نامہ ام سیاہ است
غائب نشومی کہ با تو کار است

باز دل سوئے سفر می بینم آن لدا را
گر نسیم شبے تاکہ طالع نشومی جوین
باز دوزخ بجز زلف و لہران آویختم
صبر من بیگانہ تر شد چون تو برشتی من
خوبان اگر بدست رقیبان گرویند
طرہ از رویت نمیبگرد و جدا
جرعہ کرد دست افتد بر زمین
یار ب منجھے برسان تا بپیش
زلف تو شفیع محشر مباد
ساتی دم صبح مشکبار است

دل	چشم سے سوئے من نہی شود باز	دل	جانان مگر از منتِ خبار است
دل	یار یاری کند اگر خواہد	دل	قصہ من ہنوز بر اگر است
دل	بہو سم نامہ خود روزِ محشر	دل	کہ از خطِ سیاہش یادگار است
دل	عشقبازان دیگرند و عیش سازان دیگرند	دل	انچہ در فریاد می بینم در پروغبت
دل	از خطِ خونِ نیر و از رخسارِ خویش گویند	دل	محض ظالم بہ پیشینِ دشاہ عادل است
دل	سنگِ بر رو خود زن آتشِ درختِ لیش	دل	اے حسن بن سنتِ دیوانگانِ عاقل است
دل	روئے گلِ مینِ صفتِ رو کسے باوست	دل	بوئے حلقہ گیسوئے باومی ہست
دل	دوشِ چشمِ ہمہ کس نہ تو حیران بود	دل	چاشنیِ خمِ برومی کسے باومی ہست
دل	گفتم زباغ وصل تو بوئے بہن رسد	دل	آواز از در تو برآمد کہ باز نیست
دل	خال تو بر رخِ جہان افروز	دل	ہندومی آمد آفتاب پرست
دل	آبِ مژہ ما گذران شد ز سرا	دل	نیکو مثلِ ستِ نیکو ہم نامست کہ ہرما
دل	خطِ کشیدی من شدم عاشق	دل	رستی مشکِ عشقِ پہنانِ ست
دل	مرا بندور گرفت بر حمت بگذارد	دل	کہ باوشاہ بسے صید را گرفت گذارد
دل	یارِ آوار کی ہمی خواہد	دل	رفتن حج بہانہ افتادہ ست
دل	بیشتر خواہم شوم کانِ لعلِ تابانی	دل	زان مثلِ ترسم کہ در بابِ تنبہ آمدہ ست
دل	ما گناہے نکر دہ ایم	دل	خوئے بدر بہانہ بسیار است
دل	دلِ بروی و متواختی ہزار افسوس	دل	چنانکہ دہریت ہست و دلنواز می ہست
دل	مگر تہو نرسیدہ کانِ بزرگ گفت	دل	میان ماوشما عشقِ ہست باز می ہست

فائدہ اس بیت میں شیخ فرید الدین کے کلام کی طرف تلمیح ہے یعنی اقلوت

شیخ بہار الدین کے طرف سے شیخ فرید الدین کی خدمت میں ایسی بات پہنچائی گئی کہ شیخ فرید الدین کے موافق نہ تھی۔ بعد میں شیخ بہار الدین نے آپ کی خدمت میں ایک معذرت نامہ پہنچا۔ اسمین بہہ ایک فقیر تھا کہ میان ماوشما عشق ہا ہست کہ شیخ فرید الدین نے جواب میں لکھا کہ میان ماوشما عشق ہا ہست کہ

رویت در بہشت بود حظ چہ میکشی	ولہ	اسے ظلم پیشہ خار نہ برور بہشت
سرور سے کہ سایہ گرم زمین دینے داشت	ولہ	صبح سعادت است و دم زمین دینے داشت
یار ہمیشہ بر سر من پایدار باد		آن ابر رحمتی کہ نعم زمین دینے داشت
گشتم ز فرق تا بقدم حلقہ چو رکاب		زان شہسوار من قدم زمین دینے داشت
گر شمع خوانی سگ کوئے خودم	ولہ	و انداز شب نہ بازار من است
دلہم گم شد درین مجاہد کجالت	ولہ	لبش گیرم کہ نہان کردہ اوست
روزم تو بر فروز شہم را تو نور بخش	ولہ	این کارست کارمہ و آفتاب نیست
گفتی ترا چہ سود و چہ سورت از سماع		این آن سوالہاست کہ انداز جوابت
شب بدوشنید کلام حسن زردور	ولہ	گفتم بر پی مگر بغسون آمدن گرفت
نار گر با خندہ شیرین تولانی نژد	ولہ	وردہ لاش باز نگذاریم زندانی دست
چشم ہر ناظر بمنطور می نور کردہ اند	ولہ	تو تیاے گرگ گردہ میشان بس بود
جان پیش کشم چو تو در آئی	ولہ	در خلوت دوست جان بگنجد
ہر چہ بغضہ میکشی زندہ ہمیکنی لب	ولہ	چشم تو جو رہ میکند فعل تو داومی ہد
شیرین لبان کشند و نوازند یار ما		اندک تری نواز دو بسیار کمی شد
حسن دعا تو گر مستجابست مرغ		ترا زبان دگر و دل دگر دعا چہ کند

دل	شیرین لبان کشند و نوازند یار ما	دل	اندک نواز دو بسیار می کشد
دل	دل را نسیم زلف تو مد هموشی آورد	دل	جائز اشنا مل تو به بیهموشی آورد
	علل تو اسے نگار چه معجون حکمت است		گر چه خوانده ایم فراموشی آورد
	گفتی چرا سخن نمکنی چون بمن سری		حیران جمال تو مد هموشی آورد
دل	دل ربووی دگر چه خواهد شد	دل	راضی ام من بهر چه خواهد شد
	دل بشد جان بسوخت این گم شد		شدنی شد دگر چه خواهد شد
	بخت برگشت یار بر گریه دید		اسے حسن زین بهتر چه خواهد شد
دل	سیر من بزمین باشد پیشه پیش من رویا	دل	مگر آنروز معذورم که در زیر زمین باشد
دل	تخت هردو جهان بر در اومی آرند	دل	از من خسته سلامی دعا هم برسد
دل	اسے چو گل خاسته خارے بچا مراد	دل	قرۃ العین منی عین کمالت مراد
دل	اسے خضر کبار دگر نخل بسوئے روم کن	دل	روح اسکندر لگو کان بجیوان میرو
دل	بمکتبے که ارو میروی همه طفلان	دل	بغیر سورۃ یوسف گری نمی خوانند
دل	مصلحت نیست که پندم ہی اینجا حکیم	دل	هر کسے مصلحت خویش نکو میداند
دل	خواهم که بوسم یا تو چندان که دارم دریا	دل	اسے صبح دولت یکدم باویش نه نفیس
دل	فراق رو متوب یار شد چه چاره کنم	دل	مگر لباس حیاتے که هست پاره کنم
	گر فتم اینک به بندم دهن ز نالیدن		طعیدن دل پچاره را چه چاره کنم
دل	اگر گوئی بمیر اندر غم من	دل	عجب نبود که از شادی میمیرم
دل	لب شیرین و غمزه شوق	دل	نسخه صلح و جنگ می بینم
	صلح کردم بهو سه و نیت		چکنم وقت تنگ می بینم

دلہ	چگونه آدمی حیران نماید
دلہ	گفتم بغا ختنہ کہ چه می نالی بخینین
دلہ	اے از شب گیسوی تو بزم بقدرے و اگر
دلہ	جان من شنیدہ حب وطن
دلہ	خون شد دل دیوانہ ام لفت بسیار بخینین
دلہ	بسیار خواندہ ام صفت و رخ و بہشت
دلہ	کباب گشت جگر بے مے جگر گویم
دلہ	گفتی بدایع خاص مکرّم کنم ترا
دلہ	دایع گشتم از دیر رفتن تو
دلہ	سگ تو باشم و خاکد رت شوم حکیم
دلہ	بیا کہ بر ہمہ خوابان شہر شاہ توئی
دلہ	ز دست تو بکہ نام ز نام حکم ترا
دلہ	پیر می پیدا شدہ از نسل آدم
دلہ	گفتا کہ در س عشق تو مکرار می کنم
دلہ	پیر و زرخ یکسو فکن روزمر انور و رکن
دلہ	آخر رسید افسانہ نام شب و روز می بخینان
دلہ	روز رخ فراق نست بہستم وصال تو
دلہ	مرا جگر بدہ آن بادہ جگر گون دہ
دلہ	این وعدہ را امید وفاست گزینی
دلہ	دایع دیگر کہ دیر می آئی
دلہ	غلام حکم تو ام تا چہ حکم فرمائی
دلہ	چو غنچہ در صنف گل صاحب کلاہ توئی
دلہ	ز تو سو می کہ گریزم گریز گاہ توئی

امیر حسن صاحب جمہ نے ایک مختصر فتویٰ سلطان علاء الدین کی مدح میں لکھی تھی

من ابیات

ز در پرچہ داری برون کن حبیب	بیا اے کہر جوئے دریائے عیب
زہر و رچہ باشد ترا پیش کش	چو آئی درین بندگی بندہ و ش
درے و طبق نہ بیا پیش شاہ	طبق ز ورق دراز ز نظم خواہ
بر آوردہ حضرت زوال الجلال	زہے گلشن ملک نو نہال
روان کردہ از بہر حسان جوش	روان کردہ از بہر میدان جوش

زاور سختن در زمین جبے زبر	ز خورشید بر آسمان گوئے زبر
ترا ختم شد مملکت و راستن	برائے و برایت بر افراشتن
بین الخلافہ ازان شد خطا	توئی بر خلافت بحق و ستیاب
تو از صد فریدون بر آرمی بار	فریدون اگر کین کشید ز دوار

حاکم - حکیم بیگ خان لاہوی

حاکم تخلص - حکیم بیگ خان نام ہے۔ آپشادمان خان اور بیگ کے فرزند ہیں۔ قاضی میر یوسف ہراتی کے وخت زراوے۔ شادمان خان عالمگیر بیگانیہ میں بلخ سے ہند میں آئے۔ بادشاہی منصب دارو کے زمرہ میں شریک کئے گئے منصبی سے پنجہزاری تک ترقی کی۔ فردوس رامگاہ محمد شاہ کے عہد میں منصب پنجہزاری و نوبت و تقارہ سے سہ بلند و ممتاز تھے۔ اور لاہو میں سکونت پذیر تھے حکیم بیگ بھی فردوس رامگاہ محمد شاہ کے ابتدائے عہد میں منصب و خانی سے ممتاز ہوئے آخر آپ تارک الدنیا ہوئے اور فقیری کا دامن تہام لیا کشمیر و دہلی میں سیاحی کی۔ اور حرمین شریفین کی زیارت کا مصمم راہ کیا۔ اولاً خود صاحب ترجمہ و شیخ نور العین واقف بٹالومی باہم ملے دکن روانہ ہوئے۔ ۲۹ تاریخ ماہ ربیع الثانی ۱۰۷۱ ہجری میں اورنگ زیب دکن میں وارد ہوئے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی کے پاس فروکش ہوئے۔ آزاد آپ کی تشریف آوری سے بہت خوش ہوئے۔ جہاندار علی پورہ شاستہ دار کی۔ ایک ہفتہ تک نوٹن عزیز آزاد کے پاس جہاں رہے۔ ایک ہفتہ کے بعد دو نوٹن بزرگ بندرسورت روانہ ہوئے۔ واقف بندرسورت میں بسبب بیماری لاحقہ

سکونت پذیر ہوا۔ اور حاکم صاحب جمہ جہاز میں سوار ہو کے روانہ ہو گیا۔ مع الخیر والعمایہ
 حریم شریفین میں پہنچ کے حج زیارت سے فائز الحرام ہو کے سورت میں باجعت کی
 تباریخ ۵۱۵ اجاویں الاویں ۵۱۶ ہجری میں حاکم واقف اورنگ آباد میں داخل ہوئے
 آزاد و دونوں اعزہ کے ملنے سے بہت خوش ہوئے۔ اسوقت حاکم نے ایک مختصر تذکرہ
 شعر لکھا۔ اور اس تذکرہ میں اُن شعر کو درج کیا جنکو دیکھا۔ تذکرہ کا نام تحفۃ البحا
 تجویز کیا۔ آزاد بلگرامی نے کہا کہ اس کا نام مردم دیدہ رکھنا چاہئے۔ تاکہ اسم با مستی
 ہو جاوے۔ اور اس میں یہ نام بھی ہے حاکم نے پسند کیا۔ اور یہی نام قرار داد ہوا۔ حاکم نے
 مکملہ نسخہ میں یہ قطعہ منظوم کیا۔

کہ از تو تازہ شد روان سخن
 آنکہ بودہ است راز دان سخن
 سر و آزاد بوستان سخن
 نیست با شد قدر دان سخن
 او بود و مردوان سخن

نسخہ تازہ کردہ ام تالیف
 نام او کرد مردم دیدہ
 اسم سامی او غلام علی است
 غیر او دیگر سے ہلک دکن
 او بداد و معنی و لفظ سم

جب حاکم تارک الدنیا ہوا تب سے شاہ عہد الحکم لقب ہوا۔ تباریخ ۵۱۷ اشوال
 ۵۱۸ ہجری میں اورنگ آباد سے بطریق سید حیدر آباد گیا۔ میر کریم نے ۵۱۹ تباریخ
 ماہ صفر کو اورنگ آباد پہنچا دوسری تباریخ ربیع الاول ۵۲۰ ہجری میں حاکم
 و واقف ہند کو روانہ ہوئے۔ چونکہ مالوہ کا راستہ خوفناک تھا۔ احتیاطاً بارہ
 و چتر پور کا راستہ اختیار کیا۔ اتفاقاً راستہ میں ایک قلعہ پیش آیا اورنگ آباد
 و بالاپور کے درمیان رہزنوں نے دونوں اعزہ کا مال و سبب لوٹ لئے۔ بخیر گدیری

جان سلامت ہی آخرو دونوں غرہ بمصیبت تمام بالا پور برار میں پہنچے۔ وہاں سے ایک خط قاصد کے ہاتھ سے آزار دہلگامی کے پاس بھیجا اور اپنا تمام واقعہ لکھتا۔ آزار نے تھوڑا روپیہ بذریعہ ہنڈوی روانہ کیا۔ لیکن خراج کافی نہیں تھا۔ بالا پور کہہ لایا پور پہنچ گئے۔ پھر آزار کے پاس ایک مہی بھیجا۔ آزار نے اس وقت خراج کافی بھیج دیا۔ دونوں کہہ لایا پور سے منازل قطع کرتے ہوئے مع الخیر و العافیہ وطن مالوفہ پہنچے۔ حاکم نے خانپور ضلع ہوشیارپور توابع لاہور کا ایک خط آزار کی خدمت میں بھیجا۔ اور لکھا کہ ہم تباریخ دو مشغول سنہ حال مع الخیر و وطن مالوفہ پہنچے۔ اعزہ و اقارب عیال اطفال کو مع الخیر و العافیہ بائے تمام دیکھنے سے دکن سرورہ اور دیدہ کو نور حاصل ہوا۔ اس طرح غرہ نے بھی ہمارے دیکھنے کی بہت خوشی منائی۔ اور حضرت واقف ہی خیر خوبی کیسا تھا۔ چنے وطن مالوفہ بٹالہ میں پہنچ گئے۔ تم کلام۔

حاکم کو ملکہ شاہ آفرین لاہوری سے تھا۔ خود شاگردی کا اظہار کرتا ہے۔
 حاکم بداشتہم سرورہ مان فکر و شعر از فیض آفرین سخن آشناسم
 حاکم خوش طبع و خوش مزاج و ظریف تھا۔ ملا حامد لاہوری کے لڑکے کی خدمت کی تباریخ کہی۔ کہ حقہ ملازادہ کج گل رعنا کے مولفے لکھا کہ حاکم نے مجھ سے کر دکر کیا کہ میں اپنا دیوان سراج الدین علیخان آرزو کے پاس عرض سے لیک گیا کہ نظر اصلاح سے مطالعہ کریں اور کلام کے حسن و قبح سے مطلع فرمائیں۔ اولاً انکار فرمایا لیکن میرے اصرار سے نگہداشت کیا۔ اور دو مہینے کے بعد واپس بھیجا۔ جو کچھ خیال میں آیا حاشیہ پر لکھ دیا۔ وارسنہ سیالکوٹی نے اعتراضات کو دیکھا فوراً ایک سالہ مسمیٰ بہ جوابتاً فی لکھا۔ آرزو کے اعتراضات فصول تھے۔ آرزو و حاکم

خوش خلاصی تحسین آفرین کے لائق ہے۔ باوجود مناقشہ شاعری و دونوں میں
بدستور اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم تھا۔ آرزو و مجمع النفاس میں حاکم کی تعریف
کرتا ہے اور حاکم بھی مردم دیدہ میں آرزو کو نیکی کے ساتھ یاد کرتا ہے۔ شعراء میں
اس قسم کا خلوص کم دیکھا گیا۔ متقدمین علماء و فضلا میں بھی باہم مسائل حکمیہ فقہیہ
مناظرے و مباحثے ہوتے تھے یا یکدیگر سبحت و تکرار سناؤ لکھا کرتے تھے۔ لیکن ان کے
قلوب کدورت و کینہ سے صاف پاک ہوتے تھے باہم برادرانہ تعلق رکھتے تھے کبھی
ایک دوسرے کی خدمت نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ علامہ سید شریف جبرجانی۔ و علامہ
سعد الدین تقی زانی امیر تیمور گورگان کے پاس تھے اکیروز و دونوں بقریب شکار
بادشاہ کے ہمراہ جئے۔ عید کا عالم شباب تھا۔ اور تقی زانی کا عالم پیری و ضعیفی
بادشاہ نے سید کے لئے گھوڑا تیز و چالاک و پیہ نبرگ کے لئے راجہ و ضعیف تجویز کیا
الفحصہ امیر و دونوں نبرگ گھوڑوں پر سوار ہوئے سمرقند کے میدان پر فضا و صحرائے
راحت فرا میں جولانی کرنے لگے۔ سید کا بادیا آگے بڑھتا تھا نہایت خوشی سے چہلنا
کو داتا تھا۔ اور ملائے ضعیف کا ست قدم آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا تھا۔ پیچھے
پیچھے چلنا تھا۔ تیمور کبھی گھوڑا دوڑاتے ہوئے سید کے پاس جاتا تھا کبھی عقب میں
تقی زانی کے پاس آتا تھا۔ تیمور نے امتحان کیا کہ دونوں نبرگوں میں باہم خلوص
یا کینہ کمال تقی زانی سے آہستہ کہا دیکھو کہ جبرجانی کس قدر غرور و تکبر سے گھوڑا
دوڑاتا ہے۔ تقدم و تاخر میں پاس و نہیں کرتا ہے۔ تقی زانی نے امیر سے کہا
غرور ہے نہ تکبر سید جبرجانی عالم فضل بہتر ہے۔ فی زمانہ جبکہ نظیر پارہ گھوڑا
خوش ہو رہا ہے جو ش خوشی سے کود رہا ہے کہ مجھ پر سیا عالم فاضل جبکہ مثل معدوم

سوار ہے۔ اسے بادشاہ گہوڑا جبقدر فخر کرے اسکا فخر بجا ہے۔ پہر میر تیمور سید
پاس آیا۔ اور آہستہ سے کہا دیکھئے تقی زانی سست قدم و پست دم یا بویر آہستہ
آہستہ برو با برو با با کہتے ہوئے آ رہا ہے۔ سید نے فرمایا اسے بادشاہ علامہ کا یا بو
ست قدم نہیں ہے نہ علامہ سست ہیں۔ اس آہستگی و سستی کا اور ہی سبب ہے
امیر نے کہا وہ کیا ہے سید نے کہا علامہ جامع العلوم و الفنون حاوی الحواشی المتن
ہے۔ علوم و فضائل کے ذخائر سے علامہ کی ذات گران بار ہو گئی ہے گران بار ہی
کراپے می متخل نہیں ہو سکتا ہے بناء علیہ آہستہ آہستہ چلتا ہے۔ امیر تیمور دونوں فاضلوں
کے خلوص صفائے قلب سے واقف ہوئے بہت خوش ہوا۔ دونوں کو خلعت انعام سے
سرفراز فرمایا۔ اور خدا کا شکر یہ نہایت عاجزی و نیاز مندی سے ادا کیا۔ کہ میر زمانہ
میں ایسے علما با صفا میں۔ فی زماننا علما و شائخ کی جو حالت ہے اظہر من الشمس ہے
گزارش کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک انا و لا غیر کی کا دم کرتا ہے۔ اور مدعی بننے کو و مفر کو
ذلیل کرتا ہے۔ اور اپنی نمائش کے علم بلند کرتا ہے۔ اور اپنی گرم بازاری چاہتا ہے۔
میرے نزدیک علما کی یہ حالت کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ہر ایک قصہ العلم
ہوتا ہے اگر کامل العلم ہوتا تو کہیں نمائش کی پیروی نہ کرتا۔ اور انا و لا غیر کی مدعی نہ بنتا
اسد جلثانہ ہم نام کو اخلاص اخلاق کے سہمہ پر لاتے۔

اب میں جواب دینی سے دو ایک مثالیں گزارش کرتا ہوں

مثال اول۔ حاکم کہتا ہے

غلط سازند مردم بعد ازین روز گلخن	چنین گہر متوأم چشمتہ حیران رود منجز و
----------------------------------	---------------------------------------

خان آرزو اعتراض کرتا ہے از روزن گلخن سے اگر در گلخن مراد ہے تو گلخن دروازہ

کو چک کہتی ہے اسکو روزن نہیں کہہ سکتے۔ اگر اس سے دو دکش ہندی مراد ہے تو وہ یہی بمعنی روزن گلخن نہیں آیا ہے۔

وارستہ جواب یتا ہے کہ اہل زبان کے محاورہ میں آیا ہے چنانچہ طاہر وحید کا قول شاید حال ہے۔

چوالا روزن گلخن بود گریبانم	ازین چہ سود کہ دربان گشتہ نذرما
-----------------------------	---------------------------------

دو دکش کو محاورہ ہند کہنا۔ زبان دانی پر خاک ڈالنا ہے۔ اس لئے کہ وہ لفظ فارسی ہے۔ طاہر نصیر آبادی جو کبھی ہند میں نہیں آیا۔ اس نے اپنی شرمیلی خیال میں لکھا ہے۔ اردو و عود و ماغش پریشان می شدہ در دو دکش حمام فاش نام صاحب ابراہیم شامی نے لکھا کہ دو دکش۔ باور چنانہ و حمام کے روزن کو کہتے ہیں مثال ثانی حکم ہے

گل کردہ تاز مشرق ل مطلع گر	خورشید شذر شرم بنگ سہا گرہ
----------------------------	----------------------------

خان آرزو کہتا ہے۔ خورشید گرہ شد۔ غیر مانوس ہے۔ وارستہ جواب یتا ہے کہ مانوس ہے اس لئے کہ میرزا صائب کہتا ہے۔

طوفان گرہ شدہ است مراد دل تنور	تاہم شرم بلب اطہار ماندہ است
--------------------------------	------------------------------

طوفان را گرہ زدہ کہنا غیر مانوس نہیں۔ گل عناکے مولف نے اس مقام میں و شرم دیوان صائب سے نظیر پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روزن آفتاب مانوس ہے۔

آہ سروے از لب سر کس می گرد بلند	آفتابے روزن دل چون سحر دار دگرہ
---------------------------------	---------------------------------

اسی طرح کے متعدد اعتراضات مع جوابات مذکور ہیں۔ میں طوالت کی وجہ سے اسی قدر پراکتفا کیا۔

شاہ عبدالحکیم حاکم صاحب ترجمہ آزاد سے بہت محبت و اتحاد رکھتا تھا۔ مرمیہ
میں آزاد کو ذکر خیر سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ کہتا ہے ۵

ز سدا محنت و غربت نمود آزاد دم در غلام علی شد مرا علی تاپی
علی تاپی صفایان میں دولتخانہ صوفیہ کے سامنے ایک وازہ کا نام ہے۔ تاپ
ترکی میں دروازہ کو کہتے ہیں۔ یہ دروازہ امیر المومنین علی علیہ السلام کے نام پر
بنوایا گیا۔ اور فرار دہوا تھا کہ جو کوئی اس وازہ سے داخل ہو جائے آزاد وہاں
ہوتا ہے۔ اگرچہ گناہگار و اجنبی ہو۔ گویا یہ دروازہ دارالامن تھا۔ دروازہ دروازہ
کو کعبہ کا حکم دے۔ گل رعنا کے مولف لچھی نرائن نے لکھا کہ نور العین و
لاہوری کا خط بنام آزاد مورخہ اوائل محرم ۱۲۸۶ ہجری ملتان سے آیا اس سے
معلوم ہوا کہ حاکم و واقف کشمیر میں نواب سہ بلند خان بہادر صوبہ کے پاس گئے
مراجعت کیوقت مقام تہہ میں حاکم بعارضہ پیش رفت ہوئے وہاں فن کیا گیا
یہ واقعہ ۱۲۸۶ ہجری میں واقع ہوا۔ اب آپکے بوارق طبع گزارش کئے جاتے ہیں۔

من اشعارہ

کہ می نازند دائم بر بدت خود سپاہیا	ولہ	با برومی نماید ترک چشمش کج کلاہیا
نیست بیم ز در ہرگز خانہ زنجیر را	ولہ	ہر کہ بادیا نگان پیوست ایمان بکلا
شمار دفر و باطل صفحہ آئینہ خود را	ولہ	نمایم گر با سکندر کتاب آئینہ خود را
کنم از موسیٰ چینی خرقہ پشمینہ خود را		بود و رفقر لب بستن ز حرف عاجب
دو ناسہ مان شمارند بیند چو سنان را	ولہ	بزیا مان ببا زند از حرص نقد جانرا
افزوننی نقطہ شد آسے بیان بیان را		صاحب سخن بدید غلزل ضرر ز کثرت

کار من تنہا زور و دل می سوزد همان گشت
 نیست معلوم کہ جاودا ز دامن شدگان
 مجنون چو مرد چاک گریبان بگل گشت
 شد نقد عمر صرف در بندان شکوفروش
 فی بخار آتش منے باد خزان کرد بگل
 بہ گلستان ندیم گوشہ زندانی را
 مائمت کندار سختی فلک با من
 تا مگرد و کینہ دایع عشق کے بخشہ فروغ
 بے تعلق تہ بود چالاک تر در راہ دوست
 نہ بدرد آشنائے نہ بعشق راہ دارد
 زمیں باشد بعالم خاندان کفر و دین
 زندہ در گور بیتو می سوزم
 ناقہ بیل بصری رفت نان اے گردباد
 خاکم نساخت سو خکان ہوا ابر
 ہلاک چشم تو با منکر و نکیر از ناز
 اہل دولت نیز اطہار پریشانی کنند
 در دال خیال چشم تو دامن بگردشی است
 در شادی غم جدم تو با تو شتر کیست
 تہان نہ شکری بوسی نہ زہر دشنامی

در و اگر این ہستی می باید از جان گذشت
 اینقدر ہست کہ در کو تو غوغا می ہست
 دامنش بلالہ دامن صحرا بار سید
 در کیسہ زر نماند چہ سودا بار سید
 آنچه با بلبل من جستہ بیا کی کرد
 مکن ز دامن برائے خدا مرا آزاد
 ز می کہ آب شود کے غم محک دارد
 شمع کم پروتو بد چون تازہ روشن میشود
 با بر منہ ہر کہ گردید بہت بہتر می و و
 بچکار آید این دل کہ کسے نگاہ دارد
 دلم شمعے است کا ندر کعبہ و تہ خانہ می سوزد
 میچو احنگر بنیر خاک سپر
 می بر می گشت خاک با ہم ز پی زود جا
 عالم یکایک سیم دگرگون شود چو شمع
 دہد بگوشتہ ابر و جواب بر خاک
 با وجود زر لباس پارہ دبیر در گل
 ماند آن مریض کہ جامی کند بدل
 کے خندہ بیک بک کنی دگر یہ میکشیم
 ہزار شکر کہ شرمندہ شہان شدم

سوخست برق جلوہ آن سرقدتا پیکرم دل دیوانہ ام شاید تبقریبے بیاساید بزیر خون مریا زو ام کن آ زار ظہور کون ز نیم رنگ حدتے اسیت	چشم محرمی می شود آئینہ رخاکسرم بیاد زلفا و شبہا بخود افسانہ دارم بیا برائے خدا کن ازین دو کار یکے ہزار رنگ برآید گل و بہار یکے
---	---

جیاتی - کاشی فرا جیاتی

جیاتی تخلص - فرا جیاتی نام کاشانی الاصل تھا۔ میر غلام آزاد بلگرامی نے خزانہ عامرہ میں لکھا کہ شاعر شیرین بیات میر آب چشمہ جیاتی ہے۔ ابتدا میں ستقانی تخلص کرتا تھا۔ الحاد و زندقہ کہ طر ف مل مبتا تھا ملاحدہ و زادیق کی صاحبیت میں ایسی ترقی کی تھی کہ ملاحدہ کا افسر مانا جاتا تھا۔ عاشقانہ مزاج رکھتا تھا۔ ایک انوکھے لڑکے حسین پروفیتہ ہو کے اُسکے ہمراہ کاشان سے قزوین کو گیا۔ مدت دراز تک ان ملاحدہ کے ساتھ ہم نوالہ و ہم پیالہ رہا۔ اہل کاشان نے اس فرقہ کی ایک جماعت کو مع چند ارباب زندقہ و الحاد شاہ طہماسپ صفوی کے حضوین لیکئے۔ تمام حسب الحکم شاہی باب و مقید ہوئے۔ تقریباً دو سال تک کچھ جس عذاب میں گرفتار رہے۔ جیاتی بھی انکے ساتھ رنج و بلا میں مبتلا رہا۔ دو سال کے بعد کچھ قید سے رہائی پانے شیراز گیا دو سال تک مان بہ کیا۔ پہلے نوموچیا سی عجری میں اپنے وطن لوفہ کاشان میں پہنچا۔ الحاد و زندقہ سے توبہ کی۔ دین نبوی کا حلقہ گروش بنا۔ تھوڑے روز بعد کاشان سے بطریق سیرکن میں آیا۔ اور احمد زین نظام عجری کی ملازمت میں رہا۔ خوشی و خوشی سے زندگی بسر کر رہا تھا کہ کسی مقرب مصاحب نے جہانگیر شاہ ہند کے

حضور میں حیاتی کی تعریف کی۔ بادشاہ اسکے دیدار کا مشتاق ہوا۔ اور اسکی طلب کی حکم صادر فرمایا۔ حیاتی احمد نگر سے حسب حکم درگاہ بادشاہ میں حاضر ہوا۔ شاہانہ عواطف سے سرفراز۔ و خلعت انعام سے سربلند۔ ۱۹ سالہ ہجری میں تعلق نامہ مولفہ امیر خسرو بادشاہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ بادشاہ شہنوی مذکور کے دیکھنے سے بہت محفوظ ہوا۔ لیکن کتاب قصہ تہی ایک داستان اسمین سے مفقود تھا۔ بادشاہی شعرا اس داستان مفقودہ نظم کرنے پر یا مورکے گئے۔ ہر ایک نے اپنے نتائج طبع کو پیش کیا۔ ان تمام سے حیاتی کی نظم زیادہ مقبول ہوئی۔ بادشاہی حکم ہوا کہ حیاتی کو زرخ و سفید میں بن کرین۔ حیاتی تو لا گیا ورنہ سنگ میں چہرہ خریطہ ترازو کے پڑے میں آئے ہر ایک خریطہ ہزار اشرفی و روپیہ پر شامل تھا۔ یہ تمام زرخ و سفید و زرخ حیاتی کو دیا گیا۔ حیاتی مالا مال ہو گیا سعید اسے گیلانی نے اس واقعہ کی تاریخ کہی ہوئے ۵

چون حیاتی بہر سنجیدہ شاہنشاہ عصر	بادشاہ عدل گستر شاہ گروں افتدار
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ	آفتاب ہفت کشور سائبہ پروردگار
بہر بخش بروئے کفہ میزان چرخ	شاہ سنجیدہ شاہی رقم زور و زگار

کسی مذکورہ میں آپکا سند وفات کا ذکر نہیں دیکھا گیا۔ تقریباً آپکا انتقال ۱۰۵۳ھ ہجری میں ہوا۔ والعلوم بحقیقہ الحال عند اللہ۔

من بوارق طبعہ

فغان کر بخش جانان بان مقام سید	کہ ہر کرد گنہ از من انتقام شید
فان کوئے توز سیل قرہ پر خم کریم	تاغباء بتواز رہگذر مانیر
در بوائے عاشقی دل یارئی من میکند	جان فدائے او کہ جانب رائی من میکند

در دل من در دفر دمی میگونی سنال می نایم شاد خود را گر چه می میرم جور بهر شوخی کو نداند دوستی در اصلیت بے عمل تو گر خون رود از چشم تر من ترسم که شود یا رنجمن غیر شود شاد	آتش در جانم افکندی می گوئی مسوز تا نیاید رحم در خاطر جفا کار مرا خلق را با خود حیاتی از چه دشمن کرده شادم که نیاید دگرے در نظر من اے باد مکن جانبگن کو خبر من
--	---

حافظ خواجہ حافظ شمس الدین شیرازی

تمہید ذکر خواجہ حافظ

چونکہ خواجہ حافظ شیرازی "الطلب" محموشاہ بہمنی دکن میں آنیکے لئے مستعد ہوئے تھے بہمنی
زاد اور اہل کے لئے دس ہزار ہین جو ساوی پنتیس ہزار روپیہ سکے انگریزی ہوہین پھیپا تھا
اور آپ جہاز پر سوار ہو گئے کہ ایک با مخالف شروع ہوئی آپ بندر ہر فرین جہاز سے
اُتر کے بہ بہانہ ملاقات یا ان مقام لا رہین چلے گئے۔ اور دکن کا ارادہ نسخ کر دیا اور ایک
غزل لکھ کے یہ فضل الشانجو کے پاس بھیج دی۔ چنانچہ تمام واقعہ ذیل میں مذکور کیا جاتا ہے
بناء علیہ ایسا ہی لانا جلال الدین دوانی و مولانا عبد الرحمن جامی کو بھی خواجہ محموشاہ کے
مدرسہ بیدر کی تدریس کے لئے طلب کیا تھا لیکن یہیہ بزرگ سبب ضعیفی و فاصلہ بعید
نہیں آئے۔ بعد ازاں یہ بھیج دیا اور خواجہ سے مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ دوانی نے
ہیا کل النور کی شرح لکھی اور اسکا دیباچہ خواجہ کے نام سے معنون کیا۔ اگرچہ علمائے شائستہ
دکن میں نہیں آئے لیکن آنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے۔ موانع ایسے ہوئے کہ آنے سے محذور ہوئے

وکن کے سلاطین سے انکا تعلق رہا۔ بناءً علیہ انکا ذکر تذکرہ شعرائے وکن میں کیا جویا

ہوھذا

حافظ تخلص۔ خواجہ حافظ نام شمس الدین نقیب ہے۔ آپ کے والد خواجہ بہار الدین

تاجر پیشہ تھے۔ تاجرون میں بزرگ تاجر شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کے والد نے جب اس

وارفائی سے عالم نقی کی طرف حلت کی۔ تب کے فرزند لڑکے اور لڑکیاں وارث چھوڑ گئے

بعد ازاں تمام مال اسباب ہم وارثوں میں تقسیم ہو گیا۔ جو کچھ مال اسباب زمین کو ملا

تھوڑی ہی مدت میں خورد و برد ہو گیا۔ اور کام عجزہ پر اگندہ ہو گئے۔ صرف خواجہ صاحب کی

والدہ رہ گئی۔ اور خواجہ صاحب بوجہ خورد سالی ماں کے سایہ آغوش میں رہ گئے۔ جو کچھ ذخیرہ

موروثی پاس تھا اس سے گذر اوقات کرتے رہے۔ چند روز میں پاس کا ستر یہ صرف ہو گیا

درجہ مفلسی کو پہنچ گئے۔ فاقون کی نوبت آئی۔ ماں نے آپ کو کسی صاحب مال کے پاس

رکھ دیا کہ وہ آپ کے اپنا کام لیتا رہے اور آپ کو کھانا و پاؤں دیتا رہے۔ آپ چند روز کے بعد

و ماں سے ترک تعلق کر کے کسی ان بانی کے پاس خیمہ بنانے وغیرہ کاموں پر مقرر ہوئے

رات کو خیمہ بنانیکا کام کرتے تھے صبح اپنی اجرت لیکے چلتے ہوتے تھے۔ آپ سن شعور کو

پہنچ گئے تھے کہ آپ کے دل میں پڑنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ مدرسہ میں داخل ہو کے

پڑھنے لگے۔ آپ کو جو کچھ اجرت ملتی تھی اس کے تین حصے کرتے تھے۔ ایک حصہ والدہ کو

دوسرا استاد کو تیسرا فقر کو دیتے تھے۔ چند مدت میں کتب عربیہ فارسیہ سے فراغت

حاصل کی۔ اور قرآن شریف کو بھی حفظ کر لیا۔ آپ کی طبیعت فطرۃً موزون تھی سنخجی

سے مناسبت واقع ہوئی تھی۔ جوش طبیعت سے کلام موزون کرنے لگے۔ مگر آپ کے

اشعار بعض درست بعض درست ہوتے تھے۔ آپ لیرانہ مشاعروں میں جاتے بیدار

اپنے کلام کو سناتے تھے۔ ارباب مجلس سنجیدہ کی داد دیتے اور غیر سنجیدہ پر قہقہہ لگاتے تھے۔ آپ کچھ پروا نہیں کرتے تھے۔ لوگ آپ کو جلسوں میں بلائے خوش طبعی و دل لگی سے لطف مزہ اٹھاتے تھے۔ رفتہ رفتہ آپ کی لیاقت استعداد ایسی بڑھ گئی کہ لوگ آپ کے کلام کو سنکے حیران ہوتے تھے۔ پھر آپ کی شاعری و سخن سنجی کا تذکرہ اطراف فاق میں پھیل گیا۔ امرا و سلاطین آپ کی ملاقات و دیدار کے مشتاق ہوئے اور خطوط طلب بھیجے گئے اس وقت شاہ ابواسحق انجو شیراز میں حکمرانی کرتا تھا۔ عالم فاضل تھا۔ علما و شعرا کا بڑاقدردان تھا۔ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ آپ بھی اسکے احسان مند تھے۔ اکثر اشعار میں اسکی مدح سرائی فرماتے ہیں۔ سیطرح اور یہی بادشاہ کے بعد دیگرے آپ کی قدر کرتے رہے۔ جب تیمور سلطان منصور حاکم شیراز پر فتح پائی۔ اور منصور قتل ہو گیا تو اس وقت تیمور نے خواجہ حافظ صاحب ترجمہ کو بلایا۔ اور کہا کہ میں نے سمرقند و بخارا کو برزخ شمشیر مسخر کیا۔ اور ہزار مائنی آدم کو تسخیر کے معرکوں میں تہ تیغ کیا۔ آپ میرے ملک مفتوحہ معمرہ کو معشوق کے خال سیاہ کو عطا کرتے ہیں۔ آپ نے فی جواب میں کہا کہ نہیں بیجا و فضول اخراجات کی وجہ سے تہید دست و مفلس ہو گیا ہوں فقر و فاقہ میں سرگرداں ہوں تیمور آپ کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ اور آپ کو شامانہ عطا سے سرفراز فرمایا۔ سلطان احمد بن اویس جمع کمالات تھا آپ کو بغداد میں بلایا آپ کو شیراز کی سیرانی و شادمانہ شیراز سے نکلنے نہیں دیا۔ آپ سیرگاہ مصلیٰ و رکنا آباد کی پرفضا میدان پر فریفتہ تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ۵۔ نمی و مندا جازت بہ سیر و سفر و نسیم باد مصلیٰ و آب رکنا باد آخر آپ بغداد نہیں گئے۔ ایک غزل سلطان کے پاس پہنچ رہی۔ جسکا مطلع یہ ہے ۵ احمد اللہ علی محمد اللہ سلطان و احمد شیخ اویس حسن ایچانی بن الخ

اسی طرح سلطان محمود شاہ بہمنی جو دکن میں حکمرانی کر رہا تھا۔ عالم فاضل تھا۔ شعری و شاعری کا فریقہ۔ شعرائے عرب و عجم کے لئے موز و قدم و شست بہ حسبِ توجہ بہمنیہ مقرر کیا تھا کہ جو شاہِ عرب یا عجم سے آئے ایک ہزار ہمن دیا جائے۔ بہفتِ تعلیم وغیرہ مذکورہ نویسون لکھا کہ آپ ہی دکن کی سیر کا شوق ہوا۔ لکھنہ شوق خیالی تھا۔ میر فضل اللہ بن شاہ گرد علامہ سعد الدین تغارانی کو جو محمود کے و بار کا صدر تھا آپ کے خیال کی خمیر بھیجی تو میر نے ایک ہزار ہمن آپ کے لئے زاد و راہلہ بھیجی آپ کو تشریف آوری کے بابت لکھا آپ نے زرِ مرسل سے کچھ رقم اوائے قرض میں صرف کی۔ اور کچھ عہدہ واقربا کو دی۔ اور باقی رقم سے زاد و راہلہ کا سامان ہتیا کر کے شیراز سے نکلے۔ اور مقام لاہور میں پہنچے۔ وہاں ایک دوست سے ملاقات ہوئی جس کا مال اسباب ہرنون نے بوٹ لیا تھا۔ آپ نے بقیہ زاد و راہلہ اُس کو دیدیا۔ اور خود تہیہ دست ہو گئے۔ اور تہرود ہوئے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ وہاں اتفاقاً خواجہ زین العابدین ہمدانی و خواجہ محمد گارونی تاجرون سے ملاقات ہوئی۔ دونوں ہندوستان آئے ہیں تھے۔ دونوں از روئے ہمدادی آپ کے اخراجات کے کفیل ہوئے آپ محمود شاہی جہاز پر جو ہر فرمیں آیا تھا سوار ہوئے۔ سوء اتفاق سے طوفانی ہوا چلنے لگی۔ آپ گہرا تے۔ اور جہاز سے اتر گئے۔ اور اہل جہاز سے کہا کہ میں زمین بعض اجباب سے ملکر آتا ہوں۔ چلے۔ اور یہ غزل لکھ کے شاہ فضل اللہ بن شاہ کے پاس بھیج دی۔ غزل یہ ہے۔

بھیج دی۔ غزل یہ ہے۔

دستِ باغِ سبزون جہاں کیمیر لگی از د	بر مئی بغروشن لعلِ پاکیزین بہتر لگی از د
شکوہِ ناچِ سلطانی کہ بنیم جانِ درویش است	کلاہِ دلکش است آباہِ در سر سہمی از د
بہ کوئے میفر و شانشنِ جانے دینی گیرند	رہے سجادہٴ تقویٰ کہ پاسِ غنمی از د

بس اسان ہی نمود اول غم دریا بہ بو غلط کردم کہ یک سو جش صید من رہی زرد
 فضل شدنے آپکی بیغزل محمود شاہ کی خدمت میں پیش کی اور تمام واقعہ مذکورہ
 اصدرا کا ماجرا بیان کیا۔ بہمنی نے سنے فرمایا کہ اگرچہ حضرت یہاں تشریف نہیں لائے
 لیکن دکن کے راوہ سے جہاز پر سوار ہو چکے تھے موانع کی وجہ سے نہیں آئے ہم کو
 حضرت کی خدمت کرنی چاہئے۔ حکم دیا کہ ایک ہزار سہن نقد و دیگر مصنوعات ہند
 خرید کے ملا محمد قاسم شہیدی کے ہمراہ روانہ کریں حسب الحکم فی فضل اللہ انجھونے
 ملا شہیدی کو مع زر نقد و تحفہ ہائے ہندی حضرت خواجہ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔
 سلطان غیاث الدین بن سلطان سکندر حاکم بنگالہ نے یہی خواجہ صاحب بلا یا تہا
 اور ایک مصرع طرح کا پہچانتا۔ وہ یہ ہے س سانی حدیث سرو گل لالہ می رود
 آپ نے اس طرح بر غزل لکھتے پہنچی۔

سانی حدیث سرو گل لالہ می رود	وین بخت با ملائہ غسالہ می رود
شکر شکن شونہ بہ طوطیان ہند	زین قند پارہ سی کہ بنگالہ می رود
حافظ رشوق مجاہد سلطان غیاث الدین	غافل مشوکہ کار تو از مالہ می رود

خواجہ صاحب نے سید محمد بن اسلم فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ آپ کی زندگی
 میں مصطفیٰ ورکن۔ دکی آب ہوا میدان پر فضا مرغوب محبوب تھا۔ اسلئے مصطفیٰ کے
 ایک ٹیکہ پر دفن کیے گئے۔ اور کسلی ویب معین نے آپ کی وفات کی تاریخ ۱۰۲۷ھ میں
 کہی اس میں از روئے حساب جمل کی عدد و کی گھر ہے۔ بہارستان کے مولف نے لکھا کہ میرزا
 محمد عثمانی صدریاری نے آپ کا مقبرہ بنوایا اور اس پر شہساز رخرج کیا۔ چنانچہ تک
 موجود ہے میرا روئے آپ کے مقبرہ کی وجہ سے اس نام کا نام حافظہ مشہور ہو گیا ہے

ہفتہ میں بروز پخت بندہ لوگ یارت و سیر کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ آپکی زیارت کرتے ہیں قبر پر حسن و تقوا سے چار و پھول چڑھاتے ہیں۔ عہدہ عہدہ کہانے پکاتے ہیں۔ کہاتے پیتے ہیں اور غراب کو بھی کہلاتے پلاتے ہیں۔ دن تمام وہاں بسر کرتے ہیں ہمیشہ ہر شب کو آپ کے مرقد مقدس پر خلائق کا ہجوم ہوتا ہے۔ ارباب حاجت حسد و اذیت سے اجتناب کرتے ہیں۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے حیات و ممات میں قبولیت عامہ نصیب کی منشا بخبر بامپور کی تاریخ سے معلوم ہوا کہ آپ صاحب لادیتہ۔ آپ کے صاحبزادے شاہ نعمان بہاء الدین ہندوستان آئے۔ اور مقام بامپور و اسیر میں سکونت پذیر رہے آخر مقام بامپور میں فوت ہوئے۔ مقام نعلی جو اسیر و بامپور کے درمیان واقع ہے مدفون ہوئے۔ خواجہ ہاشم مجددی نقشبندی آپ کا مرید تھا۔ آپ جب کہیں آگرہ یا دہلی جاتے تھے تب خواجہ کو اپنا جانشین کر کے جاتے تھے۔ انتہی کلامہ

آپ کی علمی بیاقت کی کیفیت اگرچہ مذکورہ نویسون نے مفصل نہیں لکھی۔ لیکن آپ کے کلام بلاغت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ عالم فاضل و ادیب کامل تھے۔ نظم و شعر عربی و فارسی لکھنے پر قدرت کاملہ و ملکہ نامہ کہتے ہیں۔ دیوان میں اکثر اشعار عربی موجود ہیں اور جا بجا عربی جملے مذکور ہیں۔ حافظ قرآن تھے۔ اور قرآن کو خوب سمجھتے تھے۔ عربی و فارسی کے محاورات سے خوب واقف تھے۔ آزادانہ رہتے تھے۔ زندہ مشرب تھے و نیاز وافیہا سے دور متوکل علی اللہ تھے اور حاضر و حاصل پر قانع و صابر تھے۔ از پرست و فقر خورش نہیں تھے۔ تو لگہ زانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ سر و سہی کی طرح آزاد رہتے تھے۔ سلطان و امراء سے کم ہوتے تھے۔ لیکن امرو و سلاطین آپ سے حسن عقیدت کہتے تھے اور آپ کی ملازمت خدمت کے سماعی ہوتے تھے۔ چنانچہ محمود شاہ بہمنی وغیرہ کی بددعا کے قدم کا ذکر

صدر میں مذکور ہو چکا ہے اب عادہ کی ضرورت نہیں۔ آپ نخل گوئی میں مبتلا
مانے جاتے ہیں۔ بیشک آپ کی نخلین سوز و گداز و فراق و وصال اور معشوق کے
خدا و حال۔ و شراب کباب نغمہ رباب اور حسن و عشق و مستی و زندگی و دنیا کی بیخوشی
اور زمانہ کی بے اعتباری وغیرہ مضمینیں پیشا مل ہوتی ہیں۔ اور آپ ان مضامین کو
نخلوں میں ایسی خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب و ترکیب دیتے ہیں کہ سامعین جذبات کرتے
ہیں۔ اور حال سے بچا ل و خودی سے بچو د ہو جاتے ہیں۔

آپ حسن اخلاق و خوش اشتیاق تھے۔ ظریف الطبع و سلیم المزاج و زہد مشرب صوفی ہند
تھے۔ صلح کل کے طریقہ پر ثابت قدم تھے۔ شراب محبت کی نشہ میں ہمیشہ مست رہتے تھے
مدت العمر کسی حاکم یا رئیس کی نوکری اختیار نہیں کی ہمیشہ آزادانہ بے نیازانہ رہے
سلاطین وقت آپ کی خدمت میں ہزار ہا روپے اعانتہ پہنچتے تھے۔ آپ تمام ہائے نوشتن
صرف کر دیتے تھے۔ فقر و اجاب اعتراف کو بھی عطا فرماتے تھے۔ چونکہ آپ کا کلام جامع
اسرار ہے۔ لوگ اکثر آپ کے کلام سے فال لیتے ہیں۔ حسب اتفاق و موقع فال میں
ایسا شعر برآمد ہو جاتا ہے کہ صاحب فال کو شعر کے مضمون سے تسلی ہوتی ہے۔ غالباً
صاحب فال کو کامیابی حسب خواہش مل جاتی ہے۔ بناءً علیہ آپ کا لقب لسان الغیب
مشہور ہوا۔ خزانہ عامرہ و بہارستان سخن وغیرہ میں بھی جہ تسمیہ بتلایا گیا ہے۔
آپ کا دیوان متداول ہے۔ ہر ایک جوان و پیر و نو آموزان صغیر و کبیر واقف ہیں
یہاں زیادہ اشعار کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر دیوان و تذکرون سے
چند اشعار بطور نمونہ گذارش کرتا ہوں۔ تاکہ یہ نہ مذکورہ کلام ہر اس راہب سے
محروم نہ ہو جائے۔

من اشعاره الفارسی

<p>دل میرود ز دستم صاحب دلان خدا را ده روز مهر گردون افسانه ایست و فسون ای صاحب کرمست تشکرانه مسکات در کوئے نیکنامی مارا گذر ندادند آئینه سکن در جام جمست سبگر اگر مطرب حریفان این پارسی بخواند هنگام تنگدستی در عیش گوشه شستی خوبان پارسی گویند بندگان عمرند اگر آن ترک شیرازی بدست رود مارا بده ساقی می باقی که در جنت بخواهی یافت خدمت از مطرب می گوید روز که تر جو نصیحت گوش کن جانان که از جبار بترسند بدم گفتی و خرمندم غمناک شد که گفتی غزل گفتی و در سقعی بیا و خوش بجان فوط شب از مطرب که دل خوش باد و می را چنان در جان من سوزش اثر کرد حریف بد مرا ساقی که هر دم حاکم اند من شتر انوائب</p>	<p>در داکه راز پنهان خوا شد آشکار نیکی بجائے یاران فرصت شمار یا را روزی تعقدی کن در پیش بنویار گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را تا بر تو عرض وارد احوال ملک دار در رقص حالت آرد پیران پارسا را کاین کمیائے هستی قارون کند گدا را ساقی بده بشارت پیران پارسا را بخال منبر روشن خشم سمرقند و بخارا را کنار آب کنا باد گلگشت مسکات را که من کشود و کشاید حکمت این تحار را جوانان سعادتمند پند پیرانانا را جواب تلخ منیر بد لب لعل شکرخارا را که بر نظم توانا شد فلک عقد شیراز را شنیدم نامه جانسوزی را که بے رقت ندیدم هیچ سے را ز زلف رخ نمود می شمس دی را جنراک اسد فی دارین حیرا را</p>
---	--

چو بنحو گذشت حافظ کے شمارو	بیک جو مملکت کاوس کے را
صبا بلطف بگو آن غزال عنار را	دلہ کہ بکوه و بیابان تو دادہ مارا
شکر فروش کہ عمرش دراز با و چہ را	تقصد سے نکند طوطی شکر خارا
غور حسن اجازت گر نداد می گل	کہ پر شے مکنی عند لب شیدا را
حسن خلق تو ان کرد صید اہل نظر	بہ بند و ام گیرند مرغ وانا را
ندانم از چہ سبب بگشت شنائی نیت	سہی قدان چہ چشم ماہ سیما را
در آسمان چہ عجب گرز گفشت حافظ	سماخ زہرہ بر قضا و رد سیما را
می دید صبح و کلاہ بستیحاب	دلہ الصبوح الصبوح یا اصحاب
می چکد ترا لہ بر رخ لالہ	الکدام الکدام یا احباب
چون کند ر حیات اگر طلبی	لب عمل نگار را در یاب
اگر بلطف بخوانی فرید الطافست	دلہ و گر بقہ برانی درون ماصافست
بیان وصف تو گفتن نہ حد امکانست	چرا کہ وصف بیرون عدا و صافست
حسن تو ہمیشہ در فزون باد	دلہ رویت ہمہ سال لالہ گون باد
ہر کس کہ بہر تو نازد	از حلقہ وصل تو بیرون باد
این چہ شورست کہ در دور قمری بنیم	دلہ ہمہ آفاق چہ از فتنہ و شرمی بنیم
ہر کسے روز بہی می طلبد از آیام	مشکل آنست کہ ہر روز بہی بنیم
اہلہان را ہمہ شربت کلاہ فنداست	قوت وانا ہمہ خون جگر می بنیم
اسپنازی شدہ مجروح بر پیران	طوق زرین ہمہ در گردن خرمی بنیم
دلبر جانان من بر دول جان من	دلہ بر دول و جانمن و لبر جانان من

از لب جانان من زنده شود جان من	از لب جانان من زنده شود جان من
از خون دل نوشتم نزدیک یار نامہ	از خون دل نوشتم نزدیک یار نامہ
ہر چند کارم و دم از وسع نبودم	ہر چند کارم و دم از وسع نبودم
عاشق مخور غم وصل خواہی	عاشق مخور غم وصل خواہی

رویف حنا

خلیل - مرزا خلیل خان لاری

خلیل تخلص - مرزا خلیل خان نام - آپ عبدالرزاق خان لاری تانا شاہی کے فرزند ہیں۔ عبدالرزاق رکن اسطنت و رکن عظم تانا شاہی تھے۔ یہی ہی عبدالرزاق ہیں جو گو لکنڈہ کے معرکہ میں شمشیر بکف ہوئے عالمگیری فوج کو درہم برہم کرتا تھا۔ بڑا بہاؤ و دلیر تھا۔ عالمگیری کی دلیوری و بہاوری کی کہہ کے فریقہ ہوتا تھا۔ سپہ سالاروں کو تاکید کی حبطج ممکن ہو لاری کو زندہ گرفتار کر کے لاؤ۔ لاری معرکہ میں پیانے زخموں سے خستہ شیکستہ ہو رہا تھا۔ آخر عالمگیری سپاہ نے اسکو زندہ گرفتار کر کے لائے۔ عالمگیری نے لاری سے اپنی ملازمت کی درخواست کی۔ لاری نے قبول نہیں کیا۔ کہا میں تانا شاہ کا نمک خوار ہوں تو کرمی کروں گا تو اسکی کروں گا۔ ہر چند کہ کہا گیا قبول نہیں کیا عالمگیری نے اسکا علاج جبراً مان ہوشیار سے کرایا۔ زخموں سے صحت پائی۔ عالمگیری سے وطن جانیکی خصمت طلب کی عالمگیری نے خصمت منظور کی۔ اور جاتے وقت یہ کہہ کر آپ وطن سے ایک ہزار لاری سپہ متفرک کر کے بھیج دی۔ لاری نے وطن سے اپنے فرزند عبدالکریم خان کو مع ایک ہزار لاری ملازم کر کے بھیج دیے۔ خلیل خان صاحب جمہ اسی بزرگ کی اولاد میں ہیں۔ تحفہ الشعراء کے مولف نے لکھا کہ فی زمانہ خلیل خان زمانہ کی گردش سے

نہایت پریشان حال تھے مشکل سے زندگی بسر کرتے تھے۔ حیدر آباد میں سکون پزیر تھے انتہی کلامہ۔ آپکو شعر و شاعری سے مناسبت تھی۔ موزون بطع تھے فارسی و ہندی میں اشعار موزون فرماتے تھے۔

من اشعارہ

خوش آمد سے و خوش آمد مرا خوش آمد تو بدان خوش آمد دلبائے ماہمہ بست ز دل خوشی تو ما دل خوشیم و خرم و شاد ترا ہر آنچہ خوش آمد همان خوش آمد است خلیل سکہ خوش آمد خوش آمد تو مرا	ہزار بار بہت کسم خوش آمد تو خدا نصیب کند آنچہ بہت خوش آمد تو خوش آمد ہمہ لہاست و خوش آمد تو خوشیم ما و خوش آمد همان خوش آمد تو خوش آمدم بود ہر لحظہ و خوش آمد تو
---	--

آخر آپ نے حیدر آباد میں اس جہان فانی سے دارِ عقبی کی طرف حلت کی۔ سنہ ۱۲۸۵
معلوم نہیں ہوا۔

سید مظفر مدار لہام بوالحسن شاہ کے فرزند کا نام بھی خلیل خان تھا۔ بعض کوفہ
نے رونون میں فرق نہیں کیا۔ واقع میں خلیل خان دونوں تھے۔ ایک خلیل خان
لاری دوسرا خلیل خان مازندرانہی ہے۔

مازندرانہی عالمگیری منصبداروں میں ملازم ہو گیا اور لاری حیدر آباد ہی میں رہا۔ عالمگیری
کی ملازمت مثل جدو پد پند نہیں کی۔ اور یہی کہتا تھا کہ ہم مدت العزتا شاہ کے نکحور
رہے۔ اب ہماری ہمت غیرت اسبات کو قبول نہیں کرتی کہ ہمارا آقا قید خانہ میں رہے
اور ہم آقا کے مخالف کی نوکری کریں۔ ہمارے نزدیک ایسی نوکری سے بیکاری میں بسر کرنا
ہزار درجہ بہتر ہے۔ سوائے غلام قوم الصدر کے کچھ اشعار دستیاب نہیں ہوئے۔

زمانہ ماضیہ میں اہل دکن و ضلع داری و وفا شعاری۔ دلیری و دلاوری میں شہر مشہور ہوئے
تھے۔ اور خود کو آقا کے نامدار کے خاندان زاد سمجھتے تھے۔ جان نثاری میں سرِ موفرق
نہیں کرتے تھے۔ میدانِ معرکہ میں پس پامونیکو ننگ عار جانتے تھے۔ عہد و پیمان
و قول و قرار میں راست باز و ثابت قدم ہوتے تھے۔ ان کے قول و قرار کی ایسی قوت
تھی جہاں مخالف سرکش کی درخواست پر قول پہنچا۔ فوراً قول پہنچتے ہی سرکش لٹھا
دست بستہ مع عیال اطفال حاضر ہو جاتا تھا۔

خواجگی۔ خواجہ بابا خان بخاری

خواجگی تخلص۔ خواجہ بابا خان نام۔ آپ کی سبک سلسلہ خواجہ احمد شہر مخدوم
اعظم اور آپ کے حسبِ رشتہ خواجہ حرار قدس سرہ سے منہی ہوتا ہے۔ آپ کے بزرگان
سلف ولایت ماوراء النہر میں شہور تھے۔ پیری مریدی کی سلسلہ آپ کے خاندان میں
جاری تھا۔ بخارا و بلخ وغیرہ بلاد کے حکام و غیر حکام آپ سے حسن عقیدت کہتے تھے۔ قبل
از بک ترک آپ کے عظام درمِ ماخریدہ تھے۔ آپ کی تربیت و تعلیم بخارا کے مدارس میں
علمائے کرام سے ہوئی۔ جب آپ علوم فنون کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے آپ کو
بخارا میں شیخ الاسلامی کا خطاب ملا۔ آپ جامع فضائل و کمالات تھے بتقریب حج
وزیارت حرمین شریفین بخارا سے برآمد ہوئے حرمین شریفین میں پہنچ کے حج و زیارت سے
فارغ ہو کے وطنِ بانوہ مراجعت کر رہے تھے کہ آپ بطریق سیر و کن میں آئے۔ عالیخدا
نواب صفحہ بہادر اوں بانی ریاست دکن سے لے۔ نواب صاحب نے آپ کی بہت خاطر و مدارات
کی اور آپ کی مہمانی و دلدادگی میں ایک قیدہ فریو گذاشت نہیں فرمایا۔ مہمان عزیز کو

عزت و شان سے رکھا۔ اور آپ کے خاندانی اعزاز و عظمت کا لحاظ کر کے خاص بنی
 و خیر نیک اختر کو جو نواب ناصر جنگ شہید کی ہمیشہ حقیقی تھی۔ آپ سے غصہ و کد کے
 شان و تجمل کے ساتھ شادی کر دی۔ اور آپ کو منصب سب جاگیر سے سرفراز فرمایا
 چونکہ آپ نیاوی امور سے متنفر و تارک تھے۔ کوئی خدمت سرکاری نہیں لی۔ جامع العلوم
 تھے۔ درسی تدریس میں مصروف رہتے تھے۔ اور طلبہ کے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے
 باوجود علوم و فنون آپ کے دل میں شعر و شاعری کا ولولہ ہی موجزن تھا۔ کبھی کبھی
 شاعری کے میدان میں بھی سبقت فرماتے تھے۔ جو کچھ موزون فرماتے تھے۔ سنجیدہ
 و پسندیدہ ہوتا تھا۔ صاحب یوان تھے۔ اب میں آپ کے اشعار تحفہ الشعرا سے
 ناظرین کے ملاحظہ کے لئے گزارش کرتا ہوں

مِن اشعار

از نقطہ چو حال غمیرین داوہ نشان	ولہ	زیر و زبرش از دو صفیتر گالنت
دل را کہ بجز عشق سر و کارے نیست	ولہ	میچ است کہ در غم رخ یائے نیست
چون دیدہ اعمی است تہی از بنیش	ولہ	آن دیدہ کہ در حیرت دارمی نیست
اے ہرزہ تلاش علیت داوہ دست	ولہ	اے بیہودہ گفت گوئے آرام پرست
از خوان ملک عبث چہ روزی طلبی	ولہ	کز عیب سانسند ترا دست بدست
بر صفحہ رویش کہ خط ریچانش	ولہ	از مشک نوشتہ آیت قرانت
برق آہم گر چنین انجم فشان می کند	ولہ	گردش موج ہوا را چرخ ثانی می کند
نسبتے آن خم ابرو با سانی نیافت	ولہ	ماہ نو عمر بیت شق ناتوانی می کند
ہر سحر کہ از گل خورشید جامش بر کف است	ولہ	ہر صبح از فیض بیداری جوانی می کند

در عدم از قرب بعدش خوش فداغی دہم	ولہ	مرگ از دیگباز زندگانی می کند
اشک عنار نمی سازد در بادل از کنار		ورنہ صد جوش بہار از گل فشانی می کند
خواجگی کج طینتان نیست نصا سخن		خامش اینجا چارہ مایہ برانی می کند
شور عشق و شکر حسن بہم میخنداند	ولہ	قرص خورشید رخت انکبین میخنداند
نازم آن گوہر و دندان لب شیرین را	ولہ	شکر و شیر طافت بہم آمیختہ اند
خواجگی گشتم غبار از ناتوانیہا می عشق	ولہ	می کند خالی نیسی گرد و از جام را
اسے از گل رخسار تو آئینہ در چمن	ولہ	گل بردہ طلوت از رخت در گلشن
خورشید ز مہر عارضت تاب گرفت		چند آنکہ زیر تو روشن جہان شد روشن

آخر آپ نے حیدر آباد رکن میں انتقال حقیقی فرمایا۔ قالہ ان اللہ وان اللہ راجعون۔ کسی تذکرہ نویس نے آپ کی تاریخ وفات نہیں لکھی۔ نہ آپ کے مدفن کا پتا بتلایا۔ آپ حیدر آباد کی زمین میں مدفون ہیں۔ یہ مقام مذکرہ متفرق تذکروں سے لکھا گیا ہے۔ جہاں تک ملتا ہے اس کی تلاش میں کوشش کی جاتی ہے۔

خوبن شیخ غلام حسین بن مانی پوری

خوبن تخلص شیخ غلام حسین نام۔ آپ کہانسی میان برہمپوری کے مشیر زادہ ہیں۔ فضائل کمال کے دیور سے آرہے تھے۔ خوش خلق و نیک محضر تھے۔ فارسی و عربی بعد از ورت استعداد رکھتے تھے۔ نظم و نثر لکھنے پر قادر تھے۔ آپ کو شعر و شاعری کے ساتھ ہی تپسی تھی۔ کبھی کبھی مغزوں کرتے تھے۔ عالیجناب نواب صرخاب شہید کے منصبداروں میں ملازم تھے۔ نواب کی شہادت کے بعد نوکری منصب سے ریٹائر ہو گئے۔

وطن مالوفہ برا پنور چلے گئے تھے۔ تاہم گر وطن ہی میں سکونت پذیر رہے تحفہ الشعرا
 وغیرہ تذکرہ نویسوں نے آپ کے وفات کی تاریخ و سنہ نہیں لکھا۔ آپ کا عرف نام
 میان خوب تھا۔ لوگ خوبن کہنے لگے۔ سیطح آپ کا تخلص ہی خوب گیا۔ فقیر لفظ
 نے ہی تذکرہ نویسوں کی طح خوبن ہی لکھ دیا جیسا کہ شیخ کو شیخ و کلو کو کلو کہتے ہیں

من اشعاره

<p>پارہ بینائی از سیاب میخو اہیم ما آہ از دیوانگان آداب میخو اہیم ما نرگس تصویر را سیہ را میخو اہیم ما حیف آن مرید از اسباب میخو اہیم ما بادہ گلزنگ در مہتاب می خواہیم ما راحت بخوابی از گرداب میخو اہیم ما نور از مہرت بود شمع شبستان مرا نا بود بر من نگہ برگشتہ فرگان مرا بتکن از خاطر شکستہاے پیمان مرا ہر سطر این مسودہ اہتر نوشتہ اند شاخ آہوت سلم نرگس شہلا گرد دارو ہم گرد سہرا بہ تمتا گرد رسد گر ہر چشمش میشود خاطر نشان من تو آن از سایہ سنبل کشیدن پانہر خیرش</p>	<p>موج داری و طیش از آب میخو اہیم ما غدر مجنون خواست بخیر کردہ پیم فتاد در تیرانشک خونین دلان متوجہ نیست مدعا وابستہ چشم عنایات شماست دارم عشق نو جوان ادا دبا پیر نہ سر در لباس سلطنت خواہیم رنگ فقر ہم بے نور در شہر امانت آئینہ بے ست بالباس سرنہ در چشم خوبان میم از دلش کن نجویا رب و سیان مرا آنہا کہ زلف یار مکر نوشتہ اند گر بھو نگہ او چمن آرا گرد صندلی رنگ تہہ گرد سہر و بان ارد اگر گویم کہ چنیں ابرو کمان من چو موت زما تو ان دیوانہ زلف گر گیرش</p>
--	--

نمیدانم چو سان از پرده حشمت چہ بکشايد بن چون کلائی کی تعلم شد صرف تصویرش

ستراو

سازمی تو خنا بہانہ در خون لطیم اے داغ نگاہ
 بر سزنی گلے و ما داغ شویم خورشید پناہ
 این سکہ از کدام ملت یارب از بر کردی
 تبیح رقیب و مازیاد تو رویم سبحان شد

خواجہ خواجہ ایوب خاٹبہ جمیل بیگ خان اورنگ آبادی

خواجہ تخلص۔ خواجہ ایوب نام۔ جمیل بیگ خان خطاب۔ آجہیل بیگ خان مرحوم
 عالمگیری پوتے ہیں۔ مرحوم غیر عالمگیری عہد میں خان جہان بہادر کو کلناش کے
 ہمراہ اورنگ آباد دکن میں وارد ہوئے۔ چہاونی کی وجہ سے متوطن ہو گئے۔ اورنگ آباد میں
 جمیل پورہ آپکا آباد کیا ہوا یادگاہ باقی ہے اور ایک مسجد بزرگ۔ یہی آپکی بنائی ہوئی
 موجود ہے۔ مرحوم کے والد خان خواجہ محمد اکبر شاخ کابل سے تھے۔ پیری مریدی کا
 خاندانی موروثی پیشہ تھا۔ اکثر قوم مغل کلاٹاری آپکے مریدو معتقد تھے۔

خواجہ ایوب تقابض نامہ کی وجہ سے عالمگیری میں نہایت پریشانی و بے قرار سی
 زندگی بسر کرتے تھے۔ گذراؤ قات سبیلے کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا۔ بزرگوں کا
 جو مشرہ و خیر تھا وہ سب قلمہ رقصہ صرف ہو گیا تھا۔ تلاش معاش کے جوا تھے کہ نواب
 عبداللہ و رخص خان بہادر صوبہ کن نے صوبہ دار می کن کی نیابت میں بیضا پور کی
 قلعہ داری پر مقرر کیا۔ یہ منصب جاگیر پر عطا کیا۔ آپ دونوں خدمتوں کا انجام

واہتمام عمدہ طرح سے کرتے تھے۔ ملک کی بہبودی میں سعی و کوشش فرماتے تھے
 سرکاری کام دیانت و امانت سے ادا کرتے تھے۔ آخر بندگان حضور آصف جاہ نے قدرانی
 وجوہ شہنشاہی سے آپ کو ہزار کی صوبہ داری پر مقرر فرمایا۔ مدت تک یہ رہیں تھے۔ آتشجاء
 و بہادر تھے۔ مستقل مزاج و ثابت قدم و تجربہ کار خوش کردار و خوش رفتار۔ اور رہائے
 دوست نواز تھے۔ رقص و سرود و مجلس سماع کے شائق تھے۔ مجلس سرود و رقص میں
 کثرتِ رقت و دوسے راز راز ہوتے تھے۔ گھنٹوں عالم سکوت میں مستغرق ہوتے تھے
 نواب عضد الدولہ بہادر و حضور زبان مبارک سے فرماتے تھے کہ آپ سلف کے یادگار ہیں
 آخر آپ نے خدمتِ ملازمت ترک کی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ آپ کی زندگی کا آخر حصہ
 بخیر ہوا۔ آپ موزون الطبع و دین و فہیم تھے۔ شعر فارسی میں کہیں کہیں فکر کرتے تھے
 کلام بلاغت و فصاحت سے خالی نہیں ہے ہم شعرا ذیل ہدیہ سامعین کرتے ہیں۔

من اشعارہ

دل می طپد از ذوق ندانم خبری کسیت	رنگم پروانہ چہرہ درین لہر کسیت
مد نظر سیر کنان قبلہ ناگشت	پروانہ نگہ از اثر پال و پرے کسیت
بسوخت ز آتش شوق تعجبان تر قسیت	بسان شمع بسوزند و پیرین باقیست
ہلاک گشتن مجنون ہزار سال گذشت	منور و کفشت بوجے سوختن باقیست
چراغ راہ ندارم بہیم سوختگان	مدام پر تو حسرت و انجمن باقیست
سید نیز گاہت بدل متبکشد	ہزار ریختہ کہ روند و وختن باقیست
بنابر سر مقتول خود بیاطالم سین	کہ بکفشت از آہ ریستن باقیست
ز شبنم گہم دادہ آب بر زنج گل	بہار کشتم در برگ گل چو بورق تم

گہر نشان شدہ شکم چشم بہ شمار	دلہ بیائے بوس ہر دم با برور مستم
زگر مئی نگہت چون بخویش آب شدم	برائے آن لب لعل تو در سبور فتم
صدائے قلقل میانشیدہ مست شدند	دلہ کسے چگونہ چند قطرہ ایام ترا
از نیروی زمانہ مرا در و سر شدہ	دلہ صندل موافقت بسر من نمی کند

آ خر آپنے ۹۱ ہجری میں اس زمانہ پادشاہ عالم قبا میں رحلت کی اور شہر اورنگ آباد میں مدفون ہوئے۔

خاکِ حیدر بیگ بدخشانِ الاصل

خاکِ تخلص - حیدر بیگ نام بدخشانِ الاصل ہے۔ آپ کے بزرگ بدخشان سے عالمگیری زمانہ میں وارد ہند ہوئے۔ بادشاہی لشکر میں ملازم ہوئے۔ خاکِ کی لاؤ ہند میں واقع ہوئی نشوونما یہی ہند کی آب ہوا میں پایا۔ بقدر ضرورت فارسی عربی میں استفادہ حاصل کر نیکی بعد شعر گوئی کا شوق دلیں پیدا ہوا۔ کبھی کبھی منور کتب تھے۔ سپاہ پیشہ تھے ہند سے نوانظام علیین آن صفحہ ثانی کے زمانہ میں دکن میں رہے ہوئے محمد رفیع دارخان داروغہ باورچہ خانہ سرکار فیض آباد نارنجی بیگم صاحبہ کی خدمت میں ملازم ہوئے۔ داروغہ صاحب کے فرمانے سے ملکہ علیہ النساء بادشاہ زاد می مصر کا قصہ جو نارسا میں تھا اوسکو روزبان میں نظم کیا۔ قصہ مذکور کچھ ۱۲۱۶ ہجری کا لکھا ہوا دستخط سید عبد الباقی خان مرثیہ خان دکنی ملا ہے۔ ہم سب سے چند اشعار بدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ خاک کا انتقال ۱۲۵۶ ہجری میں واقع ہوا۔

من اشعارہ

ہم عشق ہی سیکھیں اگر استاد ہو کوئی | دل تو ہی بنا دے مجھے گر ہو کوئی

من قصۃ علیم النساء

اُپنی ترا محب کو کون دیدار دے
نہی ذات عالی ہے حقی قدیم
محمد نبی صاحب تخت تاج
نبی و علی دونوں میں پاک ذات
یہ قصہ جو تنہا فارسی میں سب
اگر کوئی پڑھے گیگا یہ قصہ کو لا
تو کچھ نہ کہے اُس کو خامی پر جا
مجھے دین اسلام کا پیار دے
جو تیری کرے یاد ہے ستقیم
رکھا اُنکے سر پر شفاعت کا تاج
اُنہی کی شفاعت سے بسکی نجات
لکھا فارسی کو میں مندی میں ب
وے ایک ہے عرض سے مرا
بہر حال خاکی کو دیو سے دعا

اس قصہ میں ایک سوال ہے۔ سوالات عالم غنا صر وغیرہ اشیا کی حقائق کی نسبت میں
ایک نفاصل عبد العلیم مندی کے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے قصہ عجیب غریب ہے
رسالہ ہزار مسائل کی طرح ہے مطالعہ سے لطف فراہماتا ہے۔

خلیل اصحا خان حیدر آبادی

خلیل مخلص۔ اصالت خان نام۔ آپ سید مظفر ازندانی جو ابو الحسن تاج شاہ الی
دکن کے وزیر تھے فرزند ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ اور شوخا
بی دکن ہی کی زمین میں ہوا۔ سن شعور کے بعد عظماء و فضلاء کی خدمت میں کتب و رسم
سہ ماہ فرمایا۔ پتہ تحصیل کیں۔ جامع فضائل و فوائد میں رہے۔ ہمعصرین میں لائق
وفائق نہایت کئے گئے۔ سرکاری خدمات پر مقرر تھے۔ مدت کمال کا جد جاہ طاعت

سرکاری کاموں کو اچھی طرح سے انجام دیتے رہے۔ آخر ۹۳۰ھ ہجری میں والد ماجد کے ہمراہ عالمگیر بادشاہ کی خدمت میں پہنچے۔ بادشاہی منصب دارون میں شریک ہوئے۔
 موزون الطبع خوش فکر تھے۔ کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے۔ سنہ وفات کا ذکر کسی تذکر نویس نے نہیں لکھا۔ لیکن آپ کی رحلت ۱۱۵۰ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ خدا غریق رحمت کرے۔ آپ کے تالیف طبع سے صرف ایک شعر ملا لکھا گیا۔

من اشعاره

قطرہ خورشید را حکم چکیدن در ہم تشنه لب عشق را ذوق چشیدن در ہم

خان محمد علی خان دکنی

خان مجملخص۔ محمدی خان نام۔ آپکا اصلی وطن و مولد حیدر آباد دکن ہے۔ آپ عالم شباب میں فارسی میں بقدر ضرورت لیاقت حاصل کر کے شہر میں کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ وطن سے دل بزم خاستہ ہو کر زانی میں لگے۔ سپاہ پیشہ تھے و مان کسی محکمہ میں ملازم ہو گئے۔ خوشی و خرمی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ اور دلی ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ شعر گوئی کا شوق تھا و مان نواب سعادت یار خان رنگین المتوفی ۱۲۵۱ھ کے شاگرد ہوئے۔ شعر خوب کہنے لگے۔ کلام درست صاف با محاورہ ہوتا ہے۔ آپ کے اشعار کی کیفیت کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھی۔ مگر تقریباً ۱۲۶۵ھ میں لکھی گئی تھی

من اشعاره

باد جو قوت تری آتی ہے محکو ہچکی و مین لگے جانی ہے

خاص۔ شاہ خاص حیدر آبادی

خاص تخلص - شاہ خاض نام - آپ حیدر آبادی المولید میں آپ کے والد
شاہ خاموش صاحب اول جو آصفیہ ثانی کے زمانہ میں اندرون شہر درگاہ
کے متصل سکونت پذیر تھے۔ درویش فانی و فقیر حقانی تھے۔ متوکل علی تدوین
آپ بھی بدستور قدیم بزرگان سلف کے طریقہ پر قائم تھے۔ والد ماجد کے مرید
و خلیفہ - آپ کی شکل صورت درویشانہ تھی۔ جبہ و دستار مشائخانہ پہنتے تھے
خوش مزاج و پاکیزہ طینت تھے مزاج میں محبت الہی کا جوش و دلشعبان گوئی
کا خروش تھا۔ شعر عمدہ کہتے تھے۔ نازک مزاج و عالی دماغ تھے۔ آپ
۱۲۴۰ ہجری کے قریب فوت ہوئے۔ آپ کے دو مرتبہ بھائی مسی طبع بھی شاعر
تھے۔ ہجو گوئی میں کمال کہتے تھے۔ بہاراجہ بہادر نے دورِ پیدہ یومیہ مقرر کر دیا تھا

من اشعارہ

گلابے تازہ گال سے کلی نازک ہر گلجی
تمام قد و نہال نگین قبائلی چمن گلجی

روایۃ الدال

درگاہ - درگاہ قلیخان سالار جنگ

درگاہ تخلص - درگاہ قلیخان سالار جنگ نام - آپ کے کان پور پورہ اوس مشہوری
سے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ خاندان قلیخان شاہ صفی کے زمانہ میں علی مردان خان
گورنر قندھار کے ہمراہ تھے۔ علی مردان خان نے شاہ صفی کی ناقدر دانی کی وجہ سے
نوکر ہی ترک کر کے شاہ جہان بادشاہ ہند کی خدمت میں آنیکا ارادہ کیا۔ تشریف آوری
سے پہلے خاندان قلیخان کو درگاہ بادشاہ میں پہنچا۔ خاندان قلیخان غرہ جمادی الآخر

۴۲۱ ہجری میں درگاہ بادشاہی میں آیا علی مردان خان کی عرضداشت پیش کی
 خلعت و انعام ہزار روپیہ سے سرفراز ہوا۔ علی مردان خان پندرہ ماہ شیخ رجب بنہ نہ کو
 کو بادشاہ کی ملازمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے نہایت قدر دانی سے صوبہ داری
 شمشیر پر مقرر فرمایا۔ اور خاندان قلیخان کو اپنے پاس کہا۔ خاندان قلیخان انتقال
 کے بعد ان کے خلف الصدق درگاہ قلیخان کو بذریعہ علی مردان خان منصب جاگیر
 ضلع ٹھٹہ میں مقرر فرمایا۔ سرکار علی مردان خان کی میرا مافی بھی منصب جاگیر کا
 ضمیمہ ہوئی۔ علی مردان خان کے بعد درگاہ قلیخان شاہزادہ اورنگ زیب کے
 منصبداروں میں شریک کیا گیا۔ شاہزادہ کے ہمراہ دکن میں آیا۔ پھر چند روز کے بعد
 مہندین مراجعت کی اور وہاں فوت ہوا۔ پھر انکا خلف الصدق نوروز قلیخان
 دارو اور ضلع بیجا پور کی قلعہ داری پر سرفراز ہوا۔ مدت تک قلعہ داری کا اہتمام
 کرتا رہا۔ پھر وہیں فوت ہوا آپکا خلف الصدق خاندان قلیخان مافی منصب جاگیر
 سے سرفراز ہو کر منصبداران متعینہ اورنگ آباد میں شریک ہوا۔ ۱۱۰۰ھ ۱۱۰۱ھ
 کے یازد میں سکینہ کی وفات بعد از گاری اور ضلع کی فوج داری پر سر بلند ہوا۔
 نواب صفیاء نے اپنے راز میں اپنی خاص سرکاری خدمات پر مامور فرمایا۔ نظام آباد
 بالائے کٹل فوراً پوجا اور بتاتے سے میں کو کس قاپر واقع ہے اسکی تعمیر آبادی
 آپکے اہتمام سے ہوئی۔ آپ اسوقت میر عمارت تھے۔ آپکے خلف الصدق نواب
 درگاہ قلیخان ۱۱۰۱ھ سالار جنگ تھے۔ تہ جمہ کی ولادت انیسویں تاریخ ۲۲ ہجری
 سکینہ میں واقع ہوئی چنانچہ خود سالار جنگ تاریخ تولد میں کہتا ہے
 شد سالار دشت زروئے الہام درگاہ قلی زخاندان و رلا

نشوونما کے بعد جب آپ نے چودوین سال میں قدم رکھا سرکار آصفیہ کے منصب
 و جاگیر سے سرفراز فرمایا۔ بیس بیس کی عمر میں اپنا ہمکار کیا اکثر حضور ہی متدین
 آپ کے تفویض تھیں۔ آپ خدایات کا اہتمام نہایت ہیانت امانت سے فرماتے رہے
 جب تک زندہ رہے حضور آصفیہ کی عنایات و مراحم سے خوشحال و سرفراز رہے
 حضور کے سفر و ملی میں جو ہنگامہ مادر شاہی میں ہوا تھا آپ ہمکار تھے۔ مدۃ العصر
 سرکاری خدات و آقا کی تابعداری میں جانفشانی و عرق ریزی کرتے رہے۔ نواب
 نظام الدولہ ناصر جنگ شہید کے عہد میں ہی ممتاز اقران و محسود جہان سے
 نواب امیر الممالک صلابت جنگ کے زمانہ میں منصب شش ہزاری اور مہتمم الدولہ
 خطاب و رنگ آباد کی صوبہ دار رہی۔ سب ملذذ و نامور ہوئے۔ خوب انتظام بہد و سبت
 کرتے رہے۔ جب یاست کن کا انتظام نواب آصفیہ ثانی کے متعلق ہوا اس وقت
 آپ مفت ہزاری منصب بھی مراتب مہتمم الممالک خطاب سے معز ہوتے۔ اور سوا
 عمارتی ماتی دو جہا لری کی اجازت ملی۔ اس وقت حضور ہی دستور تھا کہ کوئی امیر بغیر
 اجازت حضور عماری پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اب بھی کن میں وہی دستور جاری
 ہے چند مدت کے بعد حسن خدمات کے صلہ میں خاندوران خطاب سے مخاطب ہوئے
 آصفیہ ثانی آپ کو بہت چاہتے تھے۔ اور نہایت عزیز رکھتے تھے جس زمانہ میں
 کہ راجہ بہادر دیرائے گنگا کے کنارے مقتول ہوا آصفیہ ثانی اور رنگ آباد
 میں رونق افزا ہوئے۔ اور چھاوٹی کے لئے حجۃ بنیاد رہی کہ شجریہ فرمایا۔ حضور
 بھی شہر میں مقیم ہوئے۔ ہنگامہ عالی کثرت عنایت و رحمت سے آپ کے محلات
 میں رونق افزا ہوئے۔ چند روز رہے۔ آپ نے آقائے نامدار کی نہایت شان

و شوکت سے بہا نذاری کی ہر روز جشن نوروز تھا۔ سامان عیش محبوبہ افروز تھا۔
 علی ہذا القیاس رات کی یہی یہی کیفیت تھی تھی رات کیا تھی شب برات تھی
 جب حضور نبی گانعالی رخصت ہوئے۔ اکثر تحائف بے بہا نذر گذرانے
 حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔

بعد ازاں گردش تقدیر سے کوئی ایسا سبب پیدا ہوا کہ آپؐ غرہ رجب ۱۱ء ہجری
 میں اورنگ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوئے۔ عزیز خلائق تھے آپ کی مغزولی
 سے عام شہر میں رنج و الم تھا گھر گھر شور و ماتم تھا۔ اس حالت میں عام کا اکیلے سنا
 ہمدردی و افسوس کرنا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپؐ پانتے اروا مانتے
 و منصف تھے اور یہ قبولیت عام اس امر کو ثابت کرتی ہے کہ آپؐ مخلوق مجسمہ صلح
 تھے۔ نہ میں تو ایسی حالت مغزولی میں عرف عام رواج کے موافق کوئی ہمدردی نہیں کرتا
 بلکہ لعن و طعن کرتے ہیں۔ آپؐ ہجیم و ہجیمہ سند مذکور کو اورنگ آباد سے نظام آباد
 جاگیر میں تھجل و شان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ روانگی کی بوقت جمع عام تھا
 عمائد شہر و شاخ و فصلد بیرون شہر تک ہمراہ آئے آپ کو نہایت حسرت و رنج
 سے رخصت فرمایا۔ فقر و غریب کا ہجوم تھا شور و غل تھا۔ آپ کے احسانات یا کرتے
 تھے اور کہتے تھے کہ شہر ہے اگر نہ آبادی چلے جائیں تو کچھ نعم نہیں ہوتا اور نہ شہر کی
 آبادی میں یہی کمی نہ ہوتی مگر اس مرتبہ دلائل کے جانے سے شہر ویران نظر آتا ہے
 آپؐ خوش مزاج و خوش خلق تھے منصف عادل۔ کریم باذل تھے بس گفتہ طبع
 و زندہ دل۔ و ناوردی میں دلیر و بیدل تھے۔ عینیت پروری و غربا نوازی میں بنی نظم
 تھے۔ ملکی و مالی تدابیر میں روشن ضمیر تھے۔ طلاقت بیانی و سخن دانی میں بے مثل

انشا پر داری تاریخ دانی میں بے بدل۔ آپ کی حاضری اور بدلتہ بیانی مشہور
 تھی۔ طبیعت کی تیزی نور علی نور تھی۔ آپ کے پابند تھے آپ کا وقت کا موٹا
 معہور رہتا تھا۔ وقت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ کی ظاہری شان و شوکت و حشمت کی
 شان ہی بل دید تھی اور آپ کی سواری بڑی تکلف و تجمل سے نکلتی تھی۔ دو تین سو
 سوار حبشی و عرب و کئی جلو میں ہمراہ ہتے تھے۔ سواری کے آگے چند عرب
 و چیچا لغزہ بجاتے ہوئے گاتے تھے۔ اچھلتے کودتے تھے۔ سواری کے دیکھنے سے
 مطف آتا تھا۔ امارت و ریاست کا تماشا نظر آتا تھا۔ اور عایا کے لون میں عرب
 و خوں ہوتا تھا۔ کوئی مفید و باغی فساد و بغاوت نہیں کرنے پاتا تھا۔

آپ لطیف گوئی و ذہان سنجی میں یکتا تھے۔ آپ کے لطائف و طرائف اکثر مشہور ہیں
 منجملہ ہم چند لطیفے شائقین کے مطالعہ کے لئے لکھتے ہیں کہ ان کے دیکھنے سے
 مطف اٹھائیں۔ کہتے ہیں کہ جناب علی صاحب کے صاحبزادہ کی شادی تھی محلہ
 منعقد میں شہر کے تمام مراو شاخ حاضر تھے۔ اور اس مجمع میں جناب میر غلام علی
 آزاد بلگرامی و شاہ محمود صاحب نوخیز دوران صاحب جمہ و نواب اشجع الدولہ
 مجتمع تھے۔ اس وقت حسب طور فرین یعنی مادر وکس و کلا فاضی صاحب کے سامنے
 آئے۔ خواجہ وکھونامی بنات فروش عروس کے طرز سے کیل ہو کر آیا۔ خاندوران درگاہ قلیخان
 نے کہا۔ آج ہمارا معلوم ہوا کہ آپ بنات فروش ہیں۔ حاضرین مجلس اس لطیفہ سے
 بہت ہی مخطوط ہوئے۔ لفظ بنات جمع بنت یعنی بیٹی۔ و بعضی پارچہ پٹری۔
 لطیفہ دیکھ کر ایک وزیر شاہ علی صاحب نے نواب صاحب کے کہا کہ ہم غیور و کلیلے
 فنط دنیا کی دعا کرنے میں مگر آپ کے لئے دین دنیا دونوں کی دعا چاہتے ہیں۔

دین کی دعا کا محل مسجد مقرر کیا ہوں اور دنیا کی دعا کا مقام بیت النخل۔ کیونکہ وہ مقام قضا حاجت ہے۔ نواب نے کہا آپ مسجد میں کئے مرتبہ جاتے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا پانچ وقت۔ اور بیت النخل میں کئے بار شاہ صاحب نے کہا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ۔ نواب صاحب نے کہا میں جناب آپہی میں عاکرتا ہوں کہ حضرت کو پیش ہو تاکہ آپ بیت النخل میں بار بار جائیں اور دنیا کی دعا بہت کریں شاہ صاحب حاضرین قہقہہ کر رہے تھے۔

لطیفہ دیکر چند نو ملازمین کی درخواستیں نواب صاحب کی خدمت میں پیش ہوئیں نواب صاحب نے ہر ایک شخص کو بالمشافہ لکرا کر اسکی حیثیت کے لائق خواہ مقرر کر کے دستخط فرماتے تھے۔ اور نین دولہ کے کم سن تھے۔ نواب صاحب نے ایک کی درخواست پر لفظ مامور لکھا اور دوسرے کی درخواست پر لفظ دیکر لکھا۔ وہ دونوں کم سن لڑکے کچھ ہی نرائین پنٹیکار کی خدمت میں گئے۔ پنٹیکار نے دونوں درخواستوں کا تفتہ لکھوایا۔ اور نواب صاحب کی خدمت میں دونوں کو پیش کیا۔ فرمایا کہ کل یہ دونوں منظور ہوئے پنٹیکار نے عرض کیا جسکی فریاد پر آموز دستخط تباہ آج سیکھ کر آیا ہے۔ اور دوسر جسکی فریاد پر دیکر ہے میں نہیں سمجھتا ہوں کہ دیکر سے وقت مراد ہے یا کوئی دوسر شخص۔ نواب صاحب نے پنٹیکار کی تقریر سے ہنس فرمایا اور دونوں کو نوکر رکھ لیا۔

لطیفہ دیکر دہلی میں آپ نواب صفحہ کے ہمراہ تھے۔ دربار میں نا شاہ نے محمد شاہ سے کہا کہ ہم کل جاؤ گے اسوقت آپ نے یعنی رگاہ قلیخان نے آہستہ نواب کے کان میں کہا کہ اتنا در کا المعدوم۔ نواب صفحہ بہادر آپ کے

لطیفہ نادر سے بہت خوش ہوئے۔

آپ شعر اور دست و علم پرست تھے۔ قدردان وجوہ شناس۔ سہمینہ میں دو تین عام جلسے اپنے باغ و گلشن میں منعقد فرماتے تھے۔ اور ان بزرگوں کو جو لائق صحبت ہوتے تھے بلاتے تھے۔ اور ہر روز آپ کے دولتانہ پرہم شہر بان خاص کا جلسہ رہتا تھا۔ اور آپ کی مجلس میں تکلف نہیں ہوتا تھا۔ آپ حاضرین مجلس سے خندہ رو و شگفتہ جبین ملتے تھے۔ آپ تعمیر عمارات و آبادی قصبات دیہات کے شائق تھے اور نگاہ باد میں اکثر عمارات آپ کی یادگار ہیں۔ باغ و گلش اور نگاہ باد میں جنوبی جانب آپ کا بنایا ہوا ہے شالہ ہجری میں ایک نہر کھدوائے اور باغ میں لائے۔ اور باغ میں ایک کنادہ حوض بنوایا۔ حوض کی جہ سے باغ سیراب تازہ رہتا ہے۔ عیلام علی آزاد بلگرامی نے اس کی تاریخ لکھی۔

تاریخ بنائے نہر

خاندوران میر عالیجہ	مورد عا طغات ربانی
نہر آب حیات جاری کرد	خضر آرا کند نگہبانی
کامیاب زلال حاشش	مردم شہر دبیابانی
کرد این نہر را روان در باغ	تازہ شد آب رنگستانی
کند حوض وسیع در بستان	کہ توان گفت کوثر ثانی
این عمل امتیاز خاص یافت	از قبول جناب سبحانی
سال تاریخ او طلب کردم	گفت دل نہر خان رانی

آپ مخدومان بطبع تھے سخن فہم و سخندان تھے۔ کبھی کبھی شعر مخدومان کرتے تھے

اور ہندی میں مراٹھی حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے مرتے بہت ہی
 خوب کہتے تھے۔ چند اشعار مندرجہ ذیل آپ کے طبعزد ہیں۔ ایک روز کینڑ و ملگر رامی
 نے خواجہ حافظ شیرازی کی غزل پر یہ صبا بطف بگوائے غزال رعنا را کہ سر
 بکوبہ و بیابان تو داوہ مارا چ طرح کی اور فرمایا ۵

صبا پیام رسا آن بہار رعنا را	کہ داد بوئے تو سرمایہ جنون بار
اُسی وقت نواب خاندوران خان بہادر نے بھی فی الفور فرمایا۔ ۵	

صبا پیام رسا آن جنون تمنا را	بہارہ آمد و سر سبز کرد صحرا را
پچھی نرائن مولف گل رعنا نے بھی حبش نواب صاحب زون کیا۔ ۵	
نزد و جلوہ اوسیل گرہ مارا	طلوع ماہ کند پیش بے ریا را

نواب صاحب بہت خوش ہوئے اور تحسین و تعریف کی۔ آپ کی بحالی کا سامان
 موجود ہو گیا تھا۔ یکایک آپ ۸ جمادی الاول ۸۰۰ھ میں مرض ہر سام سے
 نظام آباد میں فوت ہوئے۔ وہاں سے نعش مبارک کو اوزنگ آباد میں لاکر آپ کے
 والد ماجد کے مقبرہ میں جو شہر کے جنوبی جانب ہے دفن کئے۔ دفن کی وقت عمائد شہر
 و مشائخ و فقرا جمع ہوئے۔ شور و غوغا برپا تھا قیامت تھی۔ میر علی ارشد اجینی نے
 مادہ تاریخ میں ایک مصرع لکھا۔ ۵ اہل عالم سینہ چاک ز ماتم سالار جنگ
 اور کسی دوسرے شاعر نے ایک مصرع میں تاریخ صوری و مغوی لکھی ۵

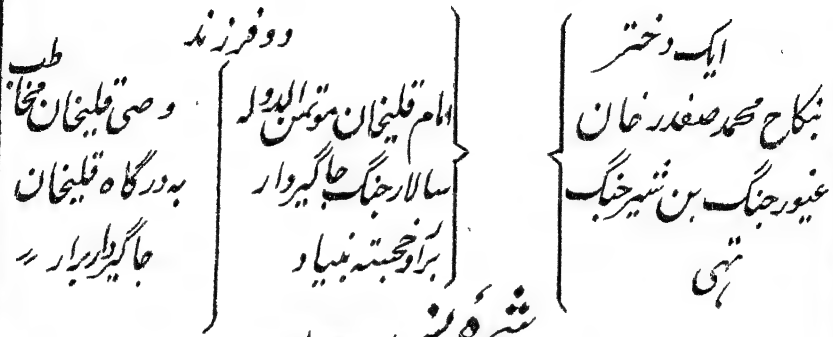
کینہ راز و کبصد و ہشتاد سال

۱۱۸۰ ہجری

میں آپ کی اولاد و شجرہ خاندان کو گزرا شش کرتا ہوں

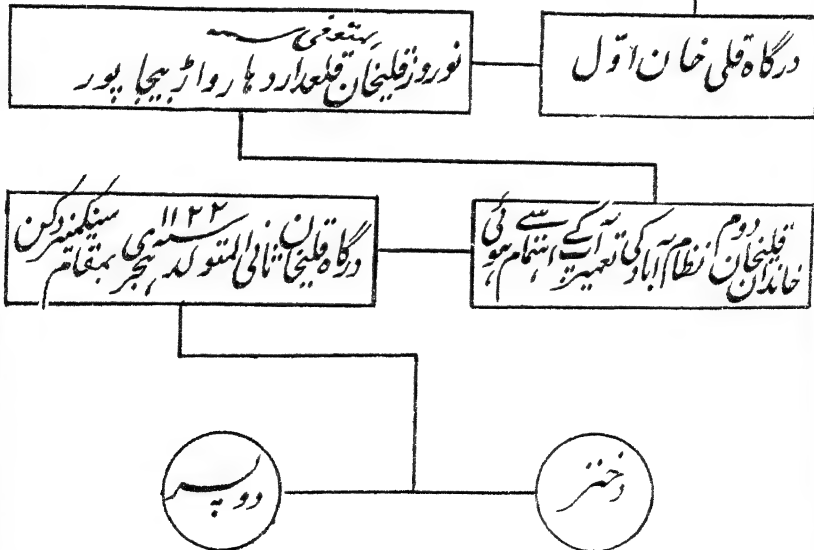
اولاد نواب موصوف

حنیف الدین خان بانی سرگ اورنگ آباد کی لڑکی کے بطن سے



شجرہ نسب

خاندان قلیخان ذوالقدر از ترکمان بور بورالوس خانان سیاہ چیمہ نواحی مشہد



نواب سالار جنگ مرحوم اول کی نہنیاں کا سلسلہ آپسے منہی ہوتا ہے۔

جب کہ الہ ہجری میں وزارت خان اور نگاہ دی کو غفران پناہ عالیجناب آصف جاہ
 اول نے دوبارہ دیوانی سے سرفراز فرمایا۔ اجاب نے جوش خوشی سے تاریخین کہیں۔
 آپ نے بھی دو بیتیں تاریخچی موزون کی۔ ہر ایک مصرع سے سنہ سرفرازی دیوانی
 برآمد ہوتا ہے لیکن مصرع آخر میں ایک ذرا لکڑ ہے۔ **حوہذا**

شد بچکم تو بزم نورانی	با مصابیح فصل یزدانی
از برائے صلاح خلق شد	باز رو نق گرفت دیوانی

گل رعنا کے مولف نے آپ کے اوصاف حمیدہ اسطرح لکھے واقعی آپ جامع الصفات
 والکلمات تھے مولف کا قول مبالغہ مبرا ہے خوشامد و تعلق کے دہتے سے معرا ہے
حوہذا درگاہ قلیخان بہادر مخاطب بہ موتمن الدولہ خاندوران سالار جنگ
 امیر بود عالیجاہ دانش نگاہ متصف باوصاف حمیدہ و متخلق باخلاق پسندیدہ
 غنچہ تصویر در محفل نگینش جوئے شگفتگی در سر و طوطی شصت و فیاض بیان شینش شتار
 و شکرت بلبل نادرستان مستفید طلالت زانوش۔ و گل شگفتہ جبین در یوزہ گچہ
 خندانش۔ چرب نرمی او دل سنگ را موم می ساخت۔ و تالیف قلوبی او
 اجتاو اعدایہ و درام می انداخت ضمیر منیش در بدیہ بیانی بازار آئینہ می شکست
 وزارت و الاصفاتش در نیم فروزی بالادست شمع می نشست۔ صولتش شیرازہ
 را آب می نمود۔ و شجاعتش گوئے سقوت از ستم رستان می ربود الخ انہی کلامہ

من اشعار و الفارسی

شک یک شخص است گمان من تو	من تو نیست میان من تو
معاشرانہ سوائے بدستان و ایم	بائے بادشاہین ہوا چہ میخواید

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند	قدش دیدند طوبی آفریدند
بعالم ریخت شکم رنگ طوفان	ز جیب قطره دریا آفریدند
می چکد رنگ بہا راز خامہ	وصف خسار کہ انشا می کند
حکم آصف این غزل را تازہ کرد	کار بار کار فرما می کند
سبیکہ در صدر و صف آن بہن باشد	چو شخص پیچ میدان در پی سخن باشد
باغوش آید آن دلدار فواہ چنیں باشد	خدا گر راست آرد دولت و جا چنیں باشد
چہ منتہاست بر دل از صبا گزینہت رلفش	حیات تازہ می بخند ہوائے چنیں باشد
مصفا سا ختم بہر قد و مش حضرت دل	برائے شاہ والا جاہ و رگا بہ چنیں باشد
سوائے حیدر کہ ار شاہ مردان کہیت	کہ ذوالفقار با و دا و حق بنی دختر
و لم را فرقت آن نامسلمان ساختہ	نمود از ہم جدا جزا قرانی کہ من ازم
کردیم ثنا ہجر طاقت	اے صبر بما چہ کار داری
باکے نبو و ز تیغ اعدا	گر صاحب ذوالفقار داری
نور و ز کہ روز سعد عشرت افزاست	مولائے جہان تحت خلافت آراست
از مقدم گل مانند آئنا رخزان	سائے کہ نیکو است از بہارش سپید است
کونین شد ایجا و برائے ایشان	حاشا کہ کسے رسد بجائے ایشان
اسرار نبوت اندا و لا علی	در گاہ قلی است خاکپائے ایشان

وانش - میرضی مشہدی

وانش تخلص - میرضی رضوی نام ہے - آپ میر ابو تراب مشہدی کے فرزند ہیں

آپ کے والد عالم فاضل تھے۔ دانش بھی بصدق الولد سرلابیہ ہوشیار و ہونہار
 تھا۔ کتب تبدائی والد ماجد سے پڑھیں اور باقی کتب مختلف اساتذہ سے تمام
 کین تحصیل سے فارغ ہوئے۔ بعد حرمین شریفین کی زیارت حج کا ارادہ کیا
 جب حرمین پہنچا تو ایک شہنومی کعبہ کی تعریف میں لکھی۔ من اللہ تعالیٰ

زخوبی کعبہ معشوق جہالت بروئے تو نیازان در کشارہ جالت غدر خواہ زخمت و	نشاط و لربانی در جہالت چہ معشوقانہ خود را جلوہ داد بگرد آن تو وضع میتوان
--	--

ایسا ہی روضہ منورہ کی وصف میں بھی کہتا ہے۔

ہمایون قبہ سرکوب فداک زحق بیگانگان را آشنا ساز ز دیوارش فلک دست کوتاہ	بہشت بے گمان عالم خاک چو ابرو طاق محرابش خدا ساز نمایان تا بعثر از سایہ اش را
---	---

حج و زیارت سے مشرف ہو کے مشہد میں آیا۔ ہندوستان میں باپ سے ملنے کا
 شوق دل میں شعلہ زن تھا۔ چنانچہ ہند کے شوق میں کہتا ہے
 راہ دور ہند پاست وطن ارد مرا چون جناب میان رفتن ہند و خوش
 آخر مقامات متبرکات کی زیارت سے فارغ ہوئے ہی ایران ہند کے جانے میں
 نزد کا فیصلہ کیا کہ سفر ہند کو ایران پر ترجیح دی چنانچہ کہتا ہے

پیشان خاطرے باہم بگل داشت حجرا در بغل پنہان کشیدم جلا چون از سواش دیدہ وادم	میان ہند و ایرانم دو دل داشت در آن آئینہ روئے کار دیدم سیر رنگی ہند آمدیادم
---	---

<p>پدر گزمن روانش تازہ بادا نشاط آبا و غربت بود جانش شدا از تحریک آن گزشتہ بلبل حقیقت را بلند آوازہ کردم نگہ را حسن گندم کون نصیبت گہر را قدر در خاک مراوش سواد سے دیدنش سرمایہ نور ز بس سبست نخل بوستانش رسیدم فضل خوبہائے ایام</p>	<p>وران گلشن بلند آوازہ بادا فضائے ہند باغ و لکشايش سواد ہند بر من سایہ گل نمک با لعل سبز ان تازہ کردم چو طوطی سبز در ایران غریبت صحا بخت از مایان را سوادش بمردم پروری چون دیدہ شہوت پر طوطی بود برگ خزانش ہوا بردار سرم فکر سرانجام</p>
--	---

پیر دانش صاحب ترجمہ شاہجہان کے عہد میں وارد ہند ہوا۔ اور پدر گوار
کی ملازمت سے کامیاب۔ سرو آزاد میں میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ در عہد
شاہجہان با والد خود عازم ہند گردید لہٰذا اور خزانہ عامرہ میں لکھتے ہیں کہ در عہد
صاحبقران تافی شاہجہان ہند آمد و بدولت ملاقات والد کامیاب گردید لہٰذا
تخیر اول سے ثابت ہوتا ہے کہ ہند میں باپ کے ہمراہ آیا۔ تخیر دوم سے معلوم ہوتا
کہ شاہجہانی عہد میں آیا۔ اور باپ سے ملا یعنی اسکا باپ پہلے سے ہند میں موجود
نہا۔ تخیر ثانی درست و صحیح۔ تخیر اول میں تزد ہوتا ہے۔ شاید سہو کا تہ سے خلطی
واقع ہوئی۔ والامیہ صاحب کے ایسا تضاد واقع نہیں ہوتا والعلیم عند اللہ۔
ماہ شعبان ۱۰۷۱ ہجری میں ایک قصیدہ مدحیہ بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا
دو نوار روپیہ صلہ پایا۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے

بخوان بلند کہ تفسیر آید کرم ست	خطے کہ از کف دست مبارکش پیست
چند روز شاہزادہ داراشکوہ کی ملازمت میں رہا۔ شاہزادہ کی عنایت و لطافت سے مخصوص ہوا۔ بہارستان کے مولف نے لکھا کہ شاہزادے نے میررضی کو غزل کے ایک شعر کا صلہ ایک کبوتر دیا عطا کیا۔ وہ شعر یہ ہے	
تاک را سر سبز کن اے انبریان در بہار	قطرہ تاملی میتواند شد چہرہ گوشت شود
اور شعر کے مضمون سے بہت ہی خوش ہوا۔ اور غزل مذکور یہ ہے	
موسم آن کہ ابر تر چین پروہ شود تاک را سر سبز کن اے انبریان در بہار ناکہ بلبل نہان در پرہ برگ گل است تا بدوق گر میشتی درین بزم آمدیم راز پوشیدن نیایدانش از بیتاب عشق	نگہت گل با یہ شور جنون در تر شود قطرہ تاملی میتواند شد چہرہ گوشت شود بیدار غم کاش ازین یک پرہ نازک تر شود مے بدہ ساقی بقدر انکہ چشمی تر شود در میان انجمن پروانہ خاک تر شود
یا الخلافین جب اس غزل کی شہرت ہوئی تب شعر اے وقتے اس کے جواب میں ورون کئے۔ شاہزادہ داراشکوہ نے یہ بیت موزون کی	
ساطنت سہل ست خود را آشنائی فقر کن	قطرہ تا دریا تو اند شد چہرہ گوشت شود
انتہی کلامہ۔ میردانش صاحب ترجمہ چند مدت بنگالہ میں شاہزادہ شجاع بن شاہجہان کے ساتھ رہا۔ اور وہاں سے بندھے جلوس عالمگیری حیدر آباد دکن میں آیا۔ سلطان عبدالعزیز قطب شاہ کی خدمت میں اعزاز و اکرام سے باایاب ہوا۔ قطب شاہ کے نزدیک عتبہ محمد علیہ ہوا۔ قطب شاہ آپ کے ملنے سے بہت خوش ہوا تا رہا۔ آپ کی تقریر و تحریر کو پسند کرتا تھا۔ آپ بار قطب شاہی کے	

رونق تھے۔ تذکرہ نویسوں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے والد ماجد میر بونہار
فطرت تخلص جو حیدرآباد میں سکونت پذیر تھے۔ اور قطب شاہی سلاطین کے
سایہ پروردہ تھے۔ ۱۰۰۰ ہجری میں فوت ہوئے اور میر حسن ہمدانی کے اہل
میں دفن کئے گئے۔ آپ کی لوح مزایہ پر یہ رباعی جو مرحوم نے رحلت کی وقت
موزون کی تھی لکھی ہوئی ہے۔ خود مولف فقیر نے ہی ۱۲۸۶ ہجری میں دیکھا تھا

رباعی فطرت بتوروز گارنیرنگی کرد	منوخت بہر و خراج آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمی درومی گنج	اکنوں ز تر و نفس تنگی کرد

اور اسی رباعی کے تحت میں میر رضی دانش کی رباعی جو والد ماجد کے فراق میں
کہی مرقوم ہے۔

دانش مکن اعتماد بر عمر دراز	کاید بزمان کم بر عمر دراز
گیرم کہ چو عیسی بفک بر شدہ	آید بچہ کار بے پدر عمر دراز

آخر الامر سلطان عبداللہ قطب شاہ نے میر رضی دانش صاحب جمہ کو اپنے طرف
سے نائب مقرر کر کے ۱۰۰۰ ہجری میں شہد مقدس کو روانہ کیا۔ تاکہ رضو رضویہ
میں بادشاہ کے طرف سے زیارت کے مراسم ادا کرے اور اس کے لئے سالانہ دو ہزار
تہہ بزمی وظیفہ مقرر کرویا تا بزندگی سلطان اسکو بہتیار ما۔ فقیر مولف نے تقریر
سالیانہ کا فرمان عبدالعلی طالقانی میرنشی قطب شاہ کی انشا طالقانی میں میر
کتب خانہ نو اور میں موجود تھی دیکھا تھا۔ افسوس صد افسوس کہ وہ انشا منوئی ہی
حیدرآباد کی طغیان واقع ۱۲۲۰ ہجری میں غرق آندہ سیلاب مولی کاش اگر
موجود ہوتی تو بحسنہ یہاں فرمان کو نقل کرتا۔ آخر میر رضی دانش نے ۱۰۰۰ ہجری

رحلت کی۔ اب میں متفرق تذکرون سے آپ کے بوارق طبع کو گزارش کرتا ہوں
تا کہ ناظرین ملاحظہ کریں **ہو ہذا**

زب کہ مشق سخن ساخت ناتوان مارا	گداخت ہچو قلم مغز استخوان مارا
نشہ کہ بوسہ پائے ہن چوتیر و نسیم	گذشت عمر بخیمیا زہ کو کمان مارا
ذخیرہ بدل از چشم اشکبار ماند	ول شکست شیشہ سیلاب در کنار مارا
غفیت دان بہشت رو گندم کن در جہش	ول کہ فرو طاعت محراب برو مید مارا
بوئے گل شد فیض بخش آہوش و بخود	ول یک نفس گذار در سپر چمن تنہا مارا
چون سز نفس بدستم افتاد از خود میرم	ول ہچو طفلان اول ست خواب آید مارا
بہ ششہ تیغ بگومت تل مارا	ول کو آب کہ شیرینی جان زرد دل مارا
برعدہ ہم صحبتان رفتہ روز خشر است	ول دیر می آید قیامت گشت تنہائی مارا
نصل گل ست جوش بہار سخن مارا	ول گل کرد ہچو غنچہ زبان در دہن مارا
بہار سازد رین بزم سبے داریم	ول خوش اندا اہل نشاط از ضعیفایہا
یعنے باید مرا از شیشہ می ساختن	ول تا توانم خواند در پیری خط چمانہ را
در راہ انتظار چو مرگان شستہ ایم	ول بر آستان خانہ ما جائے مابست
بر دیدہ الودہ بخونم صف مرگان	ول چون حلقہ ماتم بزور شہید است
گر زابر و جبین کشاید در دہم مل است	ول خون بہائے شستہ ماخذہ قاتل است
دست گل چین قتل غام لاو گل میکند	ول باغبان در پائے گلچین خوابا است
مردم بخور مرا روز وصل	ول گر کہ شاد می عرق صحت است
وصل ایران چون دیدہ اشکینے می بمانا	ول گر شاد می کم ز باران روز عید نیست

دله	مرا که خنده گل سر بدر می آرد	دله	دماغ گریه بلبل درین بهار کجاست
دله	آبروئے رودمان تاک هم بر باد رفت	دله	دختر ز رعاص صند بار بامستان گرفت
دله	ما و بلبل عرض چاک سینده میگردوش	دله	ناز پر در گلستان خم خارے هم بداشت
دله	صفحه دشت باد در فیکان طے کند	دله	چون قلم بے دوسه یاری بسفتتوان رفت
دله	کشاده روئے خوبان در آخر حسن است	دله	در چین همه جامه ستم خزان باز است
دله	سینه صافان باغم محبت کشتان بشین خود	دله	آب می باله از ان بازی که بروش پل است
دله	هر روز کامیاب ز رو چو ماه دوست	دله	آئینه وز نامه چرخ نگاه اوست
دله	گر سمره لاف نسبت مژگان زنده بجا است	دله	از خاک برگرفته چشم سیاه اوست
دله	در بزم کغم سیر که جائے و گرم نیست	دله	از حلقه برون چون قلع می سفر نیست
دله	رفتی و از اشک بلبل جبین طغیان گذشت	دله	روز بر گل چون چرخان شب باران گذشت
دله	چسان بنیم که می محتجب بر خاک میزید	دله	که می لرزد و دلم بر که اگر از تاک میزید
دله	در آن وادی که من باشم آبادی نیست	دله	سیاهی میکند از دور کا به چشم آهوست
دله	بر سرم آمد و لب بسیار زود از زمین گشت	دله	دولت نیز می که می گویند شمشیر تو بود
دله	کسے در عاشقی هم پیشه را چون نتواند	دله	خورم گر آب شیرینی بیا دم کوه کن آمد
دله	نوبهار است هوا مایه عشرت دارد	دله	مفت زندیست که می در وقت دارد
دله	اے هماره را خاک شینان گذرد	دله	سایه بال تو بدنامی دولت دارد
دله	چه سان از قدر این صبا و آواز می شناسد	دله	که پرواز بندم تا لب قفس باشد
دله	پرده بر عیب خود از دامن صحرای پست	دله	بکره از سلسله اهل جنون رسوا شد
دله	دلت فصل خزان گر خار جوش گل دارد	دله	بگیر آئینه در کف تا بهار زفته برگردد

چگونہ بار بمنزل برود مسافر اشک
 تابه پیغام ربانی از تو حریفی نشود
 در دلمے بکاغذ ابروی رستم ز نیم
 نمیدانم چه صیادوی که تیرغیت آهورا
 دل از حسن جوانی درشت آرمی رستم
 مرد و انابه سحر زبده افران گردد
 نستم امین اگر ز حشمت مرادل مید
 و گزیر لطف سیاهش در پی تاج ایمان
 شاخ رنگینی ز گلبن بزمین دست
 گمراه ندارم بجگر شک که از من
 بے تکلف فیض بخش از خاکساران بگذرد
 میتوان در پر تو روشن لایم یافتن
 پس از وفات کیادت کند بخور غم خویش
 تنگ بر بی هنران دور فلک کے گردد
 باغبان پیدا چو شد خاطر پریشان می شوم
 صبح دیدم شبنم بر برگ گل غلطان بنار
 ز ساقی باوه میگیم پائے تاک میریزم
 در کفم از باد دستی از نمیکیر و قرار
 قلم سنبل شود گر حرف گیسو تو نبوسم

که ز نرغی بکین میچو استین بشد
 مهر با نر لب قاصد بجائے نامزد
 شاید که پی بدیده گریان ما برد
 چو چشم دبران در زیر بار و خرمی آید
 که این یوسف چو پیری کند گریه امین
 میوه رنگین چو شد از برگ نایان گردد
 صید راحه یاد آبے وقت بسمل سید
 فکرم ز نرغی اقدسیا چمن پریشان شد
 بلبلان شنیون بگردش گلچین کنید
 برو من آئینه غبارے ز شنید
 گوشت عظیم نیم گل غبارے بر مخیز
 جلوه گاه من چو عکس آئینه است
 چون خون مرده سیه پوش شو با تم خویش
 از قفس زنج و شود بلبل خاموش خلاص
 جا اگر یا بم چو بود غنچه پنهان میوم
 یادم آمد طفلی و دامان مادر سو ختم
 ندارم فکر خود میخانه را آباد می سازم
 جامه در نیکنامی پاره چون گل میکنم
 خطم صورت کند پیدا اگر و تو نبوسم

<p>نعم و شادی و سی و سی دان ما گرد و مدد کن نشان بجایا تم چه مددی اے خضر شید بختم از مرگان سیاهان بامید و صالت در شب ہجر ایکے میخو اہی مراد از چمن حاصل شود درین رنگین چمن چون لاله زار بگذار تا بعکس تو عکس آشنا کنم</p>	<p>بئی کم از قدح عادت بدر و صابینا کجاست سمرقند ز دید ما نہان گشتن ندیدم رستی زین کج کلان نمی خواہم چون بیگناہان بلبلے را از قفس در جوش گل آلود کن غریبم در میان ہنشینان گلگشت باغ آئینہ تنہا چہ می کنی</p>
---	---

دانش - میر لا اور علی

دانش تخلص - میر لا اور علی نام۔ آپ آقا سید علی رشتی کے خلف الصدد
میں۔ آپ کے والد ماجد علم و فضل کے زیور سے آراستہ۔ خوش اخلاقی کے پیر سے
پیر سے تھے۔ شعر و شاعری کے میدان میں بھی سابق قدم۔ سید تخلص فرماتے تھے
عجم سے مہاراجہ چند دلال کے عہد وزارت میں حیدر آباد دکن وارد ہوئے۔ مہاراج کے
شعر اے درباری میں ملازم ہو گئے۔ نواب سراج الملک بہادر مرحوم کی دیوانی تک
شعر کے زمرے میں منصف بن سب پاتے رہے۔ نواب مرحوم نے آپ کو بلحاظ لیاقت
و فضیلت اپنے برادرزادے یعنی نواب لار جنگ مرحوم ول کی تعلیم و تکریم فرمائی
مقرر فرمایا۔ علاوہ منصف بن سلوک بھی فرماتے تھے۔ پس دانش صاحب جمہ کے
والد نواب کے دو تھانہ پر مدۃ العمر وابستہ ہے۔ نواب مختار الملک بہادر بھی استاد کا
بہت عزیز کرتے تھے۔ آخر ۱۲۵۵ ہجری میں کربلائے معلی گئے۔ چند روز کے بعد واپس

بہشت برین روانہ ہوئے۔ دانش صاحب جمہ جید راہ دہی مولد ہے انکی ولادت ۱۲۴۴ھ بمطابق
 ۱۸۲۸ء میں ہوئی۔ لیکن آپنے تربیت و تعلیم والد ماجد کی توجہ و سرپرستی سے پائی۔ بمصداق
 المولد سر لایمہ۔ آپکی فارسی زبان و لہجہ و کلمہ مثل اہل زبان ہے۔ سیرت و صورت سے
 شان اہل زبان عیان ہے۔ آپ نشی و بی استعداد ہیں۔ انشا پر دازی میں ملکہ کاملہ
 رکھتے ہیں ناظم و ناشر ہیں۔ شعر و شاعری کے فریقہ۔ آپکے تلمذ جناب حاجی صاحب سے
 ہے آپکا کلام شستہ و شائستہ ہوتا ہے۔ لطافت و خلادت سے بہرہ ہوا۔ آپ فارسی
 وار و دونوں زبان میں کلام موزون فرماتے ہیں۔ جو کچھ آپکا طبع راہ دہتا ہے لطف و
 مزہ سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ ان فضائل کے سوا اس خطاط و شمشیر باز ہیں۔ خط تعلیق
 و شفیعیاتی میں جواہر رقم و عطار رقم ہیں۔ خوب لکھتے ہیں اور خطاطی کے فن کو علماً
 و علماً جانتے ہیں۔ شمشیر بازی یعنی بوٹ میں بھی شہو میں اس فن میں آپ کو
 محمد وزارت علی صاحب بن محمد مراد علی شاہ سے تلمذ ہے۔ فی زمانہ شہر میں اُستاد کے
 قائم مقام ہیں۔ اکثر شائقین فن آپ سے مستفید ہوتے ہیں۔ آپ سرکار عالی نظام
 کے منصبداروں میں ایکسوتین روپیہ ہوا پاتے ہیں۔ نواب لار جنگ بہادر حال کے
 ادب موزون میں شمار کئے جاتے ہیں۔ اور کتب خانہ سالار جنگ کی نگراںی بہت ہی آپ کے
 متعلق ہے۔ آپکے کتب خانہ کا انتظام نہایت خوش سلو بی سے رکھا ہے۔ اور کتب خانہ کی
 فہرست بھی مرتب کی ہے غرض موصوف کیہ کتب خانہ کی درستی و نگراںی عمدہ طرح سے
 کرتے ہیں۔ فقیر مولف کو آپ کی خدمت میں نیاز ہے۔ نہایت محبت و اخلاص سے
 ملتے ہیں خدائے تعالیٰ آپکو خوش و خرم رکھے۔ اب میں آپکے تالیف طبع ہفت بند
 نعتیہ و قصیدہ مدحیہ اردو سے چند اشعار ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھتا ہوں۔

<p>اسلام ہے بارگاہت مہبط روح الامین بانی نبیاد عرفان دار حکمت شہر علم چیت حور آسمان و کیت حور اہان سہر انگشت تو بروہ ازید بیضا سبق لب کشاید چون بہ نعت و کشت شح القدر سجایون دولت اقبال موئے ظل سبحانی نظام الملک محبوب علیخان آصف دوران امیر و نکا ستر سلیم جب جاتا ہے یہاں اٹم ہوا وہ سرور دوران جسے حق نے دی عزت امیری کبری کا تفاخر ملگیا اسکو</p>	<p>خسر و کون و مکان محبوب العالمین قبلہ ارباب ایاں کعبہ اہل یقین آن زمہر تو بہتین و این زمہر تو حسین چہ خورشید داری گوئیہ و راستین آیدش از پردہ قدرت صدائے فرین جہان کی ہے ہنا جب کہ ہے قائم جہان بانی رئیس خسرو ملک کن سکندر ثانی اور ہے آکے کہتے ہیں در اقدس پیشانی بنا وہ ہمشیران عطا کی جسکو دیوانی ریا ہے جس کی کو اپنے حکم گس رانی</p>
--	--

داع - نواب مرزا خان ملہوی

داع تخلص - مرزا خان نام - آپ نواب شمس الدین خان برادر نواب ضیاء الدین بہادر
والی نواب رو کے خلف الصدق ہیں - آپ کی ولادت شہر ملی میں واقع ہوئی - ابھی
آپ خود رسال تھے کہ ۱۲۵۲ ہجری میں والد کا انتقال ہو گیا - آپ یتیم ہو گئے چونکہ
آپ کی والدہ صاحبہ کو صاحب عالم مرزا محمد سلطان فتح الملک کیا درولی عہد بادشاہ ملی
کی ہم آغوشی کا شرف حاصل تھا - اس لئے آپ کی والدہ صاحبہ بادشاہی محل میں رہتی
تھیں - اور آپ بھی والدہ کے ساتھ محل میں پرورش پاتے تھے - رسم تسمیہ کے بعد

والدہ نے آپکی تعلیم شروع کرائی۔ دس بارہ برس کی عمر میں بقدر ضرورت فارسی وارو میں استعداد حاصل کر لی۔ عالم شباب کا ابتدا تھا۔ طبیعت میں جیتی چالاکی موجزن تھی شعرو شاعری کے ساتھ دلچسپی تھی آپ شاعری کے میدان میں بڑھنے لگے جناب محمد ابراہیم ذوق کی خدمت میں اصلاح سخن کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ولیم عہد بہا نے دیکھا کہ لڑکا شاعری کے طرف زیادہ مائل ہے اور ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جناب ذوق سے آپکی سفارش کی۔ ولیم عہد کی سفارش کی وجہ سے ذوق شوق سے آپکے کلام کی اصلاح فرماتے تھے۔ استاد کی اصلاح سے روز بروز آپ ترقی کرنے لگے۔ چند روز میں استاد کے تلامذہ میں ممتاز ہوئے۔ دہلی کے مشاعروں میں شریک ہونے لگے اہل مشاعرہ مثلاً شیفتہ و غالب صہبائی و صابر وغیرہم سے داو سخن و تحسین پاتے تھے ولیم عہد بہادر کے فوت ہونیکے بعد آپ بہت پریشان ہوئے۔ اسی پریشانی کے زمانہ میں ہند کے غدار کا ہنگامہ شروع ہوا۔ آپ آئی سے رام پور آئے۔ نواب یوسف علیخان الی رام پور کے پاس ہے۔ نواب آپکے ساتھ حسن سلوک فرماتے تھے۔ نواب کے فوت ہونیکے بعد نواب کلب علیخان بہادر نے بھی آپکے ساتھ والد مرحوم کی طرح حسن سلوک جاری رکھا اور آپکو کا رخا نجات کا مقصد مہتمم کیا۔ آپ بزدگی نواب کی خدمت میں نہایت آرام سے بے کرتے رہے۔ آپ نواب صاحب کی زندگی میں حرمین شریفین کی زیارت و حج سے بھی مشرف ہو کر آئے اور وطن مالونہ گئے۔ پہر وہاں رام پور واپس آئے۔ نواب صاحب بھی اس زمانہ میں عالم فانی سے مل جلے ودانی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے مان سے برداشتہ خاطر ہو کے واپس آئے۔ پہر سترہ ہجری میں حیدر آباد وکن آئے۔ بذریعہ راجہ گرداڑی پرشاد باقی تخاص حضور میں باریا ہوئے۔ آپ نے ایک قصیدہ مدحیہ سنایا۔ اعلیٰ حضرت گنگاوالی

خلد اللہ ملکہ سکے بہت خوش ہوئے۔ چند روز امیدوارانہ گوشہ نشین پڑے رہے۔ بلحاظ
 ضرورت چند روز کے لئے دہلی چلے گئے تھے۔ غیب کے زمانہ میں اعلیٰ حضرت نے یاد فرمایا۔
 نواب داؤد الملک کے ذریعہ سے آپ کو اطلاع ہوئی آپ فوراً حیدرآباد آئے۔ اور استقلال کے
 ساتھ سکونت پذیر ہوئے۔ تقریباً تین سال کے بعد ۱۲۳۱ ہجری میں اکبریاں والہ جب
 مع ایک غزل مہر شدہ آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے اسی وقت غزل کو دیکھ کر
 واپس پیچیدہ اور حسب اطلب دربار میں حاضر ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کی
 بڑی قدر و منزلت کی۔ اور آپ کی عظمت و شان زیادہ رتبہ بلند فرمایا۔ اور آپ کے لئے
 ۱۲۳۹ ہجری میں چار سو پچاس روپیہ ہوا رہلا خدمت بصدیقہ منصب مقرر فرمایا
 اور ساتھ ہی حکم بھی صادر فرمایا کہ آپ کو ابتدائے تشریف آوردی سے آج تک کی
 کل تنخواہ دی جائے۔ دو تین سال کی کل تنخواہ بحساب چار سو پچاس روپیہ یا مانہ چھکڑو
 پر لہدی ہوئی داغ کے مکان پر پہنچی۔ حضرت داغ رقم کے دیکھتے ہی فارغ البال
 ہوئے۔ پہر ۱۲۳۱ ہجری میں جشن سالگرہ کی تقریب میں خانی و بہادر می جنگ
 دروہ و ملا کے خطاب سے یعنی ناظم یار جنگ میرالدولہ فصیح الملک بلبل ہندوستان
 و منصب چارپنہاری و سہ ہزار سوار و علم و نقارہ سے سرفراز ہوئے۔ ۱۲۳۲ ہجری
 میں ایک ہزار روپیہ وظیفہ مانہ مقرر ہوا۔ علاوہ تنخواہ آپ کو وقتاً فوقتاً صلوات
 و انعامات ملتے رہے ہیں۔ آخر آپ نے ۱۲۳۲ ہجری میں اس دار فانی سے عالم جاودانی
 میں رحلت کی۔ آپ کی عمر سنہریس سے زیادہ تھی۔ اعضا قوی و رشتمے۔ صورت
 و شکل سے معلوم ہوا تھا کہ چھل سالہ ہیں۔ آپ کا کلام روزمرہ کی بول چال ہے
 مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کا چشمہ زلال ہے۔ سامعین سننے سے طعوف

آپ کی عمر متوسط تھی لیکن طبیعت میں جوانی کا ولولہ موجود تھا۔ زندہ دل پاکیزہ منزل تھے۔ کلمۃ الخیر کے گویا۔ صلح کے جویا تھے۔ درویشی و ست غریب پرور آپ کی تصانیف متعدد و داوین ہیں۔ گلزار داغ۔ آفتاب داغ۔ فرار داغ۔ یہ تینوں مطبوع ہو چکے ہیں۔ آپ کے یہاں ہزار ہا شاگرد ہیں۔ اکثر آپ کے چشمہ فیض سے سیراب فیضیاب ہوئے ہیں اب میں چند ہی شعرا آپ کے درویش سے گزارش کرتا ہوں۔

من اشعار الہندی

تو جوا اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا	ولہ	یا بنی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا
ناوک ابھی ہے شست میں بنیاد کے مگر	ولہ	اٹھتین میں انگلیاں نشانہ اڑا دیا
ہے سارا خون کے چھٹیوں سے پیر گلزار	ولہ	ترے شہید کا لاشہ بہار سے اٹھا
غضب ہے جنیدل آیا کہیں نجا دیں بنکر	ولہ	کہان آیا کہ مر یا کیوں آیا میر آیا
یوں آنکھ کے کئی ار کے اشارہ پیٹ گئی	ولہ	گو یا کہ لب سے ہو کے کچھ رشاد رطیا
کبھی فلک کو پڑا دل جلوں کا نہیں	ولہ	اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں
داغ کو چین ہی بس میں آتا	ولہ	جب تک اس سے برا بدلا نہ سنے
یہ بھی طرزِ حسنہ نام ہوتی ہے	ولہ	ساری دنیا تمام ہوتی ہے
وہ آج تک تو کچھ مری سنلو		آج صحبت تمام ہوتی ہے
مٹانے کو سب کو خواب میں چوت ملتا ہے		مری جان چاہئے الاثری شکل مٹا ہے
دنیا میں ایسے لوگ صیبت نہ کہان		ہم آج خوب کے گلے ملے داغ سے
میری نرسہ سزا سننے		تم سنو اسے تو خدا نہ سنے

دوستی کیا اسیکو کہتے ہیں اس شنا کی جو آشنانہ سے

دولت - میر دولت علی سیری

دولت تخلص - میر دولت علی نام بنظم علیشاہ خطاب آپکا سوا سیر
بہ مقضائے آب خورشید شمس المہجری میں شہر اورنگ آباد وارو ہوا۔ دست تک
شہر میں سکونت پذیر رہا۔ شعرا و علما سے ملتا رہا۔ لچھی لائن صاحب تخلص اورنگ آباد سے
نہایت ربط و اتحار پیدا کیا تھا۔ اکثر اوقات اپنی فروگاہ سے صاحب کے دولتانہ پر
آمدورفت کرتا تھا۔ ریختہ میں اکثر صاحب کا تتبع کرتا ہے۔ چنانچہ ایک مقام میں
کہتا ہے ۵ نقش ہے ولی میرے مصرعہ صاحب کیا ہوا بات ہمارا جی نہانے
بہرادر پہ اورنگ آباد بر مانپور میں آیا۔ رخصت کی وقت بدلتے صاحب کے
حق میں ایک منہ عیہ موزوں کیا ۵ دولت کو دل سے اپنے صاحب بھول جانا
وطن میں پہچک نہ دے نہ رہا آخر شمس المہجری میں فوت ہوا۔
شاعر زمین و خوش فکر تھا۔ نازک خیال رنگین مزاج تھا۔ احباب کے ساتھ خوش
صحبت و خوش اخلاق تھا۔ آپکا کلام ریختہ صاف و شستہ ہے۔ ایہام و تلمیذ
شعریہ سے پاک۔ سید ہا سادہ کلام ہے۔

میں شاعر الہندی

گر صبح ہے تو یہ ہے اور تمام یہ تو ہے
صیاد سے ہمارا پیغام ہے تو یہ ہے
قائل مرے کو مجھ سے ذرہ رو برو کرو

ہر آن گریہ کرنا ہر دم آہ بہرنا
سب بلبلوں سے اول ہکو تو نہج کرنا
ایر و قسم ہے تنکو کہ میں جستجو کرو

<p>اے بلبلو تم شک سے اول صو کرو لازم ہے اسکو خاک سے خم یا سبو کرو اسے زاہد و بہشت کی تم آرزو کرو دیکھ سب غنچے مسکراتے مین ہوئیگی شمع پانی جل جائیگا پروانہ منظور مرے دلکو ہے جلوہ جانانہ کیا عالم بہار خدا نے دکھا دیا صورت اسکی نہ زینجا کو دکھا تا بہراد کہینچہ تصویر کو دولت کے لے آنا بہراد کیا یاد میں کرونگا خوبی سے اجناس کو</p>	<p>دلہ چاہو نماز حضرت گل کی داکرو اس چشم می پرست کا مارا گیا ہے جو ہکو ہمارے یار کے جلوہ سے کام ہے لب و رخسار اور قد و قامت مجلس میں نہ جا پیا ہے تہجرت کی تجلی اسلام سے نہیں مقصد و کفر سے نہیں سوتا تھا مست از اسے کوئی جگا دیا خوف ہے مجھ کو مباد کہ دیوانہ ہوئے جائے نامی کی میں اس یکیتین بھیجوں گا اس غم کی کشمکش میں رہو ہی عمر گذری</p>
--	---

وانا نصیل الدین خان

وانا تخلص۔ نصیل الدین خان نام۔ آپ جمال الدین کے بہائی مین۔ بہادر
 بادشاہ کے زمانہ میں آپ نعم خان خانسانا کے مصاحب تھے۔ صحیح النسب ہے
 آپکا مولد و منشا اورنگ آباد تھا۔ آپ فضائل و فوائد سے آراستہ تھے۔ کتب سے
 سے فایز تحصیل تھے۔ شعر گوئی کا شوق تھا۔ خوب مرغوب فرماتے تھے۔ شہار
 کے دیکھنے سے آپکی بیاد و استعداد معلوم ہوتی ہے۔ آپکا کلام آپکی بیادقت
 و استعداد کا محضر ہے۔ آپ کے سرکار سے صوبہ برار میں تھوڑی جاگیر تھی۔ آپ جاگیر کے
 تعلق کی وجہ سے بلوچستان میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور جاگیر سے جو کچھ حاصل

اُس میں زندگی بسر کرتے تھے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ نویس نے آپکی نسبت خاندان کا حال و رآپکی ولادت و وفات کی بھی تاریخ نہیں لکھی۔

من اشعاره

صراحی سجدہ ام سانچہ پرستم چہ پیش آید	بہر سو میر و م از خویش مستم چہ پیش آید
حسن نشاط کرد گل پہچو بہار ہر طرف	دل چون گل سرمد بدیشہ جام نامی و د
حیرت برق حسن یار بسکہ زگرہ جوش زد	دل قطرہ اشک ہر مرقہ چون درخجف
پہینان باعقا و میکہ را چو در کشاد	ساغومی کف نہاد و گفت بنوش و کجف
و ر تو کسے کہ نیست نیت نقاش جاودان	غیر تو ہر کہست بہت بہ عرض تلف
باتو مراست آرزو خواب فراموشی خود	سینہ بینہ او برد و بدست کف کف
آصف عہد اے نصیر یافت روخ جہ فیض	طالع اگر یاد کند و انش آرم کف
نمیرد بخدا نشہ بجائے شراب	چہ جائے بک و چہ افیو شراب اے شراب

آپکا انتقال بھی تقریباً ۸۵۰ ہجری میں ہوا۔

درسی۔ سید محمد درویش براری

درسی تخلص۔ سید محمد درویش نام۔ آپکا اصلی وطن سورجی انجن گائون ضلع برار ہے۔ آپکے اشعار شاہد حال ہیں۔ مکانست من عرصہ سورجی پکے گز
نذا نم طریقہ کجی۔ دیارست نورون بصوبہ برارہ چو آب ہوایش طراوت دیارہ
بہت است ثانی آب ہواہ ہواروز در روز خوش پیشواہ آپ سید صیح النسب والحب ہے
آپکا نشو و نما برار کی آب ہوا میں ہوا۔ تربیت و پرورش میں کی غذا سے ہوئی آپنے

نشوونما کے بعد وہ ان کے علما و فضلا سے کتب سیۃ تحصیل کیں تحصیل کے بعد
شعر گوئی و عبارت نویسی کا شوق ہوا۔ طبیعت کی تیزی چالاکی سے انشا پر از ہی
و سخن طرازی شروع کی۔ رفتہ رفتہ دونوں فن میں کامل ہوئے۔ ہمعصرین میں
نشئی ہمیشہ شاعر بیدل شمار کئے گئے۔ آپ رسی کی نظم و شعر کہنے میں اس قدر
قدرت رکھتے تھے۔ بغیر سوچے سمجھے مضامین تازہ موزون کرتے تھے۔ آپ ہاشمی
منصب پر ممتاز تھے۔ نواب عوض خان بہادر عہد الدولہ صوبہ برار کے صاحب
تھے اور گلزار خان اسد خانی کے مقرب۔ آپ عالمگیری زمانہ میں زندہ تھے۔ آپ نے
ایک کتاب سہمی نادر پر نواب صاحب صوفی کے فرمانے سے لکھی۔ کتاب میں
وزیر زادہ اور شاہزادی ملکہ کا عشق و محبت بیان کیا ہے۔ کتاب عجیب و غریب ہے
سالیف کتاب کی تاریخ ۱۳۳۳ھ ہجری ہے ۵

بہسن بکیرار و صدوٹہ سی	ہمایون درآن روز مائے بسے
مرتب شد این نامہ نامور	چنین کاخ پر داختم در دہر

آپ صاحب یونان میں دیوان مختصر ہے۔ کلام بامجاورہ و سلیس ہے۔ عبارت
و شمسہ ہے۔ ہستعار و کنایہ سے خالی ہے۔ خط و خال و حسن جمال کے بیان میں
سب اغوشبیک استعمال کیا ہے۔ کلام میں تشبیہ مبالغہ کا ہونا ضرور ہے۔ یہ کلام
نکاح ہے۔ کشتی شاعر کا کلام اس کے خالی نہیں ہوتا ہے۔ نواب صاحب صوف اور
نادر صاحب کے حال پر یادہ مہربان تھے۔ وہ ہمیشہ حسن لوک سے بستگیری کرتے
تھے۔ آپ خوشحال و فارغ اہمال تھے۔ آپ کثرت اوقات نواب صاحب خان صاحب
کی مدح میں صرف فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ نے دونوں کی تعریف میں دو غزلیں لکھی وہ ہم

بدیه ناظرین کرتے ہیں۔ آخر آپکا انتقال ۸۵ ہجری میں ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ بدمح نواب عیوض خان بہادر

خدا شناسی ہم دل نواب عیوض خان دلیل شرح حدیث ہدیہ انصاف امیر تہرتہ دارد جلوس چون خورشید کریض بخشش فریاد رس تم یابان سخن کامی ز آگاہ دل گو درسی	ہمیشہ مد نظر بر صواب عیوض خان مراد حاجتیاں از حساب عیوض خان منیر روز ازل شد شہاب عیوض خان خدا نگہبان باشد بآب عیوض خان کہ بزرست بچمان جناب عیوض خان
---	---

بدمح گلزار خان

از کمال بندگی مطلوب گلزار خان در سخن ہائے کہن دارد بلاغت بیگان زین شیم پاکیزہ بالمقبول در دایرین شد از سحاب ابر اطفائی سبز تر عالی ہمت چنان چون ثانی حاتم زمان یا آہی در دو عالم نام آوازش بلند از دعائے جملہ بایران ہم بحق قبول در سیا شہیرین سخن در ہر کان گاہ دل	شدر قم روز میزل طالع اسد گلزار خان در طریقے دین شناسی میرسد گلزار خان حسن خوبی خود بعالم می کند گلزار خان این نہال تازہ دانم بشکفد گلزار خان بیکس محتاج را بلجائے شد گلزار خان بر تر از او صاف کن ابد گلزار خان اسم در ہر دو جہان بالا شود گلزار خان ہیز و از غیب سما باشد مدد گلزار خان
--	---

من اشعارہ الفارسی

ساغر پر نور کن ساقی بیاساقی بیا کشورے نشیرین سخن آبا و جدش در سیا	پروردہ را دو کن ساقی بیاساقی بیا در سخن منصور کن ساقی بیاساقی بیا
--	--

حاصل شود بہ منہم خاصۃً کمالِ دوست
ہم غذا اہل دلائل غم بفرمے ہم
بادہ مستی تو بدہ بادہ مستی

برویم دل تمام براہ خیال دوست
اہل غیش نمایند شاہ زرداوند
ساقی بسیار جام پر از بادہ مستی

داؤد - میرزا داؤد اور نگ آبادی

داؤد تخلص - میرزا داؤد نام - آپ کے بزرگ عالمگیر خانیانہ میں پنج سے وزنگ آباد
دکن میں وارد ہوئے۔ بادشاہی منصب سے معزز و مکرم ہوئے۔ آپ کی ولادت وزنگ آباد
میں ہوئی۔ اسی سہریں میں نشوونما پایا۔ علما و فضلا کی صحبت میں لیاقت و قابلیت
پیدا کی۔ شعرو کی میدان میں قدم رکھا۔ چند وزمین معصرون سے بڑھ گیا
ریختہ میں ولی کا تتبع کرتا ہے۔ آپ کے کلام سے شکریا نی و نازک خیالی ظاہر ہے
آپ غزل کو مشاعرہ میں خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ آپ کی لحن داؤد بھی مشاعرہ میں
ایک لطف مزہ ہوتا تھا یا ران ہم صحبت کو سرور ہوتا تھا۔ آپ کی لکری کرارست کے
قائل تھے اور اسکو اپنا استاد سمجھتے تھے۔ چنانچہ کہتا ہے

سندید بس ہے تجھے مصرع ولی داؤد کہ تجکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

اور دوسرے مقام میں لکھتا ہے

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعرو کو سنکر تجھ طبع میں داؤد کا اثر آیا

پچھلی نرائن صاحب وزنگ آبادی تذکرہ چہستان شعرا میں لکھتے ہیں کہ محکو
آپ کے صاحبزادہ میرزا جمال مقدس تخلص سے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ۱۱۸۵ ہجری
میں واقع ہوئی۔ فقیر نے آپ کی تاریخ لکھی۔ بس گلزار معنی طوطی نگین زبان

از غم آباد جهان بگذشت چون تیر از کمان * مصرعہ تاریخ فوتش گفت با من
باتلفی - گوہر فتنہ میز را داؤد فانی انجہان - انتہی کلامہ آپ صاحب دیوان میں آپ کی
دیوان میں کم و بیش تھیں پانچ سو شعراء ہیں - ہم آپ کے چند شعراء آبدار
ذیل میں لکھے ہیں -

جناب میر محمد تقی میر نے نکات الشعراء میں لکھا کہ میرزا داؤد تخلص گرو سید یعقوب
سید عبدالعلی عزت - اور صرف ایک شعر آپ کا طبع اور لکھا باقی حال کی نسبت فرمایا
کہ تحقیقاً معلوم نہیں ہوا میر صاحب نے جس قدر لکھا یہ بھی پایہ تحقیق سے دور ہے - داؤد
عزت کا شاگرد نہیں تھا - اور صاحب گلشن بجا نے لکھا کہ داؤد شعراء متقدروں میں
ہے - میں خیال کرتا ہوں کہ مذکورہ نویس نے ان میں تحقیقات کی طرف توجہ نہیں کرتے
تھے جو کچھ سنتے تھے اُسکو لکھ دیتے تھے - اسی بے توجہی کی وجہ سے اکثر غلطیاں کرتے
ہیں - اور مذکورہ میں صرف شاعر کے نام یا محض تخلص پر اکتفا کرتے ہیں - ولادت و وفات
اور ان کی طرز معاشرت کی نسبت ایک فقرہ بھی نہیں لکھتے - واقعہ میں انہیں
چیزوں کی ضرورت ہے - ہم نے حتی الامکان اپنے اس تذکرہ میں انہیں باتوں پر
زیادہ زور دیا ہے بکتبہ قدیمہ اور بیاضہائے دیرینہ سے ان باتوں کو جمع کیا ہے
اور ہر ایک شاعر کے حال میں لکھا ہے - فاضل و انصف لائقین میں الکاہلین -

من اشعار الہند می

غریزان خواب میں کیا ہوں آج تیرے فکرت اولہ	ہوا معلوم وقت آئی ہے میری سرفراز کا
سند ہے اہل دل کو با طریق کج فرشت اولہ	ہے بے ریا کو بوسے ریا نقش بوریہ
مجھے طوار لکھنا ہے ووزاف غنہ میں کا اولہ	قلم کیوں ناکوں کے انجہان شیخ شہ کا

دل	قانون شفا نطق میں ہے یا یکے موجود	دل	ایدل نہو محتاج طیبیان کی دوا کا
دل	ہوا ہے ابرگریبان دیکھ میری چشم گریبان	دل	پڑا ہے شور دریا میں ہے شک جبرمی کا
دل	لالہ رو کو دیکھ کر لالہ کا پہول	دل	دائع دل کے ہات دیکھانے لگا
	عاقبت اُس سنگدل کے جور سے		دل کا مینا پر شکست آنے لگا
	ہجر میں دلبر کے اجر چشم آج		اشک برسات برسات برسات لگا
	تجہ خیال زلف کے ہو بیچ میں		موبہ دل آج بل کہانے لگا
دل	سہرہ لگانے میں کہتا ہے یوں دلبر	دل	عشاق بیخاطر اب تو تیا کرو لگا
دل	مجھ بزم میں رقیب عبت سرکشی مگر	دل	شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوز آہ کا
دل	جس بستان میں دکل خاں ہو گیا	دل	بلبل بہار گل سنی بینا رہو گیا
دل	بجائے محتب کے سراپہ آج	دل	مجھے اب پہوڑ نا پہرہ لگا
دل	اُس صنم کے خیال ابرو نی	دل	ما تو ان مجھ کو جیون ہلال کیا
دل	یہ جام چشمہ ست جسے دکھاؤ گے	دل	ما حشر اس کو موت سے اس کے پہلاؤ گے
	وانہ دکھا کے خال کا جس کو دیو چاٹ		آخر کو دامن زلف میں اس کو پہنساؤ گے
دل	دیکھ شجہ چشم کا یکدور	دل	دل کے تئیں نشہ شراب ہوا
	لفٹا ہواں جسے تجر کشین کی صفوں		مجھ پہ تہہ بین بان سے فلم نشکر ہوا
	آیا ہے بر میں جستی و دصندلی قبا		دانو دسون رفع مراد و سر ہوا
دل	نین سیتلا کے داغ تیرے گمہ پر صنم	دل	آئینہ تجھ جمال کا جو ہر ہوا
دل	دیکھ کر خط سبز کو تیرے	دل	تہا شمرابی تو سبز پوش ہوا
دل	کاش ہم جوئے خون میں ہوئے غرق	دل	جب حسین علی شہید ہوا

دل	جس نے کیا لباس گل پیر ہوا	دل	کیا رنگی دکھا کے جہ پ عاشق کا من ہوا
دل	آتش عشق سون تری جل جل	دل	دل ہوا دل ہوا کباب ہوا
دل	رنگ کا غلہ ہوا ہے فاختہ	دل	جب لکھون سرو قد کی تین مکتوب
دل	دیکھ تیرے لبوں پہ رنگ سی	دل	چشمہ خضر پر پڑا طلہات
	دل پر خون میرا برنگ حنا		لیکھا گلبدن ما تون مات
	دست رنگین کو دیکھ کر تیرے		رنگ مہندی چیا ہے پاتون پا
	برجاءے برگل سون کفن اسکو نصیب		جو کوئی ہوا شہید وہ گلگون قبائے
	کتے ہیں عاشقان مرا حال دیکھ کر		شاید تو دل مایہ کسی ہونے کے ہات
دل	کیونکر سب چاندنی کر نیو نکلے وہ صنم	دل	دیکھئے مہ کا تاشا آفتاب تا نہیں
دل	مجھ پر سون ہوئے مئے اگر کوئے عجیب	دل	اس چشم پر خار کو دیکھا ہون خوب مین
دل	کرامت ہی کہ گل جانم عشاق بیکل سے	دل	جو اپنی کل سے بیکل ہے اسے کیا کام کل سے
دل	مرا احوال چشم یار سے پوچھ	دل	حقیقت درد کی بیماریا سے پوچھ
	میرے حال پریشان کی حقیقت		صنم کے نہ نف کے ہزار سے پوچھ
دل	میرے ہر ایک صدا سے آہ کا پیچ	دل	سجھ کے چہرہ بلدار سے پوچھ
	تیم اسکا اون کے صو کرنے سے افضل ہے		کیا ہے جن نے حاصل خاکسار کی عبادت
	محمد مصطفیٰ کی یاد ستی		مرا دل تلخ احمد نگر ہے
	زور دیتا ہے تا دسونے کو		شوخ زرگر پر مین کیا فن ہے
	ہوا ہون چار چشم اب عاشقی مین		مجھے اس چار ابرو کی قسم ہے
	اسے زبداں اٹھا وجہین کو زمین سے		جو نہ نوشت ہے اسے کاکڑ ٹٹاؤ گے

<p>گلدن ہستا ہے مجھ روئیکو دیکھ آیا کیونہ یاد علی بین رہون دمام شاہ خیر کشا کی یادستی یاد کرنے سے گل خان کے سدا ہے شراب کباب و فصل بہار زر گراب مجھ سے زر گری مت کہے زلف دہر سے مجھ کو سودا ہے</p>	<p>خندہ گل گریہ شبنم ہوا روز ازل سے دل ہے مرتضیٰ نگر دل مرا شاہ گڈہ ہوا یار و گلشن آباد دل ہو امیرا کوئی اسوقت میں پیلا لا دو بہاؤ بٹلا شتاب سونے کا لوگ کہتے ہیں تجھ کو سودا ہے</p>
--	--

یہ آخر کا شعر میر تقی میر نے نکات الشعر میں لکھا ہے۔

درود مندر محمد فقیہ اودگیری

۳۶ ابھی
درود مندر تخلص۔ محمد فقیہ نام۔ آپ تفرغ اودگیری سے ہیں۔ آپ کی ولادت
میں مقام اودگیری توالی محمد آباد پیر میں واقع ہوئی۔ آپ صغیر سنی میں والد ماجد کے
ہمراہ دار الخلافہ شاہجہان آباد میں پہنچے۔ سن شعور کے زمانہ میں علما و فضلا کی خدمت میں
کتب متداولہ پڑھنے لگے۔ آپ کے شاہ ولی اندر شاہ گل و حدت تخلص سہروردی
کے ظل عاطفت میں سکونت اختیار کی۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں مستفید ہوئے لگے
شاہ گل آپ کو ہونہار دیکھ کر توجہ و دلدادگی سے تعلیم فرماتے تھے۔ وہ ہذیب خلاق
و صفائے باطن کے طرف ہی راغب کرتے تھے۔ آپ استاد شفیق و پیر رہنما کی
برکت سے روز بروز درجہ اوج پر چڑھ رہے تھے۔ کہ آپ کے والد ماجد نے دنیا
سے عالم جاودانی کی طرف ملت کی۔ آپ کو باپ کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔

حضرت میرزا جان جانان مظہر قدس نے آپ کو اپنے سایہ عاطفت میں لیا۔ تربیت و تعلیم کرنے لگے۔ آپ حضرت کی عنایت و تربیت سے مجموعہ کمالات ہو گئے۔ اور سن سخن میں بھی درجہ کمال کو پہنچے۔ شعرا و صوفیہ میں مشہور ہو گئے۔ چنانچہ میرزا صاحب آپ کے حق میں فرماتے ہیں

مظہر مباشر غل از احوال درو مند بعلے ست این کہ در گره روزگار
آپ فارسی اردو میں کلام موزون فرماتے ہیں آپ کا کلام درد آمیز و شوق انگیز ہوتا ہے صاحب آل آپ کے کلام کو سن کر وجد و حال میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپ کا ساتھی نامہ ریختہ میں مشہور ہے۔ سرو آزاد میں میر غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ فقیر و فقیہ درو مند کے درمیان غالباً نہ محبت و اتحاد کا سلسلہ قائم ہے۔ باہم مراسلات کا سلسلہ جاری ہے فی الحال مینگا کہ تغیر کئے ہیں۔ ناظم بنگالہ کے پاس میں آپ کے اشعار فقیر آزاد کو دستیاب ہوئے۔ تم کلامہ۔ تحفہ الشعرا و گل غنا کے مولفین کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صاحب دیوان تھے آپ کا دیوان فی زمانہ نادر الوجود ہے۔ آپ کا سند وفات تحقیقاً معلوم نہیں ہوا۔ آپ تقریباً معلوم ہوتا ہے کہ ۹۷۰ ہجری میں فوت ہوئے یا ۹۵۰ ہجری میں۔ مدفن دہلی ہے۔

من اشعارہ الفارسی

کہ شور خندہ شیرین بکام پرویز ست
لبش ننگی فروخت بدست سبورا
بودہ است بر مراد تو مرگ آرزو مرا
ہر روز بود عید غدیر و یگہ

بزم خم خویش از آن کو مکن نکمیز ست
در کوئے می فروش نامد آبرو مرا
جان بیکسانہ دادم و شادم کہ عمر ما
از فیض تو اسے شافع روز محشر

چون جام بود چشم امیدم در شر	بر دست اساقی حوض کوثر
یکچند غتاب و ناز ظاہر کردی	وین عمر و روزہ بار خا طر کردی
بعد از مردن رہت بخاکم اقتاد	اول باست انچہ آخر کردی

داغ - لالہ نہا لکرن اوزنگ آبادی

داغ تخلص - لالہ نہا لکرن نام - اورنگ آبادی مولد ہے۔ بچہ ہی نہا لکرن چستان شعرا میں لکھتے ہیں کہ میں لالہ صاحب بنو سل محمد اویو ربکا آبادی کے ملا خوش راج وزنگین طبع پایا۔ خوش صحبت و خوش خلاق ہیں۔ ملاقات کے بعد وہ بھی میر غنی خان پر آئے۔ پہر تو فیما بین میں بڑے محبت اتحاد قائم ہوا۔ وہ میر سے پاس آتے تھے۔ اور میں ان کے پاس جاتا تھا۔ لالہ صاحب پیشتر رفعت تخلص کرتے تھے۔ اور ان کے والد کا تخلص لالہ تھا۔ میں نے ان سے مناسبت لالہ کہا کہ رفعت تخلص مناسبت آپ داغ تخلص اختیار کیجئے۔ داغ لالہ کے مناسبت ہے۔ میر سے کہنے سے داغ تخلص اختیار کیا۔ لالہ رازم کہ او با داغ میر ویدز خاک پخاک بار بار عشقی کہ مادر را نیست۔ انتہی کلام۔ داغ نازک خیال و شیرین مقال ہے نازہ نازہ مضافاً موزون اور نئے نئے معانی ایجاد کرتا ہے شاعر ہجری میں زندہ تھا۔ سنہ ہجری فوت ہوا۔ آپ کا کلام اکثر ریختہ میں دیکھا گیا۔ فارسی کلام کہیں دستیاب نہیں ہوا۔ شاید آپ کو بارہ وچسپی ریختہ ہوگی۔

من اشعار الہندی

دور تے تجہ رہ میں میر متوالے	دائے تاک سے پاؤں میں چہا
------------------------------	--------------------------

انتظاری سے تیری ہے اپر کیفیت دیدہ نرگس قتان میں بہر میں جا لے

لچھری لٹن کہتے ہیں کہ بجائے پر کیفیت نسیرن رخسار اگر کہتا تو خوب ہوتا۔

بات مت ڈال میان پاؤں میں اپنے سر کے ولہ تاک بیٹھی ہیں پٹائے میں ہر کے پالے

دیکھ کر داغ سیدہ دست خانی میں سجن لالہ رویوں کی جہان بیچ ہو دل کالے

دل موج درو سر سے پڑ مروہ جیون کلی ہے ولہ شاید سخن کے سپر دستار صندلی ہے

دارا - خواجہ بہاء الدین حیدر آبادی

دارا تخلص - خواجہ بہاء الدین خان نام عظام جنگ بہادر خطاب - آپ

خواجہ حسین علی خان بہادر مرحوم کے خلف صدق ہیں مشاہیر امرا حیدر آباد کن سے

میں - بن شعور کے بعد فارسی عربی میں ضروری استعداد و لیاقت حاصل کر کے

شعر گوئی کی طرف توجہ کی - خواجہ محمد رفیع خان بقا لکھنوی سے سخن کی صلاح لینے

استاد کی توجہ سے آپ کے کلام میں رستی و شستگی آ گئی - اور آپ کی قوت نا طعہ برداری

کلام پختہ و شائستہ ہو گیا - استاد ہجری میں استاد کا انتقال ہو گیا - آپ کو سخت رنج

و ملال ہوا - اس وقت سے آپ نے کسی سے اصلاح نہیں لی - اصلاح کی ضرورت بھی

نہیں تھی - خود ہی زور طبیعت و فکر سے کہتے ہیں - سنجیدہ و برجستہ کلام ہوتا ہے

طرز کلام سے خوبی نمایاں ہے - آپ حبیان میں آپکا دیوان مطبوع ہو گیا ہے

فقیر ہونے کے دیکھنے میں نہیں آیا - ہم کو چند اشعار متفرق گلدستوں سے ملے ہیں

بدیہ ناظرین کترا ہوں - اس وقت آپ کی عمر قریب چالیس ہو گئی - شگفتہ جبین

و خوش خلقت ہیں - خاندانی شہرت چہرہ سے عیاں ہے - آپ جناب درالاولہ

نور الحسین صاحبِ حرم کے قریب لڑوں میں ہیں۔ اسد تعاقبات آسمانی انکو محفوظ رکھے

من اشعار الہندی

کہ لوگ روتے ہیں سُن سنکے جا رہا دکا
صنم بے خدا سنئے مدعا دکا
کلام اسکا بڑا تانا ہے وولا دکا
دل ہمارا شانہ زلف معبر ہو گیا
دل تمہارا مائلِ سر کا فریہ کیوں کر ہو گیا
اور یان رہا زبان پہ نالائما شب
چہاٹی پہ لوٹتا رہا کالائما شب

فراق میں تیرے پیہ حال ہو گیا دل کا
بہرے میں سیئہ عاشق میں جہتیں کیا کیا
پٹرک ہی جاتے ہیں دلبر شعور اسے
یوں کہو کس دن نکالے گا خدا اس پیچ سے
تم تو مجھ کو شہور دارا جہانین پارسا
نغمہ سرائی وان تو رہی بزمِ غیر میں
شب جان پر نبی رہی گیو کی یاد میں

دبیر۔ لالہ دولہ رائے برہانپوری

دبیر تخلص۔ دولہ رائے نام۔ وطن اصلی برہانپور ہے۔ لالہ خوشحال چند تخلص
فوجت کا ہر روز راہ ہے۔ دفتر انشا پر داری کا فرد فریہ۔ وجہ یہ سخن دانی کا دبیر
بے نصیب تھا، نظم و نثر شاعری خوش کلام تھا۔ تاریخ دانی میں استاد تاریخ آصفی تھا
عمدۂ ایف کی۔ خاندان آصفیہ امام علیہ کا احوال شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے
صاحب کل عنان لکھتا ہے کہ فی الحال مبنی ۱۲ ہجری میں وطن سے اور آب
میں آیا ہے۔ مجاہد علاقہ کی مائع، خوش خلاق ہے۔ تم کلام۔

آخر ۱۲۲۵ ہجری میں وطن ماوراء برہانپور میں فوت ہوا۔

من اشعار انفارسی

<p>نہ ہر انسان ہنر دار نہ دار میاں شش را نشانی نیست پیدا وقت جولان جنون ستیاں مدار می طپد زخمی تیر نگش بر سر خاک سینہ ام سوخت ز داغ تیر چہ چور می روت</p>	<p>نہ ہر دریا گہر دار نہ دار کہ می گوید کمر دار نہ دار نہ فلک تنگ بود و وسعت امکان مدار تیغ ابرو مددے خنجر قمر گمان مدار آہ سروے مدد دیدہ گریان مدار</p>
---	--

دوست سید خواجہ حیدر آبادی

دوست تخلص۔ سید خواجہ ام۔ آپ سید حیات حیدر آبادی کے نزدیک
و ذکی الطبع ہیں تعلیق و تخیق خوش باش و اہل معاش ہیں۔ شعر و شاعری کے میدان
میں جیت و چالاکی ہیں۔ شیخ فدا حسین شہور لکھنوی کے شاگرد۔ آپ کی عمر تقریباً
پینتالیس برس کی ہو گئی۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کا دیوان سہمی گلزار حیات
مطبوع ہو گیا ہے۔ آپ کا کلام مطبوع خاص عام ہے۔ سلیس و محاورہ ہے اس کے علاوہ
آپ کو صحیح و سالم رکھے۔

من اشعار الہندی

<p>خال مشکین ہمیں اس بڑے خدار کے پاس قبلہ سے کہی قبیلہ نما پر نہیں سکتا ناصح سنی ہو میں جن ان کی حکامتین منعم محبت ہے دولت نیا پر یہ غور</p>	<p>ڈھال بھی کہی ہے سفاک نے تلوار کے پاس پہرتی ہے آہر لکھتے پہر میں ہر آپ جاتا ہے کون کو چہ جانان کو چہوڑ کر جاتا ہے ایک دن نہ سیامان کو چہوڑ کر</p>
--	---

خوب خسار و لب بعلین کا نظارہ رہا ہم طلبہ ہوتے ہوئے آئے بدشاہ کی نظر

روایت ذیل

ذکا۔ میرا ولاد محمد خان

ذکا تخلص۔ میرا ولاد محمد خان نام۔ میر غلام امام برادر میر غلام علی آزاد بلگرامی کے فرزند ہیں آپ کی ولادت ۱۲۷۷ھ رجب ۱۱ ہجری میں بلگرام میں واقع ہوئی۔ خود ذکا نے عالم جوانی میں اپنی تاریخ ولادت کہی ہے

روزے کہ نمود بندہ را حق ایجاد اولاد محمد پدرم نام نہاد
گفتم تاریخ خویشتن را من خود در ماہ رجب تولد ما رو داد
نشو نما و ابتدائے تعلیم کے بعد عالم شباب میں ۱۲۷۷ھ ہجری میں بلگرام سے آکر آباد
میں جناب میر غلام علی آزاد کی خدمت میں آئے جس سے آپ ورنگ آباد چلے گئے
اُس روز غورۂ شعبان سنہ مذکور تھا۔ پانچ برس کا کل میر صاحب کے سایہ عاطفت
میں ہے علوم عربیہ فنون ادبیہ میں کمال استعداد حاصل کر کے غازی بلگرام ہوئے
بلگرام میں دو برس گزرے پھر حسب طلب پیر زادہ مع تیار میر حیدر بن میر حسین
بن میر آزاد اورنگ آباد میں آئے۔ نواب غفران آباد صاحبۃ ثانی کی خدمت میں
باریاب ہوئے منصب خطاب ثانی سے سرفراز ہوئے ۱۲۷۷ھ ہجری میں گل زمین
دکن میں رولق انفراتے۔ اور میر آزاد کی خدمت میں رہتے تھے۔ چنانچہ ایک قطع میں
فرماتے ہیں

بائست جناب حضرت آزاد سے ذکا ستاد ما و قبلا با افتخار ما

جناب میرزا نے آپ کی خواہش سے مذکورہ خزانہ عامہ تالیف کیا پچیس تاریخ
ماہ محرم ۱۲۸۲ ہجری میں تقریباً میرزا جید آباد ہوئے۔ لچھی نرائن بتفیق
اورنگ آبادی جو جید آباد میں تھے وہ ان کے دو تھانہ پر فروکش ہوئے۔

لچھی نرائن گلرنا میں کہ میز کا و میر عزالت فقیر وغیرہ شعرا کا باہم خوب حلسہ
رہتا تھا سب یاران ہم صحبت خوشی خرمی سے باہم ملتے تھے۔ ایک روز میرزا علی
عزالت نے آپ کے نام پر اعتراض کیا کہ لفظ اولاد کا اطلاق ایک ذات پر درست نہیں ہے
اولاد محمد کی جگہ ولد محمد ہونا چاہئے۔ میں نے ایک عرضی میر صاحب کا جناب میں بھیجی
اور آپ سے اس امر کی تحقیق طلب کی میر صاحب نے اس کے جواب میں لکھا کہ علم بدیع
میں ایک صنعت جس کا نام الحاق الجزئی بالکلی ہے۔ اور یہ صنعت شرح بدیعہ اس صنعت
اور انوار البریع فی انواع البدیع مولفہ سید علی المدنی میں مذکور ہے صنعت کا
مطلب یہ ہے کہ کل اطلاق جزیر تعظیماً کرتے ہیں اسی قسم سے ہے۔ آیہ کریمہ
اِنَّ اَبْرَہِیْمَ کَانَ اُمَّةً اَسَیہ میں مفسرین کہتے ہیں کہ ابراہیم کیلنا تھا۔ مگر
اسپتہر کا اطلاق اسوجہ سے ہے کہ وہ جملہ صفات خیر پر جامع تھا۔ اور مستثنی
شاعر ایک شعر میں صراح کو باعتبار اوصاف کثیر اَنْتَ اَلْخَلَّاقُ اور فارسی
میں بھی ضرب المثل ہے۔ یک آشنائے بامزہ یک عالم آشنایے۔ ایسا ہی اولاد محمد
کے نام میں کہ ایک لہر بمنزل اولاد کثیر ہے انتہی کلامہ۔ میان عزالت حضرت
کا جواب اس کے اعتراض سے باز آئے۔

جناب ذکا شاعر خوش فکر و باریک نظر تھے مجلس سخن کے جلوہ افروز تھے
آپ کے مضامین نگین ال افروز تھے آپ حسن خلق کے گلستان شیر نیکو کے

بوستان تھے۔ جوان صالح خوش وضع و خوش طبع مزاج میں خاکسار بنیادیہ
تھی۔ ملنے والوں سے نہایت انکساری و عاجزی اور حسن اخلاق سے ملنے
تھے۔ عقیل و فہیم تھے۔ سخن فہمی تیز و ہنسی میں شہور تھے۔ تاریخ گوئی میں
بے نظیر تھے۔ آخر آپ کی رحلت سنہ بارہ سو ہجری کے اوائل میں باختلاف
روایات ۲۸ یا ۲۹ ہجری میں ہوئی۔

قدرت اللہ خان قدرت نے سرائے الافکار میں لکھا کہ میر کا سنہ ہجری کے
اوائل میں فوت ہوئے۔ قالوا انا لله وانا اليه راجعون

من اشعار الفارسی

نام عالم آفرین سر حلقہ عنوان ما	دلہ	تدبسم شد خط پیشانی دیوان ما
دید چون ز ابد صد سالہ بوستان ترا	۔	دل و جان کردند خواندن قرآن ترا
خواست از شیوہ بیداد و دیاد مرا	۔	خبر قتل کسے گفتہ فرستاد مرا
طفل صیاد کہ آستاد فن خودش است	۔	رشتہ بستہ پیامے گذارد مرا
چون خور و دہ کہ هیچ نیاید کار گل	۔	مال بخیل سود نہ بخشد بخیل را
راوندضا منی بقلان فو لایمان	۔	من ہم ز دل با و گذراندم کفیل را
نمی گرد و میسر و سفید می سیاهان	۔	کد از سرخی نیالاید کسے کلک سیاه را
تو مای کن از قلیم دل فرار و ایان را	۔	شتم باد بار بربین حلایت میران را
اکثر شمشیر خون آشام او بمل نغماید	۔	کہ سازد در دوزخ عالم سحر و سبت و پایا را
رقم بر تربت فو و شیرین کرد نمینعی	۔	کہ فوت میرد از دست جو در و آریا را
نسنا خاطر مجنون بندستان مجنن را	۔	کہ لیلای عرب باد سازد محمل مار را

میدید و بزم خود هرگاه یار آئینه را	وله	دو ز تو اند نمودن از کنار آئینه را
معلوم شد که حسن بود و بهرین عشق	وله	سر زده را بر زور کشد و در بر آفتاب
پنجه از شوخی بدامانت زدن ستوریت	وله	ورنه دست ماضعیا فغان اینقدر کفر و ریشیت
بر شکست دل کمر بستن نمینمید ترا	وله	جانمن طرف سفال چینی فغفوریت
سایه زلفیتان یارب نصیب مباد	وله	گل زمین بند را هر کس گوید خوبیت
دادی عشق ز اشک و آهیم	وله	طرفه خوشتر است هوا افتاده است
دیدم رفتن پروانه میان آتش	وله	حال و اسوخته محتاج بیان این نیست
در طرقات ز دل بفک شود میرو و	وله	آواز را نالی شب دور میرو و
ز جلا داد بر آینه عبرت بدخواه میبرد	وله	بقربانگاه خو غم فی سبیل الله میبرد
الهی تفاق ما و او امشب هم افتد	وله	فداست زلف مشکین دل شود و سر قد افتد
کار دل مجروح سر انجام توان کرد	وله	قابل و منته خیم دیگر انعام توان کرد
همین خیال بدل بار بار می آید	وله	که بے تو زندگی من چکار می آید
چو آن نسیم که از لاله زار می آید	وله	نفس بیرون ز دل داغدار می آید
از پیه برون دل آمده یکدم بامش	وله	باز تقریب چنین کار کجا می افتد
بر سر ترتم از دست مبارک جانان	وله	گل نشاندن چون میسر شود خالص چند
بدست کج کلایان چون ز نام ما افتد	وله	بزار طشت خرابی ز نام ما افتد
ز لطف طبع ذکا شاد میشوی باشد	وله	بسوگر گزیرت از نور بلگرام ما افتد
چه قدر خانه چشم و دلم بلند افتاده	وله	مباد طفل سر شکم ازین دو منتر افتد
نگاه نرگس محمورا اعتباری نیست	وله	چو رفت نشان سر این کرم نخواهد ماند

دله	نمی گویم که شمع با چراغ زیر زمان بر	دله	بجائے هر دو خانه برقرارم زیبا یان در
دله	کشید آخر مرا هم جذبه گان جانب گلشن	دله	صبا این خروید و نخواه سوختن زیبا یان بر
دله	خیال یار بدل برنج می کند سبک	دله	فراخ حوصله عاجز بود ز خانه تنگ
دله	چنین که کشور دل فتح کرده می آید	دله	مسلم است بذاتش خطاب نصرت جنگ
دله	گرفت موسی یاره مرا سبید بها	دله	رسید بر سر بندوستان پناه فرنگ
دله	تا ز عیسی نفسا نرا تنوا نم بردشت	دله	به که از مرگ کنم چاره بیمار می دل
دله	گر کسی تیغ بکشد بر سر جانان بر خیم	دله	پیش پائے نشینم ز جهان بر خیم
دله	ز من اوج فلک عالم ایجاد میجو اهرم	دله	فضائے پشت با هم ز جهان آباد میجو اهرم
دله	چو قفل است که ز نوک سوزن باز میگردد	دله	کشت او کار دل ز شتر فضا و میجو اهرم
دله	حریف و حشیم چون گرد باد در من صحر	دله	غبار هستی موهمم را بر باد میجو اهرم
دله	شعبه که یاد تو ای شوق ماه پاره کنم	دله	برون ز دیده گریان خود ستاره کنم
دله	سیر بر سلطنت و ظل بجا بقدر میدانم	دله	ز مینه گر میسر می شود در سایه تا کنم
دله	سیم جانغز از جانب ن گل نمی بد	دله	نمیدانم چرا از خاطر خاطر فراموشم
دله	چه ضرور بنده پرورد بر قریب از گردن	دله	رخب ز تنگدانه من شب و روز باز کردن
دله	تا دگر آب بگشاید از آن من و تو	دله	بلبل غلام ز خور است میان من و تو
دله	تا بسوزد کشته عود بدینغ تازده	دله	بر مزار خیم افزوده چراغ تازده
دله	محبت و دل و کردار آهسته آهسته	دله	نشست ناخبر کسی کار ما آهسته آهسته
دله	زبان تیشنه فرما د شیرین کار میگوید	دله	توان بر کند از جا کوه را آهسته آهسته
دله	چو زلف آفتنا از خدایه خود همین ره	دله	که طالع در شب تا رنم شود صبح بناگوشی

کجا آن طفل با خیل کبوتر سر کند بازی ولہ کہ بہر جانہ با سرخ دل بے پر کند بازی
بائینے کہ ریزہ گرد و بر بالائے خود فیلے سیست جنون با خاک را ہنس کند بازی

من اشعار الہندی

یا قوت لب سے ہر گم ہی موج تہمت بیان بسمو نکا خون ہے یار نگاہ نسیج کہ
خون کے مات کیا میں کہوں دل سخت حیران ولہ گریبان کچکا ہونڈا گئے اب یہ واران ہے
تجھے واجب ہے جانا عرس اپنی شہید کن شاہوں میں کرانکا آج صندل کلچر خان ہے
راگر آستان پر کے میں عقیدت سے تکلف بظرف سرکار کا کیا سقمین ہے
لگے کیونکہ دل کنج قفس میں بند لبو کا جہان میں آج کل آباد کر کچھ تو زندان ہے
نہیں لازم ہے دینا بات سے شیوہ ترجم کا ہومی واقعہ دکا سے کچھ گھر فقیران ہے
کسیو آہستہ صبا جا کے تو ایک کے بیچ ولہ بسمل ناز گذر تا ہے کوئی آن کے بیچ
نہ کچھ بے طاقتی پر لکی ظالم صبح نام آیا ولہ خیر جانے اسے منظور کیا تھا جو دام آیا
فغان سے ایک دم تو باغ میں خاموش بلبل ولہ نہیں سنتی کہا کیا زور آیا ہے خرابی کا
محبت پر نجا دل ہر کسو کے ولہ کہ ہے یہ آتش ناسب برو کے
رہا بزرگ نگین قید نام میں پابند ولہ جہان میں گیا ہو عقدا اگر کتاب سے گیا
ضرر پہنچے او سکو بہ طرح کا آہ بلبل سے ولہ کہو جا گل کو اب پنے گئے سے باز آوے
غم اب مختار ہے دل چھوڑ دیو خواہ لجاوے ولہ پیر اتنا ہی ہتا ہوں پھر یزید نہ کھلاوے
نرم ہو جاویگا آخر ابرو کا بیچ تاب ولہ قہر کے آتش سے ہر من کمانوں کو بچھڑے
کام آوینگے کسی دن صد جانینگے ترے خانہ دہشت اپنے جانوں کو بچھڑے
کیون نہ دیوے طالع شہر خدا محکوم کا عالم ہجرا میں جون کیسیا نایاب ہوں

جہان کے میکدے میں تہذیب و تمدن کی ہر قسم کی ہول شہر کا نہیں ملے گا جس کے لئے خوں کے خدا کے واسطے مت چوکنہ دل کی نشانی پر مبارادوست شہر کی زبان سے اپنی کہنے ہوئے کے بندوں کی بات ہاگہر سے آج کہتے ہیں بچے اُس کی گستر کی تواضع یاد آتی ہے بے طرح کل کے جگر کو چاک کرتی ہے شہر	زبان پر سکے نکلے آئے جن نے کرمی پی ہو جو چھ کھل اس کے حق میں حکم فرمائیے جی ہو بہت مدت کے پیچھے بات پر گری گمان نہیں ہے خوشامیاریت میں ہرستان راہی نہ تھا میں نہ رہا مودیکہ خلی قدوزوں کی جہان خم دیکھتا ہو میں جہنم میں جہنم کی ہنچتا ہے کس قدر محسوس کی رہے ست
---	--

من چہستان شہرا

دیوانہ ہو چلا ہوں شہر سے صحرے کو اسے لڑکو دل ہے بد مجھ سے دو تخواہ فرمان گبر ست چاہتا ہوں کہ دیو جیو شمع لال بنی کتین روپہ ہر جسکے لگتے پھو جا سخن نکل آوے خدا کی واسطے مت چوکنہ دل کی نشانی کو زکا فرمانہری امیرین بیغیر بندہ ہے	کمی ہرگز کرنا جسکو جو بد بیر آتی ہو حیف ہے آقا بنو خوش جان بنو کے سات بہ ہی چہہ زندگی گذر جی در سر کھات نہاں کہا ہو میر حق میں سنگ آستان تو بہت مدت کے پیچھے بات پر گریے گمان تو نے کدر اس سخن کا کر لیا ہے امتحان تو نے
--	---

زکا - دوار کا پیر شاہ و تھیومی

زکا تخلص - دوار کا پیر شاہ دام آریکا وطن فتح پور حسوہ ہے۔ آپ کے آبا و اجداد
سرکار انگلیزی میں خدمات لائقہ پر ممتاز رہے ہیں۔ آپ نگری می فارسی میں لائق
ہیں۔ ذکی الطبع اور خوش فکری ہیں۔ مزاج میں بردبار می خاکساری ہے۔ خاص عام سے

نہایت نرمی و فروتنی سے ملتے ہیں۔ ملنے والوں کو آپ کی ملاقات سے حظ و لطف
 آتا ہے۔ انسانیت و آدمیت کی مصداق ہیں۔ فی الحال آپ کی عمر تخمیناً چالیس
 کی ہوگی۔ آپ سترہ ہجری میں ہند سے حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے مطبع
 ہزارستان کے اڈیٹر ہوئے۔ جب تک آپ مطبع میں رہے اخبار رونق پر تھا۔
 عمدہ عمدہ مضامین آپ کے طبع از مطبع ہوتے تھے۔ ناظرین حظ و لطف اٹھاتے
 تھے۔ پھر کوئی ایسا سبب واقع ہوا کہ آپ مطبع سے علیحدہ ہو گئے۔ آپ کے جدا ہونے
 کے بعد اخبار بھی موقوف ہو گیا۔ گویا آپ اخبار کی زندگی کا باعث تھے۔ اب ہکو
 معلوم نہیں کہ آپ یہاں ہیں یا وطن مالوفہ گئے۔ آدمی لائق ہیں جہاں ہیں
 اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ آتش عری میں حکیم نواب نیاز احمد خان موش
 بریلوی کے شاگرد ہیں۔ آپ کا کلام رنگین شیریں ہے۔

من اشعار الہندی

<p>سکتے ہیں ہر ہے قد جانکو و یکہکر اترانہ عند لب گلستان کو و یکہکر حیران ہے آئینہ رخ جانان کو و یکہکر یوسف کو خوف کچھ نہوزندان کو و یکہکر تب لہم سے یہاں دل کباب ہتا ہے ادر حجاب و مراضطرب ہتا ہے</p>	<p>بے رنگ گل ہے رشک گلستان کو و یکہکر یہ چار دن بہار ہیں پھر ہی خزان سکتا اگر ہمیں ہے تو اسکا عجیب نہیں کہہ رہے ہیں ہو لبین جو کرنا ہوں بندین وہاں تو غیر سے شغل شراب ہتا ہے شب وصال بھی پاتی نہیں ہر لذت و صل</p>
--	---

ذکا۔ محمد حبیب اللہ مدرسی

ذکا تخلص محمد حبیب اللہ نام۔ آپ مدرسی لاصل ہیں۔ آپ کا مسقط القریب ہے

آپکی ولادت ۱۲۵۴ ہجری میں ہوئی۔ نشوونما کے زمانہ میں اعزہ واقارب آپکی
 صورت سیرت کو دیکھنے کے کہتے کہ یہ بزرگ ہونا ہے۔ آپکے چہرے ہرے سے ہونڈی
 وحسینی بیباکی و چالاکی عیان ہوتی تھی۔ واقع میں جسطرح آپکو قیافہ سے گمان
 کرتے تھے۔ اسی طرح بزرگ ہوئے۔ اعزہ کا گمان یقین کے مرتبہ کو پہنچا۔ آپنے
 سن نشوونما کے زمانہ میں مدارس کے علما سے فارسی عربی میں کتب متداولہ ختم کیں
 عربی میں بقدر ضرورت استعداد رکھتے تھے۔ فارسی نشئی بمثل تھے۔ آپکی فارسی
 اہل بان کی طرح اچھا اور تھی۔ تلفظ و لہجہ میں حاصل اہل پارس معلوم ہوتے تھے۔
 آپکی تحریر فاضلانہ با محاورہ ہوتی تھی۔ نظم و شعر خوب لکھتے تھے۔ شاعری میں
 استاد سخن مانے جاتے تھے۔ ابتدائے شاعری میں سید مہدی ناوق سے اصلاح لیتے
 تھے۔ ناوق کے بعد اپنا کلام سید مرتضیٰ ہنیش کو دکھلاتے تھے۔ جب حیدر آباد میں
 آئے حافظ شمس الدین فیض سے مشورہ لیتے رہے۔ آخر میں سدا صد خان صاحب
 دہلوی کی خدمت میں اپنا کلام پہنچتے تھے۔ اور اصلاح کلام کے استدعی ہوتے تھے۔
 غالب آپکی ایسا وقت شاعری کی تعریف کرتا تھا۔ آپکے کلام دلاویز و نزاکت آمیز کو
 دیکھنے کے بھی پتا نہ تھا۔ آپ پوچھتے۔ جو کہنے میں فرو فرید تھے۔ جب سیامیر یا فقیر سے
 ناخوش ہوتے تو فوراً اسکی جھکدیتے۔ کسی سے خوف و خطر نہیں کرتے تھے۔ آپ
 ظریف الطبع و لطیف المزاج تھے۔ محفل احباب میں آفتاب کی طرح جلوہ افروز رہتے تھے
 آپ کی ذات سے محفل کو رونق ہوتی تھی۔ آپکا کلام اچھا اور ہے۔ قدما کے کلام سے
 مساوی ہوتا ہے۔ انکی بیادست و مستند و ماند زار کلام سے ہوتا ہے۔ آپکی نظم و شعر اگر
 ارمینا مطلوب ہو تو خالص و شائش میں کیوں۔ اسی کتاب کی تقریر خود غالب نے

لکھی ہے۔ آپ کے کلام سامعین کے دلوں پر چادو کا اثر کرتا ہے۔ آپ ۱۲۷۲ ہجری میں
 مدراس سے شہر حیدرآباد میں آئے۔ تلاش معاش میں ہمہ تن مصروف ہوئے بنشی خانہ میں
 مددگار ہوئے۔ پھر صدر محاسب کی خدمت میں میٹھی ہوئے۔ بعد ازاں نواب لارجنگ
 کی جاگیرت میں عامل ہوئے۔ آخر عمر میں ناگر کرنول کے سوم تعلقہ دار ہو گئے۔
 اس طرح درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ آخر آپ نے ۱۲۹۱ ہجری میں اس زمانہ پائدار سے
 عالم بقار حلت کی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی طرافت و خوش طبعی مذکورہ سخی
 و سچو گوئی و دکن میں مشہور ہے۔ آپ کے اشعار ہجویہ اکثر زبانِ ردعوام و خواجہ میں
 میں اس قسم کے اشعار کو بلحاظ ادب تہذیب کتاب میں نقل کرنا پسند نہیں کرتا ہوں
 اور اپنی زبان کو فضول لغویات سے لودہ کرنا مکروہ جانتا ہوں۔ آپ کے دو صاحبزادے
 یادگار پیر بزرگوار ہیں۔ ایک مولوی محمد میرزا صاحب و مولوی محمد سدا صد صاحب
 دونوں بزرگ لائق و فائق ہیں۔ ہر ایک عربی و فارسی میں مہارت کا ملکہ رکھتا ہے
 اور ہر ایک کی طبیعت شعر و شاعری موروئی کے ساتھ مناسب ہے کبھی کبھی موزون
 فرماتے ہیں۔ دلچسپی خوبی سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ جناب مولوی محمد میرزا صاحب
 مجھ کو نیاز حاصل ہے۔ خوش خلق و محبت پرور ہیں۔ اکثر اوقات غریبانہ پیر تشریف لاتے
 تھے اور ملاقات سے مسرور کرتے تھے۔ زمانہ دراز گذرا کہ ملاقات نہیں ہوئی۔ دونوں بھائی
 صدر دفتر مجا سبی میں ملازم ہیں۔ میں نے سنا کہ مولوی میرزا صاحب ملازمت سے الگ ہو گئے
 ہیں اور وظیفہ پارہے ہیں۔ دونوں بھائی نکو کار خدمت گزار سرکار ہیں۔
 اب میں حضرت ذکا کے بوارق طبع کو بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔ اس وقت میرزا
 آپکا دیوانہ موجود نہیں ہے لیکن گلہ ستون و مختصر تذکرون سے ماخوذ کر کے نقل کرتا ہوں

تا کہ میرا تذکرہ صاحب ترجمہ کے کلام سے خالی نہ رہے۔

من اشعار الفارسی

<p>ہمیں پسند بہر گوشہ نیم جانے چند کہ میکشند بجائے نفس فنا نے چند زود و دل فکرم طرح آسمانے چند دل بود از آن آواز ان برد فریاد کہ مایہ معان برد از دست تو جان نمی توان برد عشقت آمد یگان یگان برد صد حیف کہ این نداد و آن برد گوئی کہ من بقصد قنادن قنادہ ام با این قنادی کہ دکان من قنادہ ام نہ پائے اینکہ از ان در گذر توان کردن نہ آن تبے کہ ز قدرت خد توان کردن می برم ناله بر ایوان کسے</p>	<p>ز کوئے او دہمت قاصد انشانے چند نشتہ اند کویت بلا کشانے چند دماغ کارندارم بعشق ورنہ زکا دل برد کہ برد وستان برد ہجران تو طاقت تو ان برد دست تو زہر کہ خواست جان برد صبر و دل و دین کہ جمع کردیم دل در خور نقد بوسہ اش بود غم نیست گزدیدہ دشمن قنادہ ام بر خاستن بہ چشم آسمان نبودہ است نہ پائے آن کہ کویت نہ غم تو ان کردن خدا کردہ خدا گر نشوی چہ خواہی کرد میخورم سیلے دربان کسے</p>
---	--

ذہنی - ملا حیدر کاشانی

ذہنی تخلص - ملا حیدر نام کاشانی الاصل ہے۔ سید شریف النسب جامع
علم و ادب شاعر خوش فکر و شیرین کلام تھا۔ وطن اوقہ سے بطور سیر ہندوستان میں

ہجرا پور دکن میں علی عادل شاہ کے زمانہ میں آیا بادشاہ کی قدردانی سے اہل منصب
میں مقرر ہوا۔ مدت العمر عادل شاہ کی ملازمت میں رہا۔ ہجرا پور کو وطن بنا لیا تھا
ہمیشہ بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام پاتا رہا۔ قمار بازی میں ہمہ تن مصروف رہتا تھا
تمام اپنے ذاتی سرمایہ کو اسی قمار بازی میں برباد کر دیا۔ باوجود منصب مدنی انعام
وصلہ مفلس نہایت ہوتا تھا۔ آخر ہجرا پور ہی میں فوت ہوا۔ کشتی گمرہ نویسنے
سنہ وفات نہیں لکھا۔ ہر چند کہ تذکروں میں تلاش کیا گیا پتا نہیں ملا۔
اب چند اشعار جو دستیاب ہوئے ہیں گزارش کرتا ہوں۔ **ہوھذا**

غم چشمد سایہ فکن سایہ بین من بوجوم	ہر کجا پا کے ستم رفت میں من بودم
دست در دامان شوق ز ن گریبانی بدر	خجلت عشق سے بے جا گریبان بستن

زمین۔ روپ نرائن

زمین تخلص۔ روپ نرائن نام۔ لچھمی نرائن شفیق اور نگاہ کی حقیقی بہائی
ہے۔ چوتھی تاریخ جمادی الاولیٰ ۹۲۲ ہجری شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوا۔ نشوونما کے بعد
شہر میں علما و فضلا کی صحبت میں تعلیم پائی۔ فارسی عربی میں لیاقت پیدا کی
مورون الطبع تھا شاعری کا شوق دل میں پرچوش تھا۔ شعر کی مشق شروع کی
حضرت آزاد و مینو کا سے اصلاح لینے لگا۔ رفتہ رفتہ ترقی کی۔ امیر الممالک صفا الدولہ
مرحوم نے منصب سرفراز فرمایا۔ صبیحہ منصب میں دولے چند نام سے مشہور ہوا
آخر ۱۲۲۲ ہجری میں فوت ہوا۔ **من اشعار کا**

جو شش کنہ رنگین جنا آہستہ آہستہ	کنہ پرواز رنگ رزوں آہستہ آہستہ
---------------------------------	--------------------------------

خداوند اگر چہ از دوری این رہ	کہ از کوشش سدا و صبا آہستہ آہستہ
ہمچو قمری در جہان شادیم ما	با وجود طوق آزار و بیم ما
یاد ما تصویر جانان می کشد	عشق می داند کہ بہر اویم ما
چہرہ زیبائے یار خویش شب دیدم بخواب	صبحی دم چون چشمم واکروم بہر آن نقاب
اشتقاق دیدن رویت جگر خون آہستہ	اے بقدرانت روم یکدم برون آزار نقاب
انتظارت میکشد امشب بین از حد فزون	گر تو فرامی گریہ بہتر بود اے ماہتاب
افسوس دولت دیدار تو دورم	تقدیر چنین بود قضا را چکنند کس

حرف الراء المہملہ

رازی میری لکھا طبع اقل خان جوانی

رازی تخلص - میر سکری نام عاقل خان خطاب - سادات خواجہ عالمگیری
 امر سے مین بادشاہی عنایت سے دلی کی صوبہ داری پر مقرر ممتاز تھا۔ دیگر خدمت
 صوبہ داری پر مامور رہا۔ عمدہ طرح سے انتظام کرتا تھا۔ خوش مزاج و خلیق تھا۔ امیر
 و اگسترو رعیت پرور تھا۔ صوفی المشرع زندہ دل تھا۔ خوشگوار اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے
 کہ مرزا بیہ ل نے رازی کی صحبت میں تمام سامان تصوف حاصل کیا۔ مرزا جب شعر
 پر مشتمل تھا تب رازی حسرت تحسین کرتا تھا۔ مرزا اٹھ کر تسلیم بجا لاتا تھا۔ یہ تسلیم
 از روئے بزرگی تھی نہ بوجہ مارتے رازی انتہی کلامہ۔

رازی برہانپور میں آیا اور حضرت شیخ برہان الدین شطاری رازاکی برہانپور میں المتوفی
 ۱۰۵۸ھ شعبان ۸۳۰ھ ہجری کا مرید ہوا۔ مرشد کے نام کی مناسبت سے رازی تخلص

اختیار کیا۔ موزون الطبع و خوش فکر و خوش خیال و صاحب تصانیف تھا۔ ثمرات الحیا
ملفوظات شیخ کو جمع کیا۔ مثنوی مہرہ ہم نزن مثنوی مولاروم۔ و رسالہ امواج خی
وقصہ راجہ رتن سین پداوت مسمی شمع و پروانہ و مثنوی عشق راجہ منوہر۔ آخر مثنوی
دہلی میں فوت ہوا۔ میرزا بیدل نے ایک غزل رازی کے مرثیہ میں لکھی غزل کے ہر ایک
مصرع سے تاریخ برآمد ہوئی ہے۔ بہارستان کے مولف نے تاریخ وفات علامہ ہجری لکھی۔
اول روایت صحیح ہے ثانی کو سہو کاتب پر محمول سمجھنا چاہئے۔

وائے پیوند سخن سخنان ماند تکیہ گاہ صاحب عرفان ماند
جمع استاد بے شیرازہ ماند مہدے حجاجہ عاقلخان ماند

من اشعار الفارسی از مثنوی شمع پروانہ

رازیاد در جہان برو سے ز بین	نے رتن ماند وئے علاء الدین
نی پدم ماند نے جمال پدم	برد با خود رتن خیال پدم
لیکن از عشق دستانے ماند	زان وفا پیشگان نشانے چند
اے بسا چون رتن بہندوستان	آمد و رفت نیست نام نشان
ہشتصد سال شد ز عشق رتن	لیکن این دوستان گشت کہن
در ہمہ حال نعمہ عاشق	سخت پیچیدہ است نہ طاق
بلکہ نہ طاق پردہ عشق است	ز انکہ بنیاد کردہ عشق است

من مثنوی عشق منوہر

زان کرد من این ہنگامہ بنیاد	کہ دل شاگرد بود و عشق استاد
زلوح ہندوی این نسخہ راز	منقبش فارسی شد جلوہ پراز

<p>شیدم نالہ چند از دل ریش نباشد این مثل پوشیدہ از عقل اگر نیک و بد آوردم فراہم کلمہ در دست یاران بادوستہ ز طبعم راست گز خارست و گر گل تنہا نشستم و طلبگار چون خودیم</p>	<p>بود در عہدہ ہندی کم و بیش کہ کفرے نیت ہرگز کفر انقل نہ گلبن گل و خارست باہم بجا نم باد خار من شکستہ بباغ خویش گو یا نم جو بلبل مکتوب اشتیاق بغفانوشتہ ایم</p>
---	---

گل رعنا کے مولف نے لکھا کہ رازی صاحب ترجمہ کے اشعار پر کلمات اشعار کا مولف افضل لکھا
 اکثر اعتراضات کرتا ہے۔ بلکہ بعض اشعار میں کمی بیشی کر کے درست کرتا ہے چنانچہ رازی
 کے شعر کو عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ہجرت کہ دشوار بود آہ چہ آسان
 گرفت + سرخوش اسطرح درست کرتا ہے عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار
 ہجرت کہ دشوار بود یا رچہ آسان گرفت + انتہی کلامہ

شیعہ انجمن کے مولف نے لکھا کہ غیر کبری سادات خواف و عہدہ خوانین عالمگیری
 سے تھا۔ عالمگیر کے شانہ زدی کے زمانہ میں ایک خاص پرستار فوت ہوئی تھی۔ متوفیہ کی
 جدائی کا شانہ زادہ کے دل پر سخت صدمہ گذر رہا تھا۔ پس شانہ زادہ اس سحر زدگار زمین
 دوسرے دن شکار کے لئے برآمد ہوا۔ رازی صاحب ترجمہ نے خلوت میں عرض کیا کہ
 باوجود برنج و مال شکار کو جانا کیا حکمت ہے۔ شانہ زادہ اس میت کی طرف اشارہ کیا
 نالہائے خانگی دل اتسلی بخش میت دریا بان می توانی یاد خاطر خواہ کرد
 اسی وقت عاقل خان نے اپنی طبع زاویہ بہت پڑھی۔

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ہجرت تو دشوار بود یا رچہ آسان گرفت

میت کے سننے سے بادشاہ کے دل میں بہت قوت ہوئی۔ چند مرتبہ بیت کو پڑھوا کے سنا
اور یاد کر لیا۔ اور پوچھا کہ یہ کس کی طبع زاد ہے۔ عرض کیا کہ یہ ایسے شخص کی ہے
کہ وہ حضور کے سامنے شاعری کے نام سے مشہور ہوا پسند نہیں کرتا ہے۔ مسکرایا۔ اور
رازی کی تربیت ترقی کو مد نظر رکھا چند ہی روز میں منصب چارنزاری کو پہنچا دیا۔
سفر دکن کے وقت صوبہ داری شناسچان آباد پر مامور فرمایا۔

آپ کا دیوان شگوفائے معانی و نشین گلہائے مضامین نگین سے نمونہ گلزار پر بہار
ہر ایک شعر لطافت و نزاکت سے خالی نہیں ہے۔ فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا ہے
کہیں عاشق کا سوز و گداز ہے۔ کہیں معشوق کا ناز و انداز ہے۔ کہیں صوفیانہ کرام کا
وجد و حال ہے۔ کہیں حدت و جود و بہت ہویت کی قیل قال ہے۔ آپ کے اشعار
ناہت ہوتا ہے کہ آپ صوفی المشرع تھے۔ آپ کو خاص فن تصوف سے دلچسپی تھی۔ درویش
و فقر دوست تھے۔ اکثر طلبہ آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔ آپ طلبہ کے ساتھ جن
سلوک فرماتے تھے۔ آپ کے شعر و شاعری و مذاکرہ علمی سے دلاویزی تھی۔ بناء علیہ کہ آپ
علما و شعراء کا مجمع ہوا تھا۔ آپ شعراء علما کے انجمن کے آفتاب روشن تھے۔ اور تمام
شعراء علما بھی آپ کی محفل کی رونق تھے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ
اس قدر بشمار ہیں کہ زبان قلم و قلم زبان سے ادا کرنا محال ہے۔ اب میں آپ کے بوارق
طبع کو بطور نمونہ گذار شش کرتا ہوں تاکہ ناظرین مطالعہ عنوی سے محروم نہ رہیں

من اشعار الفارسی

چند در آب افکنم آئینہ نگار را
ہمکہ بعبہ می ہر و سا لک ہوشیار را

خشک کنم ز سوز دل دیدہ اشکبار را
قبلہ مست میکنم خانہ میفر و شرا

چند غم جهان خوردی دل چہ نہی چین	دلہ	باو خزان در پی ست جلوہ این بہار را
بست گزہ ز خون دل نافہ آہوے بین		تا بکشت او آن غزال طرہ مشکبار را
سیرت جانم سیت دل جبروہ نوش ما	دلہ	مستی ماست از نگہ می فروش ما
سیر چو کشیدیم جیب عشق گرفت	دلہ	پا چو کشت ادم ز بند راہ بیابان گرفت
سرکہ بکفت جام دید دولت جہنم یافت		ہر کہ ز دنیا گذشت ملک سلیمان گرفت
سالاہا شد کہ دلم معتکف روئے تو بود	دلہ	روئے چون قبلہ نما از سوسوئے تو بود
در جہان پیچ دل از سوسوئے زو ناماند		مگر آن دل کہ سیر خم گیسوئے تو بود
ہر گل تازہ کہ بشکفت سحر نگاہ تو داشت		غنچہ نافہ چو بشکفت پریز بوئے تو بود
سامری کیت کہ جان در تن گو سالہ دہد		ساحری چیت ہمہ قنہ جادوئے تو بود
کشتہ نغزہ تو نیست مہین از می بس		بس سلمان بستیم کشتہ ہندوئے تو بود
اے حسن تر کہ ہر دم صد جلوہ نقاب	دلہ	صد موج زندیہا ہر لحظہ حجاب اندر
در د تو مرد در سر چون روح بود در تن		سوز تو در اشتک من چون بو گل اندر
تا زلف ترا دیدم در دست صبا پیچان		می پیچیم می کام چون رشتہ تباب اندر
احوال دل از می گفتند درین مصرع		در کارم و بیکارم چون بد بحباب اندر
عشق از معمورہ میخواند بوی رانی مرا	دلہ	عاشق ویرانہ کرد این گنج پنهانی مرا
من ہمی سانم تو ہر چند میسوز می لم		دل نمی رنجزد تو ہر چند رنجانی مرا
از نظر پنهانی و در تو در دل شکار		آشکارا می کند این درد پنهانی مرا

راز - میر میران اصفہانی اوزنگ آب و می

راز نخلص - میر میران نام آپ علی مردان خان اصفہانی کے خلف الصمدین

سلطان حسین مرزا شاہ ایران کے طرف سے فرج سیروالی ہند کی خدمت میں بھیجی ہو کر
 آئے۔ مراتب اعلیٰ پر پہنچے۔ چند روز دلی میں رہے پھر آصف جاہ طائفہ کی خدمت
 میں دکن میں داروہوئے۔ نواب صاحب نے آپ کی بڑی قدر دانی کی۔ منصب خطیبی فرمایا
 آپ نواب صاحب کے سایہ عاطفت میں زندگی نہایت خوشحالی و فارغی سے بسر کرتے
 رہے۔ دکن کے امر میں معزز و مکرم تھے۔ پھر تمام شہر اورنگ آباد کے داروہوئے۔ نواب صاحب
 نواب صاحب بدستور کام پر مامور فرماتے رہے۔ نواب آصف جاہ کی وفات کے بعد گوشہ نشینی
 اختیار کر لی۔ عاقبت الامر نواب راج الدولہ بہادر حاکم ارکاٹ نے آپ کو بلا لیا۔ آپ انکار
 کرتے رہے مگر نواب کے اصرار سے ارکاٹ کی طرف غار ہوئے۔ یکایک اجل پہنچ گئی جس میں
 تاریخ ربیع الاول ۱۱۸۰ء میں چھلی بندر میں جہان فانی سے عالم بقا کی طرف روانہ ہوئے
 آپ کی نعش چھلی بندر سے اورنگ آباد لائے۔ بیرون شہر کے باغ خاص میں دفن
 پچھلی نرائن نے آپ کی رحلت کی تاریخ لکھی۔

نوازش خان راز آن نکتہ پرداز چو نام خود ازین عالم نہان شد
 طلب کردم ز مافات سال تاریخ ند آ مد جلاشت جہان رفت
 گل رعنا میں لچھمی نرائن لکھتے ہیں کہ آپ سخن سنچ و شعر فرماتے۔ آپ نے ایک روز
 غائبانہ نواب خاندوران خان بہادر سالار جنگ کی مجلس میں فقیر کی امت پر
 رسید باکوشان را نوید خوشحالی کہ آ مدابر سید مدظلہ العالی
 اعتراض کیا کہ ابرسیاہ نہیں پرستتا بلکہ بر سفید ترشح کرتا ہے۔ شہر بخوار
 ابر سفید کو چاہتے ہیں کہ اس سے ترشح ہوتا ہے اور یہی انکا مقصود ہے۔ پس لفظ
 ابر سیہ شرب خواروں کی خواہش کے مخالف ہے۔ اور ابرسیاہ کی سند چاہی۔ خدا

کلام سے انتہی کلامہ۔ جب اس اعتراض کی خبر محکو معلوم ہوئی۔ میں نے جواب میں لکھا۔ ابر کو لفظ سیہ سے مفید کرنا بلحاظ رعایت مناسبت ظاہر ہے۔ اور جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ابر سیاہ نہیں ہوتا ہے محض غلط ہے۔ دیکھو کنڈ نامین نظامی گنجوی لکھتا ہے ہنگام سختی مشو نامید۔ کہ ابر سیاہ بار و آب سفید۔ از فرا صا۔ طاعت کند رشک ندمت گناہ را ریزش سفید می کند ابر سیاہ را صائب کے کلام سے استفاد ہوتا ہے کہ ابر سفید نہیں ہوتا ہے۔

گرچہ می گویند باران نیست بر سفید از طراوت می چکد از پر تو مہتاب اب یہ بات کیونکر ثابت ہوتی ہے کہ ابر سیاہ سرخچہ رون کے خلاف مزاج ہے۔ بلکہ سرخچہ ا۔ مطلق ابر کے خواہاں ہوتے ہیں سفید ہو یا سیاہ۔ انتہی مافی کلر غنا۔ آپ خوش مزاج و لائق تھے۔ اشعار عوزون کرتے تھے مگر اصلاح طلب تھے تھے۔ لیا زیادہ کے مدعی تھے تاہم زندگی اصلاح نہیں لی۔ میرزا و بلگرامی کے دوستوں میں سے تھے راز کے فوت ہونیکے بعد چند اجزاء جنہیں راز کے اشعار تھے میر صاحب نے میر صاحب نے اکثر اشعار کو قلم اصلاح سے درست کر دئے۔ مرحوم کی محبت و آشنائی کا حق فریکے بعد ادا فرمایا۔ اور ریختہ میں لکھتے تھے۔ ریختہ میں تخلص سہید کرتے تھے۔ مگر بہت ہی کم لکھتے تھے۔

من اشعار الفارسی

بسکہ می بار و رخ اواز ز کت نگہا
داند درست حال ل شکرست ما
برنگ شستہ بیج چشم ناتوانم را
یوسفی در کاروان داریم ما

صفحہ آئینہ دار و ہر نفس میر نگہا
آرد اگر بائینہ رو خود پرست
ز خاک کر بلا پوشان لباس خرمی یار
اسے عزیزان نقد جان حاضر کنند

ولہ	مگر آمد برون از کان جیا امشب
ولہ	بدانکہ روز و شب بجهان دار نسیده است
ولہ	باد صبا شمرده بکوشش قدم گزار
ولہ	اگر چه روز مرا تیره ساخت کیسویت
ولہ	عقیق دل چو مرا کشت مهر نام علی
ولہ	صبح بے گل رو تو اسے مایه داغ گل سرخ
ولہ	فصل گل شد بچمن چشم تو بلبل روشن
ولہ	بکوسے یار ندا نم چنان سیده شود
ولہ	زگریه مانے با فراط خویش می ترسم
ولہ	اگر از پرده آن شور قیامت بگریز آرد
ولہ	ز غفلت عمر ما باشد که با غنیمت بگویم
ولہ	از سوز تو اسے شمع بتان سوخت ما غم
ولہ	چون کمان رفته ام بقربانت
ولہ	تا خیال قامت آن سرور غنا کرده ایم
ولہ	بجز گیس که برون آید گلے از خاک
ولہ	بسکه برداشت لاله داغ ز من
ولہ	چنین که روز من از داغ بجز تیره تر است
ولہ	محرمان شوق را برو طاقت قبله گاه
ولہ	کیچم من توان صید بدام غم گرفتار
ولہ	که چون آئینه لبریز است از حیرت هوا است
ولہ	فانوس آسمان چو تو شمع ندیده است
ولہ	انجازه طبع گل لهر خاز نازک است
ولہ	تمام عمر خودش همچو من پشیمان است
ولہ	هزار بار به از خاتم سلیمان است
ولہ	خار گردید چشم همه باغ گل سرخ
ولہ	که برافروخته شد باز چرخ گل سرخ
ولہ	مگر چو اشک بر پیش نه سر دیده شود
ولہ	مباد و قدر داغ تو آب دیده شود
ولہ	ز محبت بیشتر تنگامه محبت بیرون آرد
ولہ	بیا اسے غم که گردد بستر راحت فراموشم
ولہ	بر گیز خاکستر پروانه سرا غم
ولہ	وقت پیری جوانی کمر دم
ولہ	عالم بالا بر پیر پا تماشا کرده ایم
ولہ	بسکه یار ساغر ان چشم شهلا بوده ایم
ولہ	گشت هلاله باغ باغ ز من
ولہ	بجز تم گذرد شام من چنان جیتو
ولہ	دیده قربانان کوسے نازت عیله
ولہ	بدرو داغ شادمانی حیات خویش نزار

خواید بہنرم یا را گر جا کند کسے	مانند شمع گر یہ شبہا کند کسے
آزرا کہ خیال زلف خویان باشد	روز شب او ہمیشہ یکسان باشد
آشفگیش چو مو بود عین مراد	از جمع شدن دلش پریشان باشد

چھٹی نرائن صاحب رنگ آبادی چنستان شعر امین لکھتے ہیں کہ جناب نواب میرزا
الخطیب نواز شہ خان فارسی ہندی دونوں زبان میں شعر گوئی کرتے ہیں۔ میر تقی میر
نے لکھا کہ آپ کا تخلص بہید ہے۔ اور فتح علی خان نے اپنے تذکرہ میں لکھا کہ آپ کا تخلص
میر میران ہے۔ فقیر کو شک واقع ہوا۔ رفع شک کے لئے نواب صاحب کی خدمت میں
ایک قلعہ پہنچا۔ اور نواب صاحب نے جواب پہنچا۔

جواب رقعہ کہ اینجان نواب صاحب خان خواہی نخواہی داخل ریختہ گویان نمودہ
و حالانکہ این بے بہرہ را اصلاً بہرہ درین فن نیست۔ دست روز بالا نام لکھنا
سید عبدالحسین است والد مرحوم نظر براد نام ملقب بمیران نمودہ۔ تخلص شہ
چون را از قریا قفہ۔ لہذا دوسہ بیتے کہ بعنوان ریختہ موزون شدہ بود در تخلص بہید
ترقیم یافت و میر تقی میر و بیت کہ نوشتہ اند از محبت۔ خود نوشتہ اند کہ تذکرہ را
چنستان شعر اموسوم نمودہ ام انصاف یہ نمود کہ کار خاں در چنستان بہت مانہ اگر بہت
اشعار را باید داخل نمود۔ و اگر نہایت خیر انتہی کلامہ۔

من اشعار الہندی

دیکھی صبا نے شاہد گل و کامسکرانا	ولہ	سیکھی ہے ان لبان سے گل کی کلی کہانا
دیکھا ہے دل نے جب سے باور امس نین کا	ولہ	ہر صبح و شام کرنا شکر انیکا دو گانا
کوئی گزلف تیر خجیاب میں کیسے دیکھے	ولہ	اُس بیجا۔ یکی سبھی چہرہ نشان گذری

<p>ملاحت جب سخن کی توجہ لے کر سسین ٹپکی لگے توجہ شعلہ کو کا تیر کار ہی جھکوا بیڑا لم از سر کو تھو جانا مجھے جانا مشکل چڑھا کس مرتبہ پر جگمگ منصور کڑکنا بجسی کا تم یہ نہ سمجھو تمامی عمر دل بیکل رہا ہے میری اس راز دیکھو دیکھو لا لہ آہ گرباغ میں وہ سر و خیران گذرے ہے آتش غم تیز روئی میں مرے</p>	<p>دل دل</p> <p>بجائے می نکہ رائے انگور سے ٹپکی بجائی خون شر اس خم کے ناسور سے ٹپکی جاؤں تو خود سے مگر جان پہرنا مشکل یہ ملک عشق کی سرداریاں ہیں جنون کی شوق کے گلکاریاں ہیں یہ بیچارہ دکھوں میں پل رہا ہے دل و پردانغ دے کر جل رہا ہے اشک قمری کا گلستان میں طوفان گذرے ناؤں ناز تیرا دست سوزان گذرے</p>
--	---

نگین - نور الدین علیخان

نگین تخلص - نور الدین علیخان نام - آپ ضیاء الدین حسین صاحب اقصیٰ
دکن کے صاحبزادہ تھے۔ اور قاضی کریم الدین خان قاضی بلدہ اور گاہکے داماد
آپ کے والد ماجد کو صدارت کے سوائے سرکار ہند کا نعمانی نواب صفیاء مرحوم کی
خانسامانی کی خدمت بھی تھی۔ آپ نہایت لائق و مستعد تھے۔ والد کے فوت
ہونیکے بعد اضافہ منصب اور خطاب ضیاء الدین حسین خانی سے سرفراز و ممتاز
شاہزادہ نگین طبع ظریف المزاج تھے۔ نیک سیرت ستودہ عادت تھے۔ حریفان
ہم مشرب یاران ہم مذہب سے خوش اخلاقی و نرمی سے ملتے تھے۔ عزیز دل تھے۔
ذکی الطبع و تیز فہم تھے۔ شہر گوئی میں عمدہ مہارت و لیاقت کہتے تھے۔ آپ کے

اشعار رنگین سے تازہ تازہ مضامین عیان نظر آتے ہیں۔ دیکھنے اور سننے سے
بظرف آتا ہے آپکا انتقال ۱۲۰۰ھ ہجری میں ہوا۔

میں اشعار الفارسی

چہ شد دورم خبر بے توفی صدر سید اینجا	تو با آئینہ گشتی گرم صحبت دل طیار اینجا
زما پیرس حال گریبان آستین	داریم جو دیدہ گریان و آستین
کم کردہ ام با خطش ست پانچویں	دارم گل نقشہ بدمان و آستین
جمہ عشہ دست رد و پیشش ہضم نفس	میرنم این گل گیس و آستین
فشان بخون لشدہ رنگین می	ازما پیرس حال گریان و آستین

چھپی نہ اس چہستان شعر میں لکھتا ہے کہ رنگین کی طبیعت غزل گوئی کے ساتھ
مناسب نہیں تھی۔ ثمنوی میں صاحب کمال تھا۔ روضۃ الشہد کو بطور وقایع
نظم کرنے نہیں پایا کہ عین عالم شباب میں ۱۲۰۰ھ ہجری میں فوت ہوا۔ میر عبد القادر
مہربان اور نگاہ دہی نے تاریخ وفات لکھی ہے

از جہان رفت حسان رنگینی نتوان یافت مرزا کی جنبین
سال فوشش نہ یازم ز مانتف با اجل فوت از جہان رنگین

غابت تاریخ مرحوم

یہ بات مسلم ہے کہ کوئی شخص بے اجل نہیں مڑا۔ لیکن مرحوم کی رحلت کی تاریخ
کے حدوث میں اتفاقاً یہ ضرورت واقع ہوئی کہ اکیہ وز سبیلان ہمشیر مجلسین
مجمع تھے۔ یکایک رنگین کے مزملی خبر معلوم ہوئی۔ لوگوں نے کہا کہ کسی نے
زہر دیا ہے۔ نہیں تو ایسے جوان کا ایک بیگفت ہونا تعجب سے ہے۔ اس مجلس میں

مہربانان حاضر تھے۔ ایک مصرع فی البدیہہ کہا ۵ باجل فت از جہان رنگین
جب مصرع کے عدد نکالے تو بے کم و کاست پوری تاریخ برآمد ہوئی۔ پھر مہربانان نے
ایک قطعہ مرتب کیا۔ چنانچہ صدر میں مذکور ہو چکا ہے۔ اور پچھنی برائے نکلتا ہے کہ
تذکرہ چنستان شعرا کے تمام کے بعد رنگین کے خادموں کی زبانی معلوم ہوا کہ رنگین
۲۴ جمادی الآخر ۱۱۰۰ ہجری میں روز جمعہ بلدہ المچپور میں فوت ہوا ہے۔ تو
فقیر نے ایک قطعہ تاریخ لکھا ۵

سخن سنج معنی گزین خان رنگین چو شد بہر گلشت گلزار و عقبہ
ندا و دماقت پے سال فوتش ہر گ مفا جات او شد ز دنیا

میں اشعار الہندی

نہیں ہے آواز سے خالی بیچہستان میرا کرتا ہے سدا یہ سلسلہ نالان میرا
ستیز نہیں جو تیرا موسم خط میرے پر رام میں مور کے نہیں ہے پہیلیاں میرا
رشتہ عمر کے نزدیک ہے مفروض حل بے سبب چاک نہیں ہے یہ گریبان میرا

مناظرہ رنگین و مہربان

میر عبد القادر مہربان قاضی دولت آباد ابتدا میں رنگین تخلص کرتے تھے
ایک روز مجلس شاعرہ میں ایک غزل پڑھی جس کا مطلع یہ ہے ۵
خام رہی یاد منت صہبا کشید نہا ز فیض چشمہ نازم سر خوش بخود طیب نہا
یاران ہم شریف غزل مذکور میر ضیاء الدین حسین خان رنگین سے سنی تھی۔ مہربان کو
سرفہ سے منسوب کیا۔ مہربان مع مجموعہ یاران رنگین کے مکان پر گیا دفع سرفہ کے لئے
مباحثہ شروع ہوا۔ رنگین نے فرمایا کہ میں نے اس غزل کو اپنے طرف منسوب کر کے

نہیں پڑا۔ اس کا نشانہ اشتراک تخلص کے سبب تھا۔ مجلس درخواست ہونیکا خانگیں نے مہربان کی خدمت میں رنگین تخلص ترک کر نیکی نسبت ایک قہہ منظوم لکھا ہے

بروز از نو چشم عنایتی دارم	ز بارگاہ تو امید راحتی دارم
کہ یک تخلص رنگین من بہن بگذار	ز اشتراک تخلص دل نہست نگار
ترا کہ قدرت چندین ہزار مضمون است	ز آفتاب کلام تو جملہ مشحون است
اگر تو خواستہ باشی تخلصت بسیار	کہ لفظہا بجناب تو می دہند ہزار
شنیدہ ام کہ در ایام سابق استادان	نمودہ اند عنایت تمامی دیوان
بحجبت نیست از شفاق عام انخدوم	کہ از تخلص من بر کسی تو دست لزوم
ہمین بس است مرا از رحمت الطاف	دل مرا کن ازین دغدغہ صاف

مہربان نے خان رنگین کی خاطر سے رنگین تخلص ترک کیا۔ اور ایثار اختیار کیا۔ غزنون کے مقابلے کی تبدیل و تحریف میں سخت محنت پڑی۔ پہر میرزا و ملگرامی نے براہ مہربانی مہربان تخلص عنایت فرمایا۔ بعض غزنون میں تخلص مہربان کی گنجائش نہیں ہوتی ہے تو ایثار کو اختیار کرتے ہیں۔

روشن - قاضی محمد صالح

روشن تخلص - محمد صالح نام۔ تخذ اشعر کے مولف نے لکھا کہ آپ کے بزرگ سلف سلاطین گجرات کے عہد سے قصبہ جموہر تعلقہ بھونچ میں سکونت پذیر تھے۔ اور جد قضا پر ماہور تھے۔ آپ کی ولادت اسی قصبہ میں ہوئی۔ اور وہیں کی آب و ہوا میں پرورش پائی۔ نشو و نما کے بعد عالم عقل مشہور میں آپ کے طالب علمی شروع کی۔ چند مدت میں

کتب رسید سے فارغ ہو کر فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں بندر سمورت کی قضا پر مامور ہوئے۔ آپ نہایت ہی لائق و ہوشیار متقی و پرہیزگار تھے۔ چند سال سی خدمت پر مامور رہے۔ قضا کا کام عمدہ طرح سے انتظام فرماتے رہے۔ بہارتان کے مولف نے لکھا کہ آپ نواب صفحہ اول کے آخر عہد میں بندر مذکور سے حیدر آباد دکن میں آئے اور حضور کی ملازمت میں باریاب ہوئے۔ امیدوار تھے کہ کوئی خدمت بزرگ پر مامور ہو جائیں لیکن اجل موعود نے فرصت و مہلت ندی کہ کامیاب ہو جائیں آخر آپ نے ۱۲۷۱ھ میں سن از فانی عالم جاویدانی کو رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو شعر و شاعری سے دلچسپی تھی۔ کبھی کبھی شعوروزون فرماتے تھے۔ آپ کا کلام نہایت متین و شیریں تھا

من اشعارہ الفارسی

نیار و دید رنج ہمتیں دل بستہ صحبت	دل	اگر پرد زنی دستے بشو را رو جلاجل
بہر کہ آئینہ اعتبار روئے داد	دل	بغیر خویش کسے در میان نمی ماند
راحت بجای سراسر رنج بود	دل	پائے چون خوابید صاحب بستر
بادہ چون جان زین شب برون ریختہ		محتسب بگذارد کہ خون ریختہ
احتیاج رسید و نامیت و تسخیر ما		وحشی حریفیم و خاموشی بود زہنجیر ما
چہ پیچود می چکد انشب سر شک از خیمہ گریہ		مگر کج کردہ چمانہ لبر نہ پیمان را
ز سیر گاشن عشرت کشیدہ و نامم		جو بوئے گل بہوئے کسے پریشا نم

رہسا۔ جان مرزا حیدر آبادی

رہسا تخلص۔ جان مرزا نام۔ مرزا خان حسینی خطابتیہ۔ ساوا حسینی مہرنگین

من اشعاره الفارسی

تا جلوه تو مد نظر می شود مرا	تا از نگاه سلک گهر می شود مرا
یار از نظر رفته زمین گیر می شوم	روز و دایع درد کمر می شود مرا
ممنون ناله ام که درین بزم کبیری	گاه رفیق دیده تر می شود مرا
مار ساز خاک محبت سمر شده اند	بر جان و دل شکست اش می شود مرا
خون چکاند از دیده ام نظاره سحر جیا	آن کف پایم و شاید گلگشت حنا
جبرات پا بوسم آخر انتقام خود بید	رنگ نگر فتایش به شگفت حنا
از غم کمرس بدل فریادمی آید مرا	شیشه بر جاشکن دل یادمی آید مرا
رحم کن ای باغبان تقصیر گلشن	که مار از رنگ گل کرده زنجیر گلشن
ز بیم ناز کیهانست لم چون بی میل زد	مصور گر کشد بر برگ گل تصویر گلشن
چه لازم عند لیبان شکوه سنج باغبان	بسر و این بهار آخر بهر تقدیر گلشن
در رقص آمد آن قیامت ایجا و	چون شعله بلند شد ز دلهای فریاد
می آید و می رود خدا خیر	این برق بخر من که خوابدا افتاد
در گلشن دهر بکتاب غم	چون لاله اسیر پیچ و تاب داغ غم
کیفیت حال من تماشا دارد	چون مصرع شعاع انتخاب داغ غم
چشمست بیا هستی ما را ندیده است	زلفت دراز دستی ما ندیده است
بسیار بلا خطه پیمانه می دهد	ساتی هنوز هستی ما را ندیده است

از گلر عنقا و سرو آزاد

خود را ز تنگی نفس آزاد میکنم	این مشت پر تو اضع صیاد می کنم
------------------------------	-------------------------------

<p>در سر پرده دل نفس آواز سے بہت ترسم گریہ پیش نہ ہجوم نارسائی کہ برد پیام مارا بحریم خوش نگامان گلشن دل پر داغ سیریا دارم نمی توان بفکاک طرح اختلاط انداز خوب عزت کردہ را در یکسی ہم عالمی بہت</p>	<p>کہ درین خانہ نہان خانہ لرزا سے بہت بخیاں آستانش میں و مشتق جیبہائی رقعی نمودہ آہم و سہ صرع ہوا فی معاشران چمن انتظار میں مبرید مراز صحبت این سفلہ ننگ فی آید بلبل ما در نفس کم میکنند یاد وطن</p>
---	--

روشن - محمد روشن خان حیدر آبادی

روشن تخلص - محمد روشن خان نام - آپکا وطن اصلی حیدر آباد دکن ہے۔ دیوبند والائق تھے۔ طبیعت میں چستی و چالاکی تھی۔ جولانی طبیعت سے شعر گوئی کے میدان میں اقران و امثال سے شائق و فائق تھے۔ کلام سے متانت و لطافت نمایان ہے۔ ہر ایک سے و مصرع سے ملاحظہ عذوبت عیان ہے ہکلو آپ کے دیوان کے دو ایک ورق متفرق ملے۔ اُس میں سے چند اشعار بدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اب ستم تیر سو ہجری کی ابتدا میں زندہ تھے ستم ہجری کے قریب آپکا انتقال ہوا۔ ہکلو آپ کی تاریخ میں شک ہے۔ اور آپکا حال ہی پوری طور سے معلوم نہیں ہوا۔ مگر آپکا ہفتہ حال و تخلص کا نشان و پتا آپ کے اُسی دیوان کے دو ورق سے جبکہ معلوم ہوا گزارش کیا گیا۔ چونکہ آپکا نام روشن ہے اُسی کی برکت سے آپنے اُسی دیوان کے دو ورق سے یہ روشنی دکھلائی۔ **ہو ہذا**

صلح کو کیدم بین پہر کرتا ہے جنگ	وہ گل رعنا عجب ہے دو رنگ
---------------------------------	--------------------------

اُس کے آگے بلہوس چوڑے ہوس
 دیکھ کر سختی تری روشن اُپر
 خدا کی واسطے آئے گل باغ شباب ل
 اگر کوئی طفل فو خط اُسکو لے دے تو بر جا
 نکوئی دسار رکھتا ہے نکوئی حذر رکھتا ہے
 دل سنگین پے سکے جا اثر کر کچھ خدا ڈر
 جلایا تملایا تڑپڑایا بات کیا آیا
 دیکھو غماز ترکان کے دیکھو فن ساز چننا کج
 گریبان چاک کر روشن یوانا ہو کہاں جاو
 بزرگ گل گریبان چاک ہے دل
 پتنگا ہو گیا اُس شمع رو کا
 بُرا ہے یا بھلا ہے کچھ تو ہے گا
 سدا رہتا ہے مست ولا ابالی
 علاج اُسکا ہے روشن کیا کروں میں
 کر محکوبِ نوال رے نو نہاں مل
 خط دار لکے دیکھ کے یا قوت نہاں ہے
 ہے چلچل میں آج مہا دل سے چنچل
 اتنا نہ کم نما ہو کیا کہا بھی کر
 روشن کے ریتختے کو پڑے میں شمع رو اگر

ولہ ہرگز ظالم کی ہے تیغ فرنگ
 ہو گیا رقت سے پارہ پارہ سنگ
 ولہ لے آیا ہوں تیری خاطر شرک کیا دل
 چلا ہوں آج مکتب کو بغل میں کتا دل
 خطاب دل جواب دل جواب دل خطاب دل
 ستم کرنا ہے مجھ پر کیا آتا ہے فطرب دل
 قیامت میں اے ظالم تو کیا دیکھا جواب دل
 یہی ہے انتخاب ل یہی ہے انتخاب دل
 جگر زنجیر میں رکھتا ہے اُسکو پیچ نابل
 ولہ جیون شبنم دیدہ نمناک ہے دل
 کہ جی دینے میں کیا چالاک ہے دل
 میرے پیو کے قدم کا خاک ہے دل
 مرا پا بخود و بیباک ہے دل
 کبھو خوش ہے کبھو غمناک ہے دل
 ولہ اپنا غلام بوجہ ایسا حمال مل
 کیا خوشنما ہوا ہے رُمر سے لعل دل
 ہیں دلبری میں روز رے خط و خال میں
 یک لخط میرے ساتھ ہے ابر طال مل
 عشاق جیون پتنگ کر میں جد و خال مل

<p>تہوں کے گہر طرف تہاد کو لایا کیا حاصل دل حیران حقیقت کو دل حیران کی کیا جا لیجا تو جو ہر محنی کو کوئی جو ہر س کے لگے پاس پاتے ہیں ترے پہلو نہیں ہم اب قیہوں کے اوپر لا حول پہنچ عاقبت ہوتا ہے صحبت کا اثر ما تہ سے فرگان کے جا سکتے نہیں ناکہ ہووین نقش پا اس شوخ کے پیار نہیں پاتے ہیں اب پیار نہیں ہم لی خلافت عشق کی فرما دے غچہ دل کیوں نہوے باغ باغ اب خدا جانے بچیں یا نہیں بچیں کہیں نظر آوے بت جاو و فروش</p>	<p>مسلمانوں کو تجا نے میں لیجا لایا کیا حاصل اسے جان آئینہ کو آئینہ دکھلایا کیا حاصل ارے روشن آئینہ اندھے کو دکھلایا کیا حاصل پوچھتے ہیں ان کو مقبول میں ہم دیکھ نہیں سکتے تجھے غولوں میں ہم بہول گئے ہیں بیٹھ کر پہلو نہیں ہم کیا کریں اب سول میں سولوں میں ہم روشن اب مل جا گئے دھولوں میں ہم یاران نہیں دیکھتے یاروں میں ہم تکیہ باند ما غم کے کو ہمارو نہیں ہم ولہری دیکھیں ہیں دلدارو نہیں ہم میں ترے آنکھوں کے ہمارو نہیں ہم دھوٹے پہرتے ہیں بازارو نہیں ہم</p>
--	---

رفیقی آملی

رفیقی تخلص - آپکا اصلی وطن شہر آمل ہے مستعد و لائق طالب علم تھا۔ فارسی انشا پر داری و فن معما و تواریخ میں مہارت کامل اکتا تھا۔ وطن سے حج و زیارت کے لئے مکہ معظمہ روانہ ہوا۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر کربھی یا نہ میں نکلتا کن میں آیا چند مدت حیدرآباد و بیجاپور میں بسر کیا۔ قوطب شاہیہ و عاوشاہیہ ملاطین کی طرح میں

قصائد لکھے پہر اکبری دربار میں پہنچا۔ بارگاہ اکبری میں ملازم ہوا۔ کسی تذکرہ نویس نے
سندوفات کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔

میں اشعار

بستم برخت پرودہ چشم نگران را	تا چشم بروئے تو نیفتد دگران را
زخم شمشیر جفائے تو بھر ہم بستم	تا از و چاشنی درد تو بھیرن نرود

رونق۔ عارف الدین خان برہانپوری

رونق تخلص۔ عارف الدین خان نام۔ آپ فط محمد معروف برہانپوری کے فرزند ہیں
حافظ صاحب صوفیائے لاہور کے عہد میں برہانپور سے مدراس میں آئے۔ اور
سکونت پذیر ہوئے۔ نواب کی سرکار میں ملازم ہو گئے۔ ۹۲ھ ہجری میں رونق مدراس
میں پیدا ہوئے۔ اوائل سن شعور میں کتب سید عربیہ مولوی محمد عجل صاحب مولو جامی
محمد مفیم صاحب کی خدمت میں تمام کتب کتب متداولہ فارسیہ غلام محی الدین التخلص
بمعجز سے پڑھیں۔ طبع موردون فکر رسا کہتے تھے سخن کی صلاح مولانا آگاہ سے
لیتے تھے۔ مدت تک میرزا محمد صادق شیرازی التخلص کو کبکے ہم صحبت ہے۔ آپ
محاورات فارسی کی تحقیقات میں نہایت ہی لچبی تھے رات دن اسی تلاش میں مصروف
رہتے تھے۔ بیس سال کی عمر میں نواب عہدہ الامیر بہادر کے ملازم ہوئے۔ امیر الہکاتاج مراد
کی خدمت میں متعین ہوئے۔ عہدہ الامیر کے انتقال کے بعد مدراس کے کڑپا کرنول میں
پہنچے۔ مدت تک سرطامن گورنر مدراس کی سرکار میں منشی گری کی خدمت پر مامور رہے
پھر سبب کشمکش آئے حیدر آباد وکن میں آئے۔ زمانہ دراز تک شہر میں رہے حیدر آباد

بد اس میں آمد و رفت فرماتے تھے۔ آخر ۱۲۶۶ ہجری میں عزمِ حرم کیا کہ غربت کی
شام سے جدا ہو کر صبحِ وطن میں آرام لینا چاہئے۔ پیشِ عہدِ اعظم میں شریک ہوئے
اقسامِ سخن میں خوب تعداد رکھتے تھے۔ اکثر محافل میں شعر فی البدیہہ کہتے تھے
آخر بسببِ ضعیفی و کم طاقتی گوشہ نشینی اختیار کی۔ ذکرِ اکہی میں مشغول ہوئے
مزاج میں آزادی تھی زندانِ روش میں زندگی بسر کرتے تھے۔ آخر حیدر آباد میں
سنہ وفات کو کسی تذکرہ نویس نے نہیں لکھا۔ ہم ہی مجبوراً انہیں تذکرہ نویسوں کی
پیروی کرتے ہیں **ہو و ہذا**

درگذشتن آتش آبست کیساں پیر
بر لبِ ریاسیمے کرو لہر زان سایہ را
پانہد بر سینہ و گوید کہ دشمن ز بر پا
شمع میداند کہ آخرست مدفن ز بر پا
بہ سادگی چہ قدر از تو کار می آید
کہ آغاز مرا انجام کردند
خطوط دست احسان دام کردند
کم می کنند تجلی خود ماہ در سحر
چو کرد قافلہ سے کاروان ہم بر خمیر
قمری می کنم ایجا در خاکستر خویش
بعد ازین دست من چاک گریبان فریق
بارست با بر داریم از گرداب شک

طبع آزادان شود و ارستہ از بندِ خطر
در میان ہم سری با کوہ دار و شیرت
بعد قلم آن ستمگر میوفا بی سنگدل
نہست کس در جا نگذار می مثل آن بقیہ
رخ تو در نظر آئینہ دار می آید
شرار سادے فرصت ندارم
کریمانرا عجب تسخیر دہاست
با آتشین نفس نتوان ہم زبان شدن
متاع سود و وریان بار خاطرست اینجا
ہوس سرو قدت بعد فنا ہم نرود
کے باسانی دہم از دست مان فراق
شد بکوی او وطن ما را ز فیض چشم زار

گرہ شود چو طبا شیر لشکر مژدہ ام	اگر بغیرت آن نے سوار گریہ کنم
ربطی چو گوہرست مرا با گریستن	ہستی من چو شکبوتا گریستن
شوخ کن نسیم برف نگار من	نہیدہ نہ قدم مشب تا راند کے

رائے کنول شن

رائے تخلص - رائے کنول شن نام قوم کا بیتہ آپکا اصلی وطن پنجاب ہے آپکے والد بہرہ مند خان عالمگیری کے دولتانہ میں عمدہ خدمت پر مامور تھے بہرہ پنجاب کے دکن میں آئے۔ نواب آصفیہ مرحوم کی سرکاری خانسان کے پیشکارت تھے مدت تک سرکار موصوف کی خدمت میں سرفراز رہے شہید ہجری میں معزیت بہادر خانسان آصفیہ ثانی کی خدمت میں پیشکاری پر مامور ہوئے۔ جسکا مردم یہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں جنکا فقیر اورنگ آباد دکن میں رہا تب تک معزیت فقیر صحبت و اخلاص کے ساتھ ملتے تھے۔ صاحب نش و خوش خلق و متدین تھے کبھی ہی شعری فکر کرتے تھے باوجود کم فرحتی جو کچھ کہتے ہیں خوب ہیں۔ نواب نظام علیخان بہادر آصفیہ ثانی شاہ شوال ۱۱۷۱ ہجری میں قلعہ لدرک فتح کیا۔ آپکے اسکی تاریخ کہی آوردہ ماتف مژدہ از فتح لدرک شرک و دودہ بود بامفت کیا نہ شوال بزرگ انانی مصرع میں شہید ہجری برآمد ہوتے ہیں۔ انتہی کلامہ ۱۲۰۸ ہجری میں آپکی وفات واقع ہوئی۔ آپکا کلام سوائے اس تاریخ کے بلکہ نہیں ملا اسوجہ صرف سی تاریخ پر اکتفا کیا گیا۔

رضا - محمد رضا بیگ اورنگ آبادی

رضا تخلص۔ محمد ضایک نام۔ قوم مغل چشتی برلاس تھے۔ آپ کے جدِ گوار
 بدخشان سے ہند میں آئے۔ آپ کے والد دلی میں پیدا ہوئے تھے۔ جدِ بزرگوار کا انتقال
 دلی میں ہوا۔ والد باجد عالمگیر کے آخرِ عہد میں وارثوں کوں ہوئے۔ بادشاہی ملازم ہوئے
 شہر اورنگ آباد میں متعین تھے۔ محمد رضا کی ولادت شہرِ ہندکوہ میں واقع ہوئی۔ اور
 اسی شہر میں تعلیم و تربیت بھی پائی۔ کتبِ سیفیہ و فیضیہ و علماء کے خدمت میں
 نہایت تحقیق سے حاصل کیں۔ بہت حد طالبِ علم ہوئے۔ طبعِ موزون و فکرِ رسا سے
 موصوف تھے۔ شعر گوئی شروع کی۔ شاہِ سراج اورنگ آبادی سے کلام کی مشق کرتے تھے
 آپ کا کلام شیریں و دلگین ہے۔ تجرہ بھی بڑا اُس جنستان میں لکھتے ہیں کہ میں تالیف کرتا کرتا
 ایک قعرِ اشعار کی طلب میں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے رقعہ کا جواب نظم میں لکھ کر
 بھیجا۔ یہ یار کا جو روستہ بیون نہ میں برداشت کروں + اُس سے آئندہ مجھے
 چشمِ کرم باقی ہے + بعد میں کے رہو نگا میں کفن میں بیتاب + بسکہ سینہ میں
 رضا یار کا غم باقی ہے + اپنی کلام۔

من اشعار الہندی

آئینہ اُس کے سامنے آ کر ہوا و رنگ
 نہیں / ما ہے کہ میں آفتابِ پُرے میں
 کہ ج طرح سے ہے کوئی شرابِ پردہ میں
 عمر کا عرصہ بیٹ تہگ اسمیں کیا کیجئے
 ایک دم جو کچھ کہ ہونا ہوتا شا کیجئے
 عشق کی راہ میں تسلیم و رضا لازم ہے

ہے کس قدر میرا خود نما و رنگ
 چہا و مست و درخ بے نقابِ زمین
 رکھا ہوں الفتِ سیاقی کو اس سچ سے نہاں
 کار دنیا کیجئے یا فکری نہ کیجئے
 گرچہ حکمِ جلوہ دیدار کی طاقت نہیں
 اے رضا انہیں تمناؤں میں لٹل ٹہا

زنکین۔ بعل چند گز آبادی

زنکین تخلص۔ بعل چند نام۔ قوم کا تہ۔ اور گز آبادی بولدا ہے۔ زنکین مزاج
و خوش گذار تھا۔ شروع جوانی میں بھول و لعب عیش طرب میں مشغول ہوا تھا۔ آزادانہ
زندگی بسر کرتا تھا۔ آخر سنبھل گیا۔ اور اپنی گزشتہ حالت پر افسوس کرنے لگا۔ معا
و قوت بسر کی فکر پیدا ہوئی۔ پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ شاہ سامی اور گز آبادی کے
خدمت میں جا ضرہ لگا۔ چند روز استفادہ کیا۔ طبع موزون و فکر سار کرتا تھا۔
ریختہ میں شعر گوئی شروع کی۔ اور شاہ سامی سے اصلاح لینے لگا۔ تھوڑے ہی روز میں
شاعر کیا ہو گیا۔ پچھری نرائن شفیق کا معاشرے۔ آپکا انتقال ۱۹۵۱ء ہجری میں ہوا۔

من اشعار ۱۵ لہندی

<p>آج وہ شوخ رنگیلا جو چین میں آئے ناصحتوں کی بھی نصیحت نہیں آسکتی زاع کو کبک کی رفتار نہیں آنے کی جسکے تین ہو گئی خواہش سخی زنکین کی عشق میں کوئی نہیں آج میر آئے گا کام میں اپنے ہون مگر ہم نہیں کس کام</p>	<p>سرو چلنے کو لگے غنچہ سخن میں آئے بات کرتا ہے وہی سکے جو من میں آئے بولہو من کہو عشق کے فن میں آئے سند سے نہیں ہو عجیب وہ کن میں آئے کہ گرفتار ہوں میں سلسلہ زنکین کا ہجو سے وق نہیں مشتاق نہیں چین کا</p>
---	--

راز۔ نواز ش خان اور نگ آبادی

راز تخلص۔ نواز ش خان نام۔ ایرانی الاصل ہیں۔ آپکے والد عبد علی درانی مخدوم سیر کے

زبان میں شاہ ایران کی طرف سے سفیر کو آئے تھے۔ شاہ جہان آباد میں چند روز رہے
 پہرہ دلی سے دکن میں رونق فرما ہوئے۔ ہندوگان آصفیہ کی خدمت میں پہنچے۔
 عنایت و رحمت شناسی سے سرفراز و ممتاز ہوئے۔ پہرہ بعارضہ طبعی فوت ہوئے۔ آپ کے
 خلف اصدق میان راز نواز شہان کا خطاب پاکر تمام بلدہ اور نگاہ کی خدمت
 داروغگی پر مامور ہوئے۔ جو ان صالح متقی و پرہیزگار تھے۔ موزون الطبع و شعر فہم
 تھے۔ زور طبعیت سے شعر کی فکر کرتے تھے۔ آپ کا کلام بامزہ ہے۔ تازہ تازہ مضامین
 سے شگفتہ و خندان ہے۔ کم گو تھے۔ کبھی کبھی موزون کرتے تھے۔ رفقہ رفقہ تمام
 کا مجموعہ ہو گیا۔ ایک مختصر دیوان بن گیا۔ صاحب دیوان مشہور ہیں۔ آپ کا انتقال
 ۱۸۷۷ء ہجری میں ہوا۔

من اشعار الفارسی

چون نقش بد عاشق
 در کوئے تو جا بجا شتم
 خار شد آن چنان کہ می باید

در برم تو تاز پا شتم
 چون کر و بشوق پا بوسی
 از بہار ش گلے نچید رقیب

ربط۔ بالا پرشاد حیدر آبادی

ربط تخلص۔ بالا پرشاد نام۔ آپ کے بزرگ مشاہیر لکھنؤ سے تھے۔ آپ کی ولادت
 بھی شہر لکھنؤ میں واقع ہوئی۔ سن شعور کے بعد کتب فارسیہ ستاروں کے نام میں
 تحریر و تقریر میں عمدہ دیانت حاصل کی۔ شعر گوئی کا نہایت ہی شوق تھا طبعیت
 چستی و چالاکائی میں جولانی کر رہی تھی۔ دماغ میں نازک خیالی جوش مار رہی تھی کہ

شعر کہنا شروع کیا۔ آپ کے اشعار وائل ہی میں سنجیدہ و حربہ ہونے لگے
چند روز کی مشق میں چنگی و شستلی نظر آنے لگی۔ آپ وطن سے حیدر آباد دکن
آئے۔ راجہ خوشحال پند بہادر کی دختر نیک اختر سے منسوب ہوئے۔ راجہ صاحب
کی: جنہ منصب پر بھی مقرر ہو گئے۔ آپ شعر و سخن کے شیفتہ تھے۔ حیدر
آباد سے بغرض ملاقات شعراء ہند لکھنؤ روانہ ہوئے۔ وہاں شعراء معاصرین سے ملے
مشاعرہ میں شریک ہوئے۔ شعر کی طرح پرغزلین موزون کئے۔ مجمع شعراء میں اپنا
کلام پڑھا اور کتب بنایا۔ سب سے پسند اور ایک موصوفیہ سے وثیقہ سہاگہا جڑت کیا
اور آپ ستر شہاب میں فرید زمانہ ہیں۔ اور آپ کے اشعار فراموش نہیں۔ آپ خوش کلام
جادو بیان تھے۔ آپ کے اشعار میں مضامین دلگداز ہوتے ہیں۔ آپ شاعر اخلاق
صاحب مروت و سخاوت تھے آخر سہ ماہی ہجری میں فوت ہوئے۔ آپ حیدر آباد
میں ایسے جیسے کہ مر کر اٹھے۔

مسن اشعار ہالہندی

<p>نائب تو بن و جبر گئے دیکے ساتھ ساتھ تب تجھ کو پار کئے تھے فرما ہیج نہیں تائل سے بے گونی نہیں کہتا کہ وہ وقیم سر سے کفن اٹھے ہوئے پہرے میں بظ کر نخل تمہا کو ہمارے غم زدوں سے تصویر اگر شمع رسالت کی لکھنؤ میں طوفان سے اسکا نکال کر نہ پڑا تو سے</p>	<p>صحفل اُٹھی ہے صاحب فحل کے ساتھ ساتھ کچھ دن پہر تو کیجئے قاتل کے ساتھ ساتھ تو بھی تو چل جنازہ بسمل کے ساتھ ساتھ مر نیکی شتیاق میں قاتل کے ساتھ ساتھ شمشیر کا پہل پہل سپر نظر آوے خامہ سے نکل جلوہ شوق القمر آوے کروں شبل نوح کی کشتی نظر آوے</p>
---	--

سرخی پنجہ نازک کو حنا کہتے ہیں
یہ جو دامن پہ میں جھپٹے اسے کہتے ہیں

یوں تو یونہی صحیح منکر میں مرقل ہے آپ
وہ جو خنجر مرے مرقان کی طرح ہے پر خون

رضا - محمد رضا خان برسی

رضا تخلص - محمد رضا خان نام - آپ اب حسین دست خان ہیں جاگیر دار
قلعہ و لکڑہ مدراس کے فرزند ہیں آپ کے جد بزرگ نواب شمشیر الدولہ مبارز جنگ
چندا صاحب کے فرزند تھے - چندا صاحب کراٹھ کے والی رئیس تھے - آپ فن
شعر گوئی میں مرزا دبیر لکھنوی کے شاگرد ہیں - آپ رسمی اردو و نون زبان میں
شعر کہتے ہیں - اور آپ شاد کی طرح مرثیہ گوئی میں بھی بے نظیر ہیں - آپ کا اکثر کلام
گلدستوں و اخبارات میں مطبوع ہوتا ہے مشہور و معروف ہے آپ کی عمر پالیس برس
کی ہوگی - نیک طبیعت و پندیدہ سیرت ہیں - خاندانی شرافت و نجابت کے یادگار
ہیں - طال و تدقیق - ہم کو یہ بات نہیں معلوم ہوئی کہ آپ راس میں سکونت
پذیر ہیں یا لکھنویں -

من اشعار المہندی

منقلب کتنے زمانہ ہوا
جس کا وعدہ کبھی وفا نہ ہوا
تقدیر نے دکھائی تھی کربلا جھے

دوست دشمن عدو یگانہ ہوا
بسم اسی بیوفا پر مرتے ہیں
سفاک کی گلی میں تھا خون تا کمران

من اشعار الفارسی

ما زہ قیامت شود صبح چو مالاکم

شورش محشر قد گر شبے غوغا کم

مشرّب من دگر و شرّب محبوب دگر | نیست جنوّم چنان خواہش لیل اکھ

راز مولوی احسان الحق دہلوی

راز تخلص - مولوی احسان الحق نام - دہلوی الاصل ہیں - مدت سے حیدر آباد
دکن میں مقوطن ہیں - سرکار عالی نظام سے یومیہ مناسب پائے ہیں - عالم فاضل
ہیں شعر گوئی میں بھی ہوشیار و چالاک ہیں حکیم نواب زادہ احمد خان ہوش بریلوی کے
شاگرد ہیں - شعر خوب کہتے ہیں - کلام سنجیدہ ہوتا ہے - آچے ش طبع و خوش فکر
ہیں - پاکیزہ طبیعت پسندیدہ سیرت میں - صوم و صلوة کے پابند خدا و رسول کے
اوامر و نواہی پر کاربند ہیں - خدا تعالیٰ آپ کو خوش خرم رکھے -

من اشعار الہند می

بلبلو سایہ پیر اکس کے گل خیار کا | رنگ آتا ہے نظر بدلا ہوا گلزار کا
کیا ا طبّا دم بخود کیوں ہوتا غیبی یہاں | ہو نہ جب ممکن علاج اس عشق کے بیمار کا
گریئے بازار یوسف کی کہاں تھی سقّہ | اک جہان دل کیے طالعے ترے دیدار کا
یہ صد پایزیب کی جہنکار سے آتی ہر صفا | فتنہ محشر ہی بندہ ہے تری رفتار کا

رسا - محمد وجہ الدین خان حیدر آبادی

رسا تخلص - محمد وجہ الدین نام - آپ محمد بہار الدین خان حیدر آبادی کے
فرزند ہیں - فارسی نوشت خواندین ہوشیار و مستعد ہیں - زمین و زمین میں
سخن سنجی و شعر گوئی میں خوش کلام و شیریں بیان ہیں - آپ کے ڈاکٹر احمد حسین صاحب

ماں سے مشق کی ہے۔ مزاج میں شاعرانہ شوخی و طرافت ہے۔ شگفتہ جبین
خندان رو میں۔ یاران ہم مشرب کی مجلس کے رونق میں بارگاہِ فی عمرہ -
فی الحال آپ کی عمر قیاساً چھتیس برس کی ہوگی۔ معلوم نہیں آپ کس محکمہ میں ملازم ہیں

من اشعارہ المہندی

گر تجھ کو رسا یار کے پیدا رکا ہے شوق	آنکھوں میں عینک خے رشید و قمر ہے آج
وقتِ انکس پڑتے ہی مضطر ہو گیا	خود تڑپ کر عکس آئینہ سے باہر ہو گیا
ماں جوابِ صل کی تکرار دیتی ہے فرا	آپکا انکار بھی قندِ مکر رہ ہو گیا
زورِ مائے خاک بھی رنجیر جوہر بن گئے	نقشِ پائے یار مرآت سکندر ہو گیا

رشید محمد شکر اللہ خان لکھنوی

رشید تخلص محمد شکر اللہ نام۔ آپ لکھنؤ کے مشاہیر فاضل ہیں۔ امانیہ سب
میں علم و فضل سے آراستہ لیاقت و قابلیت سے پیرستہ ہیں۔ شاعر خوش ہیا
و شیرین زبان ہیں۔ آپ کو مرزا دبیر مرحوم سے تلمذ ہے۔ آپ استاد کے معتمد و پیرو
مرتبہ و سلام نہایت ہی خوب کہتے ہیں۔ اور ایسی خوبی سے پڑھتے ہیں کہ سننے والے
نہایت محظوظ ہوتے ہیں۔ فی الحال آپ کی عمر قیاساً ساٹھ برس کی ہوگی۔ آپ کسی
زبردست توسل و ریعہ کی وجہ سے دارالمہام کے معتمد کے حکم سے بلائے گئے۔ آپ
لکھنؤ سے حیدرآباد میں آئے۔ اور اوڑنگا با و صوبہ دکن میں تحصیلدار سی کی خدمت
پر مامور ہوئے۔ معلوم نہیں فی الحال کس ضلع اور تعلقہ میں ہیں جہاں ہوں ہند
اُن کو خوش حال رکھے۔

من اشعارہ الہندی

کیجئے نہ امتحان مراغیون کے سامنے
ارہے تیغ نازنے اک شوخ چشم کے
رفقا رناز سے کہیں محشر بیاہو
بوئے وفا کچھ کہتی ہے اے غیرت چمن
ساتھی کے فیض عام سے ہے دور آفتاب
تصویر یار نے مجھے عامل بنا دیا

فرمائے تو رکھ دوں کلیجہ نکال کے
پہائے ہون زخم دلہ زبان غزال کے
او ترک رکھ دین یہ قدم یکہال کے
دل ہے سیکایا گل تصویر ہاتھ میں
جام سوال لے فلک پیر ہاتھ میں
الفت کا نقش ہے پے تسخیر ہاتھ میں

رضا حسین رضا لکھنوی

رضا تخلص۔ رضا حسین نام۔ آپ شیخ مہدی علی لکھنوی کے خلف الصدق ہیں
آپ کے بزرگ شامان دلی کے زمانہ میں مغزو مکرم ہے۔ عہدائے جلیلہ پر مامور ہے
اور لکھنوی میں ہی نواب شجاع الدولہ کے عہد میں عزت آبرو سے بسر کرتے رہے۔ آپ
عالم کتاب ہیں مولوی ہادی علی صاحب اشک مرحوم اور مولوی عبدالغفور صاحب
درسیہ تحصیل کین مستعد و لائق ہیں۔ اوٹھنہ کھوئی میں جناب سیر لکھنوی کے شاگرد
ہیں۔ چند سال سے حیدرآباد میں رونق افروز ہیں وکالت کرتے ہیں۔ خوش مزاج
و نظریہ اطمینان۔ آپ کا کلام نگین شیریں ہوتا ہے۔ اسوقت آپ کی عمر تین چالیس
برس کی ہوگی مجھے اس بات کا پتا نہیں ملا کہ صاحب ترجمہ حیدرآباد میں کس محکمہ میں
ملازم ہیں۔ ہرے اس قدر جانتا ہوں کہ شاعر لائق ہیں اور میرا استفادہ جانتا ہی
نگلہ ستون جدیدہ سے معلوم ہوا ہے۔

<p>رہی گرمی نہ باقی نام کو خورشید محشر میں خیال عارض جانان نہیں میری تہ میں وہ مرغ خوشنوا ہوں ایک عالم سننے آتا ہے انہیں کچھ منہ کا نقہ تو غیر ہوتا ہے رضا اب چار گل بھی نہیں ہے انکی بہت پر</p>	<p>قیامت کی تری تہی میکشوں کے در میں حیر شعلہ کا پیوند ہے پانی کی چادر میں رہا کرتا ہے جسے رات دن حیا کے گہر سے جو مثل سیا آٹھوں پہرتے میں حکم میں لدے تے تے تہی جو باز کب پھونکی ریور میں</p>
--	--

رائق حکیم باقر حسن خان

رائق مختلص۔ باقر حسن خان نام۔ آپ کا مسقط الراس قصبہ او دیگر ضلع مدرس
ہے۔ آپ معززین بنو ناعط سے ہیں۔ آپ عربی و فارسی میں استاد و کامیاب تھے
تھے۔ فارسی کی نظم و نثر لکھنے میں فرد فرید شمار کئے جاتے تھے۔ آپ کو تلمیذ مولوی
باقر آگاہ سے تھا۔ آپ کا کلام نہایت فصیح و طبع ہوتا ہے۔ نواب اعظم جاہ بہادر
کی مصاحبت تھی۔ نواب حب آپ کی بہت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ آپ صاحب
نواب صاحب کے عنایت و کرم سے خوشحال فارغ بال تھے۔ جب تک زندہ رہے
خوش خرم رہے۔ تذکرہ گلدرستہ کرنا ایک کتاب کی تالیف ہے۔ شعر و نثر میں
کے فریقہ تھے۔ آخر آپ شکستہ ہجری میں اس زمانہ سے عالم آخرت میں روانہ ہوئے

من اشعارہ الفارسی

<p>بزاری عرض طلب کن جانب گریہ و زاری ہمیں اے تو تنہا نہ آفت جان سرت از تماشاے جمالت چہ بلا جو شد رشک</p>	<p>اثر را در گردو باشد و عاے و قصبہ دان بہرہ چشمہ ترا منہ ماے نہاں است حشر طفلان شود آنجا کہ ما نہاں باشد</p>
--	---

کرو بیہوش مر اگر دوش چشم شیش
من ازین ساغر شرابیت شدم

راستم محمد حسین قادری

راستم تخلص محمد حسین نام مشربا قادری۔ آپ نجم الدین حسن خوشنویس کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۶ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ مسقط الراس میں ہے۔ آپ سند شعور کے بعد تحصیل علوم عربیہ کے طرف متوجہ ہوئے مفتی بدرالدہ بہادر کی خدمت میں تحصیل تکمیل سے فارغ ہوئے۔ آپ کو شاعری کا شوق ہوا مولوی محی الدین آفندہ ابوطیب خان والاوشانق کی خدمت میں مشق کلام کی۔ اساتذہ کی توجہ و صلاح سے شاعر کامل ہوئے۔ آپ کا کلام شستہ و پاکیزہ ہوتا ہے لطافت و فصاحت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ شائقین کو مطالعہ سے لطف مزہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ کا سند وفات معلوم نہیں ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

گداخت شعلہ رویت دماغ آئینہ را
شکت مستی چشمت یاغ آئینہ را
ز جور چرخ نرسند خوبریان ہم
نگاہ کن کلف ماہ و دماغ آئینہ را
بان خط شعاعی ز تاب مہر رخت
نگہ بدید من رعشہ دار میگردد

رام۔ لالہ رام پریشا و

رام تخلص۔ لالہ رام پریشا نام۔ قوم کانیہ سکہ سینہ۔ ساکن برہانپور۔ شاعر خوش فکر و سنجیدہ طبع تھا۔ کلام صاف و پاکیزہ کہتا تھا۔ معانی تازہ کو ایجا د کرتا تھا۔ ۱۲۲۶ھ ہجری میں فوت ہوا۔ من کلامہ

آہ حسرت می کشد از رشک آباد صبا | از دم ما غنچه و تصویر خندان می شود

راغب میر مبارک شدرخان

راغب تخلص میر مبارک شدرخان نام بلخی الاصل ہیں۔ آپ کے بزرگان سلف
 قصبہ امام علاقہ بلخ میں متوطن تھے۔ آپ کے جد امجد سید معصوم خان داماد سید عبد الرحمان
 وطن بلوہ سے حضرت آصفیہ اول کے عہد میں حیدر آباد دکن میں آئے جس وقت کی
 ملازمت سے مشروف ہوئے حضور آصفیہ نے آپ کو منصب سے سرفراز کر کے
 اپنی مصاحبت میں کہا۔ حضور کی زندگی تک خوش رہے۔ صاحب جمہور الیابہ
 سید عاصم خان بہادر مبارک جنگ حیدر آباد سے نواب امیر لہندہ الاجاہ محمد علی خان
 بہادر کی خدمت میں مدراس گئے۔ نواب نے آپ کی بہت خاطر داری و مدارا کیا
 اور مغیرہ خدمت پر مامور فرمایا۔ آپ کے والد ماجد جس خدمت کے ذریعہ سے دربار
 دارالامہامی پر پہنچ گئے۔ بہادر می جنگی خطاب سے مخاطب ہوئے۔ زمین بلخ میں راغب
 صاحب ترجمہ کی ولادت ۱۱۸۰ ہجری بن واقع ہوئی۔ آپ نے سن شعور کے بعد استاد
 بزرگ سے کتب علوم و فنون تحصیل کیں تحصیل تکمیل کے بعد سخن سنجی و شعر گوئی کے
 طرف مائل ہوئے۔ چند روز کی مشق میں کلام غنچہ موزون فرماتے لگے۔ آپ کے
 کلام سے نقادان سخن محفوظ ہوتے تھے۔ آملی زکیر بیانی و شیریں معانی کی تعریف
 کرتے تھے۔ آپ کے کلام سے فصاحت و بلاغت نمایان ہوتی تھی۔ آپ کی سن و فتا
 کی تاریخ معلوم نہیں ہوئی۔ آپ کی تالیفات سے ایک ساقی نامہ۔ دوم و اقامہ معلوم ہیں
 ہیں۔ اب میں آپ کے چند شعرا گزشتہ کرنا ہوں جو ہذا

چون گل رنگس نمی دیدم مفرگان ما	دل	وز تلاش کیست یارب یدہ حیران ما
سروش عشق که یارب شعله زور جان ما	دل	شوز ما دارد و کبابک سادل بریان ما
در چمن کمر و چو وصف گمیت کفزار او	دل	باز بان لال شد سرور گریبان غنچه را
بالای عید قریان تاز تیغ ابرویش دیدم	دل	برنگ نیم سبل میکنم مشق طعید نهیا
ز بس در ابرو بسو داسے عشق لالابالی را	دل	رگ برق از طعیدن کرده اتم تاز نهانی را
چون شاخ گل پیاله کف باش ز بهار	دل	دستے که بے می است کلم ز پشت تجارت
راغب امروز مجال کشتایهها نماند	دل	من جگویم فکر ز نقش مهر لدم کام ریت
کس نکند بیکسی وقفه پهلوی من آه	دل	ناوک و هم از دلم برق صفت گذار کرد
چسان شهید ترا از طیش امان باشد	دل	تبسم تو نمک پاش زخم جان باشد
حصار عافیت بر بند و قالین چپچوئی	دل	من از عزالت متعش بویای خورده پویم
انچه در یک جام صهبا دیده ام و ز برزم یار	دل	سا لها باید که بنید و طلسم جام جم
باقیت کار و بار بهار ز غبار من	دل	بیوده نیست رستن گل از مزار من
ز اضطراب خود آرام یافتم راغب	دل	بسان جنبش گهواره شد طعید من
دره جانم از عشق چو شمع	دل	گرم رفقار باش تا باشی
تشت ز ضمون خطر روشن مرا	دل	گلر خان وارند حسن عارضی

حرف السین المہملہ

سراج - سید سراج الدین حسینی اورنگ آبادی

سراج شخلص - سید سراج الدین نام - آپ سادات حسینی خاندان مشائخ سے
تھے۔ تربیت و تعلیم اسی شہر فیض بہرین ہائی۔ آپ نے اپنا حال منتخب و اوہین کے

دیباچہ میں لکھا۔ ہم اسکا ترجمہ بنفسہ لکھتے ہیں۔ اور اس منتخب نام بھی (فتحیہ) ہے
یہ فقیر بارہ برس کی عمر میں جوش جذبہ و غلبہ شوق سے سات برس تک برہنہ
و برنہ سر رہا۔ اکثر اوقات عالم بچو دہی میں حضرت شاہ برہان الدین عریض آبادی
کے روضہ کے اطراف میں گھومتا تھا۔ اسی دور و طواف میں رات دن بسر کرتا تھا
اور اسی حالت مستی میں اکثر اشعار فارسی زبان سے برآمد ہوتے تھے۔ مگر تحریر کے
دائرہ میں نہیں آتے تھے۔ اگر اتفاقاً کوئی شائق حاضر ہوتا تھا تو لکھ لیتا تھا
کاش اگر وہ تمام اشعار موجود ہوتے تو ایک ضخیم و بزرگ یوان مرتب ہو جاتا۔ اور اسے
دیکھنے سے عالم کو تعجب ہوتا۔ اور ان کو الہامات سے تصور کرتے۔ پھر مدت مذکورہ کے
بعد حضرت خواجہ سید شاہ عبد الرحمن پتلی المتوفی ۶۱۰ھ ہجری کی خدمت میں
پہنچا۔ حسن ارادت سے مرید ہوا۔ ان دنوں میں بیاضی طر عزیز می عبد الرحمن صاحب
جو فقیر کے برادر طریقت تھے اکثر اشعار ریختہ زبان میں لکھے گئے۔ خانصاحب نے
جو اہم تفریق کو جو تخیل پانچ ہزار اشعار تھے۔ حرف تہجی میں ترتیب یا۔ اور کامل
دیوان شائقین کی خدمت میں پہنچا۔ شہر میں دیوان کی شہرت ہوئی۔ پھر فقیر نے
بمقتضائے الفقر فخری فقیری اختیار کی۔ اور مدید کے حکم سے شعری ترکیب کی۔
اس وقت ستر و ان سال ہے کہ اب تک ایک فرد نہیں لکھی انتہی کا امہ۔

چغتستان و تحفہ الشعرا کے مولفین نے لکھا کہ جناب سراج صاحب نے گدازہ فقیر لکھا
تھے۔ مقبول درگاہ بنیایا۔ مسافر و دست غریب نوا تھے۔ گوش نشین و خلوت
پاکیزہ دل و پاکیزہ دین تھے۔ سراج میں تواضع و خاکساری میں جدت تھی کہ کہیں
کے سامنے جھکے جاتے تھے۔ بکروح و بنس مکہ تھے۔ بوہ ہوں میں ٹوٹے جوانوں

جوان بچوں میں بچے بنتے تھے۔ نہایت خوشی منسی سے ملتے تھے۔ اہل کن کیا امیر و کیا
 فقیر سب آپکی بڑی عزت و آبرو کرتے تھے۔ جناب میر صاحب کے نکات شعرا میں
 لکھا کہ سید سلج سید حمزہ کا شاگرد ہے۔ شاید ہو۔ مگر مشہور ہے کہ آپکی شاعری خدا واد
 تھی۔ آپنے کسی سے اصلاح نہیں لی آپنے کے شاگرد تھے۔ آپنے کلام کو اُس خوبی
 و خوش سلوبی سے ترکیب کیا کہ استادانہ کلام معلوم ہوتا ہے مضامین پاکیزہ و معانی
 تازہ کو اُس انداز سے بیان کیا ہے کہ دیکھنے سے لطف مزہ آتا ہے۔ ولی اور نگاہ بادی
 کے بعد شعور خیتہ کا بازار آتک کی بدولت گرم ہوا۔ اور شعور سخن کا افسردہ چمن تازہ و سرم
 آپ کی سخن کا آوازہ اطراف رکن میں عالم بالا کو پہنچا۔ اور کلام کی قبولیت نے وہ تربیہ یا
 کہ خاص و عام کے نزدیک قبول ہوا۔ اور آپ فارسی شعور گوئی میں بھی شعر کی مجلس میں
 روشن چراغ۔ خوش کلام و عالی دماغ تھے۔ فارسی کلام کی بندش با محاورہ اور
 ہر ایک شعور میں لطف خوبی کا ذخیرہ۔ کلام کی چستی و زبان کی درستی نے وہ رنگ
 دکھایا کہ اہل زبان بول سکتے کہ یہ پیرانی الاصل ہے۔ دیکھو کلام بھی زبان حال سے
 کہہ رہا ہے کہ یہ بزرگ ہندی الاصل نہیں ہے۔ آپ دونوں زبان میں مثنویوں
 میں فقیر صوفی کو نہایت تلاش و جستجو سے ہندی یون کا مل ملا ہے۔ افسوس کہ فارسی
 دیون نہیں ملاگو منتخب اشعار سے ہیں لیکن وہ بھی موسیقی کی طغیان میں گل لود ہوئے
 میں ہم آچکے احوال کے خاتمہ پر ناظرین کے ملاحظہ کے لئے لکھیں گے۔

آپکا کلام بھی ولی کی طرح ایام و زموعانی الفاظ سے پاک و صاف ہے۔ سید ماسود و بیہا
 ہے۔ تکلف و بناوٹ کا نشان نہیں۔ اکثر غزلوں میں حسرت و عشق کے کرشمے و عشوق
 کے غمزے ہیں۔ خط و خال کے منبرے لب رخسار کے بیلوے ہیں۔ دیکھنے سے گلزار کی

سیر کا لطف ہوتا ہے۔ اور پڑھنے سے قند و نبات کا مزہ آتا ہے۔ اور بعض اشعار میں
توجید و معرفت کا نقشہ اور بعض میں محبت کا تماشا ہے۔ جو عارفین اُن کے
مرطالو سے قیاب بخود ہوتے ہیں۔ ہوش سے بیہوش ہوتے ہیں۔

چنتا کے مولف نے لکھا کہ سراج دکنی ریختہ گوئی میں ولی کا قائم مقام تھا۔ اس کا میں
استادی کے رتبہ کو پہنچا تھا۔ ولی نے اس میں جو کچھ پودے جگائے تھے اور جو کچھ
سبزے لگائے تھے۔ سراج نے اُن کو اپنی توجہ کے پانی سے سیراب و آب کیا۔ خوب
پہلے اور پہلے۔ اہل دکن نے کمالِ غنبت سے چنے اور اُن سے مزے اُٹھائے۔

ولی کے بعد دکن میں سراج کا چراغ روشن ہوا۔ اسی کی روشنی نے دکن کو گھیر لیا
اور خاص و عام کو چمکا دیا۔ اطراف و اقطار میں انہیں اشعار کی چمک دکھائی
اور کوچہ و بازار میں انہی کی خوشبو پک رہی تھی۔ شہر میں کوئی محفلِ مسیح تھی
جس میں آپ نہ ہوں۔ ہر ایک محفل میں آپ ہی صدر ہوتے تھے۔ مشائخ و علما
آپ کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ چشتیہ طریقہ کے پابند تھے۔ ہفتہ میں ایک روز
محفلِ سماع فرماتے تھے۔ اُس میں شہر کے اکثر عابد و مشائخ جمع ہوتے تھے۔ تو اُن کو
آپ کی غزلیں سناتے تھے۔ کبھی معین کو مزلاتے کبھی لٹاتے تھے۔ کوئی وجد و حال میں
ترپتا تھا۔ کوئی وحدت کی دریا میں ڈوبتا تھا۔ صوفیائے کرام لطفِ مزہ پاتے تھے
انکھوں سے آنسو بہاتے تھے۔ مجلس میں آپ کا وہ رعب و اب تھا کہ سب اہل مجلس
با و جہلم سکوت میں ہوتے تھے۔ سانس لینا بھی خلافِ ادب سمجھتے تھے۔ آپ کی نظر
و توجہ میں وہ جلالِ اثر تھا جس پر توجہ کرنے وہ مرغِ بسمل کی طرح ٹھپنے لگتا تھا
اور جیسے ہاتھ رکھتے لوٹ پوٹ ہو جاتا تھا۔ بڑے صاحبِ کمان صاحبِ انوار

جو کچھ پاس ہوتا تھا یا نذرانہ آتا تھا وہ سب قوالوں کے نذر ہوتا تھا۔ زندہ دل خاک سیرت پاک طینت تھے۔ زندگی تو کل قناعت پر بسر کرتے تھے۔ تاجمرگ کسی سے سائل نہیں ہوئے۔ نہ دنیا و مافیہا کے طرف مائل ہوئے۔ اکثر امرا آپ کی خدمت کرتے تھے۔ آپ کو کسی کی پروا نہ تھی۔ اسوقت دکن میں آپ کے معاصرین میں میر غلام علی آزاد بلگرامی و عبدالوہاب نٹھار دولت آبادی و طفیر بیگ طفرا و رنگ آبادی و محمد نقیہ درمند گوری۔ مرزا محمد باقر شہید و جان مرزا رسا۔ و موسوی خان جبرأت اور رنگ آبادی و عبدالقادر سامی و رنگ آبادی و عارف لدیخان عاجر۔ و موسوی خان فطرت خانی خان۔ و لچھی نرائن شفیق اور رنگ آبادی و میرا و لا محمد زکا بلگرامی وغیرہ شعرا و علما و مشائخ تھے۔ خوشامع و جلسہ حریفان ہم مشرکے ہوتے تھے۔ آپ باوجود گوشہ نشینی بزرگوں کے اعراض شعرا کے مشاعروں میں ضرور شرکت فرماتے تھے اگرچہ درویشی کے بعد شعرا کوئی ترک کر دی تھی مگر کہیں کہیں یاران ہم جلسہ اصرار سے کہہ دیتے تھے۔ شعرا کے کلام کو نہایت شوق سے سنتے تھے۔ غور و فکر کی ترانوہ میں خوب ٹوٹتے تھے۔ نقاد و سخن تھے۔ منصف مزاج و حق پسند تھے۔ سخن سنجیدہ و کلام پسند کی داد دیتے تھے۔ شعرا کے دلوں کو باغ و باغ کر دیتے تھے۔ جناب زاد بلگرامی و میرا و لا محمد بلگرامی و لچھی نرائن اور رنگ آبادی سے نہایت محبت فرماتے تھے۔ آپ نے سلاطین و امراء کے دوامین فارسی کا منتخب بنایا۔ اسمین مرثیہ و معاصرین کا کلام جمع کیا۔ کتاب میں شعرا کے نام حروف تہجی پر لکھے اور دیفی رعایت یہی کی۔ پہلے اور مجموعہ کا تاریخی نام (منتخب دیوانہا) رکھا۔ مجموعہ ضخیم ہے اسمین کئی بزرگ شعرا میں منتخب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نقاد و سخن تھے

کہرے اور کہوٹے کو خوب پرکھتے تھے۔ دواوین میں جو اشعار جاہل تھے انتخاب
کئے جو نوادرو جاہر تھے چن لئے۔ منتخب میں جو شعر ہے بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر
میں جو اشعار جاہل تھے انتخاب کئے جو نوادرو جاہر تھے چن لئے۔ منتخب میں جو شعر ہے
بے نظیر اور جو مصرع ہے دلپذیر ہے اللہ ڈٹکا۔ صاحب چستان نے لکھا کہ آپ نے
۳۰ لکھجری میں ایک مثنوی مستی بہ بوستان خیال لکھی سکی ایک ہزار ساٹھ ابیات میں
مثنوی ریختہ زبان میں ہے۔ آپ نے اُس میں جوش طبیعت و شوق دل سے خوب ہی
عرق ریزی کی۔ مضامین تازہ و معانی پاکیزہ کے جمع کرنے میں نہایت ہی مسوزی
کی گئی و بلبلی کافسانہ ہے۔ گل پہ لبلی یوانہ ہے۔ ان دونوں کا قصہ ہے کہیں گل کے
ناز و انداز میں کہیں لبلی کے سنور و گداز میں۔ کہیں نالہ جان خراش کے جلائی
کہیں شب فراق کی طولانیان میں۔ عرض یہ قصہ شروع سے آخر تک عاشق
و معشوق کے حالات کا نقشہ ہے۔ خزان و بہار و لیل و نہار کا تماشا ہے۔

خوش عقیدہ۔ سنن فرائض کے پابند تھے۔ ائمہ دین کے اقوال و افعال پر کار بند
پیروم شد سے نہایت ہی خلوص ارادت کہتے تھے۔ فنا فی الشیخ کے مرتبہ میں تھے
آپ کا شعر شاہد حال ہے

اے سراج اپنی خودی کو بخود می میں مجھ کو کر	شغل جاری کہہ ہر ایک دم میں عوارحمان کا
یار کا دیدار پا کر اے سراج	شکر رحمان کر کے تو واصل ہوا
آپ نے یہی تعلی و تفاخر میں غزلوں کے مقطوعوں میں شعرا سلف و خلف کی ٹہری	
کی ہے ہم دیوان سے چند فخریہ اشعار لکھتے ہیں ہو ہذا	
نہیں داسخن آبدار کا موتی	سراج طبع کے سب جوہر ان کو رول چکا

وہ شکرین لب کے گوشوں میں تانکر پیر پختہ کو تجہ بنا اے سراج بعد ولی کے اے سراج آرزوئے قند نہیں شاید کہ بعد مرگ کرین یاد خاص عام سراج از بس لکے تیرے شعرا نگین	کہا یہ پیشی بچ سے مجھ کو سراج شیریں کلام ستا کوئی صاحب سخن نہیں دیکھا شعر تیرا ہے جیون نبات لذیذ مشہور نین سراج کا شیریں سخن ہنوز مثال گل ہر ایک طبع کو مرغوب تاتا ہے
--	---

دیکھو رو اپنے لچھی برائے شفیق اور نگاہ دمی سے آزاد بلگرامی کے شعر میں

مدرگ وحشت است پری از آئینہ	دلہا چہ ارادہ سخن می کند
----------------------------	--------------------------

رم کروں پری از آئینہ کی سند طلب کی۔ شفیق نے خاقانی کی بیت سند پیش کی

ساقی بزم چون پری جام بکف آئینہ	اور مد جام اگر آئینہ می رمد پری
--------------------------------	---------------------------------

آپ بہت محظوظ ہوئے اور فرمایا آج حکو بہہ فائدہ حاصل ہوا۔

آخر چوتھی تاریخ شوال یوم جمعہ ۱۰۱۱ گیارہ سے ستر ہجری میں آپ کی ہستی کا چرخی
ہوئے ہستی سے گل ہوا۔ اور چمن بہشت کا رونق افزا ہوا۔ آپ کی تجہ و تکفین کے لئے
شہر کے عمائد و مشائخ آئے۔ تجہ و تکفین کے بعد جنازہ مبارک کو اٹھائے عظمت
و شان سے چوک کی مسجد میں لائے۔ جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ جنازہ کی نماز میں
دو ڈھائی ہزار آدمی تھے۔ مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ شعر و معاصرین نے آپ کی
رحلت کی تاریخیں لکھی ہیں۔ اور انجمنیہ علام علی آزاد بلگرامی نے لکھی

شعب شعر سراج خوش فکر	در ماتم او سخن سیہ پوش
تاریخ وفات او خرد گفت	بے ہے مصباح بند خاموش

میرا لا محمد زکا بلگرامی نریل و رنگ بادمی نے کہی

چراغ دودہ آل عبا سراج الدین نمود چارم شوال و صبح آدینہ	کہ بود روشن ازو محفل سنجہانی بشمع انجمن عمر و اسرافشانی
ز تیرہ بزم جهان فنا بدارتنا کشید شعلہ تارینخ سوز طبع و کا	فروغ ناصیہ خویش کرد ازانی سراج بزم ارم نمودہ نورانی

طبع از لچہی نرائن شفیق اور نگاہی بادی

سید حق پرست معنی سنج سال نویش شفیق کرد و رسم	کہ از دیانت شعر حسن و سنج رو بر حسان نمود شاه سراج
---	---

اب ہم بیان سے آن کے اشعار آبدار لکھتے ہیں۔

مِن اشعار الفارسی

جلوہ دوست سراز پردہ کشیدم دیدم گل میرنگ حقیقت کہ بدمانم بود	انچہ از نعمہ عشاق شنیدم دیدم ہمچو اشک مژدہ خویش چکیدم دیدم
داندہ سان ریشہ سبزی من امن بود کار خونین جگر ان قابل تحسین کردند	خاک کردیم از خاک میدم دیدم مژدہ اشک نشان پنہ گلچین کردند
تا بدانتند کہ حیران پر رویے بود بوسہ چند ہو س دارم زین لشکران	قبر دیوانہ ام از آئینہ سنگین کردند کز تبسم و من آئینہ شیرین کردند
شوق من با مہر خار کہ گلبازی کرد حیرت دیدہ خبر داز عالم بایش	چون قدیار من شیوہ طنازی کرد پریان آئینہ را آئینہ غمازی کرد
بر کہ از سیر گلستان جانش گلچین رویے اوز از منی گلگون عرفان شدہ است	آفرین بر نکتہ بابل شیرازی کرد دیو پری خانہ آئینہ چراغان شدہ است

دل	گل بسروار و وار سیر چمن می آید	دل	چشم بد دور که امر و زگلستان شده است
دل	از ابرو کے کچ تو دلم کے رہا شود	دل	نشیدہ ام کہ گوشت ناخن جدا شود
دل	رنگ گل بوئے سخن دار و یکشعلہ است	دل	لالہ سان در سینه دارم داغ نافرینش
دل	نور ایمان نیست شیخ معرفت اظهار را	دل	قشعہ کفرست داغ سجده پریشانش
دل	سبز صحن چمن خار کف پائے من است	دل	سایہ پرور و خط پشت لب بام تو ام
دل	بینم شرم وصل و محو خیالم می کند	دل	شکر بند نیستم شرمندہ روئے کسے
دل	طوفه باشد و خزان شور تو آتش خیر باد	دل	دیدہ و خواب بلبل سے گل روئے کسے
دل	سخن کر دهن رنگ بیرون آید	دل	نگہت غنچه تصویر عدم میدانم
دل	چون چراغ سحر از جان ام سیر سراج	دل	را من نشاندن و عین کرم میدانم
دل	سینه صافان لاش خودمانی میتند	دل	بیغرض رخا نہ آئینہ می آئیم ما
دل	دل چو در وصف من رنگ توئی کرد رقم	دل	زیر مشق از ورق دیدہ غنچه میکرد
دل	نماز عشق ادا کرد نیست عاشق را	دل	خوشم کہ دست ز جان شستم وضو کردم
دل	بیگانه است ازین چمن سر بسرخزان	دل	هر کس همچو غنچه پیاسم آشنا است
دل	بر صید ویدہ امر صیاد دام کند	دل	صیاد و ماز صید بطر زرم آشنا است
دل	جان داد و خن من جگر من بے شبست	دل	از گوشہ ابروئے تو ایما شده است
دل	شد سپاسے من از خط شعاعی روشن	دل	هر سر مو به تنم خامہ تصویر کہ بود
دل	آتش دل و اسوخته افتاد سراج	دل	باز سیلاب خاکستر کج چکید
دل	است آنکہ بہار گلشن امکا نی	دل	در پرده نہان بصورت انسان
دل	اما ذات احد توئی صفات احمد	دل	جان را بدنی و ہم بدن را جانی

اے آنکہ نجویشتن گرفتار می تو	ولہ	بیجا ست کہ در تلاش بیدار می تو
کے جلوہ مہر پر تو پر تو فکند		تا در کف سایہ دیوار می تو
تا بواہوں عشق پریشان شدہ است	ولہ	از کردہ خویشتن پشیمان شدہ است
آن شوخ بجز مہرہ جمد ہر نخرید		بے سودہ لخت دل چارزان شدہ است
مردم و در دل تمنائے گل شمشاد ماند	ولہ	تا قیامت ستم برگردن صیاد ماند
جو ہری دانستہ بودم قدر دل شناختی	ولہ	آخر لعل گران قیمت نکاح انداختی
ترا کہ آئینہ زہر جلوہ در کار است	ولہ	دلہم ہر آئینہ مشکن زیان سر کار است
دلہم کہ تازہ اسیر خم تو شد رجمی		جوان قابل ہما نشن شہر ویدار است

من اشعارہ الہندی

یاد رکہ بدیل خون گشتہ کہ جنون تکمیل	ولہ	جامہ زیبون کے گریبان کا گلوگیر نہو
ہوا ہے دست بیعت خان وادی میں ترغیم کے	ولہ	ہمیکا سلسلہ آفتو کا جاری روزِ محشر تک
مجھ تکین داغ دل پر نقش ہے حرفِ فا	ولہ	عشق کے امت میں ہو نہ موت کی قسم
بہار ساقی ہی نہر گلشن میں مطربِ چمن بانی	ولہ	پیارا گل مژ شیشہ شربت اور گل گلابی
شعر نگین کے غزنو کو کیا صید سراج	ولہ	رشتہ دام ہے تازہ گم چشم خیال
کافر ہوا ہون رشتہ زنا ر کی قسم	ولہ	تجربہ زلف حلقہ دایہ کے ہر ر کی قسم
ہرگز مریض ہجر کو بن وصلین علاج		اُسکی ادا کی نرس بیمار کی قسم
اُس گلبدن کی کاکل پر پیچ کا جمال		زنا ر مجھ گلے کا ہوا مار کی قسم
تیرے بہون کی یاد نے تکرر کیا ہے ل		ہے دوا فقر حیدر کر کے ار کی قسم
دل ہے مثالِ بلبل و پروانہ شو قمند		اُس شمع رو کے چہرہ گلزار کی قسم

دشمن بُنیا کے نقشِ غم کو مرے چہا
 دکا کر خضیا ہے مجھ کو نگہنیں رکھتے دم
 اس گلابِ دل کے شوق سے گلشنِ مین سے سراج
 اُس سبز خط کی یاد اگر دل میں لائے
 نینِ حقیقت میں حسن و عشق جدا
 آہ سوزِ آج میرے دامنِ مجاہدینِ سراج
 ڈورے نہیں ہیں رخِ ترے چشمِ مست میں
 بجھتی ہیں عیاں ہے سبزہ خط
 تیرے جوں پہ یہ نمودار ہے سیاہی خط
 زندگانی در دوسرے ہے یا رہن
 خبرِ تیرے عشق میں جنوں رہا نہ پری ہی
 شبِ بخود ہی نے عطا مجھے لباسِ مہنگی کیا
 بنے ہے مینو تیرے جدائی کی محرم

میں شہِ لب و لہجہ نشن دیدار کی قسم
 ہے تجھ کو میرے دیدارِ خونبار کی قسم
 گلزارِ لالہ زار ہے گلزار کی قسم
 لختِ جگر تراش زمرہ بنائے
 طوقِ قمری ہے طرہ شمشاد
 قبرِ جنوں پہ چیراغان نہوا تھا سو ہوا
 شاید چڑا ہے خون کسی میگناہ کا
 میرے عارض میں بسکہ صافی ہے
 خبر بھی ہے اثرِ دود آہ کسا ہے
 کوئی بیمار ہے سر کو آکے جھاڑے
 نہ تو میں۔ مانہ تو تو را جو رہی سو بخبری ہی
 نہ خرد کی بخیہ گری ہی جنوں کی پیرہ درستی ہی
 گلے میں بلبلوں کے موج رنگ کی سیلی ہے

سالم - محمد کرم بخش

سالم تخلص - محمد کرم بخش نام ہے۔ آپ فاروقی الاصل ہیں۔ آپ کی نسب کا سلسلہ
 نیت واسطہ سے حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم سے ملتا ہے۔ پرگنہ فی پری پر جو
 اورنگ آباد سے ساتھ کوں فاصلہ ہے۔ حدیثِ فضیلا پر مامور تھے۔ خدمتِ مہاراجہ کا
 کام عہدہ طرح سے انجام دیتے تھے۔ آخر آصفیہ تانی کے عہد میں عزیر علی شاہ بمحالی نے

شہر حیدرآباد میں آئے۔ مقالات غرائب کا مولف لکھتا ہے کہ نواب صمصام الملک بہادر
 صام کے دہار میں فقیر سے ملاقات ہوتی ہے مجھ سے اتحاد دلی رکھتے ہیں۔ آپ سلم
 عربی میں مہارت رکھتے ہیں فارسی میں بھی لائق ہیں۔ خوش خلق کشادہ رو بدیہ گو
 سخن شناس معنی رس ہیں۔ میں نے تذکرہ مقالات غرائب آپ ہی کی تحریر کی ہے لکھا
 قاضی صاحب مسودات کے صاف کینہیں دل دہی فرماتے تھے۔ خدایتعالیٰ ان کو
 جزائے خیر عطا کرے۔ آپ کو ملند میرا والا محمد خان ذکا سے تھا۔ آپ کی جمیعت شاعرانی
 میں برق تھی۔ کلام سنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا۔ نزاکت و لطافت میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا
 اور آپ کی ولادت معلوم نہیں ہوئی نہ سنہ وفات کا پتا ملا

مِن اشعارہ الفارسی

اونہ از سوئے چمن گل رستہ می آرد بدست بعد مردن ہم توانم گشت دامن گیر لو گدا می شعلہ زوزد در دلم یار قدیم نگین نہم جائے صدف برگ گل و شکر گیسو سازم بہر صید دل بہر نیکی می آئی خوشست	صندل لبیل شکست بستہ می آرد بدست از دامن بجائے سنبہ خار آید بیرون کہ میریزد سحرشک چو خون چشم ز نگین بو صفائے دے کر نیم حرفے رقم ز نگین رسم شوخی تحفہ طرز حجاب تحفہ
---	---

مِن اشعارہ الہندی

تن شہین چسپان جسے دیکھا ہے جوڑا کہنا سے زلف کے نزدیک کیا بل کہا کے کرتے ہیں گز گئی عمر خوش فاقہ توں ٹھوکر کھلتے خاک میری مستیاں سے اٹھرا اے گرد باد	اُسی دم کو کہن سا تیشہ بھرت ہے چوڑا کہ کالے لاکٹ گویا لاکٹ کر کے چیلے چوڑا جہاں سہریں سالہم تہ گویا اس بات کا روڑا ان بھڑا لاکٹ کی محبت پر نقش پا روینے یاد
--	--

خوب رو کو نہیں پر دین گریز اعتبار	دلہ	درد و کد کے قید سے کلکے یہ پاتا ہے وقار
دیکھئے آتا ہے قاتل کس طرح خنجر بکف	دلہ	ایک مین مہن سو تو آئے لے رہا ہو کمر بکف
کس بت طامع سے آخر تیر سو رہے تجھے	دلہ	ہر سحر دیکھا تو آتا ہے لئے تو زر بکف
مجھ تو بے عبت کیوں نہیں سبیل گزیا قاتل	دلہ	نہ جیتا ہوں نہ پورا مرچکا بہ کیا قاتل
بچے نہ طرح جو دسے ابرو کا ہوا مارا	دلہ	کہیں ہی تیغ نہ ہر کو دکا زخمی جیسا قاتل
نہ بیتا ہے نرمی جوڑا سنہری رنگت پر	دلہ	شعلہ رویوں سے مناسب ہے کہ کمر پارسا
اس خنائی دست پر دیکھا ہوں الم سرشت	دلہ	اگر کیا ہے پنجہ مرجان سے کیا الماس راہ

ساک - مرزا ساکنی

ساک تخلص - مرزا ساکن نام - پیرزئی لاصل ہے - شاعر خوش مقال نازک کلام
 تھا - آرا دانہ مشبہ تھا درویشانہ زندگی بسر کرتا تھا - مدت تک عراق و فارس میں
 سفر کرتا رہا - اور وہاں سے ہند میں وارد ہوا - حیدر آباد دکن میں عہدہ قطب شاہ
 کی خدمت میں پہنچا - قطب شاہ نے ساک کی بڑی عزت کی اور منصب سب متبرک کر دیا
 چند مدت تک خوش خرم رہا - جب قہر مغل بوجہ فساد حیدر آباد سے نکالی گئی - اس وقت
 پچاڑہ ساک بھی مقصود اپنی قوم کے ساتھ نکلا گیا - وہاں سے نکلا - دلی میں آیا
 شاہ جہانی ملازمت میں شریک ہوا - مدۃ العباد شاہ ہند کی مدح کرتا رہا آخر ۱۰۸۰ھ بمطابق
 میں آخرت کا سفر اختیار کیا - دلی میں مدفون ہوا -

میر غلام علی آزاد بلگرامی سرآزاد میں لکھتے ہیں کہ ساک کا کلام شستہ و ہموار ہے
 رفت و خوبی سے خالی نہیں ہے - اور یہ بھی نقل کیا کہ حکیم گنا کاشی کہتا تھا

کہ اگر تمام عالم کے اشعار ایک طرف رکھیں اور ساک کا یہ شعر مندرج ذیل کو دوسری طرف
اور محکو متیز قرار دیں تو میں ساک کے شعر کو تمام پر ترجیح دوں گا وہ یہ ہے

از بس بدشت کردہ ام آشفته ناہا	انتہی کلامہ
چون زلف لبران شدہ شاخ غزالہا	
من اشعارہ الفارسی	

تسکت شیشہ خاطر سا غم پید است	چو لاله داغ دل از گاہ سرمہ پید است
جواب نامہ من غیر نا امید نمیست	ز دست سودن بال کبوتر نہ پید است
در ہوائ عشق پروروم دل دیوانہ	ولہ چون سپند از بہر آتش سبز گردم نہ
ناخن توفیق نکشاید گرہ از کار ما	ولہ چون رگ سنگست محکم بکفر تار ما
آشنائی کہنہ چون گردید بے لذت بود	ولہ کوزہ نو یکدور روزی سر و ساز آب
دشت جنون کوہ بلا از خبر بدہ ام	ولہ جہرست بربالہ من شاخ الہا
ورور زخمت لہف بصد قیمت چاہا	ولہ دیوانہ ز بس پشدہ زنجیہ انست
ز برق آہ می سوزم سراپا کوہ و صحرا	ولہ باشک تلخ می گویم جواب شو دریا
نواسہ نالہ نے میرسد بغارت ہوش	ولہ تو برق تازی میں نے سوار اوریا
در خور خرج بود و خل دیوان قضا	ولہ زود تا نفسہ کے نفسہ می آید
زبان ہرزہ دریا بان توان بزمیست	ولہ کہہ پیہ سرمہ خاموشی جہیں باشد
از دو عالم گوشہ چشم تبان مار است	ولہ پیہ بختان چو داغ لالہ یک کل باس
نہ نہاگر دوبا د از شوق او تیاب میگرد	ولہ کہ مستی می کند جو بہر آب و ناز

سبقت - لالہ سکھراج لکھنوی

سبقت تخلص - لالہ سکھراج نام - وطن لکھنؤ - قوم کا تہ انابیہ سے تھا۔ لالہ صاحب کے بزرگان سلف عہدہ الملک سد خان وزیر اعظم انگلیری کی سرکار میں معزز خدما پر مقرر تھے۔ سبقت عالم جوانی میں علما و فضلا کی خدمت میں تحصیل کسب علوم میں مشغول ہوا۔ چند مدت میں کتب درسیہ فارغ ہو کر شاعری کی طرف مائل ہوا۔ کلام موزون کرتا تھا اور نیز بامیدل سے اصلاح لیتا تھا۔ میرزا اصلاح کی وقت فرماتے تھے کہ سبقت نام نہور پر سبقت کہتا ہے۔ رفقہ رفقہ یہاں شاعر ہو کہ معاصرین نے اسکو الہی شعر کے گروہ میں شمار کیا۔

سید احمد خان معروف صاحب اولیاء نے زاوہ قطب الملک بارہ کے سرکار میں ملازم تھا اور لاچندر روز میر سلطان کا کلام انجام دیتا رہا۔ بعد میں خدمت دیوانی پر مامور ہوا۔ دکن کے محاربات میں میر الام احمد علیخان بارہ کے شکر میں تھا۔ اکثر نمایاں کلام کہنے۔ جب امیر الام نے رافوز خان پری پر بامپور میں فتح پائی۔ فتحنامہ نظم میں منظوم کر کے پیش کیا۔ تقریباً اسکی سا تہ سو ابیات ہون گے۔ بادشاہ نے پانصد ہی منصب اور انعام سے منور فرمایا۔ سات بارہ کے جہمی کے بعد صوبہ اہوا میں بصیفہ جمعہ داری بہ کرتا تھا۔ اسکے ماتھے میں سو سوار تھے۔ لالہ خوشگوار اپنے مذکرہ میں لکھتا ہے یہ فقیر اہل جوانی سے بچ کر تیس میں نہایت کہتا ہے۔ اور آپ سے ملکہ حاصل کیا ہم عمری کیو ہو سے ہتھکن نہ محبت آتا ہے۔ انتہی کلام

آخرا۔ تعجب نہ کہ تھوڑے سے۔ ہاں میں راجہ کو یہ بہاؤ نہا گر بھارتی کی خدمت

دلازست میں تھا۔ راجہ اُسکے ساتھ حسن سلوک کرتا تھا۔ ایک روز سپاہ نے تنخواہ کی بات
 راجہ سے کرار کی۔ باہم بحث و کراہ میں تیر و تفتاک کی نوبت پہنچی۔ چنانچہ سبقت
 تیر راجہ کے ماتھے پر پہنچا۔ راجہ زخمی ہوا۔ سخت غضبناک ہوا قیامت برپا ہوئی۔ باقی بیگنا
 افغان مع پچاس سوار سبقت کا رفیق ہوا۔ رفاقت کا حق پورا ادا کیا۔ سبقت نے مع قفا
 خوب مقابلہ کیا۔ آخر ضرب تیر سے زمین پر گر ا۔ اس پر دستگیر ہوا۔ راجہ گردہ ہر نے اُسکو
 قتل کیا۔ حکیم چند ندرت نے اوسکی تاریخ ایک سال کے تفاوت سے کہی ہے
 بادشاہی سکھ راج زما سبقت کر دے۔ اور نشی لچھی نرائن شفیق اور اکا
 نے مصرع تاریخ کو درست کیا۔ برابر عدد برآمد ہوتے ہیں کہ راجہ راج زما سبقت
 اُسکا کلیات ضخیم تھا تخمیناً دس ہزار ابیات تھیں۔ اسی معرکہ میں تلف ہو گیا۔
 تذکرہ خوش گوش کو لے چند ابیات نقل کی جاتی ہیں

من اشعاره از جنگ نامہ

کتابی ست رنگین سوار چمن	کہ دار و زمام خدا سخن
چہ معنی کہ در نسخہ ام صرف نیست	بر رنگینی حرف شجر نیست
کجا شاعری معنی اندیشہ	بتلمیذے حق خرد پیشہ
خرد پیشہ ام حرف حق مینرم	نقابے ز تحقیق شوق مینرم

بیان کرم امیر الامرا

در اقلیم و آفاق افتاد شو	کہ خورشید بر ظلمت آورده فرو
سپاہ از شمار کو اکب فزون	چو مرغ تیغ آب رادہ بخون
چہ گویم کہ حیرت شبخون زده	بصحر فداک خیمہ بیرون زده

مخالف سے چشم عبرت کشاد تو گفتی کہ حراج حق رونمود	کہ نئی در عہ دیوار قلعتا د در آسمان بر پیمبر کشو د
چونکہ اُس کے نوکر کا نام اسد اللہ تھا۔ بحرین نہیں آسکتا تھا۔ مگر سکتے اس حسن واسے ادا کیا۔ ۵	
بنامش کہ شیر حق از آہی است چو نوبت بعالم علیخان رسید	ادب سکتہ معذور اسد اللہی است ظفر آفرین آفرین خوان رسید نمایان چو رمز تجلی رطور
از غزلیات	
مدہ کلیم می آن دلیر کیسوسل را بیاد از کتاب دل کجا حرفے بود ظالم بقدر آما گمان ہرگز نسا زدن گسوانی کلفت انجا میم ویرانی چه و تمہیر حیت عبرتے آخر طفلی جز گناہت کلمیت چہ خون در دل قمری نکر دہ ظالم ہر کہ نظارہ بران مصحف خسارہ کند اوبن کمر من بہت و من فارغ چونقش پا بر کوئی انتظار کسے مرا چو رشتہ رگ جان بچویش می چید شد از خطوط شمع این سخن بگویش	کہ ہم در و سر شد بر جبین چو شومصل لطیفے خواندہ بود نمی بن گلستان باول را بگو با تاج تا پوشد ہمان نجیب رکمل را ولہ گز رستی گز نباشد خاک و سنگیر حیت خون مادر خوردہ ایے غافل از خو و حیرت ولہ بباغ زرقی و شمشاد و سر قد بر خاست ولہ یاد گیر و سبق بوسہ و کرا کند ولہ بندگی ہر دم خداے می دارد ولہ نشستہ ام کہ شوم خاک گداز کسے خدا نکر دہ کہ افتد گرہ بکار کسے کہ بہت و دل خورد شد نثار کسے

<p> برنگ آئینہ شد مگر دو چار کسے سہی قدان بخشیند در کنار کسے کنیم نقد دل و جان خود تار کسے در دو بدن شد برنگ مسج قطع ریشام فتاندم دامن ہستی بقدر گردش رنگی شنیدہ اہم بقدر زیر دہ گوش اگر رنگی بود شیخ عصا در دست من سبقت کہن رنگی دید تو ز کور می لٹ و اسرار میلے ست کہ شد سرکش چشم چرخ </p>	<p> نرنگ با ختن یا سخت حیرانم خدنگ بدلم تانستہ بین فرت بہر موصی بنان بہ کہ شمع سان بسکہ محو سعی بجا صل بود اندیشام چون تصور از بساط و ہم چیدم نہ ہر رنگی خموشی ساز آرم است تا کہ ہرزہ نالیہا ہدایت کی طرف ترسم کہ صحبت با اثر دارد اسے از نگہ گرم تو میناے داغ تو چشم ز رخس پوشی و رخس ہم پنجا </p>
--	---

سجاد - میر سجاد علی خان بہادر حیدر آبادی

سجاد و تخلص - میر سجاد علی خان بہادر نام - آپ شاہ میراج حیدر آباد سے تھے۔
 شاہ میراج ملک کے آپکی قرابت قریب ہے۔ آپ بگین پٹی کے جاگیرداروں میں سے ہیں
 آپنے فارسی میں عمدہ لیاقت استعداد حاصل کی تھی انشا پر از لئی سخن طرازی
 میں بے مثل تھے شعر خوب کہتے تھے۔ کلام صاف شستہ ہوتا تھا۔ ہمارا جہاں
 چند و عمل نے آپکو بندگان عالمی سے سو روپیہ ہوا مقرر کرایا۔ خانی و بہادر کی خطا
 دلویا۔ آپ خوش طبع و خوش فکر تھے۔ صاحب ہمت سخاوت تھے۔ مہمان نواز
 و آشنا پرور تھے۔ آخر آپ ۱۲۸۰ ہجری میں بہشت برین کو روانہ ہوئے۔ آپ
 میر عباس علی خان بہادر تخلص کافی کے بہائی حقیقی تھے۔

مِن اشعارہ الہندی

دعوے کرے جو خال لب لبر سے مشک
آوے اگر اسکے کو چہ گیسوئے باغ میں
ہے جو مریض خال و خطا پر سے بیج
فقط سروچمن شکل سنان ہے مجھ کو
گر نہ ہوئے تو بہار عین خزان ہے مجھ کو
ساکن کو چہ جانان کو چمن سے کیا کا
ناصحا مغز خراشی تو عبت کر لے ہے

ما حشر منفعل ہے اپنی خطا سے مشک
ٹپکے بجائے دانہ شبنم قبا سے مشک
بہتر ہے اوسکے حق میں تمہاری دو اشک
ازدما بن ترے ہر نہر دان ہے مجھ کو
نگہت تختہ گل موج دھان ہے مجھ کو
باب جنت دہن شیریان ہے مجھ کو
پند سنے کی ترے تاب کہاں ہے مجھ کو

سوز۔ میان عالم خان

سوز تخلص۔ میان عالم خان نام۔ واقع میں آپ کی نسب کا سلسلہ شیر شاہ سے
منتہی ہوتا ہے۔ لیکن مصلحت آپ اس نسبت سے انکار کرتے تھے۔ اور خود کو سوری ہو
کیا۔ عالم گیری زمانہ میں منصب سب پر مقرر ہوئے۔ چند مدت کے بعد تارک الدنیا
ہو گئے۔ بلدہ اورنگ آباد میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ مدت العمر عبادت الہی میں ہمہ تن
مصرف ہے۔ گوشہ نشینی کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے۔ امر و سلاطین کی صحبت
میں قبولیت کا مرتبہ پایا۔ بہادر می دلیری میں مشہور تھے۔ تلاش معاش سے دست
ہو کے کسی میر یا فقیر کے پاس نہیں جاتے تھے۔ جب تک زندہ رہے آفتاب عزت
و آبرو کے ساتھ ہے۔ چونکہ طبیعت میں شعر و شاعری کا شوق جولانی کر رہا تھا۔ کبھی کبھی
شعر موزون کرتے تھے۔ آپ کا انتقال ۹۰ ہجری میں ہوا۔ قالوا لا اللہ وانا الیہ لاجعون

شہر اورنگ آباد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ من اشعار
مرآۃ الجفہ بازی بود نظر بازی کہ میکند ورق آفتاب آئینہ را

سخن۔ سید محمد حسان بہادر اصفہانی

سخن تخلص۔ سید محمد خان نام۔ اصفہانی المولد ہے۔ شاعر خوش کلام و شیرین بلیا
تھا۔ تجرید و تقریر میں بے نظیر تھا۔ خلیق و لکین تھا۔ یاران ہم شرکے ساتھ خوش صحبت
تھا۔ اصفہان سے شہر چہلی بندر میں پہنچا۔ تجارت کرنے لگا۔ شہر مذکور سے مدراس
میں آیا نواب میرالام بہادر والی مدراس کی ملازمت میں مشرف ہوا اور خطاب
حافی سے ممتاز رہا۔ پھر چند روز کے بعد والا جا ہی زمانہ میں دیوانخانہ کا داروغہ ہوا۔ اور
بہادری کے خطاب سے سرفراز۔ حیدر آباد دکن میں بطریق میرا رہا۔ صاحب دیوان
دیوان مختصر ہے اس میں چند قصائد و غزلیں ہیں۔ آخرت میں ہجری میں سخن گوئی سے
خاموش ہوا یعنی فوت ہوا۔

من اشعارہ الفارسی

ازین خواری بعاللم اعتباری کردہ ام پید
میرسد موسم گلکاری بہارست
سرمد دیدہ بیدار بہارست
کاراو دیو فانی چون دل زارسن
مئی کشان راوئی گلانہ ستانچ شست
اینقدرشد کہ بہنجیازہ ہم غوشم کرد

بدل خاک سے رشتہ گلزار کردہ ام پید
اشک خنک نین ز سر پرودہ دل
در شب ہجر خیال رخ دوست
آسمان سرگز دل اہل وفار خوش کرد
ساتبا فصل گل بدین ستانچ شست
حسرت دوریت از دیدہ منجباب ربود

بلبل آنکھ ترا نغمہ سرا کرد مرا ناز و رخصت پیدا دہدے طناز شکوہ از دست تو ہر جا نتوانم کرد	در چمن قمری آن ستر قبا پوشم کرد کردل سوختہ آہنگ میدان دارد زار می من بسر کو نتو دیدن دارد
--	---

سعدی

سعدی تخلص شعرا دکن سے مشہور ہے۔ اسکی زبان روزمرہ دکن سے آشنا۔ دکنی لب لہجہ کے کلام سے ظاہر ہے۔ اسکا مرقہ خاندیس میں برہانپور کے قریب جوار میں مشہور ہے۔ صاحب نکات اشعار نے اس کے دو تین اشعار لکھے ہیں۔ ان کے سوائے کوئی اور نہیں ملے۔ ہم بھی نکات اشعار سے انہیں اشعار کو نقل کرتے ہیں۔ بعض تذکرہ نویسوں نے سعدی دکنی کو سعدی شیرازی لکھ دیا۔ انہوں نے بڑی غلطی

من اشعار الہندی

ہمنا تم کو دل دیا تم نے بیا ہو کر کہہ دیا دو تین کے گہر میں بہرے روز بخود لکھو بہرے سعدی غل لکھتے شیر و شکر آ میختے	تم یہ کہہ کیا سمجھ وہ کیا ایسی پہلی پہچانتے پیش گ کویت ہر ن پیا نجا و سمیتے در ریختہ در ریختہ ہم شعر ہے ہم کہیتے
---	--

سید سید علی خان

سید تخلص۔ سید علی خان نام۔ جواہر قلم خان خطاب۔ سید صحیح النسب ایرانی الاصل تھا فضائل و کمالات سے آراستہ انشا پر دازی و نظم و شعر میں بلند پرواز تھا۔ سخن سخن گوئی میں نہایت ہی ہوشیار و چالاک تھا۔ آپ کا کلام نزاکت و لطافت سے خالی نہیں ہوتا تھا

خوشنویسی میں استاد تھا اکثر خطوطِ خوبی کے ساتھ لکھتا تھا۔ عالمگیری نامہ میں ولایت سے ہند میں وارد ہوا بادشاہ نے کتب خانہ کی داروغگی سے سرفراز فرمایا۔ اکثر مدعا میں شاہی سی بزرگ کے قلم سے لکھائے جاتے تھے۔ بادشاہ نے خوشخط کیوجہ ہر مقام خان کے خطاب سے ممتاز فرمایا تھا۔ اکثر اوقات بادشاہی مسودات کو بیضہ کرتا تھا ۶۸۰ ہجری میں فوت ہوا۔ اورنگ زیب درکن میں دفن ہوا۔ ۲ شعرا کا من آن مرغم کہ نوی در قفس ارم صغیری می کشم انعرہ دارنی نفس ارم

سرخوش - محمد علیم الزمان

سرخوش تخلص۔ محمد علیم الزمان نام۔ آپ مولوی شیخ وجہ الزمان مرحوم کے خلف الصدق ہیں۔ فارسی عربی میں مستند طالب العلم ہیں تکمیل کی فکر کر رہے تھے کہ شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا۔ تکمیل کتب کی فکر جانی رہی۔ بندش و تلاش معانی کی فکر کرنے لگے۔ آپ امیر احمد میر لکھنوی سے مشق کرتے رہے۔ رقعہ رقعہ آپ کا کلام لکھنے شروع ہونے لگا۔ آپ جو کچھ کہتے ہیں اس میں شستگی و چٹنگی نظر آتی ہے ۱۳۰۰ ہجری میں ہند سے حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے۔ چند مدت تلاش معاش میں متروک رہے آخر عدالت مالگذا رہی میں حینہ دار ہو گئے تھے۔ چند مدت کے بعد عازم ملک بنگالہ ہوئے انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

من اشعار الہندی

تضابی ہو گئی مقتل میں مضطرب خوش	اگر نہ تھا تو تمہیں کو کچھ اضطراب نہ تھا
ایک پہلو میں پری ایکہ حور ہے	ایک طرف نار ہے ایک طرف نور ہے

کر لین گے دہری میں صنم کو تلاش ہم
لین گے نہ جا کے کعبہ میں جان خلیل کا

سخی - میخیرات علیخان حیدر آبادی

سخی تخلص - میخیرات علیخان نام - آپ میر علیخان حیدر آبادی کے فرزند ہیں
آپ کے بزرگ امرا حیدر آباد سے ہیں - نواب مشتاق الدولہ بہادر مغفور نے آپ کو اپنا
مقتدی کیا تھا - آپ حضور بندگان عالمی کے منصبداروں میں شریک ہیں - تھوڑی
ماہوار یا احتجاج پاتے ہیں - فارغ البال خوش حال ہیں - آپ کی عمر چار برس کی ہوگی
مرزا مستیا بیگ منتہی کے شعر گوئی میں ثنا گرد ہیں - خوش مزاج و خوش کلام ہیں -

من اشعارہ الہندی

رہے چمن میں نہ بلبل کا نام تک باقی
یہ آہ وہ ہے رُکے گی کبھی روکے سے
اب آرزوئے ربائی نہیں ہی صیاد
اگر وصال نہیں تو خط و پیام سہی
مجھے ہے فکر سخن اس لئے سخی دل سے
دیا ہے حکم یہ گلچیں نے باغبانوں کو
یہ تیر ہے کہ توڑے گا آسمانوں کو
قفس میں بھول گئے اپنے آشیانوں کو
برائے صبر و دل بقیار کچھ تو ہو
جہان میں بعد فنا یادگار کچھ تو ہو

سامی - سید عبدالقادر اورنگ آبادی

سامی تخلص - شاہ غلام قادر نام ہے - اورنگ آباد و وطن ہے - ساہواری ہے
آپ کے جد بزرگوار سید فیض اللہ الخاٹب سید ہدایت اللہ خان شاہ جہان
کے عہد میں جلیل القدر خدمات پر مامور تھے - اور عالمگیری زمانہ میں آخر عمر میں

اور نگاہ دو کس میں بادشاہی شکر کے ہر کاب آئے محمد عظیم شاہ کی سرکار میں کتب خانہ
 وجوہ ہر خانہ و خوشبور خانہ کے داروغہ مقرر ہوئے۔ آپ کے والد ماجد بھی اعظم شاہ کے بعد
 نوکری چھوڑ کر فقیر ہو گئے۔ نواب مغفرت آباد کے زمانہ میں نہصدی منصب پر فراز تھے
 آپ کی ولادت اور نگاہ دین ہوئی۔ ابھی آپ غوشیا در میں تھے کہ والد بزرگوار نے
 رحلت کی۔ آپ کا نشو و نما جند بزرگوار کے سایہ محبت میں ہوا۔ اور آپ نے بقدر ضرورت
 تربیت و تعلیم ہی پائی۔ پھر جند بزرگوار بھی بہشت برین کو روانہ ہوئے۔ آپ عالم ہنہائی
 میں ہیں افسوس و حسرت کے سولے کوئی یار و حکما نہ تھا۔ خانہ دارمی خانہ دین پرین
 بار آپ کے سر پر پڑا۔ بامجبوری سپر لیا جس قدر رفتین اور صیتین پیش آئیں سب سے
 زمانہ کی گردشوں میں چلتے رہے۔ مگر باوجود ان مصائب کا لیف آپ کو علم کی تحصیل کا شوق
 تھا۔ ولیمین و لواء و جوش تھا۔ ہونا رہتے۔ جب گہر کے اتمام سے فرصت ملتی تب
 علما کی مجلس میں جاتے جہاں تک سکنا استفادہ حاصل کرتے۔ اس طرح ایک ماہ تک
 ملازمت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ تحصیل کتب سے فارغ ہو کر علما کے سلسلہ میں داخل ہوئے
 سرکاری منصب پر تھے گذراوقات کے لئے کافی مامور پاتے تھے۔ یادہ کی ہو۔ مین
 کی۔ قناعت گزین ہوئے۔ ماحصل ہر شاگرد و صاحب رہے۔ متوزون الطبع تھے جولاہی
 طبیعت سے شعروئی کے میدان میں پیش قدمی کی امید ان میں جیسی تھی چالاک کی
 سے قدم ڈالے کہ متقدمین سے کئی قدم آگے بڑھ گئے۔ اور شاعری کو ایسی ہیبت و ریت
 دی کہ ہر ایک مجلس میں آپ کی شاعری جلوہ افروز تھی۔ اور آپ کے کام کے چہرے گہر
 ہونے لگے۔ نقادان سخن غور و فکر سے پرہیز نہ لگے۔ سب آپ کو کہہ پائے۔ آپ کی لیاقت
 و استعداد کو مان لیا۔ موجودہ شعرا میں ایسی شہرت پائی کہ سادہ کی کے درجہ کو

پہنچے۔ اکثر طلبہ آپ کی شاگردی کے سلسلہ میں آئے اور درجہ کمال کو پائے۔
 آپ شاعر، ریگ کو خوش مزاج، طریف بطبع، سلیم نوعیت تھے۔ صاحبِ خلق خندان، جبین
 و شکفتہ رو تھے۔ صلح کا صاحبِ کل، مستغنی از جز تا بکل تھے۔ درویش و ست
 غریب شائقِ شناس و حق نما تھے۔ آپ کو قادرِ طریقہ میں بیعتِ اجازت حاصل تھی
 پیری مریدی کا طریقہ جاری تھا۔ آپ بافیض تھے۔ خلایق آپ کی فیض سے فیضیاب
 ہوتی تھی۔ ایک جہان آپ کے چشمِ فیض سیراب ہوتی تھی۔ آپ کی خاتقاہ کیا امیر فقیر کیا
 شاہ وزیر سب کا مرجع تھی۔ حصولِ ارب مقاصد کا مجمع تھے۔ آپ صوفی باصفا تھے
 راضی برضا تھے۔ جامع کرامات و حاوی خرق عادات تھے۔ عاشقِ رسولِ مد صلعم
 شائقِ فنا فی اللہ تھے۔ اہل بیتِ اہل اللہ کے مدح تھے۔ خدا کی راہ میں جان نثار اور
 اسکی محبت و عشق میں زار و نزار تھے۔ آپ کی ہمدردی و رفاہ عام کا عام میں نام تھا۔
 خلایق کی حاجت روائی آپ کا کام تھا۔ اکثر شہر کے عائد و امر آپ کے مید و معتقد تھے
 جو کچھ آپ کی نظر میں آتا تھا سب فقر و غبار پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ شہر میں آپ کی خاتقاہ
 اور شاہ مسافر کا تکیہ مسافروں کی فروگاہ تھی۔ دونوں مقام میں مسافروں کو گھر سے
 زیادہ آرام ملتا تھا۔ آپ جہان نواز و غریب پرور تھے۔ جہان کی دلداری و غمخواری
 کرتے تھے۔ جو مسافر طالعِ دنیا ہوتا اسکی سعی و سفارش کر کے ملازم کرتے تھے۔ جو طالع
 خدا ہوتا تھا اسکو ہدایت و ارشاد فرماتے تھے۔ نقلِ شہر کے آپ ہمیشہ سفارش کرتے
 تھے۔ اویسی آپ کی عادت مستمر تھی۔ ایک دن ایک امیر سے کسی فرغیب کی سفارش
 کی امیر نے اس لحاظ سے کہ آپ میندہ کسی کی سفارش نہ کریں اور فرمایا کہ حضرت اسوقت
 جس قدر سفارش کرنا ہو کیجئے۔ اور فرما دیجئے کہ میندہ کیسے بارہ میں نہیں کہوں گا

اقرار مع الشرح ہونا چاہئے۔ آپ نے قبول کیا۔ اور یہ شرط ٹھہری کہ آئندہ جب سفارش
 کرو تو حق مجھ کو شہر بدر کر دینا۔ امیر بھی راضی ہوا۔ دس پانچ جو مسافر تھے ان کی سفارش
 کی۔ وہ سب آپ کی بدولت نوکری ہو گئے۔ پھر چند روز تک غاموش رہے۔ اسی عرصہ میں
 چند بزرگ آپ کی خدمت میں آئے اور گزارش کی کہ حضرت ہمارے لئے کچھ تدبیر کیجئے۔ خدا
 و رسول کے لئے سفارش کیجئے ہم غریبوں کا کام آپ کی عنایت سے حاصل ہو گا۔ آپ نے فرمایا
 اچھا چلو سب کو ساتھ لئے اپنا بستر و بذا بھی باندھ لئے۔ امیر کے پاس آئے اور فرمایا کہ میں
 اپنے اقرار پر قائم ہوں مجھے اُس سے انکار نہیں۔ ان غریبوں کا نام تختہ میں لکھ لے
 اور فقیر کو رخصت کیجئے۔ فقیر سفر کے لئے مستعد تیار ہے۔ بستر و بذا دکھا دیا۔ امیر نے نوپیر
 گریزا۔ اول سے زیادہ معتقد ہوا۔ اور فرمایا۔ آپ یہیں رہئے۔ آج سے آپ کو اجازت عام ہے
 ہر کس و ناکس کی سفارش کرتے رہئے۔ واہ رے امیر! رے فقیر و لون آفرین کے
 لائق ہیں۔ اکثر عوام الناس ایسے موقع و محل میں کہتے ہیں کہ اول کل زمانہ متبرک تھا۔ اور
 اہل زمانہ بھی بزرگ تھے۔ عوام کا یہ قول غلط خیال ہے کیونکہ زمانہ ایک ہے مگر نیکی
 و بدی سے لحاظ اہل زمانہ موصوف ہوتا ہے۔ زمانہ ٹھیک درست ہے۔ اہل زمانہ بھی
 اچھے ہیں یا اُن سے فرق ہے اسوقت کے لوگ نہایت عمدہ و درست تھے۔ اکثر ایسا تھا
 و کیا شائخ نیک طینت ہوتے تھے۔ اب بھی کئی مرنیکو و خوشنویں۔ نہ جھگڑا میں
 بہ نسبت فقہ ملائکہ خصال زیادہ نکلیں گے۔ ہم آسمان سے چھوٹ کر آئے ہمارے وزیر و مہتمم
 امیر بن الامیر نواب بشیر الدولہ سر اسما نجاہ ملا الہام سرنگا۔ عانی کے پاس گذرا۔ وجہ یہ
 کہ تھوڑے دن گذرے کہ حیدر آباد میں مشہور ہوا کہ وزارت بدلتے ہی کوئی دوسرا وزیر مقرر ہوگا
 اس موہومی خبر سے عام کے دلوں میں تردد واقع ہوا۔ شہر کے کسی میر نے ایک نکتہ بہت

بچوں کی منہ بکے لئے نواب صاحب کی خدمت میں پیش کی۔ اور نواب صاحب نے کہا کہ
 آپ جلد منظور کیجئے۔ نواب صاحب نے درخواست کر کہہ لی۔ پھر صاحب نے خواست سے
 عرض کی۔ آپ نے کہا اچھا پھر عرض کی نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ جلد ہی کیجئے میں
 آخر بمصدق صاحب الغرض مجھ کو پھر عرض کیا جلد ہی مکتوبوں تو کیا کروں نہیں معلوم
 کل کیا ہوتا ہے۔ شاید آپ نہ رہیں۔ نواب صاحب نے خاموش ہوئے۔ اس میں کو کچھ جواب نہیں
 جو کچھ کام تھا پورا کر دیا۔ دیکھئے نواب صاحب کیا حکم و کیا رحم ہے کہ کچھ نہیں کہا اور
 اس غریب کا کام کر دیا۔ فی زمانہ ابھی چارے شہر میں اسی طرح کے بہت سے امراء قدیم
 موجود ہیں جن کا خمیر ہمدردی و غیاور فقر ہے فقیر مولف نے ہر ایک کے حالات و عادات کو بخوبی
 تذکرہ امر اور زائے دکن میں لکھے ہیں۔ ابھی بہتہ مذکرہ طبع نہیں ہوا ہے تذکرہ ہذا کے بعد
 طبع ہو گا۔ چغتائے شعراء میں مرقوم ہے کہ آپ کی وفات ۱۰۹۶ھ ہجری میں واقع ہوئی
 اور نگ آباد میں مدفون ہوئے۔ آپ صاحب دیوان تھے۔ اور آپ نے ایک قصہ شمشاد
 کے بیان میں لکھا۔ اس کے اشعار چند نثر تھے۔ اب یہ قصہ نادر الوجود ہے۔ پھر اس سر نو
 گیارہ سو پچترہ میں اس کو تیار فرمایا۔ ہم اُس میں سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کریں گے
 آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے آپ نے ایک سر و شمشاد کا قصہ لکھا۔ ثنوی کی
 طرز پر تھا۔ کمی نثر اس کے اشعار تھے۔ ایک وقت سو اتفاق سے قصہ مفقود ہو گیا۔
 آپ کو اس کے تلف ہویکا بہت رنج ہوا۔ پھر آپ نے ۱۰۹۷ھ ہجری میں اس سر نو قصہ کو تصنیف
 فرمایا۔ آپ کا کلام نہایت رنگین ہے۔ ابہام و تکلف سے پاک و صاف ہے استعارہ و کنایہ
 صلو ہے۔ الفاظ شستہ بمعانی جربہ نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ترتیب دیے
 سلطانہ سے لطف فرماتا ہے۔ اسی طرح آپ کا دیوان بھی مضامین شیریں و معانی زین

چشمہ ہے۔ غزلیہا نکلیں کتبہائے دانش جنحسات و مستزاد و باعیات و قطعات
 و قصائد لائق تحسین آفرین کا کشکول ہے۔ آپ کے اکثر قصائد خدا و رسول صلعم اہل شد
 کے فضائل و باریج میں ہیں۔ چمنستان شعر میں شغیق و رنگ آبادی لکھتے ہیں کہ دکن
 میں اکثر اہل دکن آپ کے معتقدین تھے۔ آپ رنگ آباد و حیدر آباد و سید و ارکاٹ و سورت
 و کوکن و برار میں دورہ فرماتے تھے۔ اور فقیر سے محبت دلی رکھتے ہیں۔ فیما بین
 مراسلت و مکاتبت کا سلسلہ باہم جاری ہے۔ فی الحال یعنی ۱۳۲۷ ہجری اور رنگ آباد
 میں فراق فراہم ہیں۔ میں اکثر اوقات آپ کی خدمت میں آمد و رفت کرتا ہوں۔ اور
 آپ بھی کبھی کبھی میرے غریب نہ پر تشریف لاتے ہیں۔ انتہی کلام
 آپ پاکیزہ رو و پاکیزہ دل تھے۔ روشن ضمیر و سنگیر تھے۔ اعانت ہمدردی میں
 قصور نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی عنایت بادشاہ و فقیر پر مساوی تھی۔ ہندو
 مسلمان سے موافق تھے۔ صلح کل کا طریقہ مغرب تھا۔ ہر ایک کو خوش رکھنا
 مطلوب تھا۔ دلجوئی و دلداری آپ کا کام تھا۔ دکن کے ہر کوچہ و بازار میں آپ کا
 نام مشہور و معروف ہے۔

گزارش فقیر مولف

میں ناظرین کی خدمت میں نہایت افسوس کے ساتھ گزارش کرتا ہوں کہ آپ کا
 دیوان و قصہ سروشمسا و میرے کتبخانہ نوادر میں موجود تھا۔ میرے کتبخانہ ۱۳۲۷ ہجری
 میں موسیٰ ندی کی طغیانی میں غرق آج نذر سیلاب ہو گیا۔ صاحب جملہ دیوان
 و قصہ سروشمسا و میرے کتبخانہ کے ساتھ آج تلف ہو گئے۔ چونکہ میں نے آپ کی
 سوانح عمری کے خاتمہ پر آپ کے اشعار انتخابی نہیں لکھے تھے۔ اس لئے اشعار کی بات

بہت کچھ پریشان ہو کے کتب خانہ آصفیہ کتب خانہ مختاریہ میں دیوان قصہ کو تلاش کیا۔ نہیں پایا۔ بامرا چارمی اشعار کے لکھنے سے معذور رہا۔ لیکن دیوان قصہ کی تلاش میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ اگر مجاہدین گے تو اسمین سے آپ کے نتائج طبع کو ضمیمہ میں لکھ دوں گا۔ العذ عند کرام الناس مقبول۔

ساک۔ مزار قربان علی بیگ

ساک تخلص۔ مزار قربان علی بیگ نام۔ آپ نواب مزار عالم بیگ کے خلف ہیں۔ آپ مولد حیدر آبادی سکنا دہلوی تھے۔ لیکن آپ کی تربیت و تعلیم ملی میں ہوئی۔ تعلیم تربیت سے فارغ ہونیکے بعد مہاراجہ لور کی ریاست میں خدمت و کثرت پر مقرر تھے۔ چند مدت کے بعد لور سے قطع تعلق کئے حیدر آباد دکن میں آئے صیغہ تعلیمات میں شہرت دارمی کی خدمت پر متعین ہوئے۔ آپ کو اولاً تلمذ مومس خان دہلوی کی خدمت میں تھا۔ ثانیاً مزار غالب کی خدمت میں مستفید ہوئے۔ ابتدا میں ہنسنا صحبت نام قربان تخلص کرتے تھے۔ آخر مزار کی اسناد گری میں ساک تخلص اختیار کیا۔ ذکی الطبع و سخن و سخن فہم تھے خوش مزاج و شگفتہ جبین شعرو شاعری کے فنون سے ماہر و محاورات فارسی ہندی سے واقف۔ فلسفی شہر۔ ہمدردی بہتری قوم کے خواہاں ہوتے تھے۔ مخزن الفوائد نام کا ایک سالہ حیدر آباد میں شایع کیا۔ اسمین اکثر مضامین مفید ہوتے تھے۔ اسل میں رسالہ کے موجد و سرپرست مخدومی جناب مومس سید حسین صاحب الخطاب بہ نواب عمار الہ آبادی و زنا طم تعلیمات سابق تھے۔ اور ہمارا ساک صاحب ترجمہ

اس کے طبع و ترتیب کا اہتمام کرتے تھے۔ رسالہ میں اکثر مضامین مفیدہ مطبوع ہوتے تھے۔ اگر وہ رسالہ اب تک جاری رہتا تو ایک عمدہ ذخیرہ تاریخی ہو جاتا۔ افسوس ہمارے مصلحین قوم نے اس کے بقا کا لحاظ نہیں کیا حیدر آباد میں ہر ایک چینر کے ایجاد کرتے وقت نہایت جوش کے ساتھ اہتمام ہوتا ہے لیکن آخر خیر ہی روز میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فقیر مولف کو بجز اس بات کے کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ موجدین کی غرض ایجاد سے نائش ہوتی ہے۔ اگر واقعہ میں نائش ہو تو اس کا وجود و عدم مساوی ہے مان موجد کی سی قدر نائش شہرت تو ہو جاتی ہے واقعی ہمدردی جو اندر مئی ہے جس کام کی ابتدا کریں اس کو خوبی کے ساتھ درجہ کمال کو پہنچائیں۔ تاکہ قوم کے خالص عام سے مستفید ہو جائیں۔ فاعقبہ و یا اولی لا بصار۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت دلچسپی خوبی سے خالی نہیں ہے۔ آپکی رحلت ۱۲۹۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپکی عمر تخمیناً ساٹھ بیسٹھ برس کی تھی۔ باوجود ضعیفی مزاج میں حتی و چالاک تھی۔ جس کام کا ارادہ فرماتے تھے اس کو پورا کرتے تھے۔ خوش خلاق و بامروت ہر ایک سے خندہ پیشانی و شگفتہ روی کے ساتھ ملتے تھے۔ خاص حیدر آباد میں آپ کے اکثر تلامذہ موجود ہیں۔ آپکا ایک فرزند محمدرضا متخلص عابد و طیفہ خواہ مرغان نظام موجود ہے۔

ممن اشعارہ الہندی

خدا کو کبر کے چلا تا ہوں نگاہ بان اپنا
گو یا ہمارے واسطے کچھ بھی بنا تھا
وہ نام آشنائی زبان رگیا

بتوں کی بزم کہ کوئی نہیں جہان اپنا
تم غیر کے ہوئے تو رہا کیا جہان میں
رہے آشنائی فقط نام کی

میرا ہوا آشیانہ اور آدھا جلا ہوا	دلہ	بجھہ بھی گئی تھی آگ تو بجلی کو کیا ہوا	دلہ
میں نکلتا تری محفل سے اکیلا اسے کاش	دلہ	غم یہ ہے ساتھ میرے غیر کاروان نکلا	دلہ
ساکلجہ کوئی عشق میں مجھ کو برا کہے	دلہ	نکلتا ہوں منہ کو اور یہ کہتا ہوں مان دست	دلہ
مایوس نا امید میں کیا مدعا سے ہم	دلہ	کہتے ہیں اور کہتے ہیں کس التجا سے ہم	دلہ
کاشا سے سپہر تجہ سے ہی کہتے تو سہیل	دلہ	وہ خواہشیں کہ کہتے ہیں اہو وفا سے ہم	دلہ
فرط نشاط وصل سے ہے ڈر کہ مر جائیں	دلہ	ذکر غم فراق ہے چہر میں بلا سے ہم	دلہ
تیرے کوچہ کی مجھ پر راہ ہے تنگ	دلہ	کہ آتا ہے نگاہ پاس بان میں	دلہ
طالبِ صل پہ کہتے ہو یہ مکر نہیں	دلہ	خوش ہوں دو نصیوں اثبات نکال نہیں	دلہ
شکر کیجے مگر افسردہ ہے ہو کر کیجے	دلہ	تا وہ صورت ہی جانے کہ کلا کرتے ہیں	دلہ
لا غری سے نظر آتا کہیں پھر نہیں	دلہ	تیرے ہلکے تو کمان دار کی تقصیر نہیں	دلہ
اعتبار نگہ ناز ہے کیا کیا اون کو	دلہ	قتل کو آتے ہیں اور ہاتھ میں شمشیر نہیں	دلہ
وہ دشمن دوست ہو یا آسمان ہو	دلہ	اجل بنکر ہی کوئی مہربان ہو	دلہ
شکر کیجے کہ نہیں تابِ شکم مجھ کو	دلہ	ورنہ اس طرح بھی جو چاہو کہو تم مجھ کو	دلہ
اسکو دیکھو کہ وہ ہے مجھ سے سوا اگر دشمن	دلہ	آسمان بنکے ستارے کہیں تم مجھ کو	دلہ
کوئی تو بات منسی کی نکلے	دلہ	خندہ صبح قیامت ہی سہی	دلہ
جان ہی دیکے عشق میں مٹی خیر	دلہ	آگیا کچھ لیا دیا آگے	دلہ
ہوں میں وہ صید کرو یا کر تو صیاد مجھے	دلہ	ہوں میں وہ کشتہ کہ پٹیا کری جلا دے	دلہ

آبادہ ستہ ملک یار کینہ جو
پیام موت طامچے اچھا سجا ہے

سرد حکیم سعید - المعروف صوفی سہر

سرد تخلص - حکیم سعید نام - آپ اصل میں قبائل راندہ سے تھے تحصیل علوم سے
فلان ہونیکے بعد پیشہ تجارت میں مصروف ہوئے۔ تجارت کی وجہ عراق عرب عجم میں
اکثر اوقات سیاحت فرماتے تھے۔ چند مدت کا شان میں سکونت پذیر ہے۔ آپ کی
طبیعت تصوف و عرف کی طرف مائل تھی۔ آپ سیاحت میں بزرگان بلاد و امصار
سے ملتے تھے۔ ہر ایک بزرگ کی خدمت سے مستفید ہوتے تھے۔ بزرگان صاحب دل کی
توجہ سے آپ کے دل میں عشق و محبت کی آگ مشتعل ہوئی۔ پھر آپ کا شان سے
برآمد ہوئے۔ سیر و سیاحت کرتے ہوئے شہر تہ سندھ میں پہنچے۔ وہاں ایک سنی تھے
پر جس کا نام ابھی چند تھا فریقہ ہوئے۔ چنانچہ خود صوفی کہتا ہے

منیر انم و رین چرخ کہن ویر خداے من ابھی چند ست یا غیر
اسی لڑکے کے عشق میں تمام مال اسباب کو ساقین تقسیم کر دیا۔ جو کچھ بٹیر تھا گل
لٹا دیا۔ بقدر ضرورت بھی کوئی چیز باقی نہیں رکھی۔ یہاں تک کہ جامہ پارچہ ستر عورت
و بدن کیلئے بھی نہیں رکھا۔ برنگی اختیار کی۔ آپ کا لڑکے پر فریقہ ہونا صادق تھا
لڑکے کے والدین آپ کی پارسائی و پاک طینتی دیکھ کر چند روز آپ کو اپنے گھر پر رکھا
آپ محبوب کے در پر پڑے رہے۔ مروت محبوب کے دیدار و درشن میں محو رہے تھے
اپنے لڑکے کو تو ریت و روبر پڑائی۔ لڑکے کو اپنی محبت کی کشش سے اپنے طرف
کھینچ لیا۔ لڑکا آپ سے ایسا مانوس ہو گیا کہ تمام خویش و اقارب سے برخاستہ ہو کے آپ کے
ساتھ ہی خاک نشین ہو گیا۔ بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ آپ مع بند و بچہ تہ سندھ

حمید آباد و کمن میں آئے۔ چند مدت قیام پذیر رہے۔ پھر یہاں سے دار الخلافہ دہلی میں پہنچے۔ شاہزادہ داراشکوہ جو فقر کے طرف زیادہ مائل تھا آپ کو مصاحبت میں لے کر آیا۔ اور اعلیٰ حضرت قرآن ثانی کے خدمت میں صوفی کی تعریف مدح کرتا تھا۔ اعلیٰ حضرت قرآن ثانی نے ایک روز عنایت خان اشنا کو صوفی کے حالات دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ خان مذکور حال دریافت کر کے آیا۔ عرض کیا۔ اور یہ بہت بڑی ہے۔ سرمد برہنہ کرامت تہمت است کشف کہ ظاہر است در کشف عوین است پس اسی ثنائین زمانہ میں انقلاب پیدا ہوا۔ داراشکوہ اسیر قتل ہو گیا۔ اور ۱۰۹۹ھ میں اورنگ زیب عالمگیر و رنگ نشین ہوا۔ صفحہ عالم سے اکبری و جہانگیری رسوم محو ہوئے۔ مارو بخشی و داراشکوہی بدعتیں مٹ گئیں عالم گیر کے خوف و رعب سے تمام اہل بدعت و مذہب توبہ و اصلاح کے طرف متوجہ ہوئے۔ اکثر دیوانے و برہنہ تن ہشیار و صاحب لباس ہو گئے۔ شرع و دین کا بازار گرم ہوا۔ لہو لعب کا چراغ بج گیا۔ حسب الحکم بادشاہ سنہ ۱۱۰۰ھ عالمگیری میں قاضی عبدالقوی صدر نے صوفی سرمد کو لباس کی تاکید کی۔ صوفی قبول نہیں کیا۔ ہر چند کہ کہا گیا۔ راضی نہیں ہوا۔ قاضی نے سوال کیا کہ آپ برہنہ کیوں بستے ہیں۔ جواب یا کہ شیطان قوی ہے۔ اور یہ بہ باغی بڑی ہے۔

خوش بالائے گرد چمن پست مرا	چشمے بدو جام برد از دست مرا
اور نعل مست از من در طلبش	دردے عجبے بر منہ کردہ ہست مرا
قاضی مذکور صوفی کے جواب سے نہایت غضبناک ہوا۔ بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کہ وہ واجب القتل ہے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ صوفی کو دربار میں حاضر کریں۔ تمام علما اسے بحث کریں۔ اگر واجب القتل ثابت ہو جائے تو قتل کریں۔ حسب حکم صوفی دربار میں	

حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ کہتے تھے کہ داراشکوہ بادشاہ ہوگا آپ کا قول غلط ہوا۔ صوفی نے کہا غلط نہیں ہے وہ بادشاہ ہوگا۔ صوفی کا جواب مجزوبانہ تھا۔ پہر بادشاہ نے سوال کیا کہ کلمہ لا الہ الا وہ نہ کہنا کیا وجہ ہے۔ صوفی نے فرمایا۔ کہ میں ابھی نفی میں متوق ہوں۔ نفی کے بعد اثبات ہے۔ پہر ستر عورت و توبہ کی بابت کہا گیا قبول نہیں کیا۔ اور یہ بیت پڑھی

عمریت کہ آن جلوہ منصور کہن شد	من از سر نو جلوہ درم دار و در سن را
-------------------------------	-------------------------------------

آخر ملا عبد القوی نے باتفاق علما و لائل شرعی کے ساتھ قتل کا فتویٰ تیار کیا۔ بادشاہ سرد کے قتل کا حکم دیا۔ صوفی کو قتل گاہ میں لائے۔ اس وقت زبان سے یہ بیت پڑھتا تھا۔

سجد کرد از سرمہ بنوئے کبابا یار بود	قفسہ کوتاہ کرد و زہ در و مہر سیار بود
-------------------------------------	---------------------------------------

جب جلاو آئے تو اگر پہنچ کے صوفی کے طرف متوجہ ہوا۔ صوفی جلاو کی طرف دیکھ کر کہتا تھا تو جس صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے میں تجکو بھی اتنا سوں اور یہ بیت پڑھی

رسیدہ یار عریان تیغ انیدم	بہر رنگے کہ آئی می شناسم
---------------------------	--------------------------

اور یہ بیت بھی پڑھی

شور سے شد و از خوابم چشم کشودیم	دیدیم کہ باقیست شبے فتنہ عنودیم
---------------------------------	---------------------------------

قتل کیلئے چاہتے تھے کہ دستور کے موافق اسکی آنکھیں بند کریں۔ صوفی نے منع کیا۔ جلاو نے تیغ کیا۔ جلاو نے ایک ہی زمین سترن سے جدا کیا۔ کہتے ہیں سترن سے جدا ہوا۔ تین مرتبہ لا الہ کہا۔ یہ واقعہ شہرچہ میں واقع ہوا۔ دہلی کی جامع مسجد کے مقابل مدفن کیا گیا۔ نیر و تیرک یہ شہور ہے کہ صوفی کا سترن سے جدا ہوا یہ بیت

مقتول کے جسم بے سر نے اپنے انگشت دست کی قلم خون کی سیاہی سے بہتہ بردیوار پر
 لکھا۔ میرے نزدیک یہ الحاقی معلوم ہوتا ہے کسی معتبر تاریخ اس بات کا پتا نہیں ملتا
 شاید خرق عادات سے ہو۔ واللہ اعلم بحقیقہ الحال **ھوھذا**

سیر سر راہ تو فدا شد چہ بجا شد | این بار گران بودا داشت چہ بجا شد

من رباعیات

سوز دل پروانہ نگس راند ہند	سرد غم عشق بوالہوس راند ہند
این دولت سرمد ہمہ گس راند ہند	عمرے باید کہ یار آید بکسار
یک کار ازین دو کار می باید کرد	سرد گلہ اختصار می باید کرد
یا قطع نظر ز یار می باید کرد	یا تن بر ضائے دوست می باید داد
بالا بردند و باز پستش کردند	سرد کہ ز جام عشق مستش کردند
مستش کردند و بت پرستش کردند	مینخواست خدا پرستی و ہشیاری
خود پین تر از سپہر پینا ورشد	آنکو کہ سر حقیقتش باور شد
سرد گوید فلک با حمد و رشد	ملا گوید کہ بر شد احمد بفلک

بعض مورخین نے لکھا کہ یہی رباعی سرد کے قتل کی باعث ہوئی۔ اس لیے کہ اس رباعی
 سے معراج کا انکشاف ثابت ہوتا ہے۔ رباعی

در آندش روست خود ص آید	سرد اگر تن و فاست خرمی آید
بنشین اگر او خداست خود تنی آید	بیہودہ چہ در پی او می آید

سیر - مرزا سنج

سنج تخلص - میرزا سنج نام ہے۔ آپ میر حیدر معانی کا شافی کس فرزند ہیں۔

شعر و شاعری میں چست چالاک تھا مضامین تازہ و معانی شگفتہ کا موجد تھا۔
 مدت تک اکبری دربار میں پدوی پسر ملازم رہے۔ ہمیشہ بادشاہ و شاہزادوں کی طرح میں
 فصاحت منطوق کرتے تھے۔ خوب نعام و اکرام پاتے تھے۔ آخر بابر امیر عادل شاہ والی
 بیجا پور کی خدمت میں آیا۔ اس وقت شکستہ حال و پر اگندہ بال تھا۔ عادل شاہ نے
 اسکے شکستہ حال کو لطف کرم کے مومیا فی سے درست فرمایا۔ ایک مانتہ کو خوش خرم رہا
 اشعار میں اکثر زبانہ کی شکایت کرتا ہے۔ پس چند مدت بعد شاہ عباس باضعی فرمان مع
 فاخرہ اس کے نام سے صادر ہوا۔ لیکن فرمان کے وصول موعنے سے قبل یہاں ہسکی اجل کا
 فرمان پہنچ گیا۔ فوراً عالم بالا روانہ ہوا۔ یہ واقعہ ۹۲۱ھ ہجری میں واقع ہوا۔

من اشعاره الفارسی

تو بخوابی و گرے بہت خریدار مرا	شہر حسن است بہر جانب بازار مرا
تو چون نقاب شمی رحمہ پاشائی بہت	نہ تابے دین و فی طاقت شکیبائی بہت
چو کوہ تاکنی شان سوال خاموش اند	محققان کہ ز دریائے علم در جوشند
دو رخ من چرا شد ہی سی بہت دیگران	آتش خرم من منی شبنم کشت دیگران
نمیدانم کہ خواہد خواست فردا غمیرت	تو خود ناخواندہ ای شوق شبنم بونہرم
یا بگذر ازین سرا یا بنما قبالت را	اے نغم ہجر پیش ازین جا تو نیست و علم
اے خون باگردان طبع غیبی را	ما عجز و شہنیم و حریفان زبون طلب
تا یکے ناخواندہ آید چند فی خصت و	شرم با و از اہل مجلس سخن بقدر
از گلستانے کہ کرس کلان امن می کنند	برگہ سبز ہی ہم نیاوردی ہے بیطاعتی
ترسم خجیل شونا اگر روبرو کنند	جمعہ کی کار تقرب او گفت گو کنند

ما ہم نہ آرزو بشہادت رسیدہ ایم	خوبان صواب نیست کہ فکر دیت کنند
ناخواندہ گریہ آمدہ ام زود میروم	ولہ طبع تر از بادہ مکدر نمی کنم
الماس بدای شیم و منت کشم از خود	ولہ من لذت این زخم بسوزن نہ پسندم
اگر از دامن محکم کشیدم برستے تابی	ولہ بیایے ناقد افتادم بگرد ساربان شتم
اشبایے ہمسایہ او ہمان ازخج ذوقم	ولہ گر کسلے حوال من پرسد بگو درخانہ نیست
مہر آید تماشا کے تو با تیغ و ترہنج	ولہ گو بیا گر ہوسن ست بریدن دارد
مرا کہ سینہ زمین نہک فروشان است	ولہ د مانع سوزی مہم بدایع من غلط است
نیست ورامہر ازادی این مرغ اسیر	ولہ ورنہ صد مرتبہ گرداند بگرد سرخوش
این زمان بے نسبتم سنج و گزیش ازین	ولہ دست من زلفا گوستانخ تر از شانہ بود
میگذارد و گزگاہ کرم در کارش کنم	ولہ سخت محبوب ست بخوابم کہ میخوانش کنم
وقت است کہ چون صبح بالین من نی	ولہ شمع محرم کید و نفس بیش ندام
ناخن زدہ ست بوئے گلے بر شام ما	ولہ مانایے طیبست عللج ز کام ما
یکشب چراغ خلوت ما می توان بندن	ولہ تاکہ چو صبح خندہ توان زد بشام ما
و انعم بہم خشک شد و زخم بالماس	ولہ آگہ کن ازین تجربہ مرہم طلبان را
حاجت روا گشت مرا حاصل و کون	ولہ صرف چراغ مسجد و شمع مزار شد

ساک - سید غلام حسن نقادری رضائی

ساک تخلص - سید غلام حسن نام آپ سید شہاب الدین بن سید محمد سجد نقادری کے
خلفہ شیعہ ہیں۔ آپکی سلسلہ حضرت سید عبدالرزاق فرزند دوم حضرت سید

حاجی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے منہی ہوتا ہے۔ آپ کے جہاد بغداد و ہند میں تشریف لائے۔ اولاً ملک کن کی طرف متوجہ ہوئے۔ قلعہ جنیر میں جو دکن کے مشہور قلعجات سے ہے سکونت پذیر ہوئے۔

بہارستان سخن کے مولف نے لکھا کہ آپ کے اجداد اسلاف سے ایک بزرگ بطریق سیئہ سیست بغداد سے ہندوستان میں آئے۔ صوبہ پنجاب میں پہنچ کے پرگنہ بہرہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ خلائق کو ہدایت ارشاد سے جہانگیری زمانہ تک سرفراز فرماتے رہے۔ اہل بندہ جو حق حسن عقیدت سے دائرہ بیعت میں داخل ہوتے تھے۔ سالک صاحب ترجمہ کے جہاد محمد سید محمد اسحق قادر می یثیم تھے۔ اور اپنے جہاد محمد یعقوب کی خدمت میں تربیت و تعلیم پاتے تھے۔ جہانگیرا ہی یثیم کے مرنے پر پرست تھے۔ حسن اتفاق سے سید محمد یعقوب سیاحت عرب کے عزم بالجزم کیا۔ سید محمد اسحق بھی دادا کے ہمراہ بغداد شریف وغیرہ مقامات متبرکات میں گئے حج و زیارت روضہ منورہ و دیگر مقامات متبرکہ سے مشرف ہوئے۔ شاہجہانی زمانہ تک عرب میں رہے وہاں علم حدیث و فقہ و تفسیر سے فارغ التحصیل ہوئے پہر آپ عرب سے شہرہ جلوس شاہجہانی بین ملک کن میں وارد ہوئے۔ آپ کے قلعہ جنیر میں سکونت اختیار کی۔ اشاعت اسلام و ہدایت میں مصروف ہوئے۔ مدۃ العمر اسی کام میں مشغول رہے۔ اکثر منو بہت پرست آپ کی ہدایت سے خلیہ پرست ہوئے۔ آخر آپ نے سن ۸۰۰ ہجری میں اسرار فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت کی۔ سالک صاحب جو کہ والد حضرت شہاب الدین ہی عالم شباب میں عارضہ باستہ و روس برین روانہ ہوئے۔ سالک والد کی رحلت کی وقت طفل شیخوارہ تھے۔ جنیر میں نشوونما پائے۔ سن ۸۰۰ ہجری میں اسوقت آپ کو تحصیل علوم کا شوق دل میں ٹپکن ہوا۔ وطن پر آئے۔ ہر کے درالعلوم و ہدایت میں

ومان علمائے معاصرین کی خدمت میں تہوار سے زمانہ میں کتب درسیہ لکھوانے سے فارغ ہو کر
 ہوئے۔ بموجب اتحاد فطری و ذکاوت جبلی لائق و فائق ہوئے۔ اور حضرت علی رضا
 گجراتی کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ اور احمد آباد گجرات سے مع عیال و متعلقین شہر لکھنؤ آباد
 دکن میں آئے۔ اور خاص عام کو فیض ہدایت سے مستفیض فرماتے تھے۔ اہل شہر اور خواہن
 آپ کے ساتھ حسن اعتقاد رکھتے تھے۔ آپ کی خانقاہ غربا و فقرا کی فرود گاہ۔ اور امر و فرار کی
 سجد گاہ تھی۔ امیر الامرا حسین علی خان۔ و عضد الدولہ بہادر قسورہ جنگ نظام الدولہ بہا
 ناصر جنگ غیر ہم آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آپ فصیح اللسان بلینع البیان تھے
 زمین و فطین تھے۔ حکیم و اعط تھے۔ و عطا و نصیحت میں فرد کامل تھے۔ سامعین
 آپ کی جاوید بانی سے مستحضر ہو جاتے تھے۔ اور مسائل و امور نو اہی سے واقف۔ آپ
 قوی الحافظ تھے۔ قرآن شریف کو چہ ہینہ کی مدت میں حفظ کر لیا۔ جس کے حفظ کی تاریخ
 یہ ہے (حفظ حسن) ہر سال تائیسویں تاریخ رمضان کو شیعہ قرآن ختم فرماتے تھے
 آپ صاحب التالیف و التصنیف تھے۔ آپ کا دیوان مرتب ہے۔ اور آپ کے ایک تنوی
 مثل تنوی مولوی روم لکھی ہے عربی و فارسی دونوں زبان میں کامل مہارت کہتے تھے
 اخلاق و عادات میں فرشتہ۔ و انسان برگزیدہ تھے۔ علم تصوف و اعرف میں کامل
 تھے۔ فطرۃ آپ کی طبیعت موزون تھی۔ اس لئے اقتضائے طبیعت کہی کہی پیڑ پھوس
 جلوہ نما ہو جاتا ہے۔ جو کچھ نتیجہ طبع مبارک ہوتا ہے برکت و شگفتہ ہوتا ہے۔ پرمرد
 کو تازہ و مردہ کو زندہ کر دیتا ہے۔ گل عنا کے مولف نے لکھا کہ سالک کی ولادت
 اللہ ہی میں ہوئی۔ آپ کا مولد و منشا احمد آباد گجرات ہے۔ اور آپ کو بیعت حضرت
 شاہ علی رضا بن خواجہ فرخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن شیخ احمد برہنہ محمد انصاری دہلی

گجرات احمد آباد سے اورنگ آباد میں آیا۔ اور یہاں متوطن ہوا۔ آخر دوم تاریخ
جمادی الاولیٰ روز جمعہ قبل مغرب ۱۷۱۱ھ ہجری میں فوت ہوا۔ بروز ثنبہ قریب
مسجد و خانقاہ جو آپ کی تعمیر کی ہوئی ہے دفن ہوئے۔ چنانچہ مولف نے کورنے
مرحوم کی تاریخ کہی ہو ہذا

سیدی حضرت غلام حسن بست رخت سفر ازین عالم وقت تخریر خط بخرد و کلان زین سبب الی شفیع فوشت	در شہود الہ مستغرق و اذ نرم بہشت را رونق بر نثر می نوشت ستر حق عاشق حق بحق شدہ لمحق
--	--

من اشعار الفارسی

نثار پرواز و مانع شب کہ سیرا بود گروش چشم نواز بس بنظر کم کردہ است نمی دانم کد امین ماہ رو آید و آغوشم کمان ابرو بتے رنگین داسے تابہ بر آید بسکہ دریا و قدس زون مثالی کردہ ام پیش ازین نبود صفا و نازگی و حسن مست و شاد و بالانشہ جام لبست اسے بیا آرام جان جا تر امانند خواب خوردہ ام ساکات فریب و عذہ در قافہ وصل اسے لالہ زار از گل و انج تو سینہا	باد بان کشتی می چادر مہتاب بود پنبہ بالین خواب حتم سیاب بود کہ چون مالہ سرا یا حلقہ می گرد و بود تمنا جوش چون قوس قزح یک عالم آغوشم مصع ہر و گلشن شعر خائے کردہ ام شب پشت پاش نقش قالی کردہ ام بودہ ام از بوسہ کربا اعتدالی کردہ ام با وجود و مروت اندر دیدہ خالی کردہ ام سختہ کار عشق بودم خود سالی کردہ ام رنگین پر از مہار و صفت سفینہا
--	---

نگرفتہ رنگ عکس شخص آئینہ	یک رنگی تو ناشدہ برق دوئی گداز
سپہری نظام شاہ ہجری	
تذکرہ مجمع الفصحا میں لکھا۔ نظام شاہ نام۔ سپہر تخلص۔ منہ	
خطت یہ ہے کہ بدمان آتش است آتش پرست میں کہ حیران آتش است	حالت طلیل چہرہ گلستان آتش است میش آخ تو دیدہ سپہرے بہم نزد
باب الشہین معجمہ	
شوریدہ شیخ سلطان الدین بمانپوری	
<p>شوریدہ تخلص شیخ سلطان الدین نام۔ بمانپوری المولد ہے۔ صاحب لیاقت ذی استعداد تھا۔ خوشنویسی میں استاد خط نستعلیق نہایت ہی خوش لکھتا تھا۔ شعر گوئی و شعر فہمی میں شہور تھا۔ ۵۷ھ ہجری میں بمانپور سے اورنگ آباد میں آیا۔ چند مدت رک کر بہ وطن مالوہ کو واپس گیا۔ لچھی نرائن وغیرہ شعرا کا معاہ تھا اور سلطان تخلص کرتا تھا۔ پھر شہر فیروز پور آیا آخر لچھی نرائن اورنگ آباد کے کہنے سے شوریدہ اختیار کیا۔ ۹۵ھ ہجری کے قریب میں فوت ہوا۔</p> <p>تذکرہ خزان بہار کے مولف نے لکھا کہ اہل مزاج میں ہمدردی قوم مرکوز تھی۔ اکثر کتب احادیث و صحائف لکھ کے مساجد و خانقہ میں وقف کر کے رکھتے تھے۔ اور علما و طلبہ کی خدمت کو فرض سمجھتے تھے۔ جہان نوازی میں شہر فیروز نقل ہے کہ ایک روز آپ کے گہرا یک جہان آیا۔ آپ نے اسکی جہان داری کا اہتمام کیا۔ جہان ایک رات ناز منبر کے بعد بغیر اطلاع کسی دوست کے ملنے کو گیا۔ دوست نے خاطر داری برداری</p>	

تمام رات دوست کے گہر پر لب کر کیا۔ حضرت شوریدہ صاحب ترجمہ عبادت عشا کے بعد دسترخوان بچھا کے کھانے کے خوان چنے ہوئے مہمان کے انتظار میں بیٹھے۔ اور گہر کے تمام متعلقین بھی حضرت کے ساتھ تھے۔ اکثر بہو کے پیاسے سو گئے۔ تمام رات گزر گئی۔ صبح مہمان آیا۔ آپ نے کشادہ روی سے فرمایا۔ آپ شب کھان تھے ہم تمام آپ کے انتظار میں دسترخوان بچھائے ہوئے رہے مہمان آپ کے قد و نون پر گہ پڑا اور مہمانی چاہی حضرت مسکرائے۔ اور مہمان کی تالیف قلوب کر کے فرمایا پروا نہیں۔ بزرگان سلف کی تہذیب مساعدا فرین ہزار آفرین کے لائق ہے۔ ہکمو سلف کے اخلاق و عادات سبق لینا چاہئے۔ فی زمانہ اس قسم کے اخلاق و عادات عمقا صفت ہیں۔ خدایتھا ہکمونیک ہدایت کرے کہ ہم بزرگان سلف کی پیروی کریں

من اشعار الہندی

ہر طرح من کی طرح دکھاتا ہے رنگیلا
میں خود سی پنچو ہوا پس لگو گیا بھول
نقش پا زین پر بنتے گل کے دستے تھے
اشک باران ہنوز جاری ہے

ایک لگ میں کئی رنگیتا ہے رنگیلا
تجزلف کے دیکھتے سنبھل کو گیا بھول
رنگین واسے جب تو گیا باغ میں جن
چشم دریا سے کیوں نہو وے طوفانی

شورش - مرزا محمد نذر باری

شورش تخلص - مرزا محمد منعم نام۔ آپ بدخشاں فی الاصل میں۔ مرزا محمد اکبر طیش کے براور زادہ ہیں۔ حضرت شاہ حسین صاحب نذر باری قادری کے مرید و شاگرد تھے۔ زندگی مجروحانہ بسر کرتے رہے دنیا و مافیہا سے کچھ تعلق نہیں کہتے تھے مرزا میں

عجز و انکاری تھی۔ علم موسیقی میں خوب ماہر تھے۔ اس فن میں متقدمین سلف سے
 بڑھ گئے تھے۔ سنجیدہ طبع و بنیدہ فکر شعر گوئی پر فریقہ عم بر گوار طیش سے
 مشتق کرتے تھے۔ چند ہی روز میں استاد سے ایسے بڑھ گئے کہ آخر طیش ان کا کلام
 شور و شعلہ دکھلاتے تھے۔ آپ ست کردار و وضع دار تھے۔ سن شعور سے تا بحر لباس
 سرمی زیب بدن فرماتے تھے۔ کبھی دوسرے قسم کے لباس کی خواہش نہیں کی۔
 آپ کا کلام نادر و موجود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ جو کچھ کہتے تھے۔ اُن سب شعرا کو
 چرانغ کی نذر کرتے تھے۔ طیش نے جو چند اشعار مخفی رکھے تھے وہی ہے۔ باقی کا
 پتا نہیں ملا۔ اکثر تذکروں میں ہی چند شعرا و رسا نہیں۔ ہر تہی کروں سے نقل کرتے
 آخر آپ سلسلہ ہجری میں فوت ہوئے۔ کچھ ہی نرائن نے آپ کی رحلت کی تاریخ لکھی

سمت جنت کے جب گیا دھوم
 مر گیا آہ شور و شہد

۵ شاعر خوب مرزا منعم
 دل نے تاریخ کو کہا مجھ سے

من اشعار الہند می

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا
 تب سے پایا گلشنوین سرو اوجا و سبز

ہمارے پاس یہہ آیا نہ آیا
 جب تہی بہر ہے برین جامہ جلوس بزر

شرافت۔ سید شریف الدین خان اورنگ آبادی

شرافت تخلص۔ سید شریف الدین خان نام۔ آپ کے اجداد سادات موسویہ
 نیشاپور سے ہیں آپ کے اجداد میں سے ایک بزرگ ہندوستان سے۔ قصبہ کنٹور ملک
 اورہ میں متوطن ہوئے۔ قاضی محمد کنٹوری خلیفہ شاہ بدیع الدین مدار آپ کے

اجداد میں تھے۔ آپکے شش آب و دانہ اور نگ آب و دکن میں ارد ہوئے۔ عالم فاضل
 و ادیب کا مل تھے۔ شہر کی خدمت و حساب پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت شاہ نظام الدین
 انکرامی جو دکن کے مشاہیر شائخ سے تھے۔ اُن کی خیر نیک اختر سے شادی کی۔ اور
 اس شہر کو اپنا وطن قرار دیا۔ نہایت خوشی خرمی سے رہنے لگے۔ سرکاری خدمت
 و حساب کا انتظام عمدہ طرح سے مدت تک کرتے رہے۔ شہر کے مشائخ و اُمراء آپ کے
 نہایت ہی رضا مند و شکر گزار تھے۔ آپ شریف النفس و کریم الطبع تھے۔ حسن اتفاق
 میں پیشل۔ مروت و سخاوت میں بیدل تھے۔ فقر و دوست و غریب پرور تھے۔ شعر و سحر
 و انشایہ و ازی میں یگانہ۔ کبھی کبھی شعر ہی منور و فرماتے تھے۔ ایک کتابت اصداف
 محبوبہ بھانی کے مناقب میں لکھی۔ آپ شہر ہجری میں زندہ تھے۔ قریب
 ۲۰ ہجری بہشت برین کو روانہ ہوئے۔

مِن اشعار الہندی

<p>میں رقا ہی رہا غم نے کیا جاری و آج دنیا بگوئے کو نہیں ہے مہر ہندی خاک بن گز ہو گئی آنے سے تیری لکے پیخانہ میں ہوم وصل میں بھی نہیں ہے گز چین بیتا تو کوئین ایک تیرے جلوہ حسن آراستی</p>	<p>کہ ہے مد نظر ہر کس کو آخر کام کاج اپنا سریر سلطنت کیا چاہم خاکساروں کو چشم میں مجھتی ہے جیسی کیف کے ایندھن ہوم عشق سے ڈالا دیکھو شمع پر و ایندھن ہوم شور کعبہ میں پڑا ہے ورتخانہ میں ہوم</p>
--	---

شہید۔ ملا باقر

شہید تخلص۔ ملا باقر نام۔ بقول مولف گلِ غنا آپ طہرانی الاصل نعم ترک

و بقول مولف گل عجائب صفہانی الاصل آپ کے جد بزرگوار طہران یا صفہان سے
ہند میں آئے ہو کر احمد آباد و گجرات میں متوطن ہوئے۔ شہید کی ولادت احمد آباد میں
ہوئی۔ عالم شباب میں ضروری بیاقت و استعداد حاصل کر نیکی بعد نوکری اختیار کی
چند مدت تک سلسلہ ملازمت میں رہا آخر نوکری ترک کر کے شہر اورنگ آباد میں آیا
اور گوشہ نشینی اختیار کی۔ چند روز کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔
اورنگ آباد سے روانہ ہوا۔ اسی سفر میں بندرتہہ سندھ میں شیخ محمد علی حزمین سے ملا
شعروائی میں شیخ سے تلمذ حاصل کیا۔ پھر حرمین شریفین کی زیارت و حج سے فارغ ہو کر
اورنگ آباد میں واپس آیا بدستور خانہ نشین رہا۔ گہرے کبھی باہر نہیں آتا تھا۔

صاحب دم پریدہ لکھتے ہیں فی الواقع میں نے اس کو فقیر پایا۔ یہ چند کہ شیخ محمد علی حزمین سے
طرز روشنی اختیار کیا تھا۔ لیکن شیخ سے کچھ نسبت نہیں رکھتا ہے۔ بزرگ ساختہ
نظر آیا۔ عند الملاقات بہت سے اشعار سنائے۔ اور اکثر باتیں کہیں میں ان کی خدمت میں
صرف ایک ساعت بیٹھ کر رخصت ہوا۔ انتہی کلامہ۔

پچھلی نرائن گلرخان میں لکھتے ہیں کہ شہید سخن میں شیخ علی حزمین کا شاگرد تھا۔ اور طریقہ کو
شیخ سے اخذ کیا۔ چنانچہ ایک غزل میں کہتا ہے

در سخن حزمین سوختہ آب رنگ معنی تصویر است

خط نسخ خوب لکھتا تھا۔ اورنگ آباد میں خانہ نشین تھا کبھی گھر سے نہیں نکلتا تھا۔ آڑا
بلگرامی سے محبت لکھتا تھا۔ آزاد شاہ محبوب کے تلمیذ میں سے تھے۔ اس وقت شہید نے
ایک قعہ لکھا۔ سر قعہ یہ بیت تھی

اے صبا ہر خدا کن گوش فراہما یعنی از من بندگی گو سرو آزاد مرا

بعد از ان زمانہ در گذر کہ اتفاق ملاقات ہوا۔ پہر یہ بیت آزاد کی خدمت میں پہنچی
 ۵ میان اہل سخن سدا مد و رفت بہت۔ مگر سخن برو د بہر بار و دید سخن
 پہر جناب آزاد شہید کے پاس گئے اور ملے اور با ہم خوش ہوئے۔ اور میں یہی ایک وقت
 شہید کی ملازمت سے مشرف ہوا انتہی کلامہ

شہید مخمور صاحب دل درویش کل تھا۔ تار کا دنیا۔ طالب فقر و فنا تھا۔ خوش
 گفتار و خوش کردار تھا۔ آخر تاریخ رجسٹرار ہجری میں شہر اور نگاہ میں
 فوت ہوا۔ اپنے مکان کے صحن میں دفن کیا گیا۔ جناب آزاد بلگرامی نے تاریخِ حلیہ
 ۵ کر در حلت مقیم گوشہ فقر تیز در فن شاعری ماہر
 گفت تاریخ فوت او آزاد گشت نابود مولوی باقر

شہید مغفور صاحب دیوان ہے۔ دیوان ضخیم ہے۔ پچھمی زبان گل رعنا میں لکھتے ہیں
 کہ آپ کے اکثر اشعار اصلاح طلب ہے۔ جناب آزاد نے درست کہے لیکن فقیر مولف نے
 طوالت کی وجہ سے اشعار اصلاح شدہ و اصلاح طلب کو غلط انداز کیا۔ اگرچہ مولف گل رعنا
 نے تمثیلاً چند اشعار اصلاح طلب اصلاح شدہ بھی نقل کئے۔ انتہی کلامہ۔

من اشعارہ الفارسی

الہی استقامت در شہادت دل مارا	ہمیشہ سرخ و از خون ماکن قاتل مارا
جز صبا نیست درین گلشن ایجا و شہید	کہ بیاد نفس بہر ہوا خواہی
ما صحبت مدام آن نرگس چارمی بخشد	چو مژگان زمر در انم زین اشفا خود
سہرنگین او گردم نمی بیند بعجز من	مگر گر چہ می بدم بپایش چون خانا خود
مدام بہتر از تسبیح دست او بر نحشر	بصدرہ میرسانم تا شہید کیرلا خود

چون باله گروم گرد تو بخویش قن بان کن مرا	اس ماه تا بان یک شب مجنون جان کن مرا
گر از شهیدان نیستم خاک شهیدان کن مرا	گوید شهید تو همین بان آو آه خیرین
نمی توان گفت که در قید فرنگ سر اینجا	جان مجوس تن بسکه تنگ است اینجا
وله زنده در گور کرده اند مرا	از تو تا دور کرده اند مرا
شمع کا فور کرده اند مرا	بادل سرد گرم می سوزم
کمتر از مور کرده اند مرا	من کجا شوکت سلیمان کو
وله بیا که چشم براه است از جاب شراب	جد از آتش لعل تو شد کباب
هنوز می چکد از چشم قناب شراب	خم سپهر تپی نیست از می مهرت
وله آهسته پا گذار سردار نازک هست	فهمید راه رو که ره یاز نازک هست
مانند طبع یار چه بیاز نازک هست	دارم دلی که خود بخود آزرده می شود
از گل زیاده لعل لب یاز نازک هست	پیر مرده می شود ز نسیم سخن شهید
وله همچو اشک ز نظر انداخته می باید رفت	کار دنیا همه نا ساخته می باید رفت
که ره کوئی توش ناخته می باید رفت	حسرتی بدتر ازین باز چه خواهد بود
وله یلب یار رسیدیم سیاه می باقیست	مستی و بخت مرا کک قضا تو ام ریخت
شده است ز او سفر آخر و سفر باقیست	نه اشک بر رخ و نه آه در جگر باقیست
وله کار خیز من نیاید و دستم ز کار ماند	بیهوده دست بر سر خود عمر نازوم
وله بخت من عمریست تا خوابیده بیدار نش کنی	در دنیا لش زنده ام ز خود خبر دار نش کنی
وله تا بود ممکن ز خود هرگز ندی رانش کند	از شکست دل صدایمین نیاید خبر خدا
وله همچو جباب میروم کیسه تپی چشم تر	حاصل زندگانی نیست بجز انفعال

وله	مرا لیاقت این کو که با تو چهره شوم	وله	همین بروی تو گرد و دنگا ہے بس
وله	زدان من دل بلبل اگر سوخت سبجا	وله	برنگ گل زده ام آتش بجائ خوش
وله	غافل مشو چو شمع ز سوز دلست شهید	وله	در خنده هم ملاحظه کن گریه های خوش
وله	در جهان هرگز ندیدم هیچکس کمتر خوش	وله	هر که امن دارم یا فتم بهتر خوش
وله	زلف و خود را ز من تا نمیتواند می کشد	وله	چون پریشانی که می بیند پریشان تر خوش
وله	ز خود بخود شود ستانه میرقص	وله	بگرد شمع چون پروانه میرقص
وله	روشن سوا و مردک دیده می کند	وله	هر لحظه مصحف رخ تو از غبار خط
وله	پئے نیاز تو جان و گرفت دارم	وله	سرم چو شمع گرازن جدا کنند چه باک
وله	جان من غم مخور از بے مهر سامانی دل	وله	زیادگار سر لغیت پریشانی دل
وله	بره عشق تو در هر قدم می ماند	وله	پر تنگ دم ز دست گرانجانی دل
وله	در بحر زندگی چه سبک راه میروم	وله	از خوشی چون جابجاء میروم
وله	چون جابجاء اعتبارم پائمال کیستم	وله	من ندارم جرئت خون حلال کیستم
وله	جلا بچشم خویش میدارند این مردم مرا	وله	هچو رنگین شمس خود گریسم و در بیدارم
وله	از گدا کار گدا صورت نمیکرد شهید	وله	هر چه خواهی یافتن از شاه خواهی یافتن
وله	ز فرقی تا بعدم از ادائیگی خالی	وله	خمیر مایه ناز دست مهر و قامت تو
وله	از بسکه داشت شوق در مهر آینه	وله	چون جان کشید عکس ترا در آینه
وله	از وضع شیخ و برهن از بلبل شد	وله	بر رخ کشید قشقه خاکستر آینه
وله	قربان آمدم که ز ابرو کمان کنی	وله	مژگان خدنگ سار می دل نشان کنی

نکر پر گل خرابی چہرہ راز نہان میرا
یہ رنگین ہدیس شاید کہ عیان کو پہنچی
کمر طاعت سے خم جنگ ہو جا
حقیقت کا منظر جنگ ہو جا

بہار درد کو اس غنچہ ولیمین تو مخفی رکھ
شہید اور اقیست جی جمع کر جو بیرون
تو قانون عمل یار مست توڑ
شہید نفس کا فرکیش کو مار

شریف - مرزا شریف کاشانی

شریف تخلص - مرزا شریف نام - کاشانی الاصل ہے۔ اوائل شباب میں علوم
وفنون میں کمال حاصل کر کے فقیری اختیار کی۔ اور سیاحت کا ارادہ کیا وطن سے
نکل کر چند مدت ہرات و سیستان میں رہا۔ بعد ازاں خان اوزبک کے سہ ہجرت
ہرات کا محاصرہ کیا۔ اس وقت ہرات سے فرار کر کے ہند میں آیا۔ گو لکنڈہ حیدر آباد
وکن میں پہنچا۔ سلطان محمد قلی قطب شاہ کی خدمت میں تاجر کے ہا۔ قطب شاہ نے
شریف کے لئے منصب عہدہ مقرر کر دیا تھا۔ مدت کچھ شمال فغان بال ما آخر شہر ہجرت
میں فوت ہوا۔ گو لکنڈہ میں مدفون ہے۔

من اشعاره الفارسی

گر تا بروز حشر بنالم تہمان پرست
تا سر نہ نہد ز پانہ شیند
بہار باش کہ شاخ گلے بہار آرمی

چون نے ز بسکہ سینہ تنگ آنک فغان پرست
حاشا کہ شریف در رہ عشق
خزان مباحش کہ برگ چمن نیری

بعقل کعبہ نور دم بعشق ویر نشین
چرخ ہر دو یک قطرہ خون من سوزد

ششدر عباس حسین خان حیدر آبادی

ششدر تخلص۔ نواب عباس حسین خان نام۔ آپ نواب میر عاشق حسین خان مرحوم کے فرزند ہیں۔ آپ حیدر آباد دکن کے مشاہیر میں سے ہیں۔ نواب مختار الملک مرحوم کے فرزند ارون میں سے ہیں۔ آپ ایک رسی میں لائق ہیں اور عربی میں بھی مہر و فن سے واقف ہیں۔ شعر گوئی میں کامل استاد۔ اور اس فن میں آپ کے اکثر شاگرد ہیں آپ کی ذات چشمہ فیض ہے۔ آپ مولوی حافظ شمس الدین فیض المتوفی ۱۲۸۳ ہجری کے شاگرد رشید ہیں۔ اور حافظ مشتاق شاگرد میر درد سے بھی استفادہ کیا ہے آپ صاحبِ یوان ہیں۔ خوش مزاج و شگفتہ طبع ہیں۔ ہمدرد قوم و مہمان نواز و دوست پرور ہیں۔ فی الحال الکی عمر تخمیناً پچاس برس کی ہوگی۔ بارگاہِ مدنی عمر

من اشعارہ المہندی

<p>طوفان اٹھا ہے حجاجِ قافل کی آب کا انگھار بوسہ شیریں نہ پائیں گے صدر می و حشمتیں تری محبوبوں کی آئے کیا کر سکے گا اس گلِ عناسے ہم سے رقم کرنا ہون میں صبا کیسے وقتا تیرے ہما کو جب جس وقت ہے سکے دست بوسی کی جامہ گل پر نہ اتنا بھولنا اکند لیب لب پر لب ہوتا ہے ششدر زخمِ زرد</p>	<p>چشمہ بل بڑے نہ کہیں آفتاب کا یہ انگبین تو زرق نہوگا ذباب کا جو آبلہ ہے آنکھ ہے جگمگ خزاں کی ہے گل کی پاس ایک قباسِ رخِ شال کی قلم چٹکی میں رہ جاتا ہے روبرو بان ہو کر لیٹ جاتا ہے قوس اس سے رخ کمان ہو کر ملکچی اترتی ہوئی تن سے قبائے یاس ہے منہ لگانا منع ہے جسکو وہ پھر در ہے</p>
--	---

شیفتہ محمد کاظم حسین کنتوری

شیفتہ تخلص۔ محمد کاظم حسین نام۔ آپ لوی خا دم حسین مرحوم کنتوری کے فرزند
 ہیں۔ صاحب علم و فضل ہیں۔ شعر و سخن کے شیفتہ اور ضامین نگین کے فریقہ ہیں
 آپ کو ناسخ مرحوم کے خاندان سے تلمذ ہے۔ آپ کا کلام صاف شستہ ہے۔ مضامین
 کی بندش اور الفاظ کی نشست سے شستگی و پختگی نمایاں ہے۔ آپ کی ہر ایک شعر نزاکت
 و لطافت عیان ہے۔ آپ صاحب دیوان ہیں۔ آپ کا ایک دیوان جو غزلیات عاشقانہ و
 رباعیات صوفیانہ پر شامل ہے۔ اور دوسرا دیوان قصائد تعہد میں ہے۔ ۱۳۰۲ھ ہجری
 میں ہند سے حیدر آباد دکن میں وارد ہوئے تھے۔ مدت تک مقیم رہے۔ اب معلوم نہیں کہ
 فی الحال کہاں ہیں۔ یا یہیں مہرکار عالی نظام میں کسی خدمت پر مامور ہیں۔ جہاں ہو
 اللہ تعالیٰ انکو خوش و خرم رکھے۔

من اشعار الہندی

<p>دیوانہ ترا صبح سے ٹکراتا ہے آج ابرو سے کرین قتل و ہم آنکھ نہ ٹرائیں حسن رخ دلدار یہ یوں محو ہو ہی ہے خوشبو کے جان فزا جو تمہارے بدن میں ہے پہولون نہیں سماتے میں غنچے سرور سے ہے رنگ و زحشر کا فرقت کیات میں اے شیفتہ نماز ہے وجہ کسوف کی</p>	<p>ٹوٹیں گے نمی سیکر دیوان و در آج تلوار پڑی لپیہ یہ ہے مد نظر آج پہرتی نظر آتی نہیں آنکھوں میں آج یہ بوبہلا کہاں سمن فسترن میں ہے آمد بہار کی جو دوبارہ چمن میں ہے غربت کی شام صبح دیار وطن میں ہے رخسار لطف میں ہے کہ سورج گہن میں ہے</p>
--	---

شوق - غلام محمد حیدر آبادی

شوق تخلص - غلام محمد نام - آپ حیدر آبادی مولد ہیں آپ کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن ملک میں تھا۔ میں سے حیدر آباد میں آئے۔ اور سرکار عالی کی سپاس میں ملازم ہوئے۔ خانی و بہادری کے خطاب سے ممتاز و سرفراز ہوئے۔ آپ ہی خاندانی اعزاز کے لحاظ سے مدار المہام سرکار عالی کی عدالت میں ملازم ہیں۔ لائق و ہوشیار ہیں تخمیناً پینتالیس برس کی عمر ہوگی۔ شعر و شاعری کے شیفتہ مضامین نگین تازہ کے فریقہ میں۔ فارسی وار و دونوں زبان میں کہتے ہیں فارسی میں مولوی عبد العلی والد اور اردو میں محمد سلطان عاقل دہلوی مستوفی ۱۳۰۳ ہجری کے شاگرد ہیں۔ خوش مزاج و پندیدہ سیرت ہیں۔ میانہ قدر و گندمی رنگ و چھپک رو ہیں۔ اسد تعالیٰ خوش خرم رہے۔

من اشعارہ الفارسی

<p>آینہ بند قصر تو جلوہ عکس جا بجا نام تو اسے نگار من کندہ شدہ بلوچ دل گفتہ گم شدہ است دل باز ز دل نکاتے</p>	<p>من بہ تن بچیر تم خانہ چنان گمین چن آفرین نوشت من نقش چنان گمین چن شوق چہ آفت است این ہم چنان یقین چن</p>
--	---

من اشعارہ الہندی

<p>ماہ نو گیشکے ہوا بروے جانان نہوا عرصہ حشر گر کو چہ جانان نہوا صبح کی طرح مرا چاک گریبان نہوا</p>	<p>بدر کامل تو ہوا عارض جان نہوا لا کہوں نقتے آٹھے ہنگام ہوا صور ہنگا جلوہ افروز کوئی مہربان سے ہوتا</p>
---	--

قامتیا رکے کیا سروچمن کو نسبت سامنے اُسکے وہ اک گام خرامان نہوا

شکیب - نواب مرزا دہلوی

شکیب تخلص - نواب مرزا نام - آپ اُتی کے باشندہ مین - مدت سے حیدر آباد
دکن مین آئے مین قانون دانی مین ہوشیار و لائق مین - خوش طبع و شگفتہ جبین
مین - فی الحال آپ کی عمر قریب پچاس برس کے ہے - طبیعت مین زکاوت و عظمت
خدا داد ہے - شعر گوئی مین اول انشی محمد کاظم کنتور کی شاگرد ہوئے - ثانیاً حکیم نواب
نیاز احمد خان ہوش بریلوی کی خدمت مین مشق کرتے رہے - اور کبھی کبھی محمد عظیم
شیفینہ سے بھی اصلاح لی ہے - کلام دلچپ و مرغوب ہوتا ہے -

من اشعارہ الہندی

یوسف کی چاہ چھوئی ممکن نہیں تہا یہ
لو خون آرزو یہی کیا ہے رقیب نے
کافی اُسکو سائیہ گیسو ہے آپکا
آتے ہی اُسکے دور ہوا کیوں مرض
کیوں اپنے پاؤں توڑ کے بیٹھے ہوئے
زنجیر عشق کی تھی زینجا کی پاؤں مین
مہندی لگا کے اُس گل غنا کے پاؤں مین
زنجیر ڈالے گا نہ شیدا کے پاؤں مین
پنہاں نہ تھی شفا جو سیاح کے پاؤں مین
خارالم چبے مین تمنا کے پاؤں مین

شعلہ - محمد عبدالوہاب خان براسی

شعلہ تخلص - محمد عبدالوہاب خان نام - نواب فعت الملک رئیس براسی کے
فرزند - اور نواب عظیم جاہ رئیس اکاٹ کے نواسہ مین سن شعور کے بعد آپ نے

مدرس کے علما سے کتبِ ریسیہ پڑھیں۔ لائق و مستعد ہوئے۔ شعر و شاعری میں شریف مدرس کے شاگرد خوش فکر خوش طبع ہیں۔ آپکا کلام نزاکت و لطافت میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ الفاظ سلیس و مجاور ہوتے ہیں۔

من اشعار الہندی

<p>پرویسے پہ پہ پیدا ہے کہ میخانہ ہے اُسکا آبادی میں لگتا نہیں رہنہار مردل اللہ سے اُس شمع شبِ افروز کی گرمی پہر کیا ہے مجھے ہجر میں رونیکے سوا کام آنکھیں جو کہلی تھیں تو پلٹیں مرگ بھی سینہ کے چمن میں گلِ لعل شگفتہ</p>	<p>ہر آنکھ سے ظاہر ہے کہ چمانہ ہے اُسکا شاید کہ میا بان جنون خانہ ہے اُسکا شعلہ کی طرح دیکھئے پروانہ ہے اُسکا زیبا ہے پس گ کفن آ بے ان کا چہرے کفن ہے میرا تھرا کرو میں ڈانکا یہاں دخل نہیں کچھ غلش خار خیزان کا</p>
--	--

شادان۔ راجہ راجایان راجہ چندر و لعل بہار

شادان تخلص۔ چندر و لعل نام۔ راجہ راجایان۔ وہہارا راجہ بہار در خطا ہے
خود ہمارا راجہ اپنی کتاب عشرت کدہ آفاق میں لکھتے ہیں کہ میرے آبا و اجداد قوما کہتری
نہرہ دار الخلافہ لاہور میں متوطن تھے۔ شاہان متقدمین کے عہد میں خدات مناسب
سامور ہے۔ اکبر بادشاہ ہند کے عہد تک ہمارے خاندان سے کوئی بزرگ وطن سے
برآمد نہیں ہوا۔ جب کے تو ڈیل کنہری تن دن اکبر کے ملازموں میں نوکر ہوئے۔ راجہ
وزارت کو پہنچے۔ پس اُسے مذکور نے وزارت کے زمانہ میں اپنے برادران قوم کو بلا لیا۔ اکبر کے
حب لیاقت مناسب خدمت پر مقرر کرایا۔ چونکہ میرے بزرگوں و رشتے نمودار

در بیان علاوہ قومی تعلق قربت سببی کا سلسلہ قائم تھا۔ بناء علیہ کے صاحب نے میرے
 بزرگان سلف کو اپنے پاس بلایا۔ اور خدایات لائقہ پر مقرر فرمایا۔ تمام بزرگان سلف نسلاً
 بعد نسل ملی میں محمد شاہی زمانہ تک رام سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب حضرت نواب
 فتح جنگ نظام الملک صفجاہ بہادر عازم دکن ہوئے۔ اسوقت میرے جد علی مول چند
 نے ایک معروضہ پیش کیا۔ اور اس میں حضور کے ہمرکاب ہونیکلی درخواست کی۔ نواب
 مغفرت آئے درخواست منظور کی۔ پس میرے جد علی حضور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ انتہی کلامہ
 مولف فقیر کو ہمراہی کی درخواست کی اصل کیفیت بجز نقل مہاراجہ تھا۔ ترجمہ کسی تاریخ
 اصفیہ سے معلوم نہیں ہوئی۔ عجیب نہیں کہ یہ روایت مہاراجہ بہادر کو سپینہ بینہ پہنچی ہوگی
 حضور دکن میں کامیابی و فیروزی کے بعد آپ کے جد علی کو حیدرآباد کی کروڑ گیری کی
 خدمت پر مقرر فرمایا۔ تاہم زندگی تعلق داری کروڑ گیری پر مامور رہے۔ جد علی کے
 فوت ہوتے ہی مہاراجہ کے دادا چیمپی رام بن مول چند کو تعلقہ کروڑ گیری موروثی پر مقرر فرمایا
 پھر مہاراجہ کے جد نواب صر جنگ شہید کے ہمراہ سفر و حضر میں رہے۔ اور امیر الممالک
 نواب صلابت جنگ کے عہد میں بھی بدستور موروثی خدمت کروڑ گیری پر آگئے۔ آپ کے
 جد بزرگوار اپنے والد مرحوم کی طرح خدمت مفوضہ کا کام مانتے دیانت کے ساتھ داکر رہے
 رہے۔ آخر اصف جاہ ثانی کے عہد میں بسبب واقعت یوان فو کرمی ترک کر کے گوشہ نشین
 ہو گئے تھے۔ چند مدت بیکار رہی گوشہ نشینی میں بسر کئے۔ جب کہ کن الدولہ بہادر دیوانی کی
 خدمت پر معین ہوئے تب کہ صاحب کے جد بزرگوار کو بندر شیہ شمشیر جنگ در خدمت موروثی
 پر بحال و برقرار فرمایا۔ پھر آپ کے جد بزرگوار چند ہی ایام کے بعد فوت ہوئے۔ مرحوم کے
 باقیات الصالحات پانچ فرزند مندرجہ ذیل تھے۔

اسماءؓ فرزند ان لچھی رام مرحوم

رائے نانک رام۔ رائے نرائن داس۔ رائے رگھوناتھ داس۔ رائے بہوانی داس
 رائے موہن لعل۔ بیہ تمام لڑکے صاحب تعداد تھے۔ ہر ایک منشی بے نظیر تھا۔ حساب
 و کتاب میں فرد فرید۔ اولاً سکول عالی کی عنایت و بندہ پروری سے نانک رام جو تمام
 بہانیوں میں بزرگ لائق تھا۔ تعلقہ موروثی مذکورہ سے سفر واز ہوا۔ اٹھارہ برس تک
 تعلقہ کا کام نہایت دیانت و انصاف کے ساتھ داکتر بارہا عیش پسند و عشرت دوست تھا
 رات دن عیش و عشرت میں زندگی بسر کرتا تھا۔ فیاض فراخ دست تھا۔ فقیر پرست تھا
 فقرائے اہل سلام اہل صناعم کی خدمت حسن اعتقاد سے بجالاتا تھا۔ ہر ماہ گوسامیوں
 و جوگیوں کی زیادہ خدمت کرتا تھا۔ مہنود کے متبرک مقامات یعنی جگناتھ بلاجی
 و بنارس۔ و بندربن۔ و پیراگ و گیا۔ وغیرہ میں لشکر خانے و سدابر ت قائم کرے
 تھے۔ لشکر خانوں وغیرہ کے صرف کیلئے اٹھارہ لاکھ روپیہ ساہوکاروں کے نزدیک
 جمع رکھ دیا تھا۔ جو نفع رقم سے حاصل ہوتا تھا خرچ کئے جاتا تھا۔
 صوفی مشرب علم و دست تھا علما و فقہر کی صحبت میں اکثر رہتا تھا تذکرۃ الاولیاء و نفاۃ
 ستا تھا۔ اور پڑھتا تھا۔

ہمارا جد صاحب ترجمہ کی ولادت ۹۷۰ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اعزہ و اقارب بہت
 خوشی منائی۔ تربیت و تعلیم و کن کی آب ہوا میں ہوئی۔ کسی مورخ نے طرحتاً بیان نہیں کیا
 کہ آپکا مسقط الراس مولد و منشاں خاص مقام میں ہوا مگر بزرگان سالخورہ کی ربانی
 سینہ بسینہ منقول ہے کہ آپکا مسقط الراس راسرود ہر بانپور ہے۔ اور آپکی نشو و نما بھی
 بلدہ مذکور میں ہوئی آپکی والدہ ماجدہ مدت تک بانپور میں تھے۔ پہنچا ایک رام تعلقہ دہلی

کر ڈیگری کے زمانہ میں بلدہ حیدرآباد میں آئے۔ چند سال کے بعد ۱۸۹۱ء ہجری میں فوت ہوئے۔ تم النقل۔

مہاراجہ بہادر عشرت کدہ آفاق میں لکھتے ہیں جب میرے والد ماجد نے نیائے فانی سے عالم بغار حلت کی اسوقت میری عمر وہ سالہ تھی۔ ہماری تربیت و تعلیم کے سرپرست عظم بزرگ نانا کرام ہوئے۔ اور ہمارے حال پر نہایت محبت و اہتمام رکھتے تھے۔ پدرانہ ہمارے ناز اٹھاتے تھے۔ ہم کو ایسے آرام و عیش سے رکھا کہ ہم باپ کے بھول گئے۔ ہم چچا ہی کو باپ سمجھتے تھے۔ انتہی کا امر۔ آپ کی طبیعت فطرۃً حست و چالاک تھی۔ ابتدا ہی سے مہو نہار معلوم ہوتے تھے۔ عظم بزرگ تربیت و تعلیم سے عین عالم شباب میں تاریخ التخصیص سے تحریر و تقریر و حساب و کتاب میں لائق بن گئے۔ اور آپ رسی میں منشی ہمیشہ تھے۔ منظر و نظم کے لکھنے میں قوت مستحضر رکھتے تھے۔ عظم بزرگ کی توجہ سے ملکی انتظامات کی مشق خوب حاصل کی تھی۔ آپ کو انتظام امور کا عمدہ سلیقہ و بہتر لکھنا تھا۔ چچا کی زندگی میں کر ڈیگری کے محکمہ میں سپنڈر کار آموزی کرتے تھے۔ یا کوئی مہینہ میں مختارانہ کام فرماتے جب آپ کے عظم بزرگ کے فوت ہونیکے بعد ان کے تحت جگہ لکھتے آئے۔ یہ بجائے پدر کر ڈیگری کی خدمت موروثی پر مامور ہوئے۔ دو برس ڈیگری کا کام انجام دیکے فوت ہوئے۔

نیو ب عتقا والد و اہل شمشیر جنگ بہادر ناظم بلدہ حیدرآباد کی سفارش سے مہاراجہ بہادر صاحب جمہ خدمت موروثی کر ڈیگری پر مقرر ہوئے۔ آپ کے منقوضہ کو ایک ماہ دراز تک عمدہ طرح انجام دیتے رہے۔ ۱۲۱۲ء ہجری میں ارمطو جاہ کی توجہ و سفارش سے راجہ بہادر خطاب سے مخاطب ہوئے۔ اور مالک منقوضہ کڑپہ و سدہوت و قلعہ کنج کوٹہ کے انتظام کے لئے مع جمعیت سواران و نجل نشان میرزا بھیجے گئے۔ اور خدمت کر ڈیگری

آپ ہی کے نام پر رہی۔ نیابتاً آپ کے برادر حقیقی راجہ گوہر بخش کرورگیری کا کام انجام
 دینے لگے۔ آپ کے مملکت معقوہ کا انتظام عمدہ طرح سے کیا۔ اکثر باغیان سرکش کو
 خوب سزائے واجب کیے دائرہ اطاعت میں لاکے حلقہ گوش بنایا۔ اور ملک کو کشن
 کے ہنگامہ فساد سے پاک صاف کیا۔ رعایا کو ملاکی کے دلدل سے کنارہ عاقبت پر
 پہنچایا۔ اسی زمانہ میں فطرسالی کے آثار نمایاں تھے۔ غلہ کی قلت تھی آپ نے فرائض
 میں بے انتہا کوشش و جانکاهی کی سید غلہ جمع کر دیا۔ آپ کی اس کوشش و عرق پری
 سے حضور لامع النور بہت خوش ہوئے۔ ہر وقت مجددان و از مشق قلمطف شایانہ سے
 سرفراز و ممتاز فرمانے لگے۔ بعد ازیں، تاریخ ماہ ربیع الثانی ۱۰۱۵ھ ہجری میں حضرت
 مغفرتاً بآصفجہانی بہشت برین روانہ ہوئے۔ حضور سکندر جاہ نظام الملک
 آصفجہانی ثالث تخت نشین ہوئے۔ اور اسطو جاہ مدارالمہام۔ ایک سال نہیں گذرا کہ تبلیخ
 ۱۰۲۸ھ محرم ۱۰۱۹ھ ہجری میں عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ راجہ نذر بہادر جو مدارالمہام کے پیش و
 تھے انتظام کرنے لگے۔ مگر اس رگران کے متخل نہیں ہو سکتے تھے۔ گوہر خیر بہادر کی
 سفارش سے ۱۰۲۰ھ ہجری میں عالم بہادر خلعت مدارالمہامی سے سرفراز ہوئے۔ اور راجہ
 بہادر صاحب ترجمہ سفارش صاحب لیشان سدھم تھا۔ ریڈنٹ بہادر خدمت
 پیشکاری پر مامور ہوئے۔ اور میر عالم کے انتقال کے بعد ۱۰۲۳ھ ہجری میں منیر الملک
 داماد میر عالم عہدہ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ منیر الملک بہادر اگرچہ دیوان تھے
 لیکن ملکی و مالی کمات کے مختار کل مہاراجہ بہادر صاحب ترجمہ تھے ۱۰۲۵ھ ہجری میں
 سکندر جاہ بہادر کے عہد مبارک میں آپ کو مہاراجہ بہادر خطاب ملا۔ اور ۱۰۲۶ھ ہجری میں
 ہفت ہزاری منصب ہفت ہزار سوار پیادہ و نو بہت۔ و گہ ہلال و جواہر گران بہا

وجاگیر سے سرفرازی حاصل ہوئی۔ اور ۱۲۴۵ھ ہجری میں ناطر لدولہ بہادر کے عہد میں
 راجا جان راجہ بہاراجہ جہ چند و نعل بہادر خطاب سے بلند ہوئے۔ حضرت غفران
 ناطر لدولہ بہادر آپ کے حال پر بہت ہی نظر رحمت مبذول فرماتے تھے۔ اکثر تقریبات
 میں خود راجہ صاحب کے مکان پر رونق افزا ہوتے تھے۔ راجہ صاحب کو اس یاست
 ایسا اقتدار و اختیار حاصل تھا کہ مقدمات مالی و فوجداری خود ہی فیصلہ
 کر دیتے تھے۔ کو توالی و عدالت کی پروا نہیں فرماتے تھے۔ جسکو چاہتے تھے صاحب
 وحشمت فدی نقارہ و نوبت وجاگیر دار کر دیتے تھے۔ حیدر آباد میں قوم عرب فاغنے
 مہدویہ و سکھان نامکشامیہ کا عروج آپ ہی کی توجہ و عنایت سے تھا۔
 آپ سخی المزاج تھے۔ روزانہ میں قضا و قدر نے آپکا خمیر جو دو کرم کے مادہ سے بنایا
 آپنے لاکھوں روپیہ بلکہ گڑوں روپیہ فقرا و علما و مشائخ و برہمنہ و صاحبان علم
 و ہنر وغیرہم پر تقسیم کر دیا۔ آپکا معمول تھا علاوہ بدل کرم روزانہ فقرا و مساکین کو نقد
 دو ڈھائی ہزار روپیہ۔ اور چند پلے غلہ ہی تقسیم فرماتے تھے۔ اور خاص ہر دوشنبہ کو خود
 تین ہزار روپیہ تقسیم فرماتے تھے۔ واقع میں یہ سخاوت و بخشش ہماری سرکار عالی نظام
 خداداد ملکہ ہی کی تھی۔ اسلئے کہ اگر حضور بہاراجہ کو ایسا اقتدار و اختیار دیتے تو اس
 بدل و جود کا وجود عالم شہود میں جلوہ افروز نہ ہوتا۔ بہاراجہ کیا کرتے محد و آمدنی
 میں حد سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے۔ اور غفران منزل لاکھوں روپیہ کے جواہر و قضا
 فوقتاً عنایت فرماتے تھے۔ بہاراجہ جواہر بے بہا و آمدنی جاگیرت و نذرانہ و شیشہا
 کو بھی فقرا و مساکین کے حوالہ کر دیتے تھے۔ ذخیرہ گنجینہ نہیں فرماتے تھے۔ سخاوت و کرم
 کی بدولت آپنے ایسی نیکنامی و شہرت پائی کہ عام دنیا میں مشہور ہو گئے۔ اور آپکی شہرت

سخاوتِ قدرانی علم و ہنر نے براہِ واکا سرہ کے نام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جو کوئی
 مسافرِ بلد و غریب آتشِ شہرِ مین وار ہو تا تھا۔ تو آپ کے چشمہ فیض سے سیراب
 و معدنِ جود سے کامیاب ہو کے جاتا تھا۔ آپ علم و ہنر کے نقاد تھے۔ ہر ایک کے کمال کو
 عقل کے ترازو میں تول کے امتحان کی کسوٹی پر خوب پرکھتے تھے۔ اور ہر ایک کے کمال کی
 داد دیتے تھے۔ حسبِ لیاقت انعام و صلہ و مہوار و وظیفہ سے سرفراز فرماتے تھے۔ آپ کے
 دربار میں پہنچنا کیا تھا؟ گویا اقبال کے درجہ پر عروج کرنا تھا۔ جو دربار میں باریاب ہوا
 فوراً کامیاب ہوا۔ کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ باریاب شدہ محروم ہا ہو۔ اس طرح
 ہمارے ظلِ اللہ حضورِ افضل لد و لم محروم کی باریابی بھی قطعی کامیابی تھی۔ محروم نے
 مقرر کر دیا تھا۔ جو باریاب ہوا اور اس سے شکم کیا جائے تو اس بار یافتہ کو ہزار روپیہ صلہ
 دیا جائے۔ تاہم زندگی یہی طریقہ جاری رہا۔ باقی ظلِ اللہ محروم کے پورے حالات
 فقیر مولف نے محبوب لوطن تذکرہ سلاطین و مکن کے تیسرے حصہ میں مفصل لکھے ہیں
 ابھی یہ حصہ طبع نہیں ہوا ہے۔ زیرِ تجویز طبع ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بشرطِ زندگی زمانہ
 قریب میں جلوہ نما ہو گا۔

نقل بابتِ کرم و جود ہمارے

فقیر مولف نے پیرانِ سن سیدہ و ساخوردہ کی زبانی سنا کہ ایک وقت راجہ صاحب کے لازم
 خادم نے یہ مصرع پڑھا: ترا دیدہ و حاتم را شنیدہ و فدا خادم کو ایک کبہ روپیہ
 عنایت کیا۔ بعض نے روایت کی کہ ایک کبہ سے کم دیا تھا۔ ثانی قول صحیح معلوم ہوتا ہے
 اس لئے کہ منقول ہے کہ ایک روز ہمارا جہ عالم خوشی و سرور میں فرما رہے تھے۔ کہ مجھ
 دنیا میں ایک آرزو باقی رہ گئی۔ اگر وہ برآتی تو میں خدا کا شکر سجالاتا۔ مقربین نے

دریافت کیا وہ آرزو کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ میں چاہتا تھا کوئی سائل مجھ سے ایک لاکھ روپیہ طلب کرتا تو میں اُسکو دیتا۔ اور دلی آرزو یہ کہ میاں جی

آپ کی شعر و شاعری

آپ علم دوست تھے۔ اور شعر و شاعری کے میدان میں سبقت کر رہے تھے۔ شعرا و علما کی بڑی قدر کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں ایران و ہندوستان کے اکثر شعرا آپ کے دربار میں مجتمع تھے۔ تمام شعرا ہمارے ہمارے وطن سے تھے۔ شعر کی ماہوارین معتد بہ ہوتی تھیں کسی کی ہزار کسی کی پانسو و سو و سو ہوتی تھی۔ یعنی ہزار سے زائد سو سے کم نہیں ہوتی۔ آپ کے دربار میں تین سو شعرا سے زائد تھے۔ آپ شاعرہ نصف شب کے بعد فرماتے تھے۔ آپ شعر فہم و سخن سنج کامل تھے۔ آپ کا کلام نہایت سنجیدہ و مضامین شگفتہ و معانی پسندیدہ کا ذخیرہ ہے۔ آپ کی ذات مجمع کمالات تھی آپ صاحب دیوان ہیں آپ کے دیوان ایک فارسی اور دو اردو ہیں۔ اردو دیوان مطبوع ہو چکی ہیں۔ آپ کو ہر ایک علم و فن سے دلچسپی تھی۔ آپ علما کی مجالست میں علم و فضل کا ذکر فرماتے تھے۔ اور علما سے متفرق مسائل تحقیق کرتے تھے۔ اور صوفیا کرام سے وحدت طریقت کے مسائل میں بحث و تکرار فرماتے تھے کہلی ولیا و عظام کے خرق عادت و کرامت کی بابت سوال فرماتے تھے۔ شعرا سے قافیہ و ردیف اور شعر کی خوبی و لطف و محاورہ و استعارہ کا تذکرہ۔ اور شعرا سے متقدمین کے حالات کا چرچا ہوتا تھا۔ اور سماع کے وقت راگ و نغمہ و رور و فرمہ کا دور چلتا تھا۔

مورخین سے بزرگان سلف و خلف کے حالات و واقعات سنتے تھے۔ اسلام کے نمایاں کاموں سے سبق لیتے تھے۔ اور ان کے ظلم و ستم کے مضامین سے عبرت کرتے تھے۔ اور

منجھین سے ستاروں کی گردش و روان کے آثار و محسوسات کی بابت گفتگو فرماتے تھے جس فن کا ماہر ہوتا تھا اُس سے اُسی فن کے متعلقات میں بحث و تلاش کرتے تھے اسی بحث و فکر اور وابستہی قرار و انکار میں دو ڈھائی ساعت گزر جاتی تھیں۔ آخر جلسہ برخواست کر کے دو تھانہ میں رونق افزا ہوتے تھے۔ اور بستر خواب پر لیٹ جاتے تھے اور صبح اول ہی وقت بیدار ہو کر بدستور قدیم و ردو وظائف سے فارغ ہو کر امور و کدو کے انتظام میں مشغول ہوتے تھے۔

آپ کے فرزند بالاپر شاہ کی شادی کا ذکر

۲۷ھ ہجری میں آپ اپنے نخت جگر کی شادی کی تیاری کی۔ شادی کی تیاری میں زرو جواہر۔ وینار و درم پیشیا خرچ کئے۔ شادی میں قسم قسم کے تکلف ہوئے۔ امروزہ ریاست و خاص عام مملکت کو جوڑے و تورے تقسیم کئے گئے۔ تمام شہر آتش و آتش بازی سے رشک رہا ہو گیا تھا۔ روشنی و آتش بازی کا وہ رنگ تھا کہ تمام شہر کے کوچہ بازار نمونہ گلزار ہو رہے تھے۔

تشریف آورمی حضور بالادہ و بہادر بکاں بچہ بہا بقمر شاہی

آپ کے فرزند کی شادی میں اعلیٰ حضرت مع محلات مجلس شاطین و رونق افزا ہوئے محلات میں کچھ خوب طلس کا فرش بچھایا گیا تھا۔ جب حضور و دو تھانہ میں تشریف لائے مہاراجہ نے چند شتیان جواہر اشرفی سے بہری ہوئیں اور متعدد کچھ خوب طلس کے طاقے نذر گزرائے۔ حضور نے نہایت خوشی سے منظور فرمایا۔ مجلس شاطین میں بیک نشست ہی۔ لویان جو روش پریراوان ملک کا رقص و سرور۔ نواسے نغمہ و رو کو لکھا

وسنا۔ پہر خوان نعمت پر آئے۔ اقسام قسام کے کہانے طرح طرح کے علوی و موسوی
ترتیب حسن سلوک سے چنے ہوئے تھے۔ نوش و تناول فرما کے مبارکباد می خوشگئی اظہار
فرمایا۔ چند جواہر و خلعت ہائے زرین مرحمت کئے۔ مہاراجہ بہادر نیاز مندائے آراستہ و سلیم
بجالاتے۔ پھر حضور مع الحیرو و تختائے شاہی پر مراجعت کر کے آئے۔ مہاراجہ نے تشریف
آوری کی خوشی میں بیشمار دیار و درم غربا و فقرا کو دئے۔ اور مہاراجہ نے امر و غیر امر کو
بھی جوڑے دئے۔ اور شعرا کو صلات و انعامات و تحائف نو اور عطا کئے۔ شعرا نے
قصائد تہنیت میں پیش کئے۔ طوالت کی وجہ سے قلم بند کر گیا

آپ کے زمانہ کے عمالہ مقین

آپ کے متعدد مکانات خوشنما بنوائے۔ محلسراہ چینی خانہ۔ آئینہ خانہ۔ تصویر خانہ
و برہت محل و غیرہ مکانات قابل دیدین۔ اگرچہ مکانات پر فی زمانہ اس عہد کا عالم
شباب نہیں ہے لیکن اب بھی خوبی و خوشنمائی سے خالی نہیں ہے۔ فی زمانہ کی عمارت
سے بہتر معلوم ہوتی ہیں۔ ۱۲۴۵ھ ہجری میں منیر الملک کے بعد ان کے فرزند برج الملک
دیوان ہوئے۔ پھر ۱۲۴۶ھ ہجری میں کوئی ایسی بات واقع ہوئی کہ مہاراجہ بہادر خدمت
مغوضہ سے استعفی ہوئے۔ آپ کا استعفا حضور میں پیش کیا گیا۔ نواب ناصر الدولہ بہادر
استعفا منظور فرمایا اور آپ کے لئے قیس ہزار روپیہ مالانہ و طیفہ مقرر کیا۔ اور راجہ بخش
بن راجہ گونیہ بخش اشعبان ۱۲۴۶ھ ہجری روز یکشنبہ خدمت پیشکاری سے سرفراز ہوئے
آخر مہاراجہ بہادر نے ۱۲۴۷ھ یا ۱۲۴۸ھ ہجری روز یکشنبہ ۸۲ سالہ
بقول بعض ۸۳ سالہ اسرافانی سے بعالم بقاروانہ ہوئے۔ مہاراجہ بہادر پیشکاری
عہدہ کو کم و بیش سچاس برس تک عہدہ طرح سے انجام دیتے رہے۔ دکن کی پیشکاری بمنزلہ

دیوانی تھی۔ آپ کو تالیف کا شوق تھا۔ آپ کی تالیف سے ایک کتاب مسیحی عشرت کدہ
آفاق ہے آپ کے کتاب میں اپنے خاندان و ملازمت کا حال لکھا ہے۔ اور چند حکایتیں
مختلف المضافین بطور پسند و نصائح لکھے ہیں۔ اور ہر ایک حکایت کے آخر ایک شعر لکھتے
ہیں جس سے حکایت کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ کتاب مطبوع ہو چکی ہے۔
فقیر مولف نے آپ کے حالات کتاب مذکور و دیگر تذکروں و تواریخ سے لکھے ہیں۔

آپ کے دربار میں مشاہیر شعرا مندرجہ ذیل تھے

شیخ حفیظ دہلوی۔ مولوی ابوتراب مولوی محمد حسین۔ و مولوی غلام حسین۔ و ملا
محمد فائض و حاجی محمد علی سانگو و میرزا محمد طاہر خیرتی۔ و حسین علیخان یام۔ و حافظ
تاج الدین مشتاق۔ و ذوالفقار علیخان صفاد میر عنایت علی و خواجہ بہت علیخان
ہمت و میرزا عابد بیگانہ پور۔ و غلام ضامن اکرم۔ و میر مفتون وغیرہم تھے۔ گلزار معاین
میں راجہ بالا پرشا و مخاطب بہ دہراج بن مہاراجہ نے اکثر شعراے مشاہیر کا تذکرہ
لکھا ہے۔ چونکہ فقیر مولف ہر ایک شعرا کا حال کلام میں کرہ میں گزارش کرتا ہے
لہذا یہاں اس پر اکتفا کیا۔

مہاراجہ بہادر کی تقسیم اوقات مرتبہ ۱۲۳۷ھ ہجری

عبادت سے فارغ ہونے کے بعد فقرا کو
طعام و وام تقسیم فرماتے تھے۔

قریب چار بجے خواب راحت سے بیدار
ہو کے عبادت الہی تا طلوع آفتاب

دربار سے مراجعت کر کے ملکی انتظامات میں
مشغول ہوتے تھے اسی وقت امر
و سپاد کا سلام و مجرا بھی ہوتا تھا۔

خیرات سے فارغ ہو کے دربار میں
حاضر ہوتے تھے۔

قیلولہ ایک گھنٹہ فرماتے تھے

قیلولہ سے فارغ ہو کے نماز مغرب تک حاجتمندان خاص عام کی حاجت دوائی فرماتے تھے۔

شام کی وقت ورود وظائف پڑھ کے نصف شب تک سرکاری مورین مصروف رہتے تھے۔

نصف شب سے آخر شب ایک مشاعرہ و مذاکرہ علوم و فنون و حل عقد مسائل مشککہ و سماع و سرود

آخر شب سے صبح کا زب تک آرام فرماتے تھے۔

سہنری سل صاحب زینت آباد جو ۱۲۲۴ء سے ۱۲۳۳ء تک شہر تھے

سہنری سل صاحب زینت آباد کو اپنے سکونت گاہ (۱۲۲۴ء سے ۱۲۳۳ء ہجری تک) میں مہاراجہ کی لائف لکھی ہے۔ فیلاس سے مختصر گزارش کرتا ہے کہ وہاں

صاحب باور لکھتے ہیں کہ مہاراجہ اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ فریس فیم تھے نہایت ہی مستعد و تجربہ کار و ہوشیار تھے۔ سرکاری کام میں جپٹ چالاک تھے۔ محنتی جفاکش تھے۔ ہر ایک کام کو بذات خود انجام دیتے تھے۔ صبح سے بارہ رات تک مہات سلطنت کے انتظام میں مصروف رہتے تھے۔ بارہ بجے رات کو مہات سے فارغ ہو کے شعرا و علما کے ساتھ مشاعرہ و مذاکرہ فرماتے تھے۔ شعرا شعرا شیریں و علما مضامین رنگین سناتے تھے آپ غبت سے سنتے تھے ہر ایک کی داد دیتے تھے۔ اسی گفتگو میں دو ڈھائی بچ جاتے تھے پہر آپ جلسہ خاص کر کے خواجگان میں فرماتے تھے۔ آپ سرکارین یعنی سرکار عالی نظام و سرکار انگلشیہ کے خیر خواہ تھے۔ اور سچے وفادار آپ نے ملکی انتظامات میں اپنے عم کا پیر حصہ یعنی بیس برس صرف کئے۔ آپ ہی کے زمانہ میں مہات کا تصفیہ ہوا۔ مثلاً آپ ہی کے

عہد میں ہر بیٹے پامال ہوئے۔ اور برابر کہہ جی بہو نسکہ لیا گیا۔ نپٹ مارو کا فتنہ در کیا
 آپ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ سرکار انگریزی و سرکار عالی نظام میں باہم
 اتحاد و محبت کا سلسلہ قائم و مستحکم ہے اور حکام انگریزی اہل دکن نے آپ کو لائق تحسین
 مانا انتہی کلامہ۔ واقعی ہمارا جہاں کی تعریف جس قدر کی جائے کم ہے۔ ہمارا جہاں
 ذات جامع الصفات تھی اعظم الصفات یہ تھی کہ سخی المزاج و فراخ دست تھے
 آپ کی داد و ہش سے فقرا مالامال تھے۔ اسی صفت کی وجہ سے ہمارا جہاں کو مقبولیت
 عامہ حاصل ہوئی۔ بعض حکمانے اس صفت میں مبالغہ کیا ہے کہ یہ صفت انسان
 کے لئے ستار العیوب و غفارا لذنوب ہے۔ آپ میں ان کے دیوان فارسی ہندوستانی
 اشعار بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں۔ آپ کے دونوں دیوان مطبوع ہو چکے ہیں۔

من اشعارہ الفارسی

ما کہ پی دفع ستم کار کند تیشہ ما	ما نہ چون بید و گرس داد بود پیشہ ما
تا ب ہر رگناں رد کہ برو شیشہ ما	بسکہ در ناز و نعم جان دلم پر در دست
غیر یاد ت نبود در آندیشہ ما	ما کہ در زد کر تو باشیم ہمیں جمعی اہیم
نہری شیر بود خفتہ درین بیشہ ما	قول سعدی است کہ در بیشہ گمان خالی
دائم از لطف تو مملو ست رگ و ریشہ ما	شکر شادان سپہ عنوان بقتلم نظم کند
بنیر پائے گزارم حصول دنیا را	در کوئے تو یکدم گذشتہ ما را
اگر بدام من آرد غزال رعنا را	تمام دولت دنیا شمار وے سازم
شب برات نما یم تمام صحرا را	شبے از لطف ہم آغوشم از شود دلبر
کہ کے بدست آرم وصال یلی را	از عشق و لولہ دارم پائے می پویم

لطف دولت جاوید عمرے شادان
 قاصد پیر تن کجا می فرستمت
 ابرست و سبز زار درین موسم بهار
 من شرح راز عشق چگونه بیان کنم
 دست تو نازک است و دلم جوش میزند
 چو بهر دل ربودن راه خود سوختن گیرد
 بزلف تو گرفتار نمی خواهم برگشتن
 ز لطف نهایت آنقدر سرور شادانم
 آنا که راه دوست با آشنا کنند
 در راه دوست جان و دل خود فدا کنند
 سیرچمن نمودم چون غنچه گل شدم
 شادان مدام شاد بود در ثنائے او
 در چمن دست حریفانه که سنبلیله بود
 این سیم ز چمن رفت بن کرد گذر
 دلبرم دارم ز بهی صنوبر
 دارم هر دم خط غلامی
 صنوبر اگر بیاید به بهار خواهی آمد
 نه قرار را تو باشی شکیب بتیو یکدم
 قطره دیاست لے دور قفا ده است

کجا خیال که نامے برم سیح را
 در کوئے یار بهر دعامی فرستمت
 آنے یار گلزار قبا می فرستمت
 اے پیک خوشخوارم پیامی فرستمت
 بهر نگار دست خدای فرستمت
 مشام عالمی از زلفا و بوئے ختن گیرد
 رقیبم را بهوس باشد که خوراه بین گیرد
 بهوس از فرحت من خاطر شاد من گیرد
 صد لطف صد کرامت احسان کنند
 آنهار از فخر خاک بر شش تیا کنند
 هر برگ بهر دست تو رنگ خا کنند
 امیدوار اینکه مرا دم عطا کنند
 هوش مینا ز طریفان سه غفلت زور برد
 پیر من چاک بدست و گر گل و دوبرد
 زانرو جانم گداز دارد
 دانی که دگر ایاز دارد
 قدم اگر گزارد بشمار خواهی آمد
 اگر از شش نیائی بچکار خواهی آمد
 میجو گرداب تمنای دریامی کرد

دل درین وقت خیال می بینا می کرد
 شکر بجا آورم گوهر دل را نشان
 فی الحقیقت کمرش بود که یما می کرد
 در چشم رقیب می خلد خار
 جانم شده مبتلائی و دلداری
 باشی ملاطمت در برم چون پاسبان در بغل
 شاد بر آن دارم عیان صد گونه حسان
 اگر آئی پی جلوه برست گوهر نذریم
 نذر از غیب می آید که اینجا ننگ نذریم
 ساقی پیال آور و می نمک را هم
 یارب پیال ده بمن و گلغذای هم
 و لم در طل است ایستاده
 مگو شادان زیاده بر زیاده
 بردلم جور و اوارتی و آزاد روی
 نگه دار نوایجاد تو ایجاد روی

موسم بهار است مرا میل بهما
 فضل تو رهبر شو پا که بهر سو نهم
 وے که شادان تو از غیب بشارت آمد
 دستم که رسد بگردن یار
 پروانه که گرد شمع گردد
 وانی چه گویم من ترا بجان در بغل
 قربان احسانت شوم کی می توانم شکرت تو
 بیا در محفل ای جانان که دست پاسبان نذریم
 مکان لامکانی را بجز دل جا کجا آورم
 آن ماه شد میروسیه بهاریم
 دل از فراموشیست چو سیلاب ز شیب
 سر من زیر پایت افتاد
 زبان را که بود یارای وصف
 من نخواهم که تو بایام من زیاد روی
 و لول شوق تو از جاده برون نمی آید

من اشعاره الهندی

سایه به مرے پیر تو اسکے ہی قدم کا
 یہ وجہ ہے ہرگزہ خو خورشید سے چمکا
 بندے کو بہر وسعے تیرے فضل کی کرم کا

بندہ ہوں دل جان سیو میں اپنے صنم کا
 خورشید میں ہے نور تیری مہر عطاسے
 شادان ہوں ہر واسطے میں صبح سے شام

جب غنچے نے سر پہنا گیساں سے نکالا
صانع نے خطِ لب جو زور سا کیا سب
صوفی کو عطا جس نے کیا مذہبِ صافی
چہرہ اسکا کیا کہوں میں ہے شعلہ نور کا
نور تھا یا شعلہ تھا یا برق یا خورشید تھا
صبح کو جو کچھ کہتا تھا سرسِ لاف تھا
ہر کسی کو کس طرح معلوم ہو کھوٹا کھرا
حسنِ قامتِ گلیاں ہو کہ نرا کت اسکی
نہیں دیکھا ہے کہیں اور نہ سنا ہے جہم
آفرین اسکو محبت کی جس سے ہوئی
یاد امد کی گرا ہے جہاں میں شادان
ہوتا ہے کس دل سے بتنا زینِ مرا
اے دوستو میں کیا کہوں کسکی تلاش ہے
شالہ پر دے سے اگر دلدار ہو پیدا
اگر غواصِ حلق ہے تو ماہِ کیا آئے
سخن کی منزلت ہے بے ہی مرتبہ جس سے
کہتے ہیں کرے ہے ذکرِ دل سے
ہوتا ہے سرورِ سوطِ رح کا
شادان تو شایار کو اک مطلعِ رنگین

ولہ
بلبل نے قدم پر نگلستان سے نکالا
کیا رنگیا لعل بدخشان سے نکالا
ولہ
نخوت کو اُسی نے سہِ زبان سے نکالا
ولہ
میں تو ہوں عاشق اُسی معشوقِ رشکِ حور کا
ولہ
کچھ تو اے موسیٰ کو کیا تھا وہ جلوہ کا
ولہ
کیوں نہ آیات کو گزلبین ہم صاف تھا
ولہ
جس نے پرکھا فقرہِ خالص وہ صاف تھا
ولہ
ہے گلستان میں بہلائے خرامان ایسا
ولہ
کیوں نہ حیران رہیں دیکھ کے جاناں ایسا
ولہ
کیا پسندیدہ رہے میں یہ اسلوبِ ہوا
ولہ
صفویوں میں وہ اس واسطے محبوبِ ہوا
ولہ
کرتا ہے مہر و ماہ کو خجل مجہدین مرا
ولہ
میں ڈھونڈتا ہوں یا لے یاں کہیں مرا
ولہ
زمین و آسمان سے روشنی اکبار ہو پیدا
ولہ
ہزاروں کہاں غوطے جب شب ہو ہو پیدا
ولہ
مرو جو کچھ تھا کشتادان وہ میں نے سخن کہا
ولہ
ہر برگِ درخت پر پہلے جب
طے ہوتے میں سائے مرچے جب
گر آج کرے تجھے ہگفتارِ محبت

ہے کام میان عاشق صادق کا وگرنہ
 کرتا ہے کوئی خیر تو ایمان کے باعث
 ایمان دیا جان بھی کیونکہ نہوں ممنون
 اگر ہو دیدہ بینا تو ہر طرف دیکھے
 میان عاشق و معشوق کہہ گیا شان
 دل کو فرصت ہو رنج و غم سے آج
 کر رہا ہے جو بات ہم سے آج
 باغبان خود لٹا رہا ہے دیکھہ
 جائے یا کو کیا جائے گل سمجھا ہے
 ہے یہی بات نصیحت کی اگر گوش کسے
 جگا دیتی ہے یکسر غافلوں کو
 تہ دل سے ہو تو صرف مناجات
 کہا ہے مرشد کامل نے گوش دل میں مر
 بغل میں بچہ ہے اور شہر میں ڈھنڈور ہے
 اسے مرے بادشاہ اسکندر
 کیون نہ مداح ہو ترا دل سے
 اُس نے بھیجا ہے محکوب کا غد
 دلو جب تک نہ کچھ علاقہ ہو
 یا آہی یہ عاشقان کی ہے شام و سحر

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

اٹھتا ہے کسی یہ پہلا بار صحبت
 ایمان ملا اسکو یہ قرآن کی باعث
 انسان ہوے ہم ترے احسان کے باعث
 اُسی کا نور چمکتا ہے بحر و بر میں آج
 پڑا ہے رشتہ محبت کا جوں گہر میں آج
 یہ خوشی ہے بے و ہم سے آج
 دل ہے خوش اُسکے اس کرم سے آج
 بھرے جہولی کو تو ثمر سے آج
 خار کی طرح سے دامن نہ پہنچ
 رنج تو پہنچ کر منت غیا نہ پہنچ
 بڑا احسان کرتی ہے مگر صبح
 دعا ہوتی ہے اکثر با اثر صبح
 تو ڈھونڈتا ہے کہاں میں گریں وہ شوق
 نہ ڈھونڈا اسکو کہ تیرے ہی میں ہے شوق
 تیری دولت سدا رہے آباد
 کہ بدولت تیری ہے شادان شاد
 لطف سے اپنے نے طلب کا غد
 کوئی لکھتا ہے بے سبب کا غد
 شاہ اسکندر ہے آباد مار و فر

بات میں ادنیٰ کو وہ اعلیٰ بنا دیتے ہیں اب
 بیہ گنگار سنا نام ترا ہے غفار
 سخن اقریب سے یہ سمجھ کے عجب بہول پڑی
 تو ہر اک شے میں ہے اور پہر ہے منہ سب سے
 منتظر ہوں نہیں آیا ہے مرایا رہنوز
 پر وہ غفلت کا مگر آنکھ میں جھپکائی
 جسے کڑھوٹتے ہو مخم وہ ہی تمہارے پاس
 ترے بغیر گزرتی نہیں ہماری رات
 مکروں کیوں میں بار بار تلاش
 وہ جو پنہان ہے سب کی آنکھوں سے
 کیا کر ذکر ہے وقت سحر خاص
 کہ کہنا نہ رہیں ہار تو اغیار سے عرض
 غفلت نہ دوں گا تم رکھے جہان میں
 کیونکر رہے نہ اُسکو ہر نسان کی احتیاط
 لازم ہے اُسکو ہووے جو دنیا میں شہنشاہ
 کیوں نہ ہوں سکے ترے نام پر محفوظ
 آرزو بس یہی شادان کی ہو کچھ اور نہیں
 و لکو سجدہ ہا ہوں میں دلدار کی متاع
 خنفل کا جسطرح سے تم کام کا نہیں

ہے شہنشاہ دکن کی بات میں ایسا اثر
 حشر میں فاش نہ پردہ ہو کہ تو ہے شکار
 ولیم تو بتا ہے پرچکوند کہا دلدار
 کہ ہوشادان کو دکھاو گیک تو اپنا دیدار
 کیوں نہ خور شہید ہو آج نمودار منوز
 تو جو ہوتا ہی نہیں خواہے ہتیار منوز
 تمہارے پاس جو ہے ہے ہی تمہارے پاس
 اگر تو جان ہماری ہے آہمارے پاس
 دل کو رہتی ہے تیری یا تلاش
 کب ملے ہے کرین ہزار تلاش
 مگر تجھ پر ہے اُسکی نظر خاص
 کیا کام دوسرے سے جو ہو یا رخسار
 رکھے عرض تو عاقل ہتیار سے عرض
 رہتی ہے باغبان کو گلستان کی احتیاط
 رکھے ہر ایک خار سے دامن کی احتیاط
 ایک میں ہی نہیں محفوظ ہے عالم محفوظ
 ہم سے محفوظ ہو تو تجھ سے ہیں ہم محفوظ
 اپنی جو ہے متاع وہ ہے یار کی متاع
 جائے ہے راگن جو بیکار کی متاع

دیکھنے میں گرچہ ہے خوشتراجی روئے چراغ
 خوب و معشوق پرشادان کا یوں تامل
 شیرین کی طبع آئی جو بیدار کی طرف
 شادان و مان بھی کیا ہے حسینو کی سخن
 اُس سے ہے باد صبا کہیں سلام عاشق
 سبکدوش کپور کہنا ہے بہتر از دین
 کس طرح سے خدا نہویہ دل
 کیوں بہشتا ہے در بدر بجا
 ہو کل کی خبر آج کیوں نہیں ممکن
 نیکی کا کوئی کام بن آیا نہیں مجھ سے
 شادان طلب یا رکچہ آسان نہیں ہے
 نہیں معلوم محکومین کہ ہوں
 تو ہی غفار ہے مجرم ہوں تیرا
 اسی بچہ بعلبین اور بندورا
 خداوند ترا فضل کرم مجھ پر کیا ہی ہو
 خدا نے دی ہے کیا تاثیر وقت صبح کو
 رعاشادان کی ہر دم ہے یہ درگاہ الہی میں
 کیوں نہ و نرات کرے خلق کی مہماری
 پروردہ چشم اٹھا دیدہ تحقیق سے دیکھ

مغز کرتی ہے پشیمان یا رہن بوجہ چراغ
 جسطرح جا پنگا دوڑ کر سوئے چراغ
 خبر عشق تھا نہ کوئی یہی فرما دی طرف
 جاتے ہیں لوگ کیوں عدم آباد کی طرف
 طوں سے دیکھے بیان کیجو پیام عاشق
 نہیں کوئی اٹھا سکتا جو پہنچا بارگردن
 دل مرا تجھ پہ ہو گیا مائل
 ہو ہدایت اگر ملے کامل
 کیا ہو نیکو ہے ہو گیا کیا کچھ نہیں معلوم
 کیا ہو گیا انجام مرا کچھ نہیں معلوم
 ہم دونوں میں کہاں اسکو تپا کچھ نہیں معلوم
 تجھے دیکھا ہے جیسے ہے خبر ہوں
 خطا کیونکر نہو آخرت ہوں
 تجھے میں دھونڈتا ایدہ ہوں
 مرے دل کا جو مطلب ہے نجی یا الہی ہو
 انہ کہتی ہے اکثر جو دعائے صبح ہو
 کہ زمیند مرے آقا کے سپر تاج شاہی ہو
 سب میں مہمان اسی کے وہ ہے حساب خانہ
 جب یگانہ وہ ہوا کوئی نہیں بگاہ نہ

<p>جدید دیکھو ہر جلوہ ترا ہے موجود ہے تو کتنا ہی سے مت مل برائی میں نہ کہہ ہرگز قدم تو ہمیں کیا کام ہے دونوں جہاں کنڈر شاہ تم دنیا میں دائم ارے شادان نہ ڈر ہرگز کسی سے</p>	<p>نہیں خالی ہر اک شے میں بھرا ہے نہ کہہ اپنی زبان سے دوسرا ہے بہلائی کر کہ آخر کو بہلا ہے ترا ملنا ہمارا مدعا ہے رہو قائم ہمارے یہ دعا ہے کسی کا کوئی ہے تیرا خدا ہے</p>
---	---

شاد۔ راجہ شن پرشاد

شاد و تخلص۔ راجہ شن پرشاد نام۔ راجہ راجایان ہمارا راجہ شن پرشاد
بہادر جی۔ سی۔ آئی۔ بی۔ بین السلطنتہ پیشکار و مدار المہام سرکار عالی خطاب ہے
آپ کے ہر راجہ شن بہادر کے فرزند اور راجہ نرندہ بہادر کے نواسہ ہیں۔ آپ کی ولادت
۱۲۸۱ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مسقط الراس شہر حیدر آباد کن ہے آپ کی تربیت
رشتہ و نہا یہاں کی ہی ہے اب ہوا میں ہوئی۔ چونکہ راجہ نرندہ بہادر لا ولد تھے۔ آپ ہی
گویا ان کے فرزند تھے۔ جد بزرگوار نے آپ کی تعلیم و تربیت کا عمدہ انتظام کر دیا۔ آپ نے
ناما کی حسن توجہ سے فارسی عربی علمائے ادیب سے پڑھی۔ دونوں زبان میں لائق
ہوئے۔ مدرسہ عالیہ میں انگریزی زبان کی تکمیل کی۔ علاوہ اس میں مرہٹی و تلنگی میں بھی
لیاقت حاصل کی۔ خوشنویسی میں بھی ماہر ہوئے۔ جب آپ نے عالم شباب میں قدم کیا
اس وقت آپ کے راجہ میں شعر گوئی و سخن سخن کا ولولہ پیدا ہوا۔ طبیعت میں منور و جلالی
مردانہ رشتہ خیر از کی طرح عروج کرتے لگی۔ زور طبیعت و جلالی خدا داد سے کلام موزون

کرنے لگے۔ جو کچھ مہرورن فرماتے تھے۔ بنجیدہ و پسندیدہ ہوتا تھا۔ ابتدا میں راجپوتوں کے
 سکین سے اصلاح لیتے تھے۔ کلام میں روز بروز شستگی و چنگلی نظر آنے لگی۔ تہوڑی ہی
 مدت میں درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ شاعری میں متعدد اساتذہ مشاہیر سے مشورہ
 فرماتے تھے آخر آپ نے اعلیٰ حضرت قدر قدرت خلد امدملکہ کی خدمت میں شاگرد کی تشریف
 اوشاعری میں تکمیل کی سند حاصل کئے سخن سنجی کے انتہائے درجہ پر جلوہ افروز ہوئے
 آپ کا کلام صوفیانہ توحید و وحدت الوجود کے بیان میں ہوتا آپ کے ہر ایک شعر کے مضموں میں
 صوفیانہ کرام و مشائخ عظام و جدو حال میں قص کرتے ہیں اور عالم خودی سے بخود
 ہوتے ہیں۔ اور اپنی ہستی کو عین ہستی سمجھتے ہیں۔ آپ صغی فی المشرّب صلح کل بندہ ہیں
 اہل اللہ و اہل کمال کے طالب ویشی و خدا طلبی کے راعب ہیں۔ آپ کے نزدیک
 اہل اسلام و اہل صننام دونوں آنکھوں کی طرح مساوی ہیں۔ ہر عین مساوات کا لحاظ
 فرماتے ہیں۔ خوش خلقی میں مجسم خلاق ہیں۔ خوش خلقی کی یہ حالت ہے کہ ہر ایک
 ادنیٰ و اعلیٰ آپ سے براہ راست مل سکتا ہے۔ ہفتہ میں یک روز آپ کا دربار بارگاہ عام
 ہے کسی طرح کی روک ٹوک نہیں ہے۔ آپ نہایت خلاق سے شہین۔ حاضرین بار
 کی تالیف قلوب فرماتے ہیں۔ جو درد مند ہو اسکو دوا سے جو محتاج ہو اسکو دینا و درم
 سے سرفراز فرماتے ہیں۔ حاجتمند کی حاجت روائی میں دریغ نہیں کرتے۔ بعض شعرا
 و مولفین آپ کے پاس گئے۔ اور آپ سے درخواست کی کہ سرکار آپ ہمارے دیوان یا رسالہ
 کی تاریخ کہہ دیجئے یا تقریظ لکھ دیجئے۔ آپ سائل کی درخواست منظور کر کے تاریخ و تقریظ
 لکھ دیتے ہیں۔ غدر و بہانہ نہیں فرماتے۔ اس امر سے آپ کی نیک نیتی و ہمدردی ثابت
 ہوتی ہے اس لئے کہ آپ نے تاریخ و تقریظ لکھنے میں دریغ نہیں کیا۔ آپ نہایت

تقریظ و تاریخ لکھ دیتے ہیں کہ میری تقریظ سے مولف کی تالیف خلافت کی نظر میں
مستقبل ہوگی۔ بیچارہ غریب فائدہ ہوگا۔ آپ علما دوست فقر پرست ہیں۔ دونوں
فریق کے ہر گونہ کو مرشد مانتے ہیں آپ انگریزی و فارسی عربی میں استعداد کامل
رکھتے ہیں۔ تجزیہ و تقریر میں بے نظیر ہیں۔ اہل زبان کے ساتھ بے کلف مکالمہ مکاتبتہ
کرتے ہیں۔ فقیر مولف نے آپ کی فارسی نظم دیکھی ہے۔ نہایت ہی درست و با محاورہ
وزگین با مزہ ہوتی ہے۔ عربی میں بھی لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ اردو ہی آپ کی اہل زبان کی طرح
صاف و شستہ ہے۔ آپ صاحب یونان میں آپ کے دونوں دیوان ایک فارسی دوسرا
اردو مطبوع ہو چکے ہیں۔ فی الحال دواوین فارسی اردو کے علاوہ آپ کا ایک دیوان
مسنی بہ خمد کہ رحمت مطبوع ہو چکا ہے۔ یہ دیوان حضرت سالت آباد صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کی نعت میں ہے۔ میں نے اس کو شروع سے آخر تک کیا۔ آپ کا کلام نعتیہ
دیکھنے اور سننے سے دل میں جوش جمال محمدی صلعم و ولولہ عشق جلال احمدی موجزن
ہوتا ہے۔ اور آتش آندوئے زیارت مدینہ آتشکدہ دل میں شعل ہوتی ہے۔ بیساختہ
دل ہی چاہتا ہے کہ سفر مدینہ کا احرام باندھنا۔ اور اوقہ شوق پر کجا وہ رکوبہ کے سفر کرنا
یہ جوش خروش ثابت کرتا ہے کہ آپ کا کلام صدق ل سے ہے۔ اور اقرار سانی بھی صدق
قلبی کا موبید ہے۔ ضرور ہے کہ ہمارا جہ صاحب ل ہیں۔ اور رموز باطنی کے عالم عامل میں
میں یہ حالت میں ہمارا جہ کو متحد کامل سے ملقب کرتا ہوں اور ہمارا جہ کا شعر تائید

من لکھتا ہوں
کافر کہو شاد کو ہے عارف صوفی
شیدائے محمد ہے وہ شیدائے مدینہ
میرت نزدیک گریخت عارف صوفی کے مقام میں عارف مل کہیں تو بیجا ہوگا۔

آپ کے ہر ایک شعر سے وحدت الوجود کے رموز نمایان ہوتے ہیں اور ہر ایک فقرہ و لفظ
 کنوز وحدانیت معرفت عیان آپ کا کلام کیا ہے۔ دیرانے معرفت ہے۔ یا بحر طبع
 حقیقت ہے۔ آپ نے مسائل تصوف و نکات تعرف کو ایسی خوبی خوش سلیوبی سے بیان کیا ہے
 گویا دریا کو کوزہ میں بہا دیا ہے۔ یا عالم کبیر کو عالم اصغر میں نمود کیا ہے۔ عالم تصوف کا خاک
 صفحہ کا غنڈہ ایسا کہیں چکا کہ جام جم کی طرح مسائل و نکات کا نقشہ دکھا دیا۔ ہر ایک طالب
 مبتدی و منتہی آسانی سے مسائل مشکلہ کو سمجھ لیتا ہے۔ ہمارے ہمارا جس کے کلام سے
 مترشح ہوتا ہے کہ آپ موحّد کامل ہیں۔ اور نہ صرف صبح کل کے سالک۔ فقرائے
 کمال کے پیر و حکمائے فلاسفہ کے قدم بقدم ہیں۔ پیر کامل کے جویا۔ کلام حق کے گویا
 رہتے ہیں۔ جہاں پاتے ہیں بمصدق خدا صفا اخذ فراتے ہیں۔ آپ قال دیکھتے
 ہیں۔ من قال سے اغماض کرتے ہیں۔ آپ کے علم و فضل کا دائرہ نہایت وسیع
 دائرہ علم میں علوم و فنون کا ذخیرہ شمار ہے آپ کو متعدد علوم خاص علم تصوف
 و تاریخ و شعر و شاعری سے دلچسپی ہے۔ باوجود کثرت مہات اہل علوم سے محاسن
 فرماتے ہیں۔ آپ کی مجلس میں اکثر علوم کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آپ ہر ایک صاحب علم و فن
 سے اُس کے مذاق کے موافق مکالمہ فرماتے ہیں۔ مثلاً طبیب کے اسباب و مرض
 و شاعر سے قافیہ و ردیف و عیوب شعریہ و محاورات فارسیہ میں اور صوفی باطنی سے
 تصوف و تعرف میں گفتگو کرتے ہیں۔ فقرے کمال خواہ اہل سواد سے خواہ
 خواہ اہل صنّام سے ہوں ہر ایک فریق کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور حسب سلیوب
 و خدمت میں دروغ نہیں کرتے۔ بعض کتاہ میں متعصب آپ پر نکتہ چینی کرتے ہیں
 میرے نزدیک آپ کی نسبت نکتہ چینی کرنا فضول ہے۔ بیفائدہ تعصبات و تابان بہرہ

خاک ڈالنا ہے۔ فقیر مولف جو کچھ لکھتا ہے مشاہدہ ہے نہ خیالی فسانہ ہے۔ اولاً نشا
 سے کام لیتا ہے تا نیا قرآن حالات سے معانی کی طرف سبقت کرتا ہوں جو کچھ
 خیال ناقص میں صورت تخیل کو ظاہری صورتِ شکلہ سے مقابل کر کے میزانِ عقل میں
 خوب تولتا ہوں جب نون میں مطابقت پاتا ہوں تب زبانِ قلم سے بیان کرتا ہوں
 اسی طرح میں نے مہاراجہ کے حالات ظاہری کو آنکھوں سے دیکھے اور کانوں سے
 سنے۔ اور انکی باطنی کیفیات کو کلامِ بلاغتِ التیام سے اخذ کیا۔ اور دیدہ و دل
 و گوشِ باطن سے خوب کہاؤنا۔ مجھے یقیناً ثابت ہوا کہ مہاراجہ صوفی مشرب
 و صلح کل مذہب ہیں۔ اکثر کوتاہ بین میری تحریر کو تملق و خوشامد پر محمول کریں گے
 اور محکوم نشانہ ملامت بنائیں گے۔ بہت نہیں کریں گے کہ فقیر کی تحریر کے مطابق مہاراج
 کے کلام اور ان کے عادات کو منصفانہ دیکھیں اگر عقل شعور سے کام لیں تو جمہور
 کبھی اعتراض نہیں کریں گے۔ اور نہ محکومِ حقارت سے دیکھیں گے۔ میں سمجھتا ہوں
 میں تملق و خوشامد سے کوسوں دور رہتا ہوں۔ گوشہ گنہگار میں بیٹھ کے دکن کے
 بزرگانِ سلف کو زندہ کرتا رہتا ہوں۔ بزرگانِ دہلی و امرائے باخیر کے حالات دیکھ کے
 تازہ دل ہوتا ہوں اور ان کے باقیات صالحات کو اس بات کی ترغیب دیتا ہوں
 کہ بزرگانِ متقدمین کی پیروی کریں اور ان کے اخلاق و عادات کو اختیار کریں
 اگرچہ فقیر موصوفے کا تفصیلی حالِ ابترہ انتظامِ ملک جلد چہارم محبوبِ سخن تذکرہ
 امر اور رائے دکن میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن یہاں ہی انتظامِ ملک
 کی بابت قدرے از کشیدہ گزارش کرتا ہوں۔ عفو و عذر

آپ حسن تدبیر رائے صاحب سے موصوف میں۔ ملکی انتظام میں ہوشیار و تجربہ کار ہیں

چست و چالاک و کار گزار میں ۱۲۹۱ھ ہجری میں راجہ بہادر کے خطاب سے سرفراز ہوئے
 اور ۱۳۱۱ھ ہجری میں موروثی خدمت پیشکاری پر ہشتا ہرہ چہ ہزار روپیہ کے محبوب ہی
 ممتاز ہوئے۔ اور وزارت فوج کی خدمت سے ہی مغز ہوئے۔ اور ۱۳۱۱ھ ہجری میں
 بتقریب جشن سالگرہ مبارکے جابان راجہ و مہاراجہ بہادر۔ ہفت ہزاری منصب پھر
 سوار و علم و تقارہ و پالکی جہاں زار۔ و چہ عدد جواہر سے سربلند ہوئے۔ اور آپ کو جاگیر
 میں دیوانی و فوجداری کا کامل اختیار ملا۔ اور ناناکے تمام جاگیرت پر وراثتہ قابض
 و متصرف ہوئے۔ نواب سر وقار الامر مرحوم مدار المہام کے رخصت کے وقت منصفانہ
 اپنے وزارت کا کام عمدہ طرح انجام فرمایا تھا۔ چونکہ آپ کی ذات بابرکات میں ملک کی
 اطاعت و تابعداری فطرۃً متکلف ہے کبھی طاعت کے دائرہ سے قدم باہر نہیں کیا
 آپ کی تابعداری و اطاعت اعلیٰ حضرت قدر قدرت خداوند ملک کے دل مبارک پر
 موثر مثل نقش کا لچھ ہوئی۔ جب ۱۳۱۹ھ ہجری میں وقار الامر بہادر مرحوم نے حضرت
 علی اعلیٰ حضرت نے آپ کو دس تاریخ جمادی الاول سنہ مذکورہ میں بموجب حکم مندرجہ
 ذیل منصرم مدار المہام فرمایا۔ پھر آپ ۱۳۲۰ھ ہجری میں حسب حکم اعلیٰ حضرت مستقل فرما
 ہوئے۔ آپ منصرمی کے زمانہ میں وزارت کا کام نہایت خوبی سے انجام دیتے
 ملک کی سرسبزی و رعایا کی بہتری میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ آپ نے بموجب
 حکم اعلیٰ حضرت تابعداری و فرمانبرداری میں مصروف نہیں کیا۔ آپ کو ایک ہی طاعت
 و رعایا کی رعایت کی برکت سے قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور آپ کے بیٹے

کی شہرت عالمگیر ہو رہی ہے۔ اللہم زد و فزد

نقل حکام سرکار عالی نظام خلدیہ

چونکہ نواب قارا لار بہادر نے چھ ماہ کی رخصت بلاتخواہ کی درخواست کی رہے
 اور خدمت مدار المہامی سے اپنی سبکدوشی چاہی ہے۔ لہذا بذریعہ ہذا وہ بے عطا
 رخصت ششماہ بلاتخواہ سبکدوش کئے گئے۔ انکی جگہ پر مہاراجہ ششماہ بہادر
 بالفعل بامہوار موجودہ امتحانات حکم تانی پیشکار و منصرم مدار المہامی مقرر کئے گئے مین
 چنانچہ مہاراجہ بہادر پندرہ مہینہ تک خدمت مدار المہامی کو منصرمانہ عمدہ طرح سے
 انجام دیتے رہے اور اس منصرمی حالت میں حضرت اقدس اعلیٰ کی فرمائنداری و رعایت
 ذرہ برابر فریق نہیں کیا۔ اور داگستری و رعایا پروری میں استعداد و مہرگرم ہے۔ وقتاً
 فوقتاً رعایا کی بہتری و ملک کی آبادی میں دلسوزی و عرق ریزی فرماتے رہے ہیں
 آپ کی عرق ریزی و دلسوزی و رجہ مقبولیت کو پہنچی یعنی آپ ۲۶ رجب ۱۲۸۲ ہجری
 میں حسب فرمان واجب الان اعلیٰ حضرت قدر قدرت خلد اسد ملکہ عہدہ وزارت
 پر مستقل ہو گئے۔ چنانچہ تب تک مدار المہامی کی خدمت پر مقرر مین۔ مہات مدار المہامی
 کو نہایت دیانت و امانت کے ساتھ انجام دیتے رہے مین۔ اعلیٰ حضرت قدر قدرت
 اسی فرمان استقلال میں فرماتے مین۔ ؟ مجھے کامل اطمینان ہو گیا ہے کہ آئندہ بھی
 ایسا ہی بلکہ اس سے بہتر اہم فرائض کو ادا کر کے اپنے کو میری خوشنودی کا مورد
 بناتے رہیں گے لہذا میں آپ کو میری ریاست کے عہدہ مدار المہامی پر باضابطہ
 طور سے مستقل کیا چاہتا ہوں اور بالکل یقین کے ساتھ یہ سید کرتا ہوں کہ آپ
 اسکا شکریہ صدق و وفاداری کے ساتھ میری ریاست رعایا کی ترقی و بہبود کے
 کاموں میں مصروف رہ کر ہمیشہ عملاً ادا کرتے رہیں گے انتہی خلاصہ احکامات
 اعلیٰ حضرت قدر قدرت بندگان عالی متعالی مذللہ العالی۔

پہر علی حضرت نے آپ کو بروز عید الضحیٰ ۳۲ ہجری میں یمن میں سلطنت خطاب سے فرما دیا
 آپ کو علی حضرت خلد املاکہ کے ساتھ خادمانہ سازمندی و وفاداری حاصل ہے
 آپ ہمیشہ دانت و امانت کیساتھ خدمت عمار الہامی کا کام ادا کرنا اور ملک و عایا کی بادی
 و بہبودی کا خیال رکھنا مد نظر رکھتے ہیں۔ علم دوست و ہنر پرور اور غریب پرست
 و داد گر ہیں۔ اخلاق و سیر میں برا مکہ سے کم نہیں ہیں۔ آبا و اجداد کے طریقہ پر قدم
 چلتے ہیں۔ آپ میں اکثر صفات مہاراجہ چند و لعل بہادر کے پائے جاتے ہیں۔ آپ کو
 دیکھنے سے مہاراجہ مرحوم یاد آہی جاتے ہیں۔ کیونکہ انہوں اسی درخت کے پودے
 ہیں اور اسی چرنج کی روشنی میں۔ شاعری میں اگرچہ مہاراجہ مرحوم کے قائم مقام ہیں
 لیکن آپ کے پاس شعرائے مشابہ کا مجمع نہیں ہے۔ مہاراجہ کے دیار میں اکثر شعرائے
 نامور صاحبین کے زمرہ میں داخل تھے۔ مہاراجہ بہادر متوفی کی زیرپاشی سجد و بشمار تھی
 فی زمانہ اس زیریری کا عشر عشیر ہی نہیں ہے۔ جو کچھ ہے غنیمت ہے۔ اب میں
 یہاں آپ کے بوارق طبع و نتائج فکر بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں

میں اشعار الہندی

<p>یار ب ترے جید کج جلوہ کہاں نہ تھا بس آتھے اکیلے کوئی اور وان نہ تھا سجدے کے لائق اور کوئی آستان نہ تھا خلوت تھی کوئی اور دکان سہجان نہ تھا اسلام کا جہان میں میلے نشان نہ تھا</p>	<p>عرش عظیم پر کہ تیرا آسمان نہ تھا معراج میں حضور ہو جبکہ باریاب احمد کے در پہ اس لئے میں جبہ سارما معراج میں حضور جو مدعو خدا تھے حضرت کے دم قدم سے یہ لائق بڑھی ہے</p>
--	---

<p> سازگار اپنا زانا ہو گیا دفن شیرب میں ہوا لاشہ مرا بت پرستی اب کہاں باقی ہی کفر چوڑا پی کے مے تو حید کی جنکو کہتے ہیں محمد وہ ہیں اپنے سلطان کیون نہیں روختہ قدس کی تیرا بتی نعت گوئی کا شرف ہم کو خدا نے بخشا آپ ہی کے نام میں شمس الضحیٰ بدر الدجی کچھ تو بیچارہ جدائی کو تسلی چاہئے یا نبی صل علی صل علی صل علی شاد ہے اک عمر سے امیدوار پائیوس میں دور ہوں مدینے سے فریاد یا نصیب تو اور مدینے جائے زہے طالع بلند میرے الی امے مولا کر سلطان عرب لاکھوں مبعوث پیہر ہو اس عالم میں بلغامان گئے سائے بلاغت کو تیری ہندئی روئی مئی مئی مدنی سب اک شاد سوئے طیبہ مجھے بلو امین آپ ارنی کہنے کی طاقت نہ رہی </p>	<p> ہند سے طیبہ کو جانا ہو گیا اب مسافر کا ٹھکانا ہو گیا اُسکو چوڑے اک زانا ہو گیا رنگ شاداب عاشقانہ ہو گیا جبکو کہتے ہیں مدینہ وہ ہے کشور اپنا کیون بگڑ جاتا ہے بن بن کے مقدر اپنا اوج پر بخت ہے یا ور ہے مقدر اپنا آپ ہی کا ہے لقب خیر البشر یا مصطفیٰ خواب ہی میں لیجئے آکر خیر یا مصطفیٰ ورد میرا ہے ہی آٹھوں پہریا مصطفیٰ حال پر اسکے ہو رحمت کی نظریا مصطفیٰ اتک حضور میں نہوئی یاد یا نصیب مقبول شاد تیری ہو فریاد یا نصیب میرے محبوب خلیا سے بنی جان عرب کون حضرت سامواشان عجم جان عرب اور قافل میں حصا کے نصیحاں عرب جان دل سے ہیں مطیع شہنشاں عرب یا کہی خواب ہی میں آئیں آپ اب تو خادم کو نہ ترسائیں آپ </p>
--	---

کیا کرے یکے جو ہو عاشق حضرت ^{ولہ} جنیت
 کیا کریں یکے مکان گرنے لے ہمو کمین
 جسکو حاصل ہو مدینے کی زیارت یل
 بیشک شہادہ گوشتے مین اللہ اللہ ^{ولہ}
 یا نبی بچین ہو ہز زیارت الغیاث
 آپ ہی کا ہے وسیلہ عاصیوں کی واسطے
 کہتے ہیں اکثر مسلمان مجھکو کا فریا نبی ^ق
 میرا سلاک رہے اور انکا مذہب اور ہے
 کیا تم سے کہوں راز کہ کیا تھا شب معراج ^{ولہ}
 کہتے ہیں احد کسکو کسے کہتے ہیں احد
 خود ذات ہی تھی احد و محمود و محمد
 اک قرب نوافل ہے دگر قرب فرض
 ارواح کا اجماع تھا افلاک پہ اس شب
 عاشق مجھے احد کا نہیں کہتے مسلمان
 بطحی کو جانیگے لئے ہے تیری کیا صلاح ^{ولہ}
 درکار خیر حاجت پہ سچ استخارہ نیست
 سوئے بدینہ کہینچ رہا ہے یہ جذبہ ق
 پیرمخان سے چلکے کرو شا و مشورہ
 اللہ کا دربار ہے دربار محمد ^{ولہ}

واعظ تیرے لئے ہے یہ غنیمت جنت
 کہ نہیں طالب الی کو یہ دولت جنت
 اسطاعت کے عوض ہوگی غنا جنیت
 مل ہی جائیگی تمہیں روز قیامت جنیت ^{ولہ}
 مہراج معرفت ماہ رسالت الغیاث
 الغیاث اے شافع روز قیامت الغیاث
 مجھپہ تمہے ہر تے مین اہل شریعت الغیاث ^ق
 کیا یہ جانیں گے بہلا رضر طریقت الغیاث ^{ولہ}
 تھا عرش پر وحدت کا تماشائے معراج
 عالم یہ ہوا حل یہ معاشائے معراج
 آئینہ عرفان مین جو دیکھا شمع معراج
 یہ دونوں کئے و نون ہو کجا شمع معراج
 وحدت مین تھا اکثر کا تماشائے معراج
 دے آگے گواہی تو خدا را شب معراج
 اسے یہ قرار دل تو خدا را بتا صلاح ^{ولہ}
 واعظ سے جا کے کیا نہیں پوچھتا صلاح
 ایدل بتا تو کوئی ہی بہر خدا صلاح
 مجھکو یقین ہے کہ وہ دیکھا حیا صلاح
 اعلیٰ سے ہی اعلیٰ سب سے بڑا رشتہ ^{ولہ}

مین پہول اسی باغ کے رب فرو مومن
 جو بندے مین خاص ہی جانتے مین کچھ
 رضائے خدا ہے رضائے محمد
 کہلا عقدہ قرب نوافل کا دلیر
 وجود ایک بت ہو جب تو پہر کیا
 یا محمد ہے غم الفت لذیذ
 دیکھنے والے جو مین صورت تری
 چاہنے والوں کو تیرے یا حبیب
 افسوس یہ فقیر سو شاہ زمیں سے دور
 عاشق ہے شمع روئے محمد کا دل مرا
 جب مین نے کہہ دیا کہ تمہارا غلام ہوں
 پہونچوں گا جب پینے تو مصرع پڑھو گا یہ
 نبوت کو ہے جیسے حضرت پہ ناز
 تجھے چارہ ساز می پہ ہے چارہ ساز
 جز عشق اور کیا ہے دل مبتلا کے پاس
 کہتا ہے بار بار یہی جہہ سے شوق دید
 عقدہ نہیں کہلا شنب معراج کا مین
 دلدارہ ہوں مین جھکو ہے دلدار کی تلاش
 پایا ہے جسکو مین سے جانتا ہوں

یہ گلشن ایجاد ہے گلزار محمد
 ہر کوئی نہیں جانتا اسرار محمد
 شنائے خدا ہے شنائے محمد
 صدائے خدا ہے صدائے محمد
 لقاے خدا ہے لقاے محمد
 تیرے سودا کی کو ہے وحشت لذیذ
 انکو ہر دم ہے فقط حیرت لذیذ
 ہونہ کیونکر عشق کی دولت لذیذ
 بلبل یہ ہے شمع کہ ہے وہ چمن سے دور
 پروانہ ہو کے جیف ہے انجمن سے دور
 ہو جاؤ گا بہلا مین کب اپنے سخن سے دور
 نزدیک مین وطن ہے مگر ہوں دکن سے دور
 مجھے آپ کی ہے محبت پہ ناز
 مرے دل کو ہے درد الفت پہ ناز
 رہتی ہے اپنی جان رسول خدا کے پاس
 اٹھو چلو دینے کو اب مصطفیٰ کے پاس
 فرایا کیا خدا نے نبی کو بلا کے پاس
 مشتاق کو ہے احمد مختار کی تلاش
 تھی اک زمانہ سے اسی سرکار کی تلاش

مرے نامے میں ہو یا بستر خاص
 جہاں بیوے و بہن بستر جایا
 خیالِ طیبہ میں خود رفتہ ہونا
 نہ کیوں ہوں ذکر میں مصروف طائر
 دل کو ہے روئے پیمبر سے غرض
 دولتِ عشق نبی و رکار ہے
 دل کو اپنے یادِ حضرت سے ہے کام
 ہجر میں رکھتا ہے دل رو نہاں ارتباط
 گلشنِ طیبہ سے میری روح یوں نفوس ہے
 یادِ احمد کیوں نہ آئے میرے دل میں بار بار
 پند تیری سنون میں کیا واعظ
 ذکرِ حور و قصور تا بجز
 ہے جو مطلوب منزل مقصود
 کیا کرے لیکے تیری جنت کو
 قصدِ طوفِ مزارِ اقدس ہے
 شوقِ پاؤں سے کہتا ہے کہ چل شیر کو
 آپ نے سکو بلا یا نہ کیا یا د مجھے
 پہلے تھے مرے اعمال سونا ر مجھے
 نعل کے باغ لگاتا میں ہزاروں کشاد

کہ رہیں شاہِ دین مجھ پر نظر خاص
 فقیر وں کا نہیں ہے کوئی گہر خاص
 یہ ہے عشاقِ احمد کا سفر خاص
 کہ سب وقتوں میں ہے وقتِ سحر خاص
 آئینے کو ہے سکندر سے غرض
 مال سے کیا کام کیا زر سے غرض
 لب کو اپنے ذکرِ سرور سے غرض
 آنکھ کو ہے زبانی و فغان سے ارتباط
 جیسے ہو بلبل کو اپنے آشیان سے ارتباط
 جو ملک میں ہے اسکو لازم ہے مکان سے ارتباط
 ہے صحبتِ مریم غذا واعظ
 وصفِ محبوب کچھ نہ واعظ
 لے مدینہ کا راستہ واعظ
 درِ محبوب کا گدا واعظ
 اس میں ہے رائے تیری کیا واعظ
 کیا کروں بس نہیں چلتا کہ خوشمت مانع
 ہوگی اس میں کوئی اسد کی حکمت مانع
 ہو گئی دوڑ کے اللہ کی رحمت مانع
 مجھ کو ہوتی نہ اگر تنگی و نیست مانع

جو حضرت نے محبت کا دیا دافع
خیال روئے احمد کا ہے یہ فیض
یہ بودینے لگا عشق بنی کی
جب آ یا ہلکو طیبہ کا چمن یاد
ہے آپکی جو گرمی بازار ہر طرف
کو چہ بنی کا یاد جو آتا ہے بار بار
قیدی تو بیشمار میں زنجیر ایک ہے
دیوانہ وار پہرتے میں عشاق رات دن
کہہ ہی تپان ہے کہہ ہی شکبار ہے عاشق
صبایہ اس شہ جو بی سے عرض کر دینا
خدا کرے کہ ہو میری طلب دینے سے
وہ شہسوار عرب میں وہ تاجدار عجم
رنج و غم دروالم دلیہ اٹھائیں کنتک
دیکھتے وہ مجھے شکل اپنی دکھائیں کنتک
اسے فلک روکنے تو کو چہ احمد سمین
دیتا جو روز اک مجھے پروردگار دل
سے شہسوار عرصہ طیبہ تیرے سوا
پروا نہیں اگر نہیں کوئی شریک حال
ملتی مجھے جو دولت وید از جو ہاں

میں سمجھا ہے چراغ مدعا دافع
چمک کر مہر انور بنگیا دافع
رہے یارب سدا پہولا پہلا دافع
ملا اسے ثنا و دلکواک نیا دافع
یوسف کے پہرے میں خریدار ہر طرف
پیش نظر ہے خلد کا گلزار ہر طرف
زلف رسول کے پن گرفتار ہر طرف
بہر تلاش احمد سختار ہر طرف
تمہارے واسطے کیا بقرار ہے عاشق
نگاہ لطف کا اسید وار ہے عاشق
اسی خیال میں لیل نہار ہے عاشق
خدا گناہ کا جکے شکار ہے عاشق
ہجرت میں آپکے ہم شور مچائیں کنتک
میری بگڑی ہوئی قسمت کو بایں کنتک
طالب یار میں جنت میں نجا میں کنتک
کر تا خوشی سے میں شہ دین پر تار دل
کسکے خدا گناہ کا ہوتا شکار دل
میں غمگار دل ہوں مرا غمگار دل
ہوتا نہ اس طرح سے مرا بقرار دل

فرقت کے صلے میں کنگا اٹھائیں ہم
اپنی نظر میں جو ہے تعین ہے شان ہے
کحل البصر ہے خاک مدینے کی ایصبا
ہو بخت ساز گار تو پہر و کیئے کا لطف
یا محمد کی ہم اس پہ صدا دیتے ہیں
ہو کے محتاج جو آتا ہے حضور کی
دستگیری وہ کیا کرتے ہیں مجھ پیکس کی
بخشواتے ہیں گنگا کو اسد سے وہ
جسکو ہم بے شک مدنی کہتے ہیں
اسکے دھوکے میں آنا نہ لگانا دل کو
شاو کو طفر سے کہتے ہیں سلمان کا فر
پیمر وں میں کی ایسا آفتاب نہیں
نبی کے عشق میں جس نے موت پائی ہو
ہاتھ آجائے جو محشر میں تمہارا دن
بہر و باد امن امید کو میرے سے نثار
پیش جب بہ شفاعت کریں احمد کو
مشغلہ نعت نبی کا ہے مجھے شکر خدا
نزوت و جاہ و مراتب کی کسے خوش ہے
خادمِ غوث بھی ہوں اور غلامِ خواجہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

جی میں ٹہنی ہے یہ کہ مدنی کو جائیں ہم
کسطح ایسے ان کو ظاہر میں لائیں ہم
لاوے ذرا کہ انکو ہمیں اسکو لگائیں ہم
چلکر مدینے حال سب اپنا سائیں ہم
حاضری اپنی انہیں روز سائے میں
دو جہان سے وہ غنی اسکو بنا دیتے ہیں
میری کشتی کو وہی پار لگا دیتے ہیں
شان یوں اپنی کریسی کی کہا دیتے ہیں
اہل جنت سے سر چینی کہتے ہیں
اہل دانش سے دنیائے دنی کہتے ہیں
اسے بہتان اسے طعنہ دنی کہتے ہیں
حضور احمد مختار کا جواب نہیں
لجھ میں سکے لئے عیش ہے عذاب نہیں
مجھ گنگا کو ہو جائے سہارا دین
رو بہر و آپ کے جوق پیارا دین
میرا اللہ کر گانا کہہی رو مجھ کو
بعد مدت کے یہ ہاتھ آیا ہے مقصد مجھ کو
جی کافی ہے کہ ہے انت احمد مجھ کو
میرے مولائے دیار تہجد مجھ کو

تری ذات ایک ہے یا خدا ترشی شان جل جلالہ
 تو کہیم بھی تو رحیم ہی تو عزیز ہے تو مغرب بھی ہے
 اس نل میں ہے مد سے تمنا کے مدینہ
 زائد کو ہے جنت کی تمنا تو مبارک
 پتھر پڑیں اس نل پہ وہ پتھر سے ہے بدتر
 کس طرح سے سر سبز نہو مزرع امید
 اپنی خودی کو کہو کے اُسے پایا آپ میں
 صل علی نہ کیوں کہیں احمد کے نام پر
 احمد کے سوا عشق کسی کا نکرین گے
 دیتا ہے مرہ عشق محمد میں تڑپنا
 مومن نہیں کہتے نہ کہیں لوگ ہمیں شاد
 مدینہ ہی خداوند اعجب پر نور بستی ہے
 ترے رتبہ میں کس کو دخل ہے کیا کوئی دم مارے
 تاج لولاک ہے شایان رسول عربی
 انبیا مجتبیٰ ہیں آپ کے بھی شافع ہو گئے
 بانع احمد کے ہیں دو پہول حسین حسن
 محمد پہ دل اپنا شیدا ہوا ہے
 خداوند عالم ہے حطرح واحد
 فقط نصیب گونی سے اے شاد تجھ کو

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

نہیں تجھ سے گونی دوسرا ترشی شان جل جلالہ
 ترے نام پر دل جان ترشی شان جل جلالہ
 یارب کہی مجھ کو بھی نظر آئے مدینہ
 ہلکو ہی حسرت ہے کہ ملجائے مدینہ
 جس لمین نہو شوق تمنا کے مدینہ
 دیکھوں جو کہی گنبدِ خضر کے مدینہ
 یہ سیر کی ہے آکے عدم سے وجود کی
 پڑھنے کی ہے جگہ تو یہی ہے درد کی
 ہم عاشق صادق ہیں تو ایسا نکرینگے
 اس رد کا نہ ہمارا مدد اوانہ کرینگے
 کافر ہی کہے کوئی تو پروا نکرینگے
 جہاں ہر وقت و ہر دم جی حیرت برستی ہے
 جو محبوب کا رتبہ پائے کسی ہستی ہے
 پر تو شان خدا شانِ رسول عربی
 سب کے سب مانینگے احسانِ رسولِ عزیزی
 یہی دو میں گل وریحانِ رسولِ عربی
 تارہ نصیب کا چمکا ہوا ہے
 حبیب خدا بھی تو یکتا ہوا ہے
 یہ عزت ملی ہے یہ رتبا ہوا ہے

شہید مولوی غلام امام

شہید تخلص۔ غلام امام نام۔ آپ شاہ غلام محمد مرحوم کے فرزند ہیں آپ کے والد ماجد
 شاہ میر شاخ سے تھے۔ آپ کا وطن اصلی قصبہ امیٹی ضلع لکھنؤ ہے۔ آپ سن شعور کے ابتدا
 میں کسب علوم کی طرف متوجہ ہوئے۔ کتب متداولہ درسیہ مولوی حیدر علی صاحب فیض آبادی
 مولف انتہائی کلام کی خدمت میں تحصیل کیں۔ اور زبان فارسی میں بھی استعداد کامل
 پیدا کی۔ شعر گوئی میں ابتداء مرزا قتیل مصحفی و شیخ غلام مینا ساحر سے اصلاح لیتے رہے
 آغا سید سہیل نذرانی سے فن شاعری میں تعلیم کامل پائی۔ آپ کی طبیعت برق خشان
 تھی آغا سید محمد اصفہانی و میرزا اطلاق کمرانی کے ہم طرح و ہم سر تھے۔ ہر شاعرہ میں ان
 معاصر میدان سبقت میں بڑھ جاتے تھے۔ آپ مدح حضرت سالتاب حاجی سیالند
 و عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اکثر آپ کے قصائد و غزلیات نعت و حمد میں
 مشہور و معروف ہیں۔ اور رسائل میلاد شریف بھی متداول میں آپ کے قصائد نعتیہ
 مضامین شیریں و معانی رنگین میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں ہر ایک شاعر سے خوبی و خوش
 اسلوبی مترشح ہوتی ہے اور ہر ایک لفظ و فقرہ سے تازگی و شادابی واضح علاوہ آپ
 آپ کا کلام نہایت درد آمیز و رقت انگیز ہوتا ہے کہ عاشقان جمال محمدی کے سننے سے
 وجد و حال میں نیم سہل کی طرح پھرتے ہیں اور ماہی بے آب کی مثل تڑپتے ہیں۔ کلام
 پر تاثیر شیعہ یگان محمدی کے قلوب پر موثر ہوتا ہے ہر ایک لم بخود می میں سہا بنہ و محمد
 و احمد چلاتا ہے۔ مجلس میلاد میں آپ کے قصائد خوانی سے وہ اثر ہوتا ہے کہ سامعین سے
 بیدل و خود می سے بخود ہو جاتے ہیں۔ آپ لا آباد میں عہدہ پیشکاری صدر نظام پر

امور تھے۔ تقریباً بیس بائیس سال تک مدت موقوفہ کا کام عمدہ طرح سے ادا کرتے تھے۔ حکام وقت آپ کے کام سے بہت خوش تھے۔ آپ کی عزت و آبرو کرتے تھے۔ آپ حالت ملازمت میں بھی کثر مجلس میلاد منعقد فرماتے تھے۔ اور مجلس میں عمدہ عمدہ کہانے اور اقسام کے حلوسے دیتا کرتے تھے۔ بزرگان کرام و فقرا و عباد و اجناس کو مدعو فرماتے تھے۔ اور مجلس میں خود قصائد نعتیہ کو نہایت خوش انداز می سے پڑھتے تھے۔ آپ کے پڑھنے سے مجلس میں حیرت کا عالم قائم ہو جاتا تھا۔

نواب محلی لدولہ بہادر جو شیدائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے رسائل میلاد و کلام نعتیہ کو دیکھ کر آپ کے دبدار کے متناق ہوئے۔ ایک نثر روپیہ درہا پہنچے شہر حیدرآباد دکن میں بلائے۔ آپ حسب طلب نواب صوف نوکری ترک کر کے شہر میں آئے۔ معزز و مکرم ہوئے۔ مگر عالی نظام چار سو تیس روپیہ ماہانہ بلاشبہ ط خدمت مقرر ہوا۔ شہر میں نہایت آرام و آسائش سے زندگی بسر کرتے رہے۔ جب تک دکن سے حریم شریفین گئے۔ اس وقت کہ گریہ داری پرشاد باقی نے زاد و راہ اپنے جیب خاص سے عطا فرمایا۔ اور نواب سالار جنگ حوم نے بھی پانسو روپیہ اعانت کی آپ حریم میں پہنچ گئے۔ وہاں مجالس میلاد متعدد و مراتب مکہ و مدینہ میں منعقد فرمائے۔ لکھنؤ و آگرہ و مراد آباد و رام پور والہ آباد و حیدرآباد وغیرہ میں آپ کے عزیزین تقریباً ہزار سے زیادہ تھے۔ نواب سہ سالار جنگ حوم و نواب کلب علی خان الی رام پور و سعید عالم خان رئیس سورت آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ آخر سہ ہجری میں بہشت برین روانہ ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے رسائل دیوان نعتیہ متداول و معروف ہیں۔ میں نہیں سائل دیوان چند اشعار تبرکاً بذیہ

ناظرین کرتا ہوں حوہ کا

بخشد شکر بکام معانی بیان ما
 بسکہ از نقش و نگینی گشته تہی سینہ ما
 چون بوئے گل بدوش کس نیست بار ما
 نباشد از زناکت تاب جان طبع عالی ما
 در آغوش تصور میکشم ساق ترا ہر دم
 غیرت عاشقی بہین رشک نگر خدائی ما
 خستہ دلان تو ہر طرف منتظرند نصف
 آن شوخ شنگار بہاست و بہانیت ما
 گر زندہ کند گاہ کثرت خستہ دلان را
 در لابی کز شمع دلکش گرفت و رفت ما
 شمیم زلف تو در آستین صبا درخت
 چو نافہ بود نہان بوئے زلف بوی بدم
 جنا بران کف پابستہ بخون جگر
 مرا بگوشتہ ابرو سلام کرد و نکرد
 مرا بگوشتہ چشمی ز ناز و پید و ندید
 بر درش دیدم دل خود را بسوئے من دید
 وقت پیری شد لقائے آن بت سحرش
 جان وقف سہ راہ کسے کردم رفتم

گو یا زبان تو بود اندر دمان ما
 عکس ما نیز نگین در آئینہ ما
 بردامن صبا نہ نشنید غبار ما
 حباب ز آب پارسا زد جام خالی ما
 فروزان می کنم زین شمع فانوس خالی را
 ساید نیافریدہ اند آن قد دلربائی را
 رخصت کی نظر آ رہ دہ ز گیسو سائی را
 چون عکس کز آئینہ جداست و جدانیت
 طرز نگہش حکم قضا است و قضائیت
 سہ گرم عشوہ آید و آتش گرفت و رفت
 تبسم و ہنست غنچہ در قبا و زوید
 نسیم صبح نمیدانم از کجا و زوید
 شہید دست تو مضمون پیش پا و زوید
 وزان دو چشم سنجگو کلام کرد و نکرد
 بہ نیم جرعه سیمہ جام کرد و نکرد
 بسکہ مصر و فتن شغل بوسچیدن یا فتن
 چون کمان پا بوسی تیر از خمیدن یا فتن
 بہمپایہ بانگ جرسے کردم رفتم

میرفت سحر قافلہ بوئے بہار ان گلبانگ زدم بر قدم جان چو سپند صد شکر کہ صید ملک الموت گشتم ہر جا کہ از ان لعل شکر خاں سخن رفت	من تیر چو شبنم ہو سے کردم و رفتم خوش ہوتے ہم نفسے کردم و رفتم جانرا ہدف تیر کسے کردم و رفتم پرواز بہاں کسے کردم و رفتم
---	---

شہید - میر محمد علی خان دہلوی

شہید تخلص - میر محمد علی خان نام - آپ سید جعفر علی خان بہادر کے فرزند
دہلند میں آپ کے والد ماجد کے جد بزرگوار سید نواز شاہ علی خان کا حبشی سلسلہ نواب
سہیل خان بہادر دلاور جنگ سب زلال دولہ مبارز الملک صوبہ اتر گجرات سے منتقل ہوئے
محمد شاہی مراد میں تھے۔ جاگیر و انعام سے سہیل خان میر محمد علی خان کی لادت شہر دہلی
میں واقع ہوئی۔ اور دہلی کی سر زمین میں تربیت و تعلیم پائی۔ علوم و ہنر میں
حاصل کر کے فن شاعری و انشا پر داری کی طرف متوجہ ہوئے۔ چند ہی مدت
میں کامل ہو گئے۔ آپ کو حضرت شاہ نصیر دہلوی مغفور سے تلمذ تھا۔ علاوہ علوم
عربیہ و شاعری و رمل و عملیات میں بھی مہارت کا مل رہے تھے۔ فارسی میں ناظم
و ناظر تھے۔ آپ کی شہر مشیانیہ فاضلانہ و نظم شاعرانہ شیریں و رنگین ہوتی تھی۔
نقاد ان سخن کو آپ کے کلام بلاغت انجام سے لطف مزہ حاصل ہوتا تھا۔ اور
آپ فارسی وارد و زبان میں بھی کلام موزون فرماتے تھے۔ آپ کے اشعار نہایت ہی
سنجیدہ و جربہ ہوتے ہیں ہر ایک کا مضمون نازک خیالی شیریں مقالی سے ملبوس
کوئی شعر نیرکت لطافت سے خالی نہیں آپ کے جملات و فقرات گویا شکر پائے

ناظرین و سامعین کو دیکھنے و سننے سے حلاوت تازہ و لذت بے اندازہ ہند ہوتی ہے
 آپ طن میں مثال اقران میں لائق و فائق مانے جاتے تھے۔ آپ بخشش و بخش
 ہند سے حیدر آباد دکن میں آئے اس وقت نواب سکندر جاہان شاہ کا آخر عہد تھا۔ باگاہ سکندر
 میں باریابو کے اہل مناسبت کے سلسلہ میں منصب سب پر مقرر ہوئے غفران منزل
 نواب ناصر الدولہ بہادر کی خدمت میں معین ہوئے جبکہ کتبہ ہجری میں سکندر جاہ
 بہادر بہشت برین روانہ ہوئے۔ اور نواب صرالدولہ بہادر میں نشین ہوئے تو
 نواب صرالدولہ بہادر نے آپ کو خلعت خطاب میرالشعرا و اضافہ منصب مقرر فرمایا
 آپ تاجر زندگی عہدہ منصب ہی پر معزز و مکرم رہے آخر آپ نے ۱۲۹۲ ہجری میں اس
 دار فناء سے عالم بقا کی طرف حلت کی۔ آپ خوش خلاق و نیرنگان سلف کی طرح وضع
 و خاکساری کے پابند تھے۔

من اشعارہ الفارسی

ساقیا معجزہ حضرت موسی داری	ساغر بادہ کبف چون ید بیضا داری
ایدل ندیشہ آن زلف چلیپا داری	در سرخویش ندانم کہ چہ سودا داری
ایدل از دماغ چو طاؤس تماشا داری	نہ مبروغ نہ اندیشہ صحرا داری
نعل و میخ است ز کفش تو عالم انجم	آسمان و گری زیر کف پا داری
غمرہ و عشوہ و انداز واد و آنے	چشم بد و رو کہ در خود ہمہ کجا داری
دل من شاد کہ چون تو گل و عباد ام	وقت تو خوش کہ چو من بلبل شیدا داری
تاز لب حرف زنی مرد ما صد سالہ زید	کہن ہر زندہ کہ اعجاز سیجا داری
بسرانغ کمرش نیست نشانت ایدل	گوشہ گیری بچیان شہرت غنقا داری

لبا ظہار تو چون غنچہ نہ از ہم و شد
نظر آنجا کہ قند باد و گرد و درخشم
کم ز فروائے قیامت نبود و دایت
دل صد بارہ ام لبثہ گلو گیر تو شد
بخجہ کردی دل مجروح مرا ز ترکان
روئے تو روشن و آوینہ در در گوشت
اسے شہید از مے عشق است ترا مدہوشی

ایدل غمزہ آخر چہ تمنا داری
ہیچو آئینہ چہ و لچب سر لاداری
کہ بفروا متعلق پس فردا داری
نہ حایل بجلو از گل حمرا داری
ہنرت بہ کہ کف سوزن عیسا داری
جلوہ حسن مہ و عقد شرابا داری
نہ غم دین و نہ اندیشہ دنیا داری

من اشعارہ الہندی

ما نگ خورشید رو کے خط جو پیدا ہو گیا
کیا کمال انسان میں تھا عشق کی تاثیر سے
کہ اکو سایہ بال ہمارے کیا مطلب
مریض عشق کو دار الشفا سے کیا مطلب
وصل ہے زلف رخ یار میں اب
جو دیر لگتی ہے صاحب ہے انہیں
تو کس لئے مرے در پہ مچھے ایسیا د
پان کہا کر ہوشیہ دکھلانے لگے
نہ فکر نہ کی نہ پروائے مال جاہ رہی
سیاہ بختی و مجنون خوشی کی لیلی کو
شہید فکر کرو ورنہ آگے مشکل ہے

دن دے ظلمات کا موجود رہتا ہو گیا
سجدہ گاہ عرشیاں مٹی کا پتلا ہو گیا
درخت خشک کو نشو و نما سے کیا مطلب
ہمارے درد کو عیسیٰ دوا سے کیا مطلب
ربط ہے کافرو دیندار میں اب
تو باقی کچھ نہیں رہتا ہے جان جانہیں
حصول کیا تجھے اکشت پر کے پانیہیں
میں شہید اور رنگ تم لانے لگے
فقط قطارہ یوسف لقا کی چاہ رہی
بنا کے آپ ہی اک خیمہ سیاہ رہی
جو ایسا عشق رہا اور ایسی چاہ رہی

شہیر حکیم محمد عبداللہ خان صاحب

شہیر تخلص۔ محمد عبداللہ خان صاحب نام۔ آپ حکیم اللہ خان کے خلف المصدق ہیں۔ آپ کے بزرگ خوانین بہکڑ سے ہیں ملازمت کی وجہ سے ناگورین آئے۔ اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کی ولادت ناگورین واقع ہوئی تھی اسوجہ سے ناگوری کہلاتے ہیں۔ ناگور سے برارین آئے۔ اور برارین متوطن ہوئے۔ اور اسی ملک میں فضا کے خاندان کی لڑکی سے شادی کر لی۔ آپ کی ولادت برارین واقع ہوئی اور نشوونما یہی اسی ملک کی آب و ہوا میں ہوئی۔ عالم شباب کے قریب آپ نے مولانا مولوی عبدالمد صاحب نے پل مراوٹی کی خدمت میں تعلیم پائی۔ کتب پر سب متعارفہ کچھ سے اور دیگر استادوں سے پڑھیں صاحب فضل کمال ہوئے انشا پر داری میں بے نظیر نظم و شعر میں آفتاب منیر ہوئے۔ طبیعت میں جولانی اور دماغ میں نازک خیالی حداداد تھی۔ دل میں بینائی و دانائی کا دریا موجزن اور دماغ میں رکاوٹ و فطانت برق افگن تھی۔ زور طبیعت سے شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھا اقران و مثال سے کئی قدم آگے بڑھ گئے۔ اور سبقت میں بازی لگیئے۔ جو کچھ کہتے ہیں خوب کہتے ہیں کلام سے شستگی و سختگی نمایان نازک خیالی و شگفتہ بیانی عیان ہے۔ آپ نون بان یعنی فارسی و اردو میں کہتے تھے ہر ایک نے ان میں کلام بامجاوردہ ہوتا تھا۔ آپ کا ہر ایک شعر لطافت و نزاکت میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ فصاحت و بلاغت میں تو لاہوا ہوتا ہے آپ کے کلام رنگین و اشعار نکین کے مطالعہ سے اہل مذاق کو لطف و مزہ آتا ہے فصاحت و بلاغت میں تو لاہوا ہوتا ہے آپ کی کلام رنگین و اشعار نکین کے مطالعہ

اہل مذاق کو مٹھ فرما رہا ہے۔ آپ علم طب میں مہارت کامل رکھتے تھے۔ آپ کی
 تشخیص نہایت درست تھی۔ مریض کی بیماری میں خوب غور و فکر کرتے تھے اور تمام
 حالات جزئیات سے واقف ہو کے سوچے سمجھ کر نسخہ تجویز کرتے تھے۔ ادویہ اور ان
 مزاج کے موافق لکھتے تھے۔ آپ کا نسخہ سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا تھا۔ جو بیمار آپ کی ہدایت
 کے موافق ادویہ کو استعمال کرتا دنوں میں شفا پاتا تھا۔ آپ دراطبا کی طرح بغیر سوچے
 سمجھے نسخہ نہیں لکھتے۔ نہ سیکو و دواتے۔ بیمار کے مزاج کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کے
 پاس اکثر مریض ایسے آئے ہیں جنکو ڈاکٹروں اور اطباء نے نامیدی کا جواب دیا۔ آپ نے
 نبض فارورہ ملاحظہ کر کے نسخہ دیا۔ غنات الہی سے تیسرے دن ہی صحت کے آثار معلوم
 ہونے لگے۔ چند روز کے معالجہ میں صحت کامل پا جاتے تھے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ کے
 ہاتھ میں شفا ہے۔ یہ قبولیت عامہ خدا وادہ تھی۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء
 آپ ملکی انتظام میں عقل کل تھے۔ جب تک سرکاری ملازمت کے صیغہ میں تھے
 اپنی خدمت مفوضہ کا کام عمدہ طرح سے انجام دیتے تھے کبھی آپ کے کام پر حرف گیری
 کو حرف گیری کا موقع نہیں ملا۔ ہمیشہ پاک صاف ہے کسی سے کوئی تعلق نہیں
 فرمایا۔ بیشتر نواب میر عالم علیخان بہادر جاگیردار جاموڈ خدائیں ملازم تھے اور ان کی خدمت میں
 مدت تک ہے۔ آپ سنی اور جاگیردار صاحب امتیہ تھے۔ معاملہ ضدین تھا۔ مگر
 آپ کی لیاقت و قابلیت اس درجہ کی تھی کہ نواب صاحب کو عزیزوں سے زیادہ عزیز
 رکھتے تھے۔ نواب کی رحلت کے بعد چند مدت انگریزی عہد میں برار میں عدالت
 منصفی میں میونسٹی گیری کی خدمت پر مامور رہے۔ عدالت برخواست ہونیکے بعد
 انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ چند مدت تک روغلی کی خدمت پر مامور رہے

پہر داروغہ علی سے علیحدہ ہو کر نواب کے داماد میر عبد علی خان کی خدمت میں بسر کرتے رہے۔ تمام نواب کی جاگیرات آپ کی اختیار میں تھیں۔ سفید و سیاہ کے آپ ٹاکتے مہدی علی خان مرحوم کے بعد انکی اولاد کے نزدیک رہی ہے۔ ان کے فرزندوں نے آپ کی کچھ قدر میں کمی اور نہ آپ کے کام کی داد دی۔ آپ استغفار دیکر لگا پڑے۔ نواب مختار الملک اول کا زمانہ تھا آپ نے نوابی منصب کی درخواست کی۔ نواب صاحب نے قدر دانی سے ۶۰ روپے ماہوار مقرر کر دیے۔ آپ کی گذراؤ قات کو مدارا اسی تہ خواہ پر تھا۔

ادائل میں آپ کے خیالات فلاسفانہ تھے۔ صوفیانہ طریق کے جو یا تھے۔ صلح کل کے پیرو۔ کیا ہند کیا مسلمان سب کے ایک ہی طریق سلوک فرماتے تھے۔ آپ سب شمس تھے آپ کا کوئی شاکی نہیں تھا۔ آپ بزرگان دین و صوفیان یقین کے مقتدی۔ واطیعو الرسول کے مہمدی۔ آپ مشرعی متدین متقی و پرہیزگار تھے۔ پاکیزہ دین و پاکیزہ دل صوم صلوٰۃ کے پابند۔ قال اللہ وقال الرسول کے کار بند۔ رات دن عبارت الہی میں مصروف تلاوة قرآن و وظائف و اذکار میں مشغول رہتے تھے۔

خوش مزاج۔ و خوش خلق ہر ایک سے نہایت کس نفی سے ملتے تھے۔ نیک۔ سیرت پاکیزہ صورت تھے۔ علیم الطبع و سلیم الوضع استقلال و وضع داری میں بے بدل زمانہ بدھا کر وہ اپنی وضع سے نہیں بدلے گئے۔ نہ رافضی نہ گروہین مہر پر جاعین وہ استقلال ذرا نہیں ہٹیں گے۔ آپ شوکل قانع تھے۔ کسی سے خواہاں نہیں ہوئے۔ کیا اس کی فکر آپ کو کسی سے پروا نہیں تھی۔ عزت گر میں تھے۔ گہرے باہر نہیں جاتے تھے۔ فقیر و کے استاد میں ادائل میں کتب فارسیہ اور ہندوئی عربیہ آپ کے پڑھنے اور محکوم آپ ہی کی فیض صحبت کی برکت سے طالب علمی کا شوق ہوا۔ اولاً آپ ہی کی ترغیب سے بنی گیا اور

اور تحصیلِ علم کی طرف متوجہ ہوا ایک مدت میں تکمیلِ کتب سے مشرف ہوا۔ میں آپ کی توجہ و عنایت کا مشکور ہوں۔ آپ حیدر آباد دکن محلہ مستعد پورہ میں سکونت پذیر تھے

آپ کی رحلت کی کیفیت

آپ کا حاتمہ بچر ہوا۔ ان کے اعمال و افعال سب پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ بہشت برین میں داخل ہوئے ہوں گے۔ آپ کو تین روز تک سکرات کی شدت تھی۔ تیسرے دن غزوہ و آثار آپ کے گرد جمع تھے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا اس وقت کیا وقت ہے۔ حاضرین نے جواب دیا کہ ظہر کا وقت ہے۔ آپ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے قریب تھا کہ زمین پر گر پڑے۔ زمین نے آپ کو تھاما۔ اور عرض کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ فرمایا ظہر کی نماز ادا کرنا چاہتا ہوں بعد ازاں آپ فرش پر بیٹھ گئے۔ تکبیر پر تیمم کیا۔ سمت قبلہ متوجہ ہو گئے تکبیر پر یہ شروع کی سورہ فاتحہ و ضم سورہ سے فارغ ہو کر رکوع کر کے سجدہ میں سر زمین پر گرے۔ فوراً حالت سجدہ میں آپ کی روح نے جسم غصری سے عالم بقا کو پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حاضرین آہ و زاری کی اور مرحوم کی رحلت پر افسوس و حسرت ظاہر کیا بعد ازاں تجہیز و تکفین کر کے آپ کو کمر کی کفند کے قریب محلِ پیٹھ میں دفن کیا۔ یہ واقعہ ربیع الاول ۱۲۸۵ ہجری میں واقع ہوا۔

آپ کی عمر تقریباً اسی سال سے متجاوز تھی۔ آپ کی باقیاتِ اصلاحات سے تین خستہ رنگ میں تینوں کی شادی ان کی زندگی میں ہو گئی تھیں۔ سرکارِ عالی نظام کے امتیاز میں منصبداروں کے صنیعہ میں ملازم تھے۔ ساٹھ روپے وظیفہ پاتے تھے۔ مرحوم کی بیوی صاحبہ کوشش کر رہے تھے کہ مرحوم کی تنخواہ ان کے نام پر منتقل ہوئے اب تک فیصلہ نہیں ہوا دیکھئے کیا ہوتا ہے خدا انکو کامیاب کرے۔ آپ کا ذاتی مکان مستعد پورہ میں ہے۔

آپ کے حسب قدر شعار میرے پاس تھے۔ وہ تمام موسیٰ ندی کی طغیانی میں تلف و برباد ہو گئے۔ اس وجہ سے صرف حال پرکتفا کیا گیا اگر لکھا جینگے تو آئندہ ضمیمہ میں لکھو گا۔

شفیق پچھی نرائن اور نگ آبادی

شفیق مخلص۔ قوم پچھی کو پوسے ہے۔ اور نگ آبادی المولہ آپ کے جذبہ گویا ہو گیا۔ عالمگیری شکر کے ہمارے مامور سے رکن میں آئے۔ اور اورنگ آباد میں متوطن ہوئے۔ نوکری تھے۔ زندگی بصیغہ نوکری بسر کرتے تھے۔ صاحب زادہ ہوئے۔ انکا متوسط فرزند رکن منسارام تھا۔ جب منسارام دس برس کی ہوا جذبہ کور فوٹ ہوا یتیم مذکور لالہ جسونت رام ہم قوم کے سایہ عنایت میں رہا لالہ کی سرپرستی میں تعلیم تربیت پائی۔ نواب صفحہ غفران پناہ کے زمانہ میں چہہ صوبجات رکن کا پیشکار ہوا۔ چالیس برس تک خدمت مفتوضیہ پامور رہا۔ امانت دیانت سے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔ جناب زادے نواب صمصام الدولہ بہادر مرحوم سے سفارش کر کے منصبی سرفراز کرایا۔ اور رکن کے بخشی الممالک کی پیشکاری پر بھی مامور۔ منسارام دونوں خدمتوں کو عمدہ طرح سے ادا کرتا تھا۔ فحنتی وجفا کش تھا۔ مالک کی تابعداری میں سرسوزی نہیں کرتا تھا۔ رہا آصفی نام کا ایک سالہ مختصر لکھا ہے۔ اس میں مغفرت آباد صفحہ اول کی تعریف اور ان کے عہد کے قوانین لکھے۔ رسالہ مذکور مطبوع ہو چکا ہے۔ اور ایک رکن کا گوسوا بھی لکھا ہے۔ پندرہ صفر ۱۲۵۸ ہجری میں شفیق صاحب ترجمہ کی ولادت اورنگ آباد میں ہوئی۔ ابتدا میں سے حضرت میر غلام علی آزاد کے خدمت میں تربیت و تعلیم پائی۔ آزاد کی توجہ سے صاحب استعداد ہوا۔ سفید و سیاہ سے واقف نواب

صہ صام الدور کے زمانہ میں منصب خطاب دہلی چند سے سرفراز ہوا۔ اور آزاد بلگرامی شفیق کے حال پر نظر شفقت و محبت کہتے تھے۔ چنانچہ خود شفیق حضرت آزاد کی شان میں لکھتا ہے

لا مکان است مقام آزاد سجہ گردان زکواکب شہر خرمن ہستی اعدا سوزد ورگلستان جہان ہر گل خار جدا و ساقی کو شر باشد گل شود و گوش ہمتن جھین پیش آئینہ صنیر آن طوطی اے خداوند جہان بادام صاحب ہر دو جہانست شفیق	فوق عرش است خرام آزاد گلک ر بہرست بنام آزاد برق رخشان حاسم آزاد مورد رحمت عالم آزاد آب خضر است بجام آزاد کہ ہر باد پیام آزاد میکند وصف کلام آزاد سانع عیش بکام آزاد ہر کہ گردید غلام آزاد
--	---

ابتداء میں شفیق کم کم کلام موزون کرنے لگا۔ اور کلام میں تخلص صاحب کرتا تھا۔ جب آزاد اس تخلص سے واقف ہوئے تو اسکو لے لے بھری میں شفیق تخلص عطا فرمایا اور اپنے فرمایا کہ میر محمد سیح صاحب تخلص فارسی میں ایک شاگرد ہے۔ چونکہ شفیق ہندی و فارسی دونوں زبان میں کہتا ہے۔ زبان ریختہ میں تخلص صاحب بجال کہا۔ اور فارسی میں شفیق۔ تاریخ مرحمت تخلص

حضرت فیض بخش آزاد گفتم تاریخ ابن عنایت	کردند مرا تخلص انعام امداد شفیق شد مرا نام
---	---

شفیق صاحب ترجمہ زاد کے ارشد تلامذہ سے ہے۔ شاعری و سخن سنجی و تاریخ نویسی و تالیف میں فرو کا مل تھا۔ اسکے نتائج طبع نہایت صاف شستہ و شفاف جربہ ہوتے ہیں پُرگو ہے آپکا دیوان فارسی وارد و ضخیم ہیں۔ ابھی تک مطبوع نہیں ہوئے کل امر مرہون باوقاتہا کے انتظار میں گوشہ گننامی میں پڑے ہیں۔ فقیر نے اکثر تذکروں میں ان کے اشعار چیدہ چیدہ دیکھے ہیں۔ انہیں منتخبہ سے انتخاب کر کے گزارش کرتا ہوں آپ کی تالیفات سے۔ مآثر آصفی۔ و آثار حیدری۔ و تذکرہ گل غنا۔ و تذکرہ نسام غیا و بساط الغنائم۔ و مرآت الہند۔ و نخلستان۔ و تذکرہ گرد با باناک۔ و چہستان شعرا و غیرہ میں تذکرہ نویسی میں میر غلام غلام علی آزاد کے قدم بقدم چلتا ہے۔ جو کچھ لکھتا ہے نہایت تحقیق کے ساتھ لکھتا ہے جس شخص یا جس چیز کی حالت اگر لکھتا ہے تو پورا پورا اسکا مال و مال علیہ صاف بیان کر دیتا ہے۔ شفیق کو بہہ لیاقت آزادی توجہ و عنایت کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ وکن میں اگرچہ آزاد کے اکثر تلامذہ صاحب تالیف ہیں لیکن شفیق ارشد تلامذہ ہے۔

میں اشعار الفارسی

مصحف رخسارہ اودین ما بیان ما
گردہ صورت گران شد صفحہ دیوان ما
لفتی بسیار با مینا بود میخوار را
می شود پرہیز لازم مردم بہار را
اندکے تحریف باید چہرہ گلنار را
کہ آہد بر سر بالین من آن جان جان ما

مصرعہ بروئے او بسم اللہ عنوان ما
بسکہ از گفتار ما نیزند یاران رنگہا
بر دل ما الفتاتی ہست چشم ہار را
چشم او بریانگا ہے گردنار و عنایت
گر خود آرائی ہو سنار می شمع عرض شفیق
تعالی مدد چہ دولت شد میسر نگہبان ما

<p>ہم آغوش بند بجان طالع سید را نام غنجہ ما بشگفت و طفل گلخدا رم بگشت گریہ می آید بر بر حال خود در فصل گل ہر کسے را میرسد نوبت بد و آسایا چہ تنہا بدل از چشم سیمہ ست تو رفت شکست تو بہ مار بہار شد باعث خدا گواہ کہ می را بلب نیا لودم</p>	<p>مگر در خواب تو شین است چشم آسمان شب صد گریبان پارہ شد در آتش ہوسارم ہر گشت آب قدم در جو گارم ہر گشت بر مراد خاطر من روز گارم ہر گشت شیشہ تحفہ افسوس کا از دست تو رفت ہزار بار نوا کے ہزار شد باعث برائے مستی من چشم پارہ شد با</p>
--	---

شعلہ - میر کاظم علیخان دہلوی

شعلہ تخلص - میر کاظم علیخان نام - آپ میر محمد علیخان شہید دہلوی کے فرزند
شہید ہیں۔ آپ کے بزرگان سلف شرفا و امرا کے زمرہ سے تھے۔ چنانچہ مولف فقیر نے
خاندانی شرافت حبسی و سبی کا ذکر شہید کے ترجمہ میں پورے بیان کر دیا ہے۔ اب یہاں
اعادہ کی ضرورت نہیں۔ صاحب جہم کا ذاتی حال لکھتا ہوں۔ آپ کی ولادت ۱۸ تاریخ
شہر رجب ۱۱۷۲ ہجری میں واقع ہوئی۔ مسقط الرأس شہر حیدر آباد دکن ہے آپ کی نشو و نما
بہی بہان کی آج ہوا میں ہوئی۔ مدرسہ دارالعلوم میں پانچ چھ سال تک تعلیم پائی۔ کتب
درسیہ متداولہ فارسی عربی سے فراغت حاصل کی۔ امتحان دیکر مدرسہ سے لیاقتنامہ
و سند کامل جہدست کی۔ علاوہ فارسی عربی بقدر ضرورت انگریزی بھی پڑھی۔ آپ کی طبیعت
فطرۃ شعلہ جوالہ کی طرح ترقی کے اوج پر عروج کر رہی تھی۔ تحریر و تقریر کے دریا میں موجزن
ہو رہی تھی۔ ایسی حالت میں موروثی شعر و شاعری کے طرف مائل ہوئی۔ ذاتی استعداد

ولایت خداداد سے کلام موزون کرنے لگے۔ اور والد ماجد سے اصلاح لے لے۔ والد کی
 اصلاح سے روز بروز کلام کی خوبی بڑھنے لگی۔ چند ہی ایام کی مشق و اصلاح میں کلام
 سنجیدہ و پسندیدہ ہو گیا۔ پس آپ شعر کے مشاعرے میں جانے لگے۔ معاصرین کے
 ہر سطح و ہم سنگ سے ملے۔ آپ کا کلام فصاحت و بلاغت سے مملو ہوتا ہے۔ اور صنایع و بدائع
 لفظی و معنوی میں ڈوبا ہوا۔ فارسی و اردو دونوں زبان میں کلام موزون فرماتے ہیں
 ہر ایک نے ان کے محاورات و اصطلاحات سے ماہر و کامل ہے۔ کلام سے اہل زبان کی شان
 و کھلائی دیتی ہے۔ آپ باوجود ملازمت سرکاری طلبہ کو درسیں تدریس سے بھی مستفید
 فرماتے تھے۔ اکثر طلبہ نو آموز شعر آپ کی خدمت میں استفادہ کرتے تھے۔ آپ اساتذہ
 جہاں بندہ میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ عدالتی امور میں بھی نہایت ہی لائق و فاضل
 تھے۔ متعدد محکموں میں حکام بالا دست کی زیر دست کی میں کام کرتے رہے۔ حکام
 وقتاً فوقتاً آپ کے انتظام و خوبی کام کی بابت خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مولوی فیضان
 خور جو فی ناظم عدالت فوجداری نے اپنے مولفہ تاریخ دکن میں آپ کی کارگزاری پر کلام
 و ہوشیاری کی بہت تعریف لکھی ہے۔ مدۃ العمر آپ سرکاری خدمات کو امانت
 و دیانت کے ساتھ ادا کرتے رہے۔ نیک محض و خدا ترس تھے۔ وضع دارمی ملنساری
 کے پابند تھے۔ طلبہ کے ساتھ ہمدردی سبقاً و طبقاً فرماتے تھے۔ فقیر مولف کو آپ سے
 شناسائی تھی۔ بعض محافل میں کبھی کبھی باہم ملاقات ہو جاتی تھی۔ آخر آپ نے
 تاریخ ۲۰ ماہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۵۱ ہجری میں اس رافانی سے بعالم جاویدانی
 رحلت کی۔ انامہ و انالیہ راجعون۔ آپ کے باقیات صالحات سے و خلف
 الصدق میں ایک حکیم سید نواز شعلی صاحب متخلص بہ موعود و مہر حکیم سید علی رضا

المخلص رعدین - ماشاء الله ودون ہی بمصدق الولد سرلابیہ لائق و فائق
ماظم و ناثرین اللهم سلمها الله بالخير والعافیه - آب من شعله صاحب جسمه کے
چند اشعار فارسی و ہندی بطور نمونہ گزارش کرتا ہوں -

من اشعارہ الفارسی

در گلشن عشق است چو بلبل و طن ما خون در وای قوت بود از لب لعش بہار آمد بیا ساقی در میخانہ را بکشا نہان تاکے باز شمع اندر پردہ فانوس آنکہ خنجر تبو حسن خود آرائی را اسم حق ورد کن ایدل کہ ہمہ ذکر کنند سید ہاشمی و منبع جود و کرمی نظر لطف شہا بر من سکین فرما جبہ اشان براقبت کہ ز نہ چرخ گذشت ساکے از حریم پاک تو محروم گشت ز ان بہت باندہ در شان قبیح لولا کہ ہست از پر تو انوار تو عالم روشن جبہ اشان رفیعیت کہ رسیدی تا عش مرد در دوسے دارم و بسر نجوم کن عطا خدمت جادہ بی آن کہ خدمت پا	خترم چو بہشت است بہار چین ما زانت کہ رنگین شدہ شیرین سخن ما بزن ستانہ ساغر ما و مہر شیشہ ما بکشا نقاب چہرہ ات شعلہ رو بہر خدا بکشا او عطا کرد بمن صبر شکیبائی را صبحگانان بنگر طائر صحرائی را بنی مکی و اُمّی و شفیع الاممی کہ منم زدہ بقیاب تو مہر کرمی مرحبا شامسوار عربی و عجمی بارک الله چہ کریمی و چہ عالمی ہمی کہ تو ہر جملہ رسل اکرمی و محترمی آفتاب رسل معنی لوح و قلمی شب معراج را عجاز زیادہ تو کہی داروے درد عطا کن کہ تو باب حکمی یا حبیب الصمدی انت لی النعمی
---	--

داسن مجھے قاتل کا دامان قضا ہوتا
یوں قتل پر آمادہ ظالم ہوا ہوتا
قاتل ہی کے جانبک لاشہ ہی پہر ہوتا
یوں قتل کیا ہوتا کچھ سمجھا ہوتا
گر خون بہا ہوتا تب خون بہا ہوتا
یہ بہشت غبار اپنا ہر گز نہ اٹا ہوتا
ترست یہ مری ظالم اک قتل پڑا ہوتا
تصویر میں بھی رخ سے گزر گٹا ہوتا
آتے کہ نہ آتے وہ شکوہ تو کیا ہوتا
سورہ کوذ خان کی دم شیعہ کیا ہوتا

گر وصل ہی ہو جاتا اکبار تو کیا ہوتا
داسن کش قاتل گر خون شہید ہوتا
وہ شوق شہادت ہے سوار اگر مرنا
کیون رشتہ محبت کا تو ظہر ہی عبت ظالم
پانی نہ شہادت جب عوی ہے دیکھ کب
اسے ابر کرم گر تو رحمت سے برس جاتا
گر قتل مینا کو مجھ کونہ سنایا تھا
اس شکل بدلنے پر عشق کے آ جاتی
سننے کہ سننے وہ کہنا تھا ہمیں لازم
اس شعلہ ہیو کہ کی شکوہ کہلین رفین

شہید می - مرزا شہید مئی

شہید می تخلص - مرزا شہید نام - آپ کا وطن اصلی شہر قلم ہے - جامع علوم فنون
تھا - فن شاعری میں استاد کامل - میدان سخن سخنچہ میں اقران و امثال پر سبقت
کرتا تھا - اپنے مقابلہ میں کسی شاعر کو ہم سنگ ہم پلہ نہیں سمجھتا تھا - اپنی شاعری
وش گفتگی سے کلام پریازان رہتا تھا - سلطان یعقوب والی تہریر کا مقرب مصنا
تھا - سلطان اسکی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا - بادشاہ کی قدردانی سے ملک الشعراء
خطاب سے مخاطب تھا - معاصرین اسکے جاہ و جلال و حشمت اقبال کو دیکھ کر
رشتہ و حسد کرتے تھے - لیکن بادشاہ کی عنایت و توجہ کے سبب اسکو چھ

نہیں پہنچا سکتے تھے ہمیشہ قابو جو رہتے تھے۔ بادشاہ کے فوت ہوتے ہی حاسدین کے وجہ سے وہاں قیام دشوار ہو گیا بامر لا چاری ہند کا سفر اختیار کیا۔ تہہ زیر سے اولاً گجرات میں آیا۔ چند روز وہاں قیام کر کے اسماعیل عادل شاہ کے عہد میں شہر سیجا پور میں پہنچا عادل شاہ نے اسکی نہایت خاطر مدارات کی اور مقبرین کے زمرہ میں شریک فرمایا۔ تاہم زندگی سیجا پور میں عیش و آرام کے ساتھ بسر کرتا رہا۔ تقریباً صد سالہ عمر ہو کے فوت ہوا۔ فرشتہ و گل غرائب کے مولف تمنا کے قول سے ۹۳۶ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ سیجا پور کی زمین میں مدفون ہوا۔ محمد عارف بقائی نے لکھا کہ اسکی وفات ۹۳۵ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور ملا قاطعی نے اپنے تذکرہ میں لکھا کہ اسکا مدفن سرگین گجرات ہے۔ فقیر مولف کے نزدیک فرشتہ و گل غرائب کے قول و سنہ وفات و مدفن کی بابت صحیح ہے۔ اس لئے کہ دونوں مولف دکنی الاصل تھے۔ انکا لکھنا گویا مشاہدہ ہے اور بقائی و قاطعی کا مدار سماعت پر ہے۔ والعلیٰ محمد اللہ بحقیقۃ الحال۔ شہیدی صاحب دیوان تھا۔ اسکا دیوان ضخیم ہے کئے ہزار ابیات پر مشتمل ہے فقیر مولف کے مطالعہ میں گذرا ہے۔ کلام نچوہ حیرت ہے۔ نزاکت و لطافت سے بہرہ ہوا ہے۔ ہر ایک شعر سنجیدہ و پسندیدہ ہے۔ ان صاحب ترجمہ کے دیوان سے چند شعرا گزراش کرتا ہوں۔

مِن اشعارہ الفارسی

سفال چرخ بود کا سہ گدائی ما
کسے کہ طعنہ زند بر بہرہ پائی ما
شکت شیشہ تقویٰ و پارسانی ما
ہم زدرون و برون شست صفائی ما

بطوف میکد ہار و بے نوائی ما
چو تاج بر سر اکو سبوئے باوہ بین
نماؤں خرم ز دست بادہ فروش
بیک قبح کہ شہیدیم صبح مخموری

بآب تلخ چو ما آشنا مباد کسے
 نہفتہ نرغم غم ما ز چشم تیر و لا
 شہیدی ز نظر فروش دور مرو
 ز اشک لگون تا چند در خون افکنم خود
 خیال چشم جادویش چنانم سا دیوانہ
 اگر تربت مجھوں مر روزی گذار افند
 خوش آن سوار کروشد بلند پستی ما
 ز دست چرخ رہا یم بسا غرور شد
 مہی نگشت دے کاسہ سراز می عشق
 چنان ز شوق تو سرمست و پیرین جا کم
 یکے مشاہدہ کن اے شہیدی آن بے
 بیچ سہ لایق نباشد بند فقر اک ترا
 باغبانان غم مخور و ز خشک آل زاد باش
 یار اگر باندہ شہیدی بر سر خاکت قدم
 بیا اے عشق و آتش زین ال افسردہ مار
 ملویم از کدورت تہائے مخموری بیاساقی
 رفتم گشت باغ ازان نازنین جدا
 بے محل یار تیرہ شد چشم روشنم
 تیغ فراق بند ز بندم جدا کند

کہ رو بقدر فنا دار آشنائی ما
 توان مشاہدہ کردن بروشنائی ما
 کہ اوز قید خود می مید بر مائی ما
 نمیدانم کہ چون این بطن بپیرین کنم خود را
 کہ خواہم از سر کوئے بہامون افکنم خود را
 درم پیر این و بر خاک مجھوں افکنم خود را
 بتا زیانہ افشاںد گردستی ما
 بود بدولت عشق این دراز دستی ما
 ز سر چگونہ رودستی استی ما
 کہ محتب بغلط می قدم زستی ما
 بشوئے صفحہ انکار بت پرستی ما
 چون کسے آلودہ سازد امن پاک ترا
 می پرستان پرویزند از چشم تیر پاک را
 گو منہ شمع و چراغے یکس خاک را
 بنور خویش روشن کن چہ این مردہ مار
 بجای تازہ گردان چہرہ شرمزدہ مار
 افتاد گل بخندہ جدا یا سمن جدا
 مانند خاتمی کہ بود از نگین جدا
 از یار خود مباد کسے یخنین جدا

پا بال رخس کن سرم از خاک بر مدار
 منشین جد ز یار شهید می چو عاشقی
 دایع بتان چو لاله بود در سرشت ما
 ترسم که زیب تربت ارباب بین کنند
 متحشاش طائر دل ما سبزی شود
 عالم گرفت شور شهید می و کو کهن
 رسیدم اینک جانیکه روز می دیده ام و
 مرا باور شود مردم بازاری گر چه گویند
 بر لب آمد جان من ز بچوی من بهار
 صورتی چون رو تو در کارگاه حسنیت
 از تو من دور دلی تیغ غمت چاک آنجا
 جائے پاکان بود آن گوئی از این دارم
 مانگه کار روزیاری نرسد یاری ما
 گر چه از جرم گناهیم گرانبار آنجا
 نا امید از کرم دوست شهید می نشوی
 عکس خوش در جام می دیدم شب جام را
 صد عیب گریه بود پس باشد شل بین کیم
 هر چند بتوانی چو گل پوشی رخ گل رنگ را
 از غم میزنی و ز خنده لب را میگری

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

می ترسم که سواد گردی ز زمین جدا
 صد باره شو به تیغ و سی که نشین جدا
 مابت پرست درو سپهری نعرشت ما
 خشت منقشی که قند از کشت ما
 زمینسان که با سال غمت گشت کشت ما
 چون نیست بی غم نمکینان مرث ما
 درین منزل بسے برگرد سمر دیده ام و
 که اکنون رفت ازین هر کجا پریدم و
 خون چکان رخساره بنات شد دیدار را
 اے پری چند که می بینم و کس کار
 بے تو من خون خورم بخا دل غناک را
 چشم پاک دل چاک نظر پاک آنجا
 خلق محشر همه حیران سپه کاری ما
 کوه بر باد رود چیت گران می ما
 بش گفانده گل امید جگر خواری ما
 خوردم بر دوست می ز می گرفتیم کام را
 کو میدهد رنگ گریه ساره گلغام را
 کشا بروی خوشی آن چشم شوخ و رنگ را
 در کیزمان کسج کن بندیم صلح را هم جنگ را

دامن پاکت ز میشت نیناک از کجا وله
 خاک بر سر کرده هر جا داد خواهی بگرم وله
 در چین آن ستانک سو شاخ گل بهر وله
 ریختی خون شهیدی چند مردم کشی وله
 عزت عشق چون بود خوار می خوشستم وله
 ناز ترا بجان خیزدای پری بر که هیچ افکنی وله
 نهادم سیرای عشق و کردم قطع منزها وله
 سز در گوشه خوشه شعله آتش برون آید وله
 چشمش به تیغ غمزه دل جان من خوا وله
 خوشخوی شو که پیشتر از خوی نیک بود وله
 بر من که سجده صنی می کنم خنجر وله
 در باخت هر چه دشت شهید می باشی وله
 بشام عید کنم ساغر مشرب طلب وله
 بهال عید کنم سکج نامه که آن وله
 کمتر از پروانه توان بود در جان با حق وله
 قایم است از روزی و گریه روز رستخیز وله
 صحرای خوش است و باغ خوش است و چین خوش وله
 بس ناخوشی که عاشق بیچاره خوش کند وله
 ز خواب نه چو آن سوزنازین خبر است وله

در گریبان تو افتاد است این چاک از کجا وله
 می رم از غیرت که بر سر کرده این خاک از کجا وله
 ترسم زاری سزا که ز گل چیدن ترا وله
 عاقبت خواهد خونی پائے نغزیدن ترا وله
 برده سلطنت نگر بندگے آریا را وله
 سز در بند شاه من بر همه صید باز را وله
 ز سبکدشتم آسان ساختم خویش مشکلیا وله
 بخاک کسے خجانبس شد دانه دلها وله
 خوشیای دوقت مردم سکین نواز را وله
 چندین قبول خاطر محمود آیار را وله
 آگر نه حقیقت عشق مجاز را وله
 سربیه در دوداغ تو بس کباز را وله
 طلب کنند همه در من آفتاب طلب وله
 کنند گنج می از عالم خراب طلب وله
 کز بوی آتشین خیال خود پاک خست وله
 بهر ماهی هر که در خزان افلاک خست وله
 جامی سپا خورده ام و بخت خوش است وله
 دشمنانه خوش است ای این خوش است وله
 حکم شهید بماند زار زمین بر حاکم وله

ز نیم لاله رخان چند غرق خون خیزم
 پے بردہ ام کہ منزل جانان من کجاست
 ناخوانده در رود همه جا همچو آفتاب
 جواب طعنه ناهل چیت خاموشی
 میان خلق شهید می چه میکنی خانه
 اسے مختب کن بمن در دوار حبت
 پروا کے بخت دینی و عقبی نباشم
 گر یوسه خواستم ز تو شیرین دهن مرغ
 رنجہ بار پیر من اسے تازہ گل مشو
 کلید میکده را یا فتم بوقت صباح
 قدم نہاد و مہجنا نہ راکشا و دم
 من دوزخی ز سوز جگر تو بہشتی
 از خون دیدہ رو شہید می منقش است
 خرم کسے کہ در چمن لاله میرود
 از مدرسہ بمیکده کیشب کہ میروم
 فغان کہ میگزد روسو مانہی بنید
 بسخر و می بیگانگان نظر دارد
 ندامت کس پیش یار حال زار من گوید
 بتلخی جان شیرین میکنم شیرین زبانی کو

نشست ہر کہ باین قوم نچین برخت
 آرا نگاہ سر و خرا مان من کجاست
 خود راے و سکرش است بفران من کجاست
 فرمان پہنودہ کہ دن دواز کار نمیست
 ترا مقام بہ از گوشہ مزار نمیست
 غوغا میار بر سر او گز از حبت
 آنجا کہ حیرت نیاید بکار حبت
 مغدور دار عاشق و ستم زن مرغ
 پوشد ز غیچون تمت ز پیر من مرغ
 بر آرد از دل من بیخبر کہ یافتح
 در آندہ پی من نہرا را اہل صلاح
 مشکل نہم بروے تو ما لم زیادہ سخ
 ما دورا ندہ از رخت اسے ترک سادہ رخ
 می دیگرے گرفت ز نہالہ میرود
 در کار می و خلیفہ یکالہ میرود
 کشید سرہ بکو از حیا نمی بنید
 سیاہ روے کینک شنا نمی بنید
 غم تنہائی و درد و دل فگار من گوید
 کہ بے رنجاندن خاطر شیرین کار من گوید

میروی ای شاه خجانب شاه وزیر
 نیست بازیگمی مهر عشق بازی هشتن
 زخم گداخت تنم جان زخم برسته هنوز
 بر آستان تو عمرم بنا مرادی رفت
 خوش آن زمان که مرا هم نشین تو باشی و
 چنانکه هست بر فلک آفتاب یک
 سجاده ریا که بود بار اهل هوش
 پیمان که ماند شب از وجه خرقه ام
 ببال مرغ بستم نامه مرادم سوارش
 میستر گشتو بوسم کف پای گل ندای
 کی از سفال سگانت بادهند آب
 غزل سرائی خاتم قبول خاصانت
 خوش آنکه من بسفال سگت ریزم خون
 برفت مرغ دل باز پس نمی آید
 تا بیفتد از عشقتش در زبان این
 شد شهید می سربلند از دولت نظم بلند
 سفر گریه و گریه هر که بود و داع
 هوای خدمت او گریه دارم از سر شوق
 جور و باغش بلا طعنه دشمنان

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

وله

میکنی خوارم را به جرم زندان بر فقر
 کار سبازان میدان بلا آسان بگیر
 خدا گاه کشته بجهت جسته هنوز
 در مراد بروای منت بسته هنوز
 رقیب فتنه بجای همین تو باشی بس
 بر اوج حسن برو زمین تو باشی بس
 دلال معصیت نیم انداختم ز روش
 بهر خمار صبح سپردم بهی فروش
 گران بارست می ترسم که بشاید بقتلش
 بهالم دیده ترسم زمره دیار و خارش
 عوام را نبود بهره ز فیض خواص
 خوش است نظم شهید می که نیست خلایق
 بمن شراب سستی برون ز خانه عوض
 درین حربه از و مانده آتش غرض
 خرمی از من سوز و چون حلقه از خود
 پست کی گزد اگر گوید گوی نظم وسط
 شد ممتد بلوق رکاب شاه شجاعت
 چو کرد باد چرا را و میروم به
 میسر بر من مانده امیا از برین

در ششم دامن رساند روز از طرف
 کارم اگر بمرگ فتد به که با فراق
 تا جان من بسوخت جدا دل جدا فراق
 چهره زرد عشق نیکوتر که از می لاله رنگ
 شد شهید می سرخ روی دل سیه آید بچنگ
 که می آید چنین بخواست در دل
 که عکس آن رخس پیداست در دل
 که نبراف نو سر نیم گرد و بدیوار آورم
 کوه را از رودی با خود از شتاب آورم
 گله بچیدم و گریان ز گلستان رفتم
 ز چشم خلق چه نقصان اگر بمان رفتم
 خوبی تو بلائی تو هم شد چه جا من
 تا آشنای کجا تو کجا آشنای من
 ترسم که صد کس شوئی ز من جدا شو
 یکبارگی با اهل و فایه و فام شو
 بالا بلند من همه کس را بلا شو
 بیکره ترجمه همه جور و جفا شو
 طوفان حسی همه عالم خراب تو
 آلوده را خبر نبود از شراب تو

بی بلا هرگز نیم گم از بلائی نیکو ان
 گفتی که بهتر است تر از مرگ یا فراق
 شد روشم که داغ جدائی چه بوده است
 عاشق رو شدم بچو زدم ساعز سنگ
 این غزل طرب بهر مجلس مستانه خوا
 عجب دارم ز استغنائی این ترک
 ز غیرت خون آن ساعز خورم من
 بی تو هر شب غن دل ز چشم خونبار آورم
 که بگویم در خود با کوه بمان نگدل
 چو ابر من بهوائی تو از جهان رفتم
 منم شهید می و باشم علم بروز جزا
 آزرده ز طعنه مردم برائے من
 دامن بکش صحبت بیگانگان عشق
 وحشی غزال من کبسه آشنای شو
 گسل ز ما بغیر مشور ام شرم دار
 آری ستر خانه ببا زار در میا
 تا چند بر شهید می مسکین جفا کنی
 غرق عرق شده رخ چون آفتاب تو
 پا کان کشند باد و حنث جاحم

پرسی زمین کہ بیدل شیدا چراندی
 گرد در دل تو عشق شہیدی شکر کرد
 تنے داریم در بارے شکستہ
 ز بار دل شہیدی اوقتا وہ
 تا کہے باشم بلخ انتظاری سوختہ
 اہل ناموس نہ کجا و بہرہ عشق از کجا
 مرا بغیر دیار حبیب ماوانہ
 براہ کعبہ وصلت بقطع یک منزل
 منہم رسوائے شہرے گشتہ دست از بند و
 گرفتہ گشتی و ستغریق دریا گشتہ
 نگوئی از غرور حسن با من یک سخن بروز
 چو افتد در غریبی نامرادی از دیار من
 بکام دل ہمہ جابادہ بے حجاب ری
 خمار شرب مہا داکہ درد سر و دہشت
 گرز بیماری من آگہ خبر میداشتی
 خوش آن ساعت کہ میم سیرالین باشی
 نگیری پائے تابوت مرا خود در زنجانی
 مرا در برم خود درہ دادی بازم بدر کردی
 براہم ہر قدم صد خار علم گل خوشنہی

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

ولہ

اغیار حاضریہ چہ گویم جواب تو
 وقت نظارہ چیت بلخ طرب
 ولے در زیر دیوارے شکستہ
 رسن بگستہ و دارے شکستہ
 ماندہ چون خاک تیرے بر گزاسوختہ
 عشق ہر جاخرمن بنی اعتبار می سوختہ
 غریب جائے و آنجا غریب را خانہ
 ز پا قیاد و مومنزل ہنوز پیدانہ
 بھی ز خرقہ رنگ توبہ و تقوی فرو شستہ
 بیائے خم قیادہ دست از جام و شہوتہ
 بروز دیگر قیادہ سپرل حوال من بروز
 نکو شناسم و را چون بچہ و وطن بروز
 چہ وقت تست کہ باہر کسے شہر خوبی
 ازین شراب کہ در عالم شہر خوبی
 جانب قیادہ گاہے گذر میداشتی
 ز باخم رقتہ ز کار و تو با من در سخن باشی
 کہ من باشم کہن از درد توانا کہدن باشی
 بہر یک عالم می صد کاسہ خونم دگر کردی
 چرا از رہ مرا بردی با خود ہم سفر کردی

من رباعیات

اے باتو درست عہد و پیمان دلم	وایع طلب صل تو دربان دلم
آسودہ چگونہ پادما من محپم	آلودہ بلائے چشم دامان دلم
عشاق دل از دو کون آزاد کنند	تا آئینہ رخ یکے سادہ کنند
آلودہ مستم از ان محرومیم	در ساغر آلودہ کجا بادہ کنند
حبت و جو کرد سنگاپای ز من	یکت ز کاتے بلکے کنند
درست سوی آزار برد و گرفت	چیزے از سنگ پارہ محکم تر
مردمی چه بود خاک راہ افتادان	پا بر سر دایہائے خود بنہادان
ملک دو جهان بختہ نگر فتن	خود را دوان با نچہ باید دوان

من مرثیہ

صافی دلاں کہ جام محبت کشیدہ اند	زہر فنا چشیدہ و تلخی ندیدہ اند
چیدند ز باغ میوہ کہ بخت سببا نجان	و اما ندہ ماز خامی و آسان رسیدہ اند
بنما بجائے ماہمہ تا بنگریم شان	پنہان زویدہ باشد چون نور دیدہ اند
دشواریت مردن را بے تفاع	آسان ز جان برند کہ در تن بریدہ اند
گشتہ باغ صورت و بیرون شدہ ز باغ	برگ ہوس ز پیچ نہائے نچیدہ اند
جا ساختہ ز راہ تصرف بہرے	خود گفتہ اند از دل خود شنیدہ اند
بر اوج عرش بال زدمرغ روح نشا	تن ماندہ بر زمین خورین آرمیدہ اند

دریائے علم حضرت جامی جہان عشق
تن را گذاشت رفت سوسو آشیان عشق

شایان محمد اسم خان

شایان تخلص۔ محمد اسم خان نام۔ آپ بنی احمد خان ناعط کے فرزند ہیں آپ کی ولادت بلدہ محب پور عرف رکاٹ میں ہوئی۔ نشوونما کے بعد عقل و شعور کے زمانہ میں کتب درسیہ سیکھنے والہ ماجد محمد زینا سے تمام مہین۔ فارغ التحصیل ہوئے مدرسہ میں وارد ہوئے۔ مولوی سید شاہ عبدالقادر مہربان مخدومی محمد باقر آگاہ کی خدمت میں کتب عربیہ تبادسے انتہا تک نظم کبیر عربی میں ہی کامل ہوئے۔ نواب میلراما بہادر کے میزبانی ہوئے۔ فارسی میں عبارت چست درست و محاورہ مثل اہل زبان لکھتے تھے۔ تحریر میں ظہور مئی طغرا کا طرز اختیار فرماتے تھے۔ آپ کا ہر ایک فقرہ جربت و شائستہ اور ہر ایک جملہ شگفتہ و استہ ہوتا تھا۔ امیر لامرا آپ کی عبارت شیریں کو دیکھ کر بہت محفوظ ہوتے تھے۔ اور آپ کی لیاقت کی تعریف فرماتے تھے آپ نواب صاحب کی زندگی تک میزبانی گزری کی خدمت پر مامور رہے۔ نواب کی رحلت کے بعد مختلف خدمات مثلاً باغات کی داروغگی اور دارالضرب کی امینی و جاگیرت نیاز حرمین شریفین کی تحصیل داری پر مامور ہوتے رہے۔ ہر ایک خدمت مفوضہ کو امانت و دیانت کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ حکام بالا دست آپ کے کام سے بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ حکام کی تابعداری سے سرمو فرق نہیں کرتے تھے آپ موزون الطبع تھے۔ شعر و شاعری کے میدان میں جولانی کرتے تھے۔ جو کچھ برون فرماتے تھے خوب مرغوب ہوتا تھا۔ صاحب التالیف و تصنیف ہی تھے۔ متعدد درساں لکھے ہیں۔ مسائل التعليم شرح ہنج التقوم و نرج فارسی منہاج و فتویٰ گداز دل

و شہنشاہی طغزانہ و وقایع حیدری و عین المصا در و گلہشت مناقب و غیرہ۔ اور
آپکا دیوان غرلیات و قصائد پر شامل ہے۔ آخر آپ ۱۳۲۶ ہجری میں واصل حق
ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

من اشعارہ

<p>یعنے آن عارض تا بان بجم گیسو ہا سوخت کجا بلبل و کیسو پر پروا نہا نہا نم گردش چشم کہ حیران سیکند دل جام محو بخو دی و سجده مینا کردہ است فتنہ دام پر سی سایہ شرکان کسے نکشد چشم ترش منت امان کسے</p>	<p>آفتابیت کہ از شام قیامت پید است نو بہار گلشن عشق تو تا افروخت شمع خط موج ست انگشت تجیر بر لب ساغر چشم از بسکہ دلدستی می داوہ است خندہ برق جنون دیدن نہان کسے انکس دریا دل شایان سر طوفان</p>
---	---

شائق - غلام محی الدین

شائق تخلص - غلام محی الدین نام۔ شائق علیخان خطاب ہے۔ آپ شہ احمد اورتو
قادری کے فرزند ہیں۔ آپکے نسب کا سلسلہ تین واسطہ سے جناب موسیٰ محمد حسین شہید
المعروف بامام صاحب سے منہی ہوا ہے۔ آپکے خاندان میں اکثر بزرگان
روشن نمیر گذرے ہیں۔ آپکا اصلی وطن ہیر ہے۔ آپکے جد و پدر کا مولد قصبہ ڈکیر ہے
آپکا بھی مسقط الراس قصبہ نکور ہے۔ آپکی ولادت ۱۳۲۶ ہجری میں واقع ہوئی
ایام طفلی میں والد ماجد کے ہمراہ کالستری میں آئے اور وہاں سکونت اختیار کر کے
مدرسہ میں بیچے۔ علمائے عصر کی خدمت میں کتب ربیعہ عربیہ ختم کر کے فضیلت کی

حاصل کی۔ اور کتب فارسیہ مولوی محمد باقر آگاہ و مولوی سید خیر الدین فاضل
ختم کین۔ اور شعر و شاعری میں مرزا علی بخت انظمری و میر شاہ حسین حقیقت سے
مشق کرتے تھے۔ آپ کا کلام سنجیدہ و برگزیدہ ہوتا ہے۔ معاصرین پر بڑھ گئے۔ اور آپ
انشاء پر داری میں ظہوری و طغرائے ہم سنگ تھے بدیہ گوئی میں ضرب المثل تھے۔ ایک دو
میں قصائد موزون کر دیتے تھے۔ چنانچہ حسب کلم نواب لا جاہ تیرہ روز میں (۳۷)
غزل نعت میں موزون کر دے۔ نواب صاحب بہت خوش ہوئے۔ آپ کے کلام کی داد
دی بچہ تعریف و تحسین کی۔ آپ کو اپنے مامون سید شاہ منصور قادری سے بیعت تھی
طریقت میں تا بہت قدم و راسخ دم تھے ۲۳۳ ہجری میں بتقریب شادی ادا کر گئے
شادی سے فارغ ہو کے مدراس میں واپس آئے۔ اس وقت نواب آخر عہد تھا تا بہ زندگی
نواب کے ملازمین میں تھے۔ انعام و خطاب مذکورہ سے معزول ہوئے۔ حسب کلم نواب
مدرسہ فارسی سرکاری میں ملازم ہوئے۔ شعر و شاعری میں مستغرق رہتے تھے
آپ کی تصنیف سے ایک یوان مسہی برج البحرین و روضہ قدسیان و ثنوی رشکبشت
وغیرہ ہیں۔ فارسی وارد و زبان میں کلام موزون فرماتے تھے۔ کلام درست و فصیح
ہوتا ہے حشو و زوائد سے پاک۔ آخر آپ کی رحلت ۲۴۹ ہجری میں واقع ہوئی۔
آپ کے بہائی واقف نے رحلت کی تاریخ کہی ہو ہذا

قدس الشہداء

بیدل عصر حضرت شائق

کہ جہاں است جائے ناکامی

کام دل حبت چون بقرب الہ

۱۰۴ سال رحلت فرمود

رفتہ یہاں ۹۴ ۱۲۴۹

سن کلامہ

بوسہ قندلب یار بسیر مہتاب	سیدہ ذوق و کپرچون شکر و شیر مر
صفائے جوہر ذراتم ز چشم تر شود پیدا	برین دعوی دلیل روشن از گہر شود پیدا
عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند	گل گریبان چاک روزار و لائے عنید
طالعہ برگشتہ ز سودا زلف برست	سطرہ کے راستہ پد چون کچی در سطر
شاید گرفت ملک عظم ہم خدیو عشق	ہر نو نہال می نگریم خاک بر سر است
گر ز خاک نشان سوار می جوید	و گر نہ چیت میں کندن فرس بدست
ز سودا چون بازار شل پرانے خود برم	گفتا کس نگیرد متاع داغدار اینجا
در حجاب زلف کن نظار و رویار را	صبح امید از سوا دین شب طلب
نہید نام کلامی شعلہ رودر سینه جا دارد	کہ می جو شد شمر از چشم گریانی کہ من دارم

شیخ انجمن کے مولف نے لکھا کہ آپ کا حبسی تعلق حضرت سید محمد الحسینی بندہ نواز گیسو راز سے غنہی ہوتا ہے۔ گلزار اعظم کے مولف نے صرف نبی سلسلہ لکھا۔ اور حبسی سلسلہ سے سکوت کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شوقی مولوی غلام غوث

شوقی تخلص غلام غوث نام۔ وطن ناگواپاموئی۔ آپ کا حبسی سلسلہ فاضل مبارک شارج سلم العلوم سے غنہی ہوتا ہے۔ کتب متداولہ فارسیہ عربیہ میں مہارت کامل کہتا تھا اور فاضل تھا۔ انشا پر داری سخن سازی میں خوشنود کا شاگرد تھا۔ ہندوستان سیاحت کر رہا ہوا مدراس میں وارد ہوا ضلع کنٹور میں افتا کی خدمت پر مقرر ہوا۔

مرت تک فنا کی خدمت کو عمدہ طرح سے انجام تیار رہا۔ خوش اخلاق و دلی مروت تھا۔
 سخن سنج و سخن پرداز تھا۔ رسائی طبیعت سے کلام پسندیدہ موزون کرتا تھا۔ شعر
 عصر کے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ انصافانہ دار و بیقتے تھے۔ قدرت خداوندی
 نتائج الافکار کے دوستوں سے تھا۔ خانہ صوفیہ کی رعلت کے بعد ایک
 مرتبہ آپ کے رنج میں لکھا ہے تذکرہ میں مذکور ہے۔ آخر عمر میں آپ کو عارضہ لاحق
 ہوا۔ مرض روز بڑھتا گیا۔ چرخہ معالجہ کرتے تھے۔ لیکن بغیر ہدین ہوتا تھا۔ منج
 کے لئے حیدر آباد دکن روانہ ہوئے۔ حیدر آباد کے قریب پہنچے۔ شہر ہجرتی میں
 فوت ہوئے۔ آپ کو تجزیہ و تکفین کر کے شہر میں لائے۔ بہبود علی شاہ غریب لڑکے شاہ
 کے تکیہ میں دفن کئے۔ **ہوہڈ کا**

سرور برسن آرکنازی ہارین منیت گویہ سخن بوسہ کہازے باریج منیت
 کارم آخر شدہ ازورد و گشتی آگ شیشہ شکست بگوشت نفع صدمہ از رسید

شفیع میر محمد شفیع

شفیع تخلص۔ میر محمد شفیع نام۔ آپ میر عسکری باقری سہ آبادی کے نوین
 میں گلزار اعظم کے مولف نے لکھا کہ آپ کے اجداد سلف سے حیرن باقری سہرہ جی
 سلطان عبدالقدوس شاہ والی تلنگانہ کے عہد میں وارڈین ہوئے۔ قطب شاہ نے ہرین
 باریا بھوئے۔ قطب شاہ نے بلجاٹ سیادت خجابت تعظیم و تکریم کی۔ اولیٰ ہی واقعات
 میں انعام و جاگیر و منصب سے سرفراز فرمایا۔ اور جاگیر میں ہی گنڈہ علاقہ حیدر آباد میں بطور
 التمنام مرحمت کیا۔ مولف مذکور لکھتا ہے کہ ان کا گیارہ لاکھ اولاد پر تبارہ می رہے

انتہی کلامہ۔ شیفع صاحب ترجمہ کے والد ابتدا میں تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ اور انکا
 مستقر تجارت چھلی بندر تھا۔ چند مدت کے بعد ضلع نیلور کے محکمہ میں منشی گری کی
 خدمت پر مامور ہوئے۔ شیفع کی ولادت ۱۳۵۸ھ ہجری میں ضلع ندکور میں واقع ہونی
 سن شعور کے بعد والد ماجد کی خدمت میں کتب متداولہ فارسی عربی ختم کیں۔ اور شعر
 شاعری میں آپ کو تلمذ میر محمد حسن غریب تخلص سے ہے۔ جب آپ مدراس میں آئے
 میرزا عبدالباقی وفا کے بھی شاگرد ہوئے۔ مدت تک وفا کی خدمت میں تحقیق محاورات
 و اصطلاحات فارسی اصلاح سخن میں مصروف رہے۔ پھر چند روز سیر و سیاحت میں گزار
 آخر والد ماجد کے انتقال کے بعد دیوانی محکمہ میں خدمت سرشار تہ دارمی پر مقرر ہوئے
 تا بہ زندگی خدمت مفوضہ پر مامور رہے۔ آپ کا سنہ وفات ستیاب نہیں ہوا۔ آپ علاوہ
 زبان فارسی عربی تلمذ کی و ہندی میں بھی مہارت کامل کہتے تھے شعر گوئی و سخن بھی میں
 مستعد تھے۔ آپ کا کلام فصیح و بلیغ ہوتا ہے۔ صاحب تالیفات تصنیف تھے۔
 سوائے دیوان فارسی کوئی رسالہ یا نسخہ مولفات سے نہیں دیکھا گیا۔ نہ کسی صاحب تذکرہ
 نے لکھا شاید گوشہ گننامی میں ہوں گے۔ و اسد اعلم بالصواب من اشعارہ

خال بر عین صنم بس بہار ایدار دست	الف کردست نگر حسن اقامت را
بتائید خال خوش سر بلندم	اعانت را ختر نباشد نباشد
مردمکست ہی شد ز در و عمل شترک	عمل خندان مدے گوہر و ندان مدد
نرگس و غنچہ و گل چشم و دمان و زنجشک	حاش شد روم جانبستان کسے
ساقی ز رفیض جام جہانی شدہ مست	مانیز آید ییم خبر و اراند کے
تمام شد حصہ اول محبوب الازمن تذکرہ شعرائے دکن	

تاریخ طبع زاد مولانا جامع الفضل والکمال مولوی عبد الجلیل صاحب
المتخلص بہ نعمانی سلمہ اللہ تعالیٰ

یادگارے ہرچو محبوبِ زمیں
تذکرہ گفتہ از روئے دکن
۲۹۱ ۱۳ ہجری

صوفی از بہر سخن سنجان نہاد
از ہر اے سال تالیف و شیوع

از کمال جامعیت علم و فن
جامعہ انجاء تحقیق سخن
خوب بہ بحث محبوبِ زمین
۲۹ ۱۳ ہجری

مولوی صوفی ملک پوری
تذکرہ نبوشت بہر شاعران
کتاب بیانی رقم رسالہ آن

تذکرہ سے آغاز تالیف کا اور دکن کے قصبہ سے تمام تالیف اشعار کا سنہ نکلتا ہے

اعلان

چونکہ اس کتاب کا حق تالیف محفوظ ہے بغیر اجازت راقم
کوئی صاحب قصد طبع نفع فرمائیں بعوض نفع نقصان اٹھائیں
ان جہت قدر سے مطلوب یہون راقم سے طلب فرمائیں۔

نہی

جس کتاب پر مولف کی مہر یاد تخط نہ ہو وہ مال مسرقہ سمجھا جائے

المشتہر

محمد عبد الجبار خان صوفی ملکا پوری براری حید آبادی صدر

فارسی عربی مدرسہ عرہ